13.1223

انبیائے قرآن

آغا اشرف

انبیائے قرآن

آغا اشرف

Marfat.com

Marfat.com

انبیائے قرآن

انبیائے کرام اور مُصلحین عظام کے حالاتِ حیات
جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔

آغا اشرف

مکتبہ القریش چوک اُردو بازار لاہور

Marfat.com

98228

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر	:	عبدالحفیظ قریشی
مطبع	:	نیر اسد پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	:	کلاسکس کمپیوٹرز
تعداد	:	600
سن اشاعت	:	2003
قیمت	:	

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

ISBN. 969-38-0046-X

MAKTABA ... Rs 450

Marfat.com

واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا

(زخرف ۴۵)

(اے محمدؐ) ہم نے اپنے پیغمبر جو تم سے پہلے بھیجے ہیں ان کے حالات دریافت کرو۔

Marfat.com

Marfat.com

تقریظ

قرآن حکیم نے انسانوں کی ہدایت کے لیے جو مختلف معجزانہ اسلوب اختیار فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گذشتہ قوموں کے واقعات وقصص کے ذریعے ان کے نیک و بد اعمال اور ان اعمال کے اچھے بُرے ثمرات و نتائج کو اپنی سورتوں اور آیتوں میں ابلاغ حق اور دعوت الی اللہ کے اہم مقصد کو پورا کرنے کے لیے یاد دلایا ہے اسی لیے قرآن حکیم میں ان کی تکرار پائی جاتی ہے تاکہ وہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر سکیں۔ اور فطری وطبعی رجحانات کو ان حقائق کی جانب متوجہ کیا جا سکے۔ لہٰذا اس کام کے لیے جو معجزانہ پیرایۂ بیان اور مناسب حال اسلوب نگارش بار بار دہرایا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کے خوابیدہ قوائے فکر کو بیدار کرنے کے لیے گذشتہ اقوام وملل کے قصص و واقعات جستہ جستہ بیان فرمائے ہیں جو تمام ترحق و باطل کے مجادلوں اور اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان کے معرکوں کا ایک عبرت آموز اور بصیرت افروز مرقع ہیں۔

قرآن حکیم ان تاریخی واقعات کو محض اس لیے نہیں بیان کرتا کہ یہ وہ واقعات ہیں جن کا ایک تاریخ میں درج ہونا ضروری ہے بلکہ اس کا مقصد وحید یہ ہے کہ وہ ان واقعات سے پیدا شدہ نتائج کو انسانی رشد و ہدایت کے لیے موعظت و عبرت بناتے تاکہ وہ نوامیس و قوانین فطرت کے سانچے میں ڈھلے ہوتے ان تاریخی نتائج سے ہدایت و عبرت حاصل کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت پر ایمان لائیں۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار		صفحہ نمبر
۱	حضرت آدمؑ ابوالبشر	۱
۲	حضرت نوحؑ	۷
۳	حضرت ہودؑ	۱۱
۴	حضرت صالحؑ	۱۵
۵	حضرت ابراہیمؑ	۱۹
۶	حضرت لوطؑ	۳۰
۷	حضرت یعقوب	۳۲
۸	حضرت یوسفؑ	۳۶
۹	حضرت شعیبؑ	۵۹
۱۰	حضرت یوشع بن نونؑ	۶۵
۱۱	حضرت موسیٰؑ	۶۸
۱۲	حضرت موسیٰؑ اور خضر	۸۸
۱۳	حضرت موسیٰؑ اور قارون	۹۵
۱۴	حضرت حزقیلؑ	۹۸
۱۵	حضرت الیاسؑ	۱۰۰
۱۶	حضرت الیسعؑ	۱۱۸
۱۷	حضرت سموئیلؑ	۱۳۷
۱۸	حضرت طالوتؑ	۱۴۸
۱۹	حضرت داؤدؑ	۱۵۸

Marfat.com

۲۰	حضرت سلیمانؑ	۲۰۳
۲۱	حضرت ایوبؑ	۲۳۷
۲۲	حضرت یونسؑ	۲۴۶
۳۳	حضرت دوالکفلؑ	۲۵۱
۳۴	حضرت عزیرؑ	۲۷۵
۳۵	حضرت زکریاؑ	۲۸۶
۳۶	حضرت یحییٰؑ	۲۹۰
۳۷	حضرت عیسیٰؑ	۲۹۵
۳۸	حضرت محمد مصطفیٰؐ	۳۶۱
۳۹	حضرت ذوالقرنینؑ	۴۶۱
۴۰	حضرت لقمانؑ	۴۸۴

Marfat.com

حضرت آدمؑ ابوالبشر

قرآن حکیم میں ابوالبشر انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کا نام پچیس آیات کریمہ میں پچیس مرتبہ آیا ہے جو ذیل کی جدول سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۱) سورۃ البقرہ ۔۔۔ آیات ۳۱ ۔ ۳۳ ۔ ۳۴ ۔ ۳۵ ۔ ۳۷

(۲) آلِ عمران ۔۔۔۔ ۳۳ ۔ ۵۹

(۳) المائدہ ۔۔۔۔ ۲۷

(۴) الاعراف ۔۔۔۔ ۱۱ ۔ ۱۹ ۔ ۲۶ ۔ ۲۷ ۔ ۳۱ ۔ ۳۵ ۔ ۱۷۲

(۵) الاسراء ۔۔۔۔ ۶۱ ۔ ۷۰

(۶) الکہف ۔۔۔۔۔۔ ۵۰

(۷) مریم ۔۔۔۔۔۔ ۵۸

(۸) طٰہٰ ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۵ ۔ ۱۱۶ ۔ ۱۱۷ ۔ ۱۲۰ ۔ ۱۲۱ ۔

(۹) یٰسین ۔۔۔۔ ۶۰

قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں سب سے پہلا تذکرہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کا خمیر تیار ہونے سے پہلے ہی اس نے فرشتوں کو یہ اطلاع دی کہ عنقریب ہی وہ مٹی سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہے جو بشر کہلائے گی اور زمین میں ہماری خلافت کا شرف حاصل کرے گی۔

آدم کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا اور ایسی مٹی سے گوندھا گیا جو نت نئی تبدیلی قبول کر لینے والی تھی۔ جب یہ مٹی پختہ ٹھیکری کی طرح آواز دینے اور کھنکھنانے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اس جسدِ خاکی میں روح پھونکی اور وہ یک بیک گوشت اور ہڈی پٹھے کا زندہ انسان بن

Marfat.com

گیا اور ارادہ، شعور، حس، عقل اور وجدانی جذبات وکیفیات کا حامل نظر آنے لگا تب فرشتوں کو حکم دیا کہ تم اس کے سامنے سر بسجود ہو جاؤ۔ تمام فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی مگر ابلیس نے غرور و تمکنت کے ساتھ صاف انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سوال کیا۔

"کس بات نے تجھے جھکنے سے روکا جبکہ میں نے حکم دیا؟"

ابلیس نے جواب دیا۔

"اس بات نے کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اسے مٹی سے بھلا خاک کو آگ سے کیا نسبت۔ اے خدا! پھر یہ تیرا حکم کہ ناری خاکی کو سجدہ کرے کیا انصاف پر مبنی ہے؟"

شیطان کا جواب غرور، تکبر اور جہالت پر مبنی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے نکل جانے کا حکم دیا۔ تو شیطان نے توبہ و ندامت کے بجائے اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کی کہ قیامت تک مجھے مہلت عطا کر اور اس طویل مدت کے لیے میری زندگی کی رسی کو دراز کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ یہ سن کر اب شیطان نے ایک مرتبہ پھر اپنی شیطنت کا مظاہرہ کیا۔ کہنے لگا۔

"جب تو نے مجھے راندۂ درگاہ کر ہی دیا ہے تو جس آدم کی بدولت مجھے یہ رسوائی نصیب ہوئی ہے میں بھی اس کی اولاد کو گمراہ کروں گا۔ البتہ تیرے مخلص بندے گمراہ نہ ہوں گے۔"

حضرت آدم ایک عرصہ تک جنت میں تنہا زندگی بسر کرتے رہے مگر اپنی زندگی اور راحت وسکون میں ایک وحشت اور خلا محسوس کرتے رہے۔ اور ان کی طبیعت و فطرت کسی مونس وہم جلیس کی جویا نظر آئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کیا۔ حضرت آدم بے حد مسرور ہوئے۔ خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔

اب ابلیس کو ایک موقعہ ہاتھ آیا۔ اور اس نے حضرت آدم و حوا کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ شجر "شجر ممنوعہ" ہے۔ اس کا پھل کھانا جنت میں سرمدی آرام وسکون اور قرب الٰہی کا ضامن ہے اور قسمیں کھا کر ان کو باور کرایا کہ میں تمہارا خیر خواہ۔ یہ سن کر حضرت آدمؑ کے انسانی اور بشری خواص میں سب سے پہلے نسیان نے ظہور کیا۔ اور وہ یہ فراموش کر بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم حکم امتناعی نہ تھا۔ مربیانہ مشورہ تھا۔ آخر کار جنت کے دائمی قیام اور قربت الٰہی

Marfat.com

کے عزم میں لغزش پیدا کر دی۔ انہوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو لبشری لوازم ابھرنے لگے۔ دیکھا تو ننگے ہیں اور لباس سے محروم۔ جلدی جلدی آدم و حوّا دونوں پتوں سے ستر ڈھانکنے لگے۔ انسانی تمدن کا یہ آغاز تھا۔ اس نے تن ڈھانکنے کے لیے سب سے پہلے پتوں کو استعمال کیا۔

ادھر یہ ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا اور آدم سے باز پُرس ہوئی کہ ممانعت کے باوجود یہ عدولِ حکمی کیسی اور کیوں ؟ آدم آخر آدم تھے مقبول بارگاہ الٰہی تھے۔ شیطان کی طرح مناظرہ نہیں کیا۔ اپنی غلطی کو تاویلات کے پردے میں چھپانے کی سعی سے باز رہے۔ ندامت کے ساتھ اقرار کیا کہ غلطی ضرور ہوئی لیکن اس کا سبب تمرد و سرکشی نہیں بلکہ میری لبشری بھول چوک ہے تاہم غلطی ہے اس لیے توبہ و استغفار کرتے ہوئے عفو و درگزر کا خواستگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ نے ان کے اس عذر کو قبول فرما لیا اور معاف کر دیا۔ مگر وقت آ گیا تھا کہ حضرت آدمؑ زمین پر حقِ خلافت ادا کریں۔ لہٰذا حکم ہوا کہ تم کو اور تمہاری اولاد کو ایک معین مدت تک زمین پر قیام کرنا ہو گا۔ اور تمہارا دشمن ابلیس بھی اپنے تمام سامان عداوت کے ساتھ وہاں موجود رہے گا۔ تم کو ملکوتی اور طاغوتی قوتوں کے درمیان وہاں زندگی بسر کرنا ہو گی۔ اس کے باوجود اگر تم اور تمہاری اولاد مخلص بندے اور سچے نائب ثابت ہوئے تو تمہارا اصلی وطن جنت ہمیشہ کے لیے تمہاری ملکیت دے دیا جائے گا۔ لہٰذا تم اور حوا دونوں یہاں سے جاؤ اور میری زمین پر جا کر لبو اور اپنی مقررہ زندگی تک حق عبودیت ادا کرتے رہو۔ اور یوں انسانوں کے باپ اور اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ ارض حضرت آدمؑ نے اپنی رفیقۂ حیات حوا کے ساتھ زمین پر قدم رکھا۔

زمین پر حضرت آدمؑ اور حوا کا آنا نسل انسانی میں اضافے کا باعث بنا۔ حضرت حوا سے جڑواں پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا عقد دوسرے پیٹ سے پیدا ہونے والے تمام بچوں کے ساتھ کر دیا جاتا تھا کیونکہ اس وقت افزائش نسل کی اور کوئی صورت ممکن نہ تھی۔

اس دستور کے مطابق حضرت آدم کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل کی شادی کا مسئلہ درپیش تھا کہ ہابیل کی بہن سے اس کی شادی ہو اور قابیل کی شادی اس کی بہن سے ہو۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے حضرت آدم نے یہ مشورہ دیا کہ دونوں بھائی اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

حضور اپنی قربانی پیش کریں۔ جس کی قربانی منظور ہو جاتے اسے اپنے ارادے کے مطابق کرنے کا اختیار ہے۔

چنانچہ دونوں نے ایسا کیا۔ قابیل اپنے کھیت کے پھل کا ہدیہ لایا اور ہابیل نے اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پلوٹھے بچے اور کچھ ان کی چربی پیش کی۔

اس زمانے میں قربانی (نذر) کی قبولیت کا یہ الہامی دستور تھا کہ نذر و قربانی کی چیز کسی بلند جگہ پر رکھ دی جاتی تھی اور آسمان سے آگ نمودار ہو کر اس کو جلا دیتی تھی۔ لہٰذا حسب دستور آگ نے آکر ہابیل کی نذر کو جلا دیا اور اس طرح قبولیت کا شرف اس کے حصّہ میں آیا۔

قابیل اپنی اس توہین کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے غیظ و غضب میں آکر ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑوں گا تاکہ تو اپنی مراد کو نہ پہنچ سکے۔ ہابیل نے جواب دیا کہ میں تو کسی طرح تجھ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ باقی تیری جو مرضی آئے کر۔ رہا قربانی کا معاملہ سو خدا کے یہاں نیک نیت ہی کی نذر قبول ہو سکتی ہے۔ قابیل پر اس نصیحت کا الٹا اثر ہوا اور اس نے غصّہ سے مشتعل ہو کر اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔

قتل کے بعد قابیل حیران تھا کہ اس نعش کا کیا کرے۔ ابھی تک نسلِ آدم موت سے دوچار نہیں ہوئی تھی۔ اور اسی لیے حضرت آدم نے مردے کے بارہ میں کوئی حکم الٰہی نہیں سنایا تھا۔ یکایک اس نے دیکھا کہ ایک کوّے نے زمین کرید کرید کر گڑھا کھودا جس سے قابیل کو یہ معلوم ہوا کہ اسے بھی اپنے بھائی کی نعش کے لیے گڑھا کھودنا چاہیئے اور بعض روایات میں ہے کہ کوّے نے دوسرے مُردے کوّے کو اس گڑھے میں چھپا دیا۔

قابیل نے یہ دیکھا تو اپنی ناکارہ زندگی پر بیحد افسوس کیا اور کہنے لگا کہ میں اس حیوان سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اپنے اس جرم کو چھپانے کی بھی اہلیت نہیں رکھتا۔ ندامت سے سر جھکا لیا اور پھر اسی طرح اپنے بھائی کی نعش کو سپردِ خاک کیا۔

دمشق کے شمال میں جبلِ قاسیون پر ایک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے جو مقتلِ ہابیل کہلاتی ہے۔
قرآن مجید کی سورۃ المائدہ سے بھی ہابیل اور قابیل کے اس واقعہ پر روشنی پڑتی ہے۔ بائبل کے مطابق حضرت آدمؑ نے نو سو تیس برس کی عمر پائی۔ ہابیل اور قابیل کے علاوہ آپ کے تیسرے بیٹے کا نام بائبل میں شیث لکھا ہے۔ جو حضرت آدم کے بعد ہدایت کا حق ادا کرتے رہے۔ بائبل میں حضرت آدمؑ کا نسب نامہ اس طرح بتایا گیا ہے۔

Marfat.com

آدمؑ

شیث ـــــــ ہابیل ـــــــ قابیل

شیث	قابیل
انوش	عنوک
قینان	عیراد
مہلائیل	محویاایل
یارد	متوسا ایل
حنوک	لمک
متوسلح	یابل ـ یوبل
لمک	
نوح	

حافظ ابن کثیر نے بتایا ہے کہ شیث کے لفظی معنی "عطیہ خدا" ہیں۔ حضرت آدمؑ نے یہ نام اس لیے رکھا کہ حضرت ہابیل کی شہادت کے بعد خدا نے انہیں یہ صالح فرزند عطا کیا تھا۔

حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت کے وقت حضرت آدم کی عمر ایک سو تیس برس کی تھی۔ آپ کی شبیہ حضرت آدم سے ملتی جلتی تھی۔ حضرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب ہدایت سے سرفراز کیا۔ حضرت آدم نے وفات سے پہلے اپنی ساری اولاد کو بلا کر وصیت فرمائی کہ میرے بعد حضرت شیث ان کے قائم مقام ہوں گے۔ ان کا کہا ماننا اور آپس میں صلح و اخوت سے رہنا۔ حضرت شیث علیہ السلام نے اپنی اور قابیل کی اولاد کو رشد و ہدایت کی تلقین کی اور نیکی کا راستہ بتایا۔ ان میں سے کچھ لوگ آپ پر ایمان لے آئے لیکن پھر گمراہ ہو گئے اور آپ کا بت بنا کر پرستش کرنے لگے۔ اسی قوم کی رہنمائی کے لیے حضرت ادریس علیہ السلام مبعوث ہوئے۔

ایک سو پانچ برس کی عمر میں آپ کا فرزند انوش پیدا ہوا اور نو سو بارہ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ ان پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔ جب وفات کا وقت نزدیک آیا تو حضرت شیث نے اپنے بیٹے انوش کو وصیت فرمائی کہ ہدایت کا سلسلہ جاری رکھیں چنانچہ وہی خدا کا پیغام پہنچاتے رہے۔ پھر ان کے بیٹے قینن اور پوتے مہلائیل نے یہ منصب سنبھالا۔ کہا جاتا ہے کہ مہلائیل سات اقلیموں کے سلطان تھے۔ انھیں نے

Marfat.com

سب سے پہلے درخت کٹوائے اور لکڑی استعمال کی۔ انھیں نے شہر بسائے اور بڑے بڑے قلعے بنوائے۔ وہی بابل اور سوس کے بانی تھے۔

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوحؑ حضرت ادریسؑ کے پوتے اور لمک کے فرزند تھے۔ اللہ تعالٰے نے آپ کو عراق کے گمراہ لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ قرآن کریم میں پینتالیس مقامات پر آپ کا ذکر آیا ہے سورۃ اعراف، ہوُد، مومنون، شعراءؔ۔ قمر اور نوح میں آپ کا ذکر ہے۔

آپ کی بعثت سے پہلے عراق کے لوگ فسق و فجور میں مبتلا تھے۔ خدا کی توحید سے ناآشنا ہو چکے تھے۔ غیر اللہ کی پوجا اور بت پرستی ان کا شعار ہو چکا تھا۔ بتوں کی پرستش کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ ان کے پانچ خاص بت تھے جنکو وہ اپنا خدا سمجھتے تھے۔

جب قوم نوح کی نافرمانیاں اور سیہ کاریاں حد سے بڑھ گئیں تو سنت اللہ کے مطابق ان کی ہدایت کے لیے انہی میں سے ایک ہادی اور رسول حضرت نوحؑ کو مبعوث کیا گیا۔

آپ نے اپنی قوم کو راہِ راست پر لانے کے لیے اسے راہ حق کی دعوت دی۔ توحید کی طرف آنے کی تلقین کی۔ لیکن گمراہ قوم نے ان کی ایک نہ مانی اور تحقیر و تذلیل پر اُتر آئے۔ مختلف طریقوں سے آپ کو تکلیفیں دینے لگے۔ گنتی کے چند غریب اور کمزور لوگ آپ پر ایمان لائے۔ بعض نابکار لوگوں کا حضرت نوحؑ سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ اگر غریب و کمزور لوگوں کو اپنی جماعت سے الگ کر دیں تو وہ ان کی بات ماننے کو تیار ہیں۔ وہ لوگ امارت و تمول کے زعم میں حضرت نوح کے غریب و کمزور حواریوں اور پیروؤں کے ساتھ شامل ہونے کی اپنی توہین سمجھتے تھے۔ حضرت نوحؑ نے انہیں ہمیشہ یہی جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ ان گمراہ لوگوں سے ہمیشہ یہی کہتے رہے۔

"یہ لوگ تمہاری نظر میں حقیر سہی لیکن اللہ کی نظر میں نہیں سعادت کا مال و دولت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اللہ کی سرکار میں سرخروئی

Marfat.com

حاصل کرنے کے لیے دولت کی ضرورت ہے۔ رضائے الٰہی عمل کی
پاکیزگی پر ہے ؎"

حضرت نوحؑ کے وعظ ونصیحت کا گمراہ قوم پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آپ تبلیغ میں جتنی سرگرمی دکھاتے وہ لوگ اتنی ہی زیادہ مخالفت کرتے۔ انہوں نے اپنے نبی کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل اختیار کیے۔ جب قوم کسی طرح نہ مانی تو آپ نے عذاب الٰہی سے ڈرایا اور کہا۔

" خدا کو ناراض کر کے اپنی ہلاکت کو دعوت نہ دو۔ اپنی بداعمالیوں اور
سیہ کاریوں سے توبہ کر لو۔ خدائے واحد کے حضور میں جھک جاؤ۔ وہ
یقیناً تمہارے گناہ بخش دے گا"

قوم کے دل گمراہی، بُت پرستی اور سیہ کاری سے اس قدر دھندلا چکے تھے کہ ان سے روشنی کی کوئی کرن نہ پھوٹی۔ آخر تنگ آکر جب آپ نے قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا تو وہ بالکل خوف زدہ نہ ہوئی۔ جواب میں کہا۔

" اے نوح! ہم تم سے بحث وحث بہت کر چکے۔ اب نہیں کریں گے
تم جس عذاب سے ہمیں ڈرایا کرتے ہو وہ ہمارے سامنے لے آؤ اگر تم
سچے ہو"

حضرت نوحؑ نے اس کے جواب میں ان سے کہا۔

" عذاب اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کب لے آئیگا
میں فقط اس کا رسول بن کر آیا ہوں۔ اور اس کا پیغام تم کو پہنچا دیا ہے۔ ہاں اگر
تم عذاب الٰہی کے اتنے ہی خواہاں ہو اور میری صداقت کو عذاب دیکھ کر ہی
پرکھنا چاہتے ہو اللہ ایسا بھی کر سکتا ہے"۔

آخر کار جب حضرت نوح قوم سے بالکل ہی مایوس ہو گئے تو ان کے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تسلی دیتے ہوتے فرمایا۔

" سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں اور کوئی (نیا) شخص تمہاری قوم میں سے
ایمان نہ لائے گا۔ سو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو"
(سورۃ ہُود)

اس وحی کے بعد حضرت نوحؑ کو جب یقین ہو گیا کہ ان کی قوم کا مرض لاعلاج ہے اور کہ

Marfat.com

وہ کبھی بھی راہ راست پر نہ آتے گی تو آپ نے سوچا کہ ایسی قوم کا زندہ رہنا نسل انسانی کے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ ان کی طرح ان کی اولاد بھی بدکار و سیہ کار ہو گی۔ وہ بھی زمین پر معاصیت پھیلائے گی۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔

" اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر ایک کافر بھی مت چھوڑ۔ اگر یہ زمین پر رہے تو یہ لوگ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے "

(سورۂ نوح ع ۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا قبول فرمائی۔ سیہ کاروں اور سرکشوں کی سزا کا اعلان کر دیا۔ آپ کو حکم ملا کہ ایک کشتی تیار کریں تاکہ آپ اور آپ پر ایمان لانے والے عذاب الٰہی سے محفوظ رہ سکیں۔ آپ ایک کشتی بنانے لگے۔ گمراہ قوم ان کا مذاق اڑانے لگی کہ خشکی میں انہیں کشتی کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ لیکن آپ حکم الٰہی کی تعمیل اور کشتی کی تکمیل میں مصروف رہے۔

آپ نے لکڑی کی ایک کشتی بنائی۔ اس کشتی میں کوٹھڑیاں تیار کیں۔ ان کے اندر اور باہر رال لگایا۔ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ تھی۔ اور اونچائی تیس ہاتھ۔ آپ نے جانوروں کی ہر قسم میں سے ایک ایک جوڑا لے لیا۔

اب سرکش اور متمرد انسانوں کی سزا کا وقت آ پہنچا تھا۔ عذاب الٰہی کی علامتیں شروع ہو گئی تھیں۔ یہ پانی کا عذاب تھا۔ تورات کے بیان کے مطابق بارش ہونے لگی۔ دجلہ و فرات میں بے پناہ سیلاب آ گیا۔ ہر شے اس کی لپیٹ میں آ گئی۔ ساتھ ہی طوفانی ہواؤں سے بپھری ہوئی اونچی اونچی لہریں اٹھنے لگیں۔ اس وقت حضرت نوحؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ اپنے حواریوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اور تمام جانداروں کا ایک ایک جوڑا اور اپنی خوراک کا سارا سامان بھی کشتی میں رکھ لو۔

پانی کا طوفان لحظہ بہ لحظہ بڑھتا چلا گیا۔ چالیس دن اور چالیس رات مسلسل پانی برستا رہا یہاں تک کہ سب اونچی پہاڑیاں بھی پانی میں غرق ہو گئیں۔ انسان اور چرند پرند سب ہلاک ہو گئے۔ صرف حضرت نوحؑ کی کشتی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ایک مدت تک محفوظ تیرتی رہی۔ ڈیڑھ سو دن کے بعد پانی زمین پر کم ہونا شروع ہوا اور کشتی کوہِ جودی پر جا ٹھہری۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

تو حکم ہو گیا اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسماں برسنے سے

Marfat.com

تھم جا۔ چنانچہ دونو امر واقع ہو گئے۔ پانی گھٹ گیا۔ حکم پورا ہوا اور کشتی جودی پر آ کھڑی اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور۔ • (سورۃ ہود)

آخر خدا کے حکم سے پانی آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ خشک زمین نکل آئی اور ساکنان کشتی نے امن و سلامتی کے ساتھ دوبارہ اللہ کی زمین پر قدم رکھا۔

پسرِ نوح

حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان ان پر ایمان نہ لایا تھا۔ جب طوفان نمودار ہوا اور لوگ پانی میں غرق ہونے لگے تو حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا کہ کشتی میں آ جاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ میں بہت جلد کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ مجھے غرقابی سے بچا لے گا۔

چنانچہ وہ ایک پہاڑی پر چڑھ گیا۔ لیکن جب پانی اتنا اونچا ہو گیا کہ وہ پہاڑی بھی غرق ہونے لگی تو محبت پدری جوش میں آئی اور حضرت نوحؑ نے بیٹے کو خطرے میں دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔

"اے اللہ! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تجھے اور تیرے خاندان کو طوفان سے بچا لوں گا۔ میرا بیٹا ڈوبنے لگا ہے اسے بچاؤ۔"

• رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ • (سورۃ ہود)

ارشاد ہوا!

"اے نوح! یہ تیرے اہل میں سے نہیں۔ بدکردار ہے پس تجھے ایسا سوال نہ کرنا چاہیے جس کے بارے میں تجھے علم نہ ہو۔"

ارشاد باری تعالیٰ سنتے ہی حضرت نوحؑ رضائے حق پر راضی ہو گئے۔ اور مغفرت و رحمت طلب کی!

Marfat.com

"آج دنیا میں ہم سے زیادہ شوکت و جبروت کا مالک کون ہے "

مگر حضرت ہودؑ مسلسل تبلیغ میں لگے رہے۔ وہ اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے اور غرور و سرکشی کے نتائج بتا کر قوم نوح کے واقعات یاد دلاتے اور کبھی ارشاد فرماتے۔

" اے قوم! اپنی جسمانی طاقت اور حکومت کے جبروت پر گھمنڈ نہ کر بلکہ خُدا کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو یہ دولت بخشی۔ قوم نوح کی تباہی کے بعد تجھ کو زمین کا مالک بنایا۔ بتوں کی پرستش سے باز آؤ۔ یہ نہ تم کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔

اے قوم! مانا کہ تم عرصہ تک سرکشی اور اس کی نافرمانی میں مبتلا رہے ہو مگر آج بھی اگر توبہ کر لو۔ اور باز آ جاؤ تو اس کی رحمت وسیع ہے۔ اور درِ توبہ بند نہیں ہوا۔ اس سے مغفرت چاہو وہ بخش دے گا "

قوم عاد میں ایماندار تو چند ہی تھے باقی سرکش اور متمرد انسانوں کا گروہ تھا۔ ان کو حضرت ہودؑ کی ہدایت و نصیحت سخت شاق گزرتی تھی۔ اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے۔ کہ ان کے عقائد و اعمال میں کوئی شخص حائل ہو۔ اس لیے انہوں نے یہ روش اختیار کی کہ حضرت ہودؑ کا مذاق اڑایا۔ بے وقوف گردانا۔ اور ان کو جھٹلانا شروع کر دیا ــ اور حضرت ہودؑ سے کہنے لگے۔

" اے ہود! تو ہمارے پاس ایک دلیل بھی نہ لایا اور تیرے کہنے سے ہم اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں " (سورۃ ہود ع ۵)

حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے کہا۔

" نہ میں بے وقوف ہوں اور نہ پاگل۔ بلاشبہ خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے بیوقوف کو منتخب نہیں کیا کرتا کہ اس کا نقصان اس کے نفع سے بڑھ جائے۔ اور ہدایت کی جگہ گمراہی آ جائے۔ وہ اس عظیم الشان خدمت کے لیے اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو چُنتا ہے جو ہر طرح اس کا اہل ہو اور

خدمت حق کو بخوبی انجام دے سکے" مگر قوم کی سرکشی اور مخالفت بڑھتی ہی رہی اور ان پر حضرت ہودؑ کی نصیحت و ہدایت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ حضرت ہودؑ کی تکذیب و تذلیل کے اور زیادہ درپے ہو گئے۔ اور مجنون اور خبطی کہہ کر اور زیادہ مذاق اڑانے لگے۔ اور کہنے لگے۔

"اے ہودؑ! جب سے تو نے ہمارے خداؤں کو بُرا کہنا اور ہم کو ان کی عبادت سے باز رہنے کے لیے تلقین کرنا شروع کی ہے ہم دیکھتے ہیں اس وقت سے تیرا حال خراب ہو گیا ہے۔ اور ہمارے خداؤں کی بددعا سے تو پاگل اور مجنوں ہو گیا ہے۔ تو اب ہم اس کے علاوہ تجھ کو اور کیا سمجھیں؟"

آخر حضرت ہودؑ نے ان کی مسلسل بغاوت و سرکشی کے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ اگر عاد بُرے اعمال سے باز نہ آتے تو ان کے لیے ہلاکت یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو ہلاک کر دے گا۔

عاد نے جب یہ سُنا تو غیظ و غضب سے بھڑک اُٹھے۔ حضرت ہودؑ سے بگڑ کر کہنے لگے۔

"اے ہود! تو نے ہم کو اپنے خدا کے عذاب کی دھمکی دی اور ہم کو یہ کہہ کر ڈرایا ہے کہ تم ہم پر برے دن کے عذاب آنے سے ڈرتے ہو کہ کہیں تم اس کے مستحق نہ ٹھہر جاؤ۔

اے ہود۔ اب ہم سے تیری روز روز کی نصیحتیں نہیں سُنی جاتیں۔ ہم ایسے ناصح مشفق سے باز آئے۔ اگر تو واقعی اپنے قول میں سچا ہے تو وہ عذاب جلد لے تاکہ ہمارا قصّہ پاک ہو"

حضرت ہودؑ نے جواب دیا۔

"اگر عذاب کا تم کو اتنا ہی شوق ہے تو وہ بھی کچھ دور نہیں"

آخر قوم ہودؑ کی انتہائی شرارت و بغاوت اور اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بے پناہ بغض و عناد کی پاداش عمل اور قانونِ جزا و سزا کا وقت آ گیا۔ غیرت حق حرکت میں آئی۔ اور عذابِ الٰہی نے سب سے پہلے خشک سالی کی شکل اختیار کی۔ عاد سخت گھبرائے۔ پریشان

ہوتے ۔ تو حضرت ہُود نے ان کو پھر ایک مرتبہ سمجھایا لیکن اس بدبخت و بدنصیب قوم پر کچھ اثر نہ ہوا ۔

اچانک ایک ہولناک عذاب نے ان کو آن گھیرا ۔ آٹھ دن اور سات راتیں لگاتار تیز و تند ہوا کے طوفان اُٹھے اور عاد کی پوری آبادی تہ و بالا کر کے رکھ دیا ۔ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ۔

اہل عرب حضرت ہود علیہ السلام کی وفات اور مرقد کے متعلق مختلف دعوے کرتے ہیں ۔ مثلاً اہل حضر موت کا دعویٰ کہ عاد کی ہلاکت کے بعد حضرت ہود حضر موت کے شہروں میں ہجرت کر آئے تھے ۔ وہیں ان کی وفات ہوئی اور وادی برہوت کے مشرقی حصّہ میں شہر تریم سے قریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر دفن ہوئے ۔

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے حضرت ہود حضر موت میں کثیب احمر پر دفن ہیں اور ان کے سرہانے جھاؤ کا درخت ہے ۔

حضرت ہودؑ اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ سنت بہترین اسوۂ ہے کہ تبلیغ و پیغام حق کی راہ میں بدی کا بدلہ نیکی سے دیا جائے اور تلخی کا جواب شیریں کلامی سے پورا کیا جائے ۔ البتہ مبلغ ان کی بدکرداری اور مسلسل سرکشی پر اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون جزائے عمل کو ضرور یاد دلانے اور آنے والے انجام بد پر ان کو تنبیہہ کرے اور یہ حقیقت بار بار سامنے لائے کہ جب کوئی قوم اجتماعی سرکشی ظلم اور بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے اور اس پر پیہم اصرار کرتی رہتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب اس کو صفحۂ عالم سے مٹا دیا کرتا ہے ۔

حضرت صالح علیہ السلام

قرآن حکیم میں حضرت صالح علیہ السلام کا نام آٹھ جگہ آیا ہے۔ حسب ذیل اعداد اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

سورۃ اعراف	آیات ۷۳ - ۷۵ - ۷۷		میزان ۳
سورۃ ہود	۶۱ - ۶۲ - ۶۶ - ۸۹		۴
شعرآ		۱۴۲	۱/۸

حضرت صالحؑ جس قوم میں پیدا ہوئے اس کو ثمود کہتے ہیں اور ثمود کا ذکر نو سورتوں میں کیا گیا ہے۔ ذیل کا نقشہ اس کو واضح کرتا ہے۔

اعراف ۔ ہود ۔ حجر ۔ نمل ۔ فضیلت ۔ البحم ۔ القمر ۔ الحاقہ ۔ الشمس ۔

اہل ثمود بت پرست تھے۔ وہ خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودان باطل پرستار تھے۔ اور شرک میں مبتلا تھے۔ اس لیے ان کی اصلاح اور احقاق حق کے لیے ان ہی کے قبیلے میں سے حضرت صالحؑ کو پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا گیا۔ تاکہ وہ ان کو راہِ راست پر لائیں۔

حضرت صالح قوم ثمود کو بار بار سمجھاتے اور نصیحت فرماتے رہے مگر قوم پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ اس کا بغض و عناد ترقی پاتا گیا اور ان کی مخالفت بڑھتی ہی رہی اور وہ قوم کسی طرح بت پرستی سے باز نہ آئی۔ قوم کے سردار اور بڑے بڑے سرمایہ دار اسی طرح باطل پرستی پر قائم رہے۔ اور حضرت صالح کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کرتے۔

" صالح اگر ہم باطل پرست ہوتے۔ خدا کے صحیح مذہب کے منکر ہوتے تو آج ہم کو یہ دھن دولت، سرسبز و شاداب باغات، عالی شان محلات کی رہائش

حاصل نہ ہوتی۔ تو خود کو اپنے پیروں کو دیکھ اور پھر ان کی تنگ حالی اور غربت پر نظر کر اور بتلا کہ خدا کے پیارے اور مقبول کون ہیں ہم یا تم۔"

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ قوم ثمود جب حضرت صالحؑ کی تبلیغ حق سے اکتا گئی تو اس کے اور سرگروہ افراد نے قوم کی موجودگی میں مطالبہ کیا کہ اے صالح! اگر تو واقعی خدا کا فرستادہ ہے تو کوئی نشانی دکھا تاکہ ہم تیری صداقت پر ایمان لے آئیں۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ نشان آنے کے بعد بھی تم انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہو تو قوم کے ان سرداروں نے بتاکید وعدہ کیا کہ ہم فوراً ایمان لے آئیں گے۔

تب حضرت صالح نے انہی سے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کا نشان چاہتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سامنے والے پہاڑ میں سے یا بستی کے اس پتھر میں سے جو کنارہ پر نصب ہے ایک ایسی اونٹنی ظاہر کرو کہ جو گابھن ہو اور فوراً بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے درگاہِ الٰہی میں دعا کی اور اسی وقت ان سب کے سامنے پہاڑ یا پتھر میں سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔ یہ دیکھ کر ان سرداروں میں سے جندع بن عمرو تو اسی وقت ایمان لے آیا اور دوسرے سرداروں نے بھی جب اس کی پیروی میں ایمان لانے کا ارادہ کیا تو ان کے ہیکلوں اور مندروں کے مہنتوں ذواب بن عمرو، حباب اور ان کے بڑے کاہن رباب بن صفر نے ان کو اس سے باز رکھا۔ اور اسی طرح دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکا۔

اب حضرت صالح نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر ہو۔ ایک دن اس ناقہ کا ہوگا اور ایک دن ساری قوم اور اس کے سارے چوپاؤں کا۔ اور خبردار ناقہ کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اگر اس کو آزار پہنچا تو بس سمجھ لو تمہاری بھی خیر نہیں۔

قوم نے اگر اس حیرت انگیز معجزہ کو دیکھ کر ایمان قبول نہ کیا لیکن دلوں کے اقرار نے اس کو آزار پہنچانے سے باز رکھا۔ اور دوسرے روز قوم کی باری ہوتی اور ناقہ اور اس کا بچہ بغیر روک ٹوک چراگاہوں میں چرتے اور آسودہ رہتے۔ مگر آہستہ آہستہ یہ بات بھی ان کو کھٹکنے لگی اور آپس میں صلاح و مشورے ہونے لگے کہ اس اونٹنی کا خاتمہ کر دیا جائے تو باری والے جھنجھٹ سے نجات ملے۔ کیونکہ ہمارے چوپاؤں کے لیے اور خود ہمارے اپنے لیے یہ قید ناقابلِ برداشت ہے۔ یہ باتیں اگرچہ ہوتی رہتی

تھیں لیکن کسی کو اونٹنی کو قتل کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ مگر ایک حسین و جمیل مالدار عورت صدوق نے خود کو ایک شخص مصدع کے سامنے اور ایک مالدار عورت عنیزہ نے اپنی ایک خوبصورت لڑکی کو قیدار کے سامنے یہ کہہ کر پیش کیا کہ اگر وہ دونوں ناقہ کو ہلاک کر دیں۔ تو یہ تمہاری ملک ہیں۔ تم ان کو بیوی بنا کر عیش کرو۔ آخر قیدار بن سالف اور مصدع کو اس کے لیے آمادہ کر لیا گیا۔ اور طے پایا کہ وہ راہ میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور ناقہ جب چراگاہ جانے لگے تو اس پر حملہ کر دیں اور چند دوسرے آدمیوں نے بھی مدد کا وعدہ کیا۔

غرض ایسا ہی کیا گیا اور ناقہ کو اس طرح سازش کر کے قتل کر ڈالا اور پھر آپس میں حلف لیا کہ رات ہونے پر وہ سب حضرت صالح اور ان کے اہل و عیال کو بھی قتل کر دینگے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ خبر ہوئی تو حسرت و افسوس کے ساتھ قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو جو تین دن کے بعد تم کو تباہ کر دے گا۔"

اور پھر بجلی کی چمک اور کڑک کا عذاب آیا اور اس نے رات میں سب کو تباہ کر دیا۔ حضرت صالح ؑ حزن و ملال کے ساتھ ہلاک شدگان کو مخاطب کرتے ہوتے فرمانے لگے۔

"اے قوم! بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور تم کو نصیحت کی لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو دوست ہی نہ رکھتے۔"

ہلاک شدہ قوم کی جانب حضرت صالح کا یہ خطاب اسی طرح کا خطاب تھا جس طرح بدر میں مشرکین مکہ کے سرداروں کی ہلاکت کے بعد مردہ نعشوں کے گڑھے پر کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

"اے فلاں بن فلاں کیا تم کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پسند آئی بلاشبہ ہم نے وہ سب کچھ پالیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ پس کیا تم نے بھی وہ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔"

اگر کسی قوم کو دنیاوی جاہ و حشم، عزت و دولت اور خوشحالی میسر ہو تو وہ یقیناً سزا کی مستوجب ٹھہرے گی۔ تاریخ ایسی قوموں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ جو سرکشی اور نافرمانی کے باعث ہلاک ہوئیں۔ حضرت صالح نے اپنی قوم کو عاد کی مثال اسی لیے دی

تھی کہ وہ عبرت پکڑیں مگر وہ عیش و عشرت کے نشے میں سرشار ہو کر بدمستیوں پر اترے ہوئے تھے۔ پہلے خدا کے رسول کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ یہ نہ ہو سکا تو تنبیہہ کے باوجود حضرت صالح کی اونٹنی کو مار ڈالا۔

اور پھر جب اللہ کی طرف سے اتمام حجت ہو چکی اور تین دن کی مہلت گزر گئی تو چوتھے دن آسمان سے ایک ایسی ہولناک کڑک کی آواز سنائی دی جس کے سامنے بجلی کی کڑک بھی کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ جو شخص جہاں اور جس حالت میں تھا ایک بے جان لاشہ بن کر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبرت دلانے کے لیے بار بار ثمود کی داستان دہرائی ہے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

پھر جب ہماری (ٹھہرائی ہوئی) بات کا وقت آپہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور اس دن کی ہلاکت و رسوائی سے نجات دی۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا۔ ان کا یہ حال ہوا کہ ایک زور کی کڑک نے آلیا۔ جب صبح ہوگی تو سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔ (وہ اس طرح اچانک مرگئے) گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔

(سورۂ ہود ع۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم کا ذکر مکی اور مدنی دونوں قسم کی سورتوں میں موجود ہے۔ مندرجہ ذیل جدول ان تمام سورتوں اور آیتوں کو ظاہر کرتی ہے۔

سورۃ البقرہ ——— آیات ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۱۳۰

۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۴۰ - ۲۵۸ - ۱۶۰

سورۃ آل عمران ——— ۳۳ - ۶۵ - ۶۷ - ۶۸ - ۸۴ - ۹۵

- ۹۷

سورہ النساء ——— ۵۴ - ۱۲۵ - ۱۶۳ -

سورۃ الانعام ——— ۷۴ - ۷۵ - ۸۳ - ۱۶۱ -

سورۃ التوبہ ——— ۷۰ - ۱۱۴

سورۃ ہود ——— ۶۹ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶

سورۃ ابراہیم ——— ۳۵

سورۃ النحل ——— ۱۲۰ - ۱۲۳

سورۃ الانبیاء ——— ۵۱ - ۶۰ - ۶۲ - ۶۹

سورۃ الشعراء ——— ۶۹

سورۃ الاحزاب ——— ۷

سورۃ ص ——— آیات ۴۵

سورۃ الزخرف ——— ۲۶

سورۃ النجم ——— ۳۷

سورۂ الممتحنہ ——— ۴
سورۂ یوسف ——— ۶ — ۳۸
سورۂ الحجر ——— آیات ۵۱
سورۂ مریم ——— آیات ۴۱ - ۴۶ — ۵۸
سورۂ الحج ——— آیات ۲۶ - ۴۳ — ۷۸
سورۂ العنکبوت ——— آیات ۱۶ — ۳۱
سورۂ الصافات ——— آیات ۸۳ - ۱۰۴ — ۱۰۹
سورۂ الشوریٰ ——— ۱۳
سورۂ الذاریات ——— ۲۴
سورۂ الحدید ——— ۲۶

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب نامہ توراۃ میں اس طرح مذکور ہے۔
ابراہیم (خلیل اللہ) بن تارخ بن ناحور، بن سروج، بن رعو، بن فالج۔بن عابر۔ بن شالح بن ارفکشاذ، بن سام بن نوح۔ •
یہ تصریح توارت اور تاریخ کے مطابق ہے مگر قرآنِ حکیم نے ان کے والد کا نام آذر بتایا ہے۔

ۚ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ (سورۂ انعام)

ۚ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا۔ کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے ۚ

حضرت ابراہیم جس قوم میں پیدا ہوئے وہ مشرک اور بہت پرست تھی۔آپ کا خاندان بت تراشی اور بت پرستی میں ڈوبا ہوا تھا۔آپ کے والد آذر بت ساز تھے۔ عراق کے شہر بابل میں بعل دیوتا کا مندر بہت مشہور تھا۔جس میں بعل دیوتا کے بت علاوہ کئی چھوٹے چھوٹے بت رکھے تھے۔ اور یہ سب حضرت ابراہیم کے خاندان ہی نے بنائے تھے۔ ان کے گھر میں بارہ مہینوں کے بارہ بت ہمیشہ رکھے رہتے تھے۔ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ اور انہیں سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔

حضرت ابراہیم ابتدائے عمر ہی سے بت پرستی کے خلاف تھے۔ شرک کے سخت دشمن اور توحید کے شیدائی تھے۔ وہ اپنے والد اور دوسرے لوگوں کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھتے تو حیران ہوتے کہ بُت نہ تو سُن سکتے ہیں۔ نہ دیکھ سکتے ہیں۔ نہ بول سکتے ہیں۔ نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ ان کی حیثیت کھلونوں سے زیادہ نہیں۔ پھر نہ جانے لوگ انہیں اپنا خدا کیوں مانتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی گمراہ قوم کو اس غلط راستے سے باز رکھنے اور راہِ حق پر لانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

آپ نے دعوت حق کی ابتدا گھر سے کی اور سب سے پہلے اپنے والد کو بُت گری اور بُت پرستی سے منع کیا۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے۔

"جب (ابراہیم) نے کہا اپنے باپ کو۔ اے میرے باپ۔ کیوں پوجتا ہے اس کو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ کام آئے تیرے۔ اے میرے باپ! مجھ کو ایک چیز کی خبر آئی ہے۔ سو میری راہ چلو۔ میں تم کو سیدھی راہ دکھا دوں۔ اے میرے باپ۔ مت پوج شیطان کو۔ بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہیں آ لگے تجھے ایک آفت رحمٰن سے۔ پھر تو ہو جائے شیطان کا ساتھی۔"

لیکن حضرت ابراہیم کے وعظ و نصیحت کا والد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آذر نے الٹا انھیں ڈرایا دھمکایا۔

"اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ اگر تو باز نہ آئے گا تو تجھ کو سنگسار کروں گا۔ ہٹ جا میرے پاس سے۔"

حضرت ابراہیمؑ نے باپ کو یوں غضب ناک ہوتے دیکھا تو اس کی بزرگانہ حیثیت کا احترام کرتے ہوتے نہایت نرمی سے جواب دیا۔

"تمہاری سلامتی ہو۔ میں رب سے تمہارے گناہ بخشوا دوں گا۔ بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔ میں چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو۔ میں اپنے رب کی بندگی کروں گا۔"

(سورۂ مریم ع۳)

باپ بیٹے کے درمیان جب اتفاق کی کوئی صورت نہ بنی اور آذر نے کسی

طرح ابراہیم علیہ السلام کی رشد و ہدایت کو قبول نہ کیا تو حضرت ابراہیم نے اپنے باپ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اپنی دعوت حق اور پیغام رسالت کو وسیع کر دیا۔ تو اب صرف آزر ہی مخاطب نہ رہا بلکہ پوری قوم کو مخاطب بنا لیا۔ مگر قوم اپنے باپ دادا کے دین کو کب چھوڑنے والی تھی۔ اس نے ابراہیمؑ کی ایک نہ سُنی۔ اور دعوت حق کے سامنے اپنے باطل معبودوں کی طرح گونگے، اندھے اور بہرے بن گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا۔

"بتاؤ جن کی تم پرستش کرتے ہو یہ تم کو کسی قسم کا بھی نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں"

تو ان لوگوں نے حضرت ابراہیم کو جواب دیا۔

"ہم ان باتوں کے جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتے۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہی کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم بھی وہی کر رہے ہیں"

حضرت ابراہیمؑ نے ان سے فرمایا۔

"میں تو تمہارے ان سب بتوں کو اپنا دشمن جانتا ہوں۔ میں ان سے بے خوف و خطر اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اگر یہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ تو بے شک بگاڑیں"

نصیحت و موعظت کے اس مؤثر انداز خطابت کو حضرت ابراہیم نے اپنے والد اور قوم کے سامنے پیش کیا سورۃ شعرا میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی قوم بت پرستی کے ساتھ کواکب پرستی بھی کرتی تھی۔ اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ انسانوں کی موت و حیات، ان کا رزق، ان کا نفع و نقصان، خشک سالی اور قحط سالی غرض تمام کارخانۂ حیات کواکب کی حرکات کی تاثیر پر چل رہا ہے۔ اور یہ کرشمہ سازی ان کے ذاتی اوصاف میں سے ہے۔ اس لیے ان کی خوشنودی ضروری ہے۔ اور یہ ان کی پرستش کے بغیر ممکن نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے جس طرح ان کو ان کے سفلی معبودوں کی باطل حقیقت کو واشگاف کر کے راہ حق کی طرف دعوت دی۔ اس طرح ضروری سمجھا کہ ستارہ پرستی کا تصوّر

98228

بھی ان لوگوں کے ذہنوں سے کریدکر نکالا جائے ۔چنانچہ حضرت ابراہیم نے ستاروں کو خدا ماننے کی بھی بڑے حکیمانہ طریقے پر تردید کی ۔آپ نے رات کے وقت ایک روشن ستارے کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کیا یہ میرا رب ہو سکتا ہے ۔جس کی پوجا میری قوم کر رہی ہے ۔ستارے تھوڑی دیر چمک کر مقررہ وقت پر نظروں سے اوجھل ہو گیا ۔ یہ اس کے خدا نہ ہونے کی روشن دلیل تھی ۔چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے بلند آواز سے کہا کہ جو چیز اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی اسے کیونکر خدا مانا جا سکتا ہے ۔

اس کے بعد آپ نے چاند کی طرف اشارہ کرکے وہی سوال کیا ۔جب صبح کے قریب چاند بھی چھپ گیا تو آپ بولے کہ ستارے کی طرح یہ بھی زوال پذیر ہے ۔میں اسے کیونکر اپنا رب مان سکتا ہوں ۔غرض ان تمام روشن دلائل و براہین کے بعد بھی جب قوم نے دعوت اسلام کو قبول نہ کیا اور اصنام پرستی اور کواکب پرستی پر اسی طرح قائم رہی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دن جمہور کے سامنے اعلان کیا کہ میں تمہارے ان بتوں کے متعلق ایک ایسی چال چلوں گا جو تم کو زچ کرکے چھوڑے گی ۔

حسن اتفاق سے قریب ہی زمانہ میں قوم کا ایک مذہبی میلہ تھا ۔جب سب اس کے لیے چلنے لگے تو کچھ لوگوں نے ابراہیمؑ سے بھی ساتھ چلنے پر اصرار کیا ۔آپ نے انکار کیا ۔کہا کہ میں آج کچھ علیل ہوں ۔ وہ سب ان کو چھوڑ کر چلے گئے ۔تو آپ سب سے بڑے دیوتا کے ہیکل میں پہنچ گئے ۔ دیکھا تو وہاں بتوں کے سامنے طرح طرح کے پھل اور مٹھائیاں ڈھیر ہو رہی تھیں ۔آپ نے چھوٹے بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور بڑے بت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ۔

میلہ سے واپس آکر کاہنوں اور سرداروں نے جب اپنے معبودوں کی یہ درگت دیکھی تو غصے سے آگ بگولا ہو گئے ۔اور سمجھ گئے کہ یہ سب کچھ حضرت ابراہیم کا کیا کرایا ہے ۔انہوں نے آپ کو بلایا ۔اور کہا ۔

”اے ابراہیم تو نے ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ یہ کیا کیا ؟“

” یہ سب بڑے بت کی کارروائی ہے ۔اس سے دریافت کرو “

کاہن اور سردار ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے ۔بت بول اور بات نہیں کر سکتا تھا ۔کہنے لگے ۔

" ابراہیم تو خوب جانتا ہے کہ یہ بولنے والے نہیں ہیں "

چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ لوگ اس واقعہ ہی سے بت پرستی چھوڑ دیتے لیکن وہ اور زیادہ برہم ہوتے اور حضرت ابراہیم کے ساتھ عداوت و دشمنی کا نعرہ بلند کر دیا۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر دیوتاؤں کی خوشنودی چاہتے ہو تو اس کو اس گستاخی اور مجرمانہ حرکت پر سخت سزا دو اور دہکتی ہوئی آگ میں جلا ڈالو تاکہ اس دعوت و تبلیغ کا قصہ ہی پاک ہو جائے۔

یہ بات حاکمِ وقت تک بھی پہنچ گئی۔ جس کا لقب نمرود تھا۔ اور یہ رعایا کے صرف بادشاہ ہی نہ ہوتے تھے بلکہ خود کو ان کا رب اور مالک جانتے تھے۔ اور رعایا بھی دوسرے دیوتاؤں کی طرح اس کو اپنا خدا اور معبود مانتی تھی۔ نمرود کو جب یہ معلوم ہوا تو آپے سے باہر ہو گیا۔ اور سوچنے لگا کہ اس شخص کی پیغمبرانہ تبلیغ و دعوت کی سرگرمیاں اگر اسی طرح جاری رہیں تو یہ میری ربوبیت، ملوکیت اور الوہیت سے بھی سب رعایا کو برگشتہ کر دے گا۔ اور اس طرح باپ دادا کے مذہب کے ساتھ ساتھ میری یہ سلطنت بھی زوال میں آجائے گی۔ اس لیے اس قصہ کا ابتدا ہی میں خاتمہ کر دینا بہتر ہے۔ یہ سوچ کر اس نے حکم دیا کہ ابراہیمؑ کو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔

حضرت ابراہیم جب نمرود کے دربار میں پہنچے تو نمرود نے گفتگو شروع کی اور حضرت ابراہیم سے دریافت کیا۔

" تو باپ دادا کے دین کی مخالفت کیوں کرتا ہے اور مجھ کو رب ماننے سے تجھے کیوں انکار ہے ؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

" میں خدائے واحد کا پرستار ہوں۔ اس کے علاوہ کسی کو اس کا شریک نہیں سمجھتا۔ ساری کائنات اور تمام عالم اسی کی مخلوق ہے۔ اور وہی ان سب کا خالق و مالک ہے۔ اور تو بھی اسی طرح ایک انسان ہے جس طرح ہم سب انسان ہیں۔ پھر تو کس طرح رب یا خدا ہو سکتا ہے۔ اور کس طرح یہ گونگے بہرے لکڑی کے بُت خدا ہو سکتے ہیں "

نمرود نے حضرت ابراہیم سے کہا۔

" اگر میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے تو اس کا ایسا وصف بیان کرو
کہ جس کی قدرت مجھ میں نہ ہو۔"

حضرت ابراہیم نے نمرود سے کہا۔

" میرا رب وہ ہے جس کے قبضہ میں موت و حیات ہے ۔ وہی موت
دیتا ہے اور وہی زندگی ۔"

نمرود نے حضرت ابراہیم سے کہا۔

" اس طرح موت و حیات تو میرے قبضہ میں بھی ہے ۔"

اور یہ کہکر اسی وقت ایک بے قصور شخص کے متعلق جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن مار دو۔ جلاد نے فوراً حکم کی تعمیل کر دی ۔ اور ایک قتل کے سزا یافتہ مجرم کو جیل سے بلاکر حکم دیا کہ جاؤ ہم نے تمہاری جان بخشی کی ۔ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب متوجہ ہو کر کہنے لگا۔

" دیکھا میں بھی کس طرح زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں ۔ پھر تیرے
خدا کی خصوصیت کیا رہی ؟"

اس موقع پر موت و حیات کے رقیق مسئلہ پر بحث شروع کر دینا معاملہ کو اور الجھا دینا تھا ۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا ۔

" میں اس ہستی کو اللہ کہتا ہوں جو روزانہ سورج کو مشرق سے نکالتا اور
مغرب میں غروب کرتا ہے ۔"

یہ سُن کر نمرود مبہوت اور لاجواب ہو کر رہ گیا اور اس طرح ابراہیمؑ کی زبان سے نمرود پر خدا کی حجت پوری ہوئی ۔ اس مرحلہ پر پہنچ کر نمرود نے یہ فیصلہ کیا کہ دیوتاؤں کی توہین اور باپ دادا کے دین کی مخالفت میں ابراہیم کو آتش کدے میں پھینک دیا جائے ——

نمرود نے حضرت ابراہیم کی سزا کے لیے ایک مخصوص جگہ بنوائی ۔ جہاں مسلسل کئی روز آگ دہکائی گئی ۔ حتیٰ کہ اس کے شعلوں سے آس پاس کی چیزیں جھلسنے لگیں ۔ اور جب نمرود اور اس کی قوم کو کامل اطمینان ہو گیا کہ اب ابراہیم کے اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تب ایک منجنیق میں حضرت ابراہیم کو بٹھا کر آتش کدے

کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھنکوا دیا۔ تو نار گلزار بن گئی۔ بھڑکتے ہوئے شعلے بُجھ گئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنے والد آزر اور قوم سے جُدا ہو کر فرات کے غربی کنارے کے قریب ایک بستی میں چلے گئے جو کلدانیین کے نام سے مشہور تھی۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ حضرت لوطؑ اور آپ کی زوجہ سارہؓ آپ کی ہم سفر رہیں۔ اور کچھ دنوں کے بعد یہاں سے حاران کی جانب روانہ ہو گئے۔ اور پھر اسی طرح تبلیغ کرتے کرتے فلسطین پہنچے۔ اس سفر میں بھی ان کے ہمراہ حضرت سارہ، حضرت لوط اور ان کی بیوی تھیں۔ سورۃ عنکبوت میں اس کا ذکر ہے۔

کچھ عرصہ حضرت ابراہیم نے فلسطین کے غربی اطراف میں سکونت اختیار کی۔ اس زمانہ میں یہ علاقہ کنعانیوں کے زیر اقتدار تھا پھر قریب ہی شکیم (نابلس) میں چلے گئے۔ اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا۔ اور غرب ہی کی جانب بڑھتے چلے گئے حتیٰ کہ مصر پہنچ گئے۔ جہاں کا بادشاہ بڑا جابر و قاہر تھا۔ اگر کسی حسین عورت کو دیکھتا تو اس کو جبراً چھین لیتا۔ اور اس کے ساتھی مرد کو اگر وہ اس عورت کا شوہر ہوتا تو قتل کر ڈالتا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی سارہ سے کہا کہ تم چونکہ میری دینی بہن ہو اور اس سرزمین میں میرے اور تمہارے علاوہ دوسرا کوئی مسلمان نہیں اس لیے تم اس سے کہہ دینا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب شب میں اُس ارادۂ بد کیا تو اس کا ہاتھ شل ہو کر رہ گیا۔ اور وہ کسی طرح حضرت سارہ کو ہاتھ نہ لگا سکا۔ یہ دیکھ کر اس نے سارہؓ سے کہا۔ اپنے خدا سے دعا کرو کہ میرا ہاتھ درست ہو جاتے تو میں تجھ کو رہا کر دوں۔ سارہؓ نے دعا کی مگر اس نے پھر ارادۂ بد کیا۔ دوبارہ اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ تیسری مرتبہ پھر یہی تمام قصہ پیش آیا۔ تب اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے یہ جن ہے انسان نہیں ہے۔ اس کو میرے پاس سے جلدی لے جاؤ۔ اور ساتھ ہی ہاجرہؓ کو حضرت ابراہیم کے حوالہ کر کے کہا۔ اس کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں نے تیرے حوالے کیا۔

حضرت ابراہیم ابھی تک اولاد سے محروم تھے۔ ایک روز آپ نے خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں فرزند کے لیے دعا کی۔ جو اس طرح قبول ہوئی کہ حضرت ابراہیم کی چھوٹی بیوی حضرت ہاجرہ حاملہ ہوئیں۔ جب حضرت سارہ کو یہ پتہ چلا تو انھیں بہ تقاضاء

بشریت ہاجرہ سے رشک پیدا ہو گیا۔ انہوں نے حضرت ہاجرہ کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔
کچھ عرصہ بعد ہاجرہ کے بیٹا پیدا ہوا اور فرشتہ کی بشارت کے مطابق اس کا نام اسمٰعیل رکھا گیا۔

حضرت ہاجرہ کے بطن سے اسمٰعیل کا پیدا ہو جانا حضرت سارہ پر بیحد شاق گزرا حضرت ابراہیمؑ کی پہلی اور بڑی بیوی قدیم سے گھر کی مالکہ تھیں اور ہاجرہ چھوٹی بیوی ان کی خدمت گزار۔ اس لیے سارہؓ نے حضرت ابراہیمؑ سے اصرار کیا کہ ہاجرہ اور ان کا بچہ اسمٰعیل ان کی نظر کے سامنے نہ ہو۔ ان کو علیحدہ کسی جگہ لے جاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ کو یہ اصرار بیحد ناگوار گزرا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو مطلع کیا کہ ہاجرہ، اسمٰعیل اور تیرے لیے مصلحت اسی میں ہے کہ سارہ جو کچھ کہتی ہے اس کو مان لے۔ اور حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو اس جگہ لے آئے جہاں اب کعبہ ہے اور اس زمانے میں یہ جگہ غیر آباد تھی۔ اور دونوں کے پاس ایک تھیلی چھوڑی جس میں کچھ کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ جس میں پانی تھا۔

حضرت ہاجرہ چند روز تک مشکیزہ سے پانی اور خواجی سے کھجوریں کھاتی اور اسمٰعیل کو دودھ پلاتی رہیں۔ لیکن وہ وقت بھی آ گیا کہ پانی رہا نہ کھجوریں۔ تب وہ سخت پریشان ہوئیں چونکہ وہ بھوکی پیاسی تھیں اس لیے دودھ بھی نہ اترتا تھا۔ اور بچہ بھی بھوکا پیاسا تھا جب حالت دگرگوں ہونے لگی۔ اور بچہ بھی بیتاب ہونے لگا تو ہاجرہ اسمٰعیل کو چھوڑ کر دُور جا بیٹھیں تاکہ اس حالت زار میں اس کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں۔ کچھ سوچ کر قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آ جائے یا کہیں پانی نظر آ جائے۔ مگر کچھ نظر نہ آیا۔ پھر بچہ کی محبت میں دوڑ کر وادی میں آ گئیں۔ اس کے بعد دوسری جانب کی پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں۔ اور وہاں بھی جب کچھ نظر نہ آیا تو پھر تیزی سے لوٹ کر وادی میں بچہ کے پاس آ گئیں۔ اس مرتبہ سات مرتبہ کیا۔ یہی وہ سعی بین الصفا والمروہ ہے جو حج میں لوگ کرتے ہیں۔

آخر میں جب وہ مروہ پر تھیں تو کانوں میں ایک آواز آئی۔ چونکیں اور دل میں کہنے لگیں کہ اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ تمہاری آواز سنی گئی۔ دیکھا تو خدا کا فرشتہ جبرئیل تھا۔ فرشتہ نے اپنی ایڑی اس جگہ ماری۔ جہاں اب زمزم ہے۔ اس جگہ سے پانی ابلنے لگا۔ ہاجرہ نے پانی پیا اور پھر اسمٰعیل کو دودھ پلایا۔ فرشتہ نے ہاجرہؓ سے کہا۔

وہ خوف اور غم نہ کر اللہ تعالیٰ تجھ کو اور اس بچہ کو ضائع نہ کرے گا۔ یہ مقام بیت اللہ ہے جس کی تعمیر اس بچہ اور اس کے باپ ابراہیم کی قسمت میں مقدر ہو چکی ہے "۔

اسی دوران میں بنی جرہم کا ایک قبیلہ اس وادی کے قریب آکر ٹھہرا۔ دیکھا تو تھوڑے فاصلے پر پرندے اڑا رہے تھے۔ جرہم نے کہا یہ پانی کی علامت ہے۔ جرہم نے بھی قیام کی اجازت چاہی۔ ہاجرہ نے فرمایا تم قیام کر سکتے ہو لیکن پانی میں ملکیت کے حصّہ دار نہیں ہو سکتے۔ جرہم نے یہ بات بخوشی منظور کر لی۔ اور وہیں مقیم ہو گئے۔

جب اسمٰعیل بڑے ہو گئے تو ان کا طرز و انداز اور ان کی خوبصورتی بنی جرہم کو بہت بھائی اور انہوں نے اپنے خاندان کی لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ابراہیم برابر اپنے اہل و عیال کو دیکھنے آتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ تشریف لائے۔ تو اسمٰعیل گھر پہ نہ تھے۔ ان کی اہلیہ سے دریافت کیا۔ گزران کی کیا حالت ہے۔ وہ کہنے لگی۔ سخت مصیبت و پریشانی میں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ سُن کر فرمایا۔ اسمٰعیل سے میرا سلام کہہ دینا اور کہنا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر دو۔ اسمٰعیلؑ واپس آئے تو ابراہیمؑ کے نور نبوت کے اثرات پاتے۔ پوچھا کوئی شخص یہاں آیا تھا۔ بی بی نے سارا قصہ سنایا۔ اسمٰعیلؑ نے فرمایا کہ وہ میرے باپ ابراہیم تھے۔ اور ان کا یہ مشورہ ہے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں۔ لہٰذا میں تجھ کو جُدا کرتا ہوں۔ اسمٰعیل نے پھر دوسری شادی کر لی۔ ایک مرتبہ ابراہیمؑ پھر اسمٰعیلؑ کی غیر موجودگی میں آئے اور اسی طرح ان کی بی بی سے سوالات کیے۔ بی بی نے خدا کا شکر و احسان ظاہر کیا کہ اچھی گزر رہی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ چلتے ہوئے پیغام دے گئے کہ اپنے شوہر سے کہنا دروازہ کی چوکھٹ کو محفوظ رکھے۔

حضرت اسمٰعیل آئے تو ان کی بیوی نے تمام واقعہ دہرایا۔ اور پیغام بھی سنایا۔ اسمٰعیل نے فرمایا کہ وہ میرے باپ ابراہیمؑ تھے اور ان کا یہ پیغام ہے کہ تو میری زندگی بھر رفیقۂ حیات رہے۔

جب حضرت اسمٰعیلؑ سن رشد کو پہنچے تو ان کے باپ نے ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت ابراہیم نے تین شب مسلسل خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے ابراہیم نے ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دے "۔

انبیاء علیہم السلام کا خواب رویاء صادقہ اور وحی الہٰی ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت ابراہیم تسلیم و رضا کا پیکر بن کر تیار ہو گئے۔ اور بیٹے نے بھی سر تسلیم خم کر دیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمعیلؑ کی مرضی پاکر مذبوح جانور کی طرح ہاتھ پیر باندھے۔ چھری کو تیز کیا۔ اور بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑ کر ذبح کرنے لگے تو فوراً خدا کی وحی ابراہیمؑ پر نازل ہوئی۔

"اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھلایا۔ بیشک یہ بہت سخت اور کٹھن آزمائش تھی۔ ہم نے تیری قربانی قبول کی۔ اب لڑکے کو چھوڑ اور تیرے پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلے میں ذبح کر دے۔ ہم نکو کاروں کو اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔"

حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا تو جھاڑی کے قریب ایک مینڈھا کھڑا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس مینڈھے کو ذبح کیا۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار کے ہمیشہ کے لیے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو تمام دنیاء اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل کو مکہ میں لاکر اس لیے آباد کیا تھا کہ وہ جگہ دین حق کا مرکز بن سکے۔ بعد ازاں حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ خدائے واحد کی پرستش کے لیے وہاں ایک گھر تعمیر کریں۔ جس جگہ حضرت ابراہیم نے اپنی بیوی اور بیٹے کو لاکر بسایا تھا۔ اس کے قریب اللہ کا گھر پہلے سے موجود تھا مگر ویران اور شکستہ حالت میں تھا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کا پورا پورا ہاتھ بٹایا اور باپ بیٹے دونوں نے مل کر اسے مکمل کیا۔ جب دیوار کافی اونچی ہو جاتی اور حضرت ابراہیمؑ کا ہاتھ اونچا نہ جا سکتا تو ایک پتھر کو پاڑ بنایا جاتا۔ حضرت اسماعیل اسے سہارا دیتے اور حضرت ابراہیم اس پر چڑھ کر تعمیر کرتے جاتے۔ یہی یادگار مقام ابراہیم کہلاتی ہے۔

حضرت لُوط علیہ السلام

حضرت لُوط علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ کے برادر زادہ ہیں۔ ان کے والد کا نام ہاران تھا۔ حضرت لوط کا بچپن حضرت ابراہیم ہی کے زیر سایہ گزرا اور ان کی نشو و نما حضرت ابراہیمؑ کی ہی آغوش کی رہین منت ہے۔

اردن کی وہ جانب جہاں آج بحیر لوط واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جس میں سدوم اور عمودہ کی بستیاں آباد تھیں۔ یہ مقام شروع سے سمندر نہیں تھا بلکہ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ اُلٹ دیا گیا اور سخت زلزلے اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی۔ اور پانی ابھر آیا۔ اس لیے اس کا نام بحیر لوط ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آکر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش میں اس قدر مبتلا تھے کہ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہ تھی۔ جو ان میں موجود نہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی۔ یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے وہ عورتوں کی بجائے لڑکوں سے اختلاط کرتے تھے۔ اسی قوم نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی۔ اس عمل کا نام لواطت مشہور ہے اور اس سے بھی زیادہ خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے۔ اور اعلانیہ بڑے فخر کے ساتھ اس کو کرتے تھے۔

ان حالات میں حضرت لوطؑ نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی۔ حسن خطابت، لطافت اور نرمی کے ساتھ جو ممکن طریقے سمجھانے کے ہو سکتے تھے۔ ان کو سمجھایا اور نصیحت کی اور گذشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج و ثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر ان بدبختوں پر مطلق

اثر نہ ہوا۔ بلکہ اس کا یہ الٹا اثر ہوا کہ کہنے لگے ۔

"لوط اور اس کے خاندان کو اس شہر سے نکال دو۔ یہ بیشک بڑے ہی پاک لوگ ہیں "

حضرت لوط نے پھر ایک مرتبہ بھری محفل میں ان کو نصیحت کی مگر ان کے مقفل دلوں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ حضرت لوطؑ کو اخراج اور سنگساری کی دھمکیاں دیتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تین فرشتے آسمان سے اتار گئے۔ اور حضرت لوطؑ کے یہاں مہمان ہوئے۔ یہ فرشتے اپنی شکل و صورت میں بڑے حسین وجمیل اور نوخیز تھے۔

حضرت لوطؑ نے ان مہمانوں کو دیکھا تو گھبرا گئے اور ڈرے کہ بدبخت قوم میرے ان مہمانوں کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کرے۔ کیونکہ ابھی تک ان کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ یہ خدا کے پاک فرشتے ہیں۔

ابھی حضرت لوط اسی اُدھیڑ بن میں تھے کہ قوم کو خبر لگ گئی اور حضرت لوطؑ کے مکان کو گھیر لیا۔ اور مطالبہ کرنے لگے کہ ان خوبرو لونڈوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت لوطؑ نے بڑا سمجھایا لیکن وہ نہ مانے۔ حضرت لوطؑ کی اس پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے کہا۔

"آپ ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر گھبرائیں نہیں ہم ملائکہ عذاب ہیں۔ خدا کا عذاب اب ان کے سروں سے ٹلنے کا نہیں۔ مگر آپ اور آپ کا خاندان عذاب سے محفوظ رہے گا۔ مگر آپ کی بیوی ان ہی بے حیاؤں کی رفاقت میں رہے گی اور آپ کا ساتھ نہ دے گی "

آخر عذاب الٰہی کا وقت آپہنچا۔ ابتداء شب ہوتی تو ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوطؑ اپنے خاندان کے ساتھ دوسری جانب سے نکل کر سدوم سے رخصت ہو گئے اور ان کی بیوی نے ان کی رفاقت سے انکار کر دیا۔ اور راستہ ہی سے لوٹ کر سدوم واپس آگئی۔ آخر شب ہوتی تو پہلے تو ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ وبالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا۔ اور اُوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا اور وہی ہوا جو گذشتہ سرکش و نافرمان اقوام کا انجام ہو چکا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ "ہم نے اسے (سارہؓ کو) اسحٰقؑ کی اور اسحٰقؑ کے بعد یعقوب کی بشارت دی ۔" (ہود ع)

گویا حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ایک برگزیدہ بیٹے اور ایک برگزیدہ پوتے کی خوش خبری دی تھی اور دونوں کی شان میں مزید ارشاد ہوا ۔

ترجمہ:۔ "ہم نے ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ و یعقوبؑ دیے اور ان کو نبی بنایا اور ان سب کے لیے سچی اور بلند ترین تعریف عطائی فرمائی ۔" (مریم ع)

قرآن مجید میں حضرت یعقوبؑ کے حالات تفصیل کے ساتھ نہیں ملتے البتہ توراۃ میں ان کے بارے میں مفصل ذکر آیا ہے ۔ یہاں ہم توراۃ اور قرآن کریم دونوں کے بیانات کی روشنی میں ان کے حالات بیان کریں گے ۔ حضرت یعقوبؑ کی زندگی کے بعض واقعات جن کا تعلق ان کے فرزند حضرت یوسفؑ کے حالات سے ہے ، حضرت یوسف علیہ السلام کے باب میں بیان کیے جائیں گے ۔

ابتدائی حالات:۔ ساٹھ برس کی عمر میں حضرت اسحٰقؑ کے ہاں حضرت یعقوبؑ اور علیسو دو جڑواں بچے تولد ہوتے ۔ پیدائش کے لحاظ سے علیسو بڑا تھا اور حضرت اسحٰقؑ اُسے بہت چاہتے تھے اس کے برعکس ان کی والدہ ربقہ کو حضرت یعقوبؑ سے بہت پیار تھا ۔

بھائیوں میں رنجش:۔ علیسو شکاری تھا اور بوڑھے والدین کو شکار کا گوشت لاکر دیا کرتا ۔ یعقوب والدین کے پاس گھر ہی میں رہا کرتے ۔ توراۃ میں

دونوں بھائیوں کی باہمی ناراضگی کا ایک قصّہ درج ہے کہ حضرت اسحٰقؑ بہت بوڑھے اور ضعیف العمر ہو گئے تھے۔ ایک دن انہوں نے چاہا کہ عیسو کو برکت دیں چنانچہ انہوں نے عیسو سے کہا کہ شکار کر کے لاؤ اور عمدہ عمدہ کھانے پکا کر میرے سامنے پیش کرو۔ جب رلقہ کو اس بات کا علم ہوا تو اُسے خواہش پیدا ہوئی کہ یہ برکت عیسو کے بجائے حضرت یعقوبؑ کو ملے کیونکہ وہ انہیں زیادہ پیار کرتی تھیں۔ چنانچہ رلقہ نے یعقوبؑ سے کہا کہ عیسو سے پہلے تم اپنے باپ کے سامنے اچھے اچھے کھانے پکا کر لے جاؤ تاکہ یہ برکت تمھیں مل جائے۔ حضرت یعقوبؑ نے ایسا ہی کیا اور باپ سے برکت حاصل کر لی۔ جب عیسو شکار سے واپس آیا اور اُسے اس واقعہ کا علم ہُوا تو اس کے دل میں حضرت یعقوبؑ کے خلاف رنج پیدا ہُوا اور وہ ان سے ناراض ہو گیا۔ ان حالات میں رلقہ نے حضرت یعقوبؑ کو اپنے بھائی (حضرت یعقوبؑ کے ماموں) لابان کے پاس فدان آرام، بھیج دیا تاکہ کچھ عرصہ وہاں رہیں اور اس دُوری کے باعث دونوں بھائیوں کے تعلقات بگڑنے نہ پائیں۔

جب حضرت یعقوبؑ فدان آرام کو جا رہے تھے تو راستے میں ایک جگہ رات بسر کرنی پڑی۔ آپؑ سر کے نیچے ایک پتھر رکھ کر سو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیڑھی زمین پر دھری ہے جس کا سر آسمان تک پہنچا ہے۔ اس سیڑھی سے خدا کے فرشتے اترتے اور چڑھتے ہیں اور خدا اس سیڑھی کے اُوپر کھڑا پکار رہا ہے کہ دیکھ میں تیرے باپ ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کا خدا ہوں۔ یہ زمین جس پر تو لیٹا ہے تجھے اور تیری اولاد کو دُوں گا اور تیری نسل کو خوب بڑھاؤں گا۔ زمین کے تمام گھرانے تجھ سے اور تیری نسل سے برکت اور فیض حاصل کریں گے۔ یہ خواب بھی دراصل منصبِ نبوت ہی کی خوشخبری پر مبنی تھا۔

شادی:- حضرت یعقوبؑ نیند سے جاگے تو اس جگہ کا نام بیت ایل یعنی بیت اللہ رکھا اور منزلِ مقصود کو روانہ ہوئے۔ فدان آرام کے قریب پہنچے تو بستی سے باہر ایک کنواں دیکھا جس کے قریب بھیڑوں کے گلّے بیٹھے تھے۔ آپؑ نے لوگوں سے اپنے ماموں لابان بن ناحور کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ سامنے جو لڑکی بھیڑیں لیے چلی آ رہی ہے۔ اس کا نام راحیل ہے اور وہ لابان کی بیٹی ہے۔ حضرت

یعقوبؑ نے راحیل کی بھیڑوں کو کنوئیں پر لے جاکر پانی پلایا اور اسے بتایا کہ میں تمہارا پھوپھی زاد بھائی ہوں۔ راحیل اپنے گھر خبر دینے گئی اور لابان دوڑا دوڑا اپنے بھتیجے سے ملنے آیا اور اپنے ساتھ گھر لے گیا۔

لابان نے حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ تم دس برس تک میری بھیڑیں چراؤ تو اپنی لڑکی تم سے بیاہ دوں گا۔ حضرت یعقوبؑ آمادہ ہو گئے۔ اور دس سال پورے ہونے پر لابان نے اپنی لڑکی لیاہ حضرت یعقوبؑ کے عقد میں دے دی۔ مزید دس سال تک بھیڑیں چرانے کے عوض میں لابان نے اپنے دوسری لڑکی راحیل کو بھی حضرت یعقوبؑ سے بیاہ لیا چونکہ اُس وقت تک دو سگی بہنوں سے بیک وقت نکاح ممنوع نہ تھا۔ لیاہ اور راحیل کے علاوہ ان کی دو لونڈیاں بلہا اور زلفہ بھی حضرت یعقوبؑ سے رشتۂ زوجیت میں منسلک ہوگئیں۔

لابان نے حضرت یعقوبؑ کو بیس سال تک اپنے ہاں رکھا۔ اس کے بعد بہت سا مال و متاع اور ریوڑ دے کر رخصت کیا اور آپ اپنے محترم دادا کے دار الہجرت فلسطین میں آکر مقیم ہو گئے۔

حضرت یعقوبؑ کو ان کی والدہ نے ماموں کے ہاں فدان آرام چلے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ عیسو اپنے چچا حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس آ گئے تھے اور ان کی دختر سے شادی کر کے قریب ہی آباد ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان کی اولاد وہیں رہی۔ تاہم حضرت یعقوبؑ اور عیسو کے تعلقات بڑے خوش گوار رہے۔

حضرت یعقوبؑ کا نام عبرانی میں اسرائیل ہے۔ 'اسر' کے معنی 'عبد' اور 'ریل' کے معنی 'اللہ' کے ہیں۔ یعنی عربی میں اس کا ترجمہ 'عبد اللہ' کیا جاتا ہے۔ یہودی حضرت یعقوبؑ ہی کی نسل سے ہیں۔ چنانچہ ان کی اولاد کو قرآن مجید میں بنی اسرائیل کہا گیا ہے۔

قیام فلسطین کے دوران آپؐ کے والد بزرگوار حضرت اسحاقؑ نے انتقال فرمایا۔ آپؐ کے بیٹوں نے اپنے بھائی حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں پھینک دیا۔ آپؐ شب و روز بیٹے کے غم میں روتے رہے یہاں تک کہ آنکھیں سفید پڑ گئیں۔ آخر جب حضرت یوسف علیہ السلام کا پتہ لگ گیا تو آپؐ اپنے بیٹوں، پوتوں اور تمام اہل و عیال کو لے کر مصر چلے گئے۔ اس ایک کنبے میں اڑسٹھ افراد تھے۔ حضرت یعقوبؑ وہاں سترہ سال

رہے اور وہیں ایک سو سینتالیس برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ نعش مبارک کنعان لائی گئی اور حضرت ابراہیمؑ کے قبرستان میں دفن کیے گئے جو جبرون میں ہے اور اسے عام طور پر الجلیل، کہتے ہیں۔ زندگی کے آخری وقت حضرت یعقوبؑ نے اپنے تمام بیٹوں کو بلا کر جو گفتگو فرمائی وہ قرآن مجید میں اس طرح مذکور ہے۔

ترجمہ: "تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے، انہوں نے
(بالاتفاق) جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جس کی
آپؑ اور آپؑ کے بزرگ (حضرت) ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحٰقؑ پرستش
کرتے آتے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم
اسی کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔" (البقرہ ع۱۶)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن کی تفصیل یہ ہے۔

لیاہ سے چھ بیٹے ——— روبن، شمعون، لادی، یہوداہ، اشکار اور ربولون۔

راحیل سے دو بیٹے ——— حضرت یوسفؑ اور بن یمین۔

زلفہ سے دو بیٹے ——— جد اور آشر۔

بلہا سے دو بیٹے ——— دان اور نفتالی۔

بن یمین کے علاوہ باقی تمام اولاد فدان آرام ہی میں پیدا ہوئی۔ بن یمین، فلسطین (ارض کنعان) میں پیدا ہوتے اور یہی حضرت یعقوبؑ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ ان سے بڑے حضرت یوسفؑ تھے جو سب بھائیوں میں خوب صورت اور حضرت یعقوبؑ کو سب سے پیارے تھے۔

بے شک حضرت یوسف علیہ السلام بڑے حسین و خوبصورت تھے لیکن حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسف سے باقی اولاد کے مقابلے میں جو زیادہ پیار تھا وہ اس بنا پر تھا کہ حضرت یوسفؑ ہی منصب نبوت و ہدایت کے وارث بننے والے تھے اور جو ابراہیمی میراث حضرت اسحٰقؑ سے حضرت یعقوبؑ کو ملی تھی۔ وہ حضرت یوسفؑ ہی کی طرف منتقل ہونے والی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے حضرت یوسف علیہ السلام اور بن یمین، راحیل بنت لایان کے بطن سے تھے اور باقی دوسری بیویوں سے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بے حد حسین و جمیل تھے۔ ان کا حُسن آج تک بطور مثال چلا آتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی دماغی و فطری استعداد اور اخلاقی پاکیزگی سب بھائیوں کے مقابلے میں نمایاں اور ممتاز تھی۔ یقیناً اس لیے کہ سنِ رشد کو پہنچ کر انہیں خدا کا جلیل القدر پیغمبر اور ملتِ ابراہیمی کا داعی بننا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی ان ممتاز خصوصیات کے سبب حضرت یعقوبؑ کو ان سے بے انتہا محبّت تھی، سب بھائیوں سے زیادہ انہیں کو چاہتے تھے اور کسی وقت بھی ان کی جُدائی گوارا نہ تھی۔

والد کی شفقت و محبت کا یہ امتیاز دوسرے بھائیوں کو کھٹکتا تھا اور وہ حضرت یوسفؑ کے خلاف حسد کرنے لگے تھے۔ چنانچہ وہ اسی سوچ میں رہنے کہ کسی طرح باپ کے دل سے حضرت یوسفؑ کی محبت کم کردی جائے یا حضرت یوسفؑ کو راستے سے ہٹا کر ان کا قصّہ پاک کر دیا جائے۔

اس اثنا میں حضرت یوسفؑ نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے نیز چاند اور سورج انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ آپؑ نے یہ خواب والد محترم کو سُنایا۔ اُنہوں نے اندازہ کر لیا کہ یوسفؑ یقیناً ایک اُونچے درجے کو پہنچے گا اور اللہ تعالیٰ انہیں

نبوت کے منصب سے سرفراز کرے گا۔ حضرت یعقوبؑ کے لیے بیٹے کی یہ خوش بختی مسرت و انبساط کا موجب تھی لیکن وہ دوسرے بیٹوں کے حاسدانہ رویے کو بھی پا چکے تھے لہٰذا فرمایا کہ یہ خواب دوسرے بھائیوں کو نہ سنانا۔ ایسا نہ ہو وہ اسے سن کر مخالفانہ تدبیروں میں اور زیادہ سرگرم ہو جائیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ "جس وقت کہا یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہ اے باپ میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا میں نے انہیں اپنے واسطے سجدہ کرتے ہوئے کہا اے بیٹے مت بیان کرنا خواب اپنا اپنے بھائیوں کے آگے۔ پھر وہ بنائیں گے تیرے واسطے کچھ فریب۔ البتہ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے اور اسی برگزیدہ کرے گا تجھ کو پروردگار اور سکھائے گا تجھے ٹھکانے پر لگانا باتوں کا اور پورا کرے گا اپنا انعام تجھ پر اور یعقوبؑ کے گھر پر جس طرح پورا کیا ہے۔ تیرے باپ دادوں پر اس سے پہلے۔ ابراہیمؑ و اسحٰقؑ پر۔ البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمت والا۔ (یوسفؑ)

بھائیوں کے دل میں حسد و رقابت کا جذبہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ چنانچہ ایک روز انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہمارے باپ کو یوسفؑ اور اس کا بھائی (بن یمین) بہت پیارے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ یوسفؑ کو مار ڈالیں یا کسی دوسرے دیس میں پہنچا آئیں تاکہ باپ کی توجہ ہماری ہی طرف رہے۔ ایک بھائی نے کہا کہ یوسفؑ کو مارنا نہ چاہیئے بلکہ کسی کنوئیں میں پھینک دیا جائے۔ آنے جانے والے تجارتی قافلوں میں سے کوئی اسے لے جائیں گے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "جب کہنے لگے البتہ یوسفؑ اور اس کا بھائی (بن یمین) زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے اور ہم ان سے قوت والے لوگ ہیں۔ البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر

ہے، مار ڈالو یوسفؑ کو یا پھینک دو کسی ملک میں تاکہ خالص رہے
تم پر توجہ تمہارے باپ کی اور ہو رہنا اس کے بعد نیک لوگ۔
بولا ایک بولنے والا۔ مت مار ڈالو۔ یوسفؑ کو اور ڈال دو اس
کو گمنام کنوئیں میں کہ اٹھا لے جائے اس کو کوئی مسافر اگر تم کو کرنا ہے۔"
(یوسفؑ)

بھائیوں کا حسد غیر مناسب تھا۔ حضرت یعقوبؑ کے متعلق جانبداری کا تاثر بھی بالکل بے جا تھا اور اس کے بعد انہوں حضرت یوسفؑ سے جو برتاؤ کیا وہ بھی سراسر غلط اور رشتۂ اخوت کے لحاظ سے نازیبا تھا۔ انہوں نے سازش تیار کی پھر باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ آپؑ یوسفؑ کے بارے میں ہمارا اعتبار کیوں نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے دل خیر خواہ ہیں۔ کل اسے ہمارے ساتھ جنگل میں بھیج دیجئے، کھاتے پیئے، کھیلے کودے۔ ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں ۔۔

حضرت یوسفؑ کے خلاف بھائیوں کا مخاصمانہ رویہ حضرت یعقوبؑ سے پوشیدہ نہ تھا یہی وجہ تھی کہ وہ حضرت یوسفؑ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اور بھائیوں کے ہمراہ کہیں جانے نہ دیتے۔ بھائیوں نے مل کر حد درجہ اصرار کیا تو حضرت یعقوبؑ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور حضرت یوسفؑ کو ان کے ہمراہ جانے کی اجازت دے دی لیکن انہیں تاکید کر دی کہ کہیں ایسا نہ ہو تم آگے نکل جاؤ اور یوسفؑ اکیلا رہ جائے۔ اس حالت میں اُسے کوئی بھیڑیا اٹھا لے جائے۔

" بولا۔ مجھ کو غم ہوتا ہے اس لیے کہ تم اس کو لے جاؤ اور ڈرتا
ہوں اس سے کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا اور تم اس سے بے خبر
رہو۔"
(یوسفؑ)

بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ کو یقین دلایا کہ آپؑ بے فکر رہیں ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ ہم یوسفؑ کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔ اگر ہمارے اتنے بڑے جتھے کے ہوتے ہوئے یوسفؑ کو کوئی گزند پہنچے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم تو بالکل نکمے تھے۔
حضرت یعقوبؑ کے جو ارشادات اُوپر نقل کیے جا چکے ہیں ان سے صاف

واضح ہوتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے گھرانے کی زندگی کا مدار مویشی کی پرورش پر تھا۔ غالباً ان کے رہنے سہنے کی جگہ جنگل کے قریب تھی اور ان کے بیٹے روزانہ ریوڑ دل کو چرانے کی غرض سے جنگل میں لے جاتے تھے۔ یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ اس جنگل میں بھیڑیے موجود تھے اور یقیناً مویشیوں پر ان کے حملوں کے حادثے وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے ہوں گے۔ جبھی تو حضرت یعقوبؑ نے بھیڑیے کے خطرے کا ذکر فرمایا اور بیٹوں نے جواب میں یہ نہ کہا کہ بھیڑیے جنگل میں یاں ہی نہیں، صرف یہ کہا کہ ہم دس طاقتور جوان ہیں ہمارے ہوتے ہوتے بھیڑیے کے حملے کا واقعہ کیوں کر پیش آسکتا ہے۔

یہ بڑا عجیب واقعہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے جو خطرہ ظاہر کیا۔ اس کے بیٹوں نے ذہن میں وہ تدبیر آئی جو حالات کے عین مطابق تھی اور اس کا جھوٹا قصّہ بنا کر انہوں نے بعد میں باپ کو سُنا دیا۔

غرض وہ حضرت یوسفؑ کو ساتھ لے آئے اور باہم اتفاق کرکے انہیں ایک اندھے کنویں میں ڈال دیا۔ عین اس حالت میں خدا کی طرف سے حضرت یوسفؑ کو بشارت ملی کہ اس افتاد سے غمگین نہ ہو۔ ایک دِن ضرور آنے والا ہے جب یہ معاملہ بھائیوں کو جتایا جائے گا۔ اور جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ اس سے آگاہ نہیں ہیں۔

بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے کے بعد آپؑ کے کُرتے پر جھُوٹ مُوٹ کا خون لگایا اور شام کے وقت روتے پیٹتے گھر پہنچے۔ والد ماجد سے عرض کیا کہ ہم ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لیے دوڑ میں لگ گئے تھے اور یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ اس اثنا میں بھیڑیا آنکلا اور یوسفؑ کو کھا گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ آپؑ کو ہماری بات کا یقین نہ آئے گا۔ حالانکہ ہم سچّے ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا!

ترجمہ: "نہیں (میں اس بیان کو درست نہیں سمجھ سکتا) یہ تو ایک بات ہے تمہارے نفس نے گھڑ کر تمہیں خوش نما

دکھا دی ہے (اور تم سمجھتے ہو کہ یہ چل جائے گی) خیر اب میرے
لیے صبر کرنا بہتر ہے۔ پسندیدہ صبر اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو
اس پر اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں" (یوسف ع ا)

بھائیوں کا جھوٹ بالکل واضح تھا۔ اگر ان کے بیان کے مطابق واقعی بھیڑیا حضرت یوسفؑ کو کھا گیا تھا تو کرتہ کیوں کر سلامت رہ سکتا تھا وہ تو ریزے ریزے ہو جاتا۔ بیان کی تکذیب کے لیے یہی واضح شہادت کافی تھی لیکن اس کے علاوہ حضرت یعقوبؑ کے سامنے حضرت یوسفؑ کے متعلق بشارتیں موجود تھیں اور وہ کبھی باور نہ کر سکتے تھے کہ ان بشارتوں کے پورا ہونے سے پیشتر حضرت یوسفؑ کی اس دنیا سے رخصتی ہو سکتی ہے لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ تمہاری بات تو مانی نہیں جا سکتی جسے تم نے اپنے خیال کے مطابق خوش لباس پہنانے کی کوشش کی ہے۔ البتہ میرے لیے اب صبر کے سوا چارہ نہیں اور صبر بھی ایسا جو پسندیدہ ہو۔ صبرِ جمیل یا پسندیدہ صبر اُسے کہتے ہیں جس میں تمام تکلیفیں خوبی سے جھیل لی جائیں اور شکوہ ہرگز نہ کیا جائے۔

غرض حضرت یعقوبؑ پر واضح ہو چکا تھا کہ اس معاملہ میں حکمتِ الٰہی کا ہاتھ کارفرما ہے۔ بے شک پختہ یقین تھا کہ یوسفؑ سلامت ہیں اور ان کے متعلق جو بشارتیں مل چکی ہیں وہ پوری ہوں گی اور اس وقت تک کے لیے صبرِ جمیل کے سوا چارہ نہ تھا۔

" ایک تجارتی قافلہ اُس کنویں کے قریب سے گزرا۔ ان کے آدمی نے
پانی کے لیے کنویں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ اس ڈول میں بیٹھ
گئے۔ جب اُس نے ڈول نکالا اس میں ایک خوبصورت نوجوان
کو بیٹھا پایا تو خوشی سے چلا اٹھا کہ "مبارک ہو۔ یہ تو لڑکا ہے"

چنانچہ قافلے والے حضرت یوسفؑ کو چھپا کر اپنے ہمراہ مصر لے گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یوسفؑ کنویں سے نکل آئے تو خود بھائی ان کے دعویدار بن گئے اور انہوں نے گنتی کے درہموں پر انہیں قافلے والوں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اس طرح حضرت یوسفؑ کے لیے مصر پہنچنے کا بندوبست ہوا۔ جہاں وہ اپنی سیرت کی پاکیزگی اور دانش و فراستِ نبوت کی بناء پر انتظام ملک کی مختاری کا منصب حاصل کرنے والے تھے۔

۱ تورات میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ بھائیوں میں سے بعض کی تجویز یہ تھی کہ

کہ یوسفؑ کو قتل کر کے گڑھے میں ڈال دیا جائے لیکن سب سے بڑے بھائی روبن نے کہا کہ خون بہانا ٹھیک نہیں۔ مناسب یہ ہو گا کہ اسے قتل نہ کیا جائے اور گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ روبن کے دل میں یہ بات تھی کہ بھائیوں سے الگ ہو کر یوسفؑ کو گڑھے سے نکالے اور والد ماجد کی خدمت میں پہنچا دے۔

قرآن مجید میں ہے کہ بھائیوں کے درمیان یہ گفتگو حضرت یوسفؑ کو ساتھ لے جانے سے پیشتر ہو چکی تھی یعنی بعض بھائی حضرت یوسفؑ کو قتل کر دینا یا کسی دُور افتادہ ملک میں پہنچا دینا چاہیئے تھے لیکن ایک بھائی نے کنویں میں ڈال دینے کی تجویز پیش کی اور اس پر فیصلہ ہو گیا۔ قرآن مجید میں اس بھائی کا نام مذکور نہیں۔

توراۃ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قافلہ اسماعیلیوں کا تھا جو جلعاد سے گرم مصالحہ، روغن، بلسان اور مُرہ اُونٹوں پر لاد کر مصر لے جا رہے تھے۔ تب یہودہ نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگر ہم اپنے بھائی (یوسفؑ) کو مار ڈالیں اور اس کا خون چھپائیں تو کیا فائدہ ہو گا۔ آؤ اسے اسماعیلیوں کے ہاتھ بیچ ڈالیں۔ بھائیوں نے یہ بات مان لی۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کو جس گڑھے میں ڈالا تھا اس سے کھینچ کر باہر نکالا اور بیس روپے میں اسماعیلی قافلے کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اسماعیلی حضرت یوسفؑ کو مصر لے گئے۔

اُس زمانے میں مصر تہذیب و تمدن کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا اور وہاں وہ لوگ حکمران تھے جنھیں عمالقہ کہا جاتا ہے۔ مصری تاریخ میں ان کا نام ہیکوس ہے۔ یہ دراصل عرب سے وہاں پہنچے تھے اور عرب عاربہ کی ایک شاخ تھے۔ قوت کے بل پر مصر کے حاکم ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ بھی انہی کے حکمرانوں کے عہد میں مصر گئے تھے۔ اُس زمانہ میں غلامی کا عام رواج تھا اور ہر جگہ ان کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ جس شخص نے حضرت یوسفؑ کو مصر میں خریدا اس کا نام توراۃ میں فوطی فار بتایا گیا ہے جو شاہی جلو داروں کا سردار تھا اور غالباً خاندان عمالقہ میں سے تھا۔

قرآن مجید میں اس کا نام مذکور نہیں اسے صرف 'عزیز' کہا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ معمولی آدمی نہ تھا بلکہ کسی بلند منصب پر فائز تھا اور ملک میں اس کی جگہ بہت اُونچی تھی۔ عمالقہ میں سے ہوتے ہی کے باعث اس نے اپنی بیوی

سے کہا کہ یوسفؑ کو عزت سے رکھنا، عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ اگر وہ شخص قدیم مصریوں میں سے ہوتا تو ایک خریدے ہوئے غلام کے متعلق ایسے الفاظ کبھی نہ کہتا اس لیے کہ مصری باہر کے لوگوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ ایسے الفاظ وہی کہہ سکتا ہے جسے حضرت یوسفؑ سے نسبت قومیت کا خصوصی تعلق ہو۔ اس میں بھی شبہ نہیں کہ حضرت یوسفؑ کی حُسن و جمال، اخلاقی پاکیزگی اور دانش و بصیرت کو دیکھتے ہی ہر شخص ان کے اعزاز و اکرام پہ مائل ہو جاتا تھا۔

توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ فوطی فار کی نظر میں مقبول ٹھہرے اور فوطی فار نے انہیں اپنے گھر کا مختار بنا کر پورا انتظام ان کے حوالے کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے حُسن انتظام میں خاص برکت عطا کی۔ ہو سکتا ہے۔ غیر معمولی حسن انتظام، وفا داری، راست بازی اور امانت شعاری کی بناء پہ فوطی فار نے حضرت یوسفؑ کو بیٹا بنا لینے کا خیال ظاہر کیا ہو۔

"اور اہلِ مصر میں سے جس شخص نے یوسفؑ کو قافلے والوں سے مُول لیا، اپنی بیوی سے بولا اسے عزّت کے ساتھ رکھو۔ عجب نہیں یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ اور دیکھو اِس طرح ہم نے یوسفؑ کا قدم سرزمینِ مصر میں جما دیا۔"
(یوسفؑ ع ۳)

حضرت یوسفؑ عزیزِ مصر کے ہاں چھ سال تک رہے۔ جوانی کا عالم تھا اور حُسن و جمال کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جو آپؑ میں موجود نہ ہو۔ چنانچہ عزیزِ مصر کی بیوی کا دِل آپؑ کی طرف مائل ہونے لگا وہ پروانہ وار آپؑ پر نثار ہونے لگی لیکن حضرت یوسفؑ کی عِصمت مآب زندگی میں ایسے فعل پر ملتفت ہونے کا کیا امکان تھا جو امانت اور حفظِ حقوق کے سراسر خلاف تھا۔ وہ تو اس دُنیا میں صرف نیکی، پاکیزگی، دیانت، امانت اور حفظِ حقوق کی بنیادیں استوار کرنے کے لیے آئے تھے۔ وہ ایسی کسی حرکت پر کیوں کر مائل ہو سکتے تھے جو ان کی شانِ عظمت کے سراسر منافی تھی۔

عزیزِ مصر کی بیوی نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے ہر ممکن کوشش کی لیکن حضرت یوسفؑ نے کوئی التفات ظاہر نہ کیا تو آخر اس نے ایک روز مجبور ہو کر کمرے کا دروازہ

اندر سے بند کر لیا اور اصرار کرنے لگی ۔حضرت یوسفؑ نے نہایت محکم دلائل سے اُسے سمجھایا اور پاکبازی کی تعلیم دیتے ہوئے کہا کہ تیرا شوہر میرا مربّی اور محسن ہے ۔جس نے مجھے عزت و تکریم سے اپنے گھر میں رکھا ۔علاوہ ازیں میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کی نافرمانی کرکے اپنے اُوپر ظلم نہیں کر سکتا ۔ اگر میں ایسا کروں تو ظالم ٹھہروں گا اور ظالموں کے لیے انجام و مال کے اعتبار سے کبھی فلاح نہیں ۔

"اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتا تھا (عزیز کی بیوی) وہ اس پر ریجھ گئی اور ڈورے ڈالنے لگی ۔اس نے ایک دن دروازے بند کر دیئے اور بولی" لو آؤ" یوسفؑ نے کہا۔ پناہ بخدا مجھ سے ایسی بات نہیں ہوسکتی تیرا شوہر میرا آقا ہے ۔اس نے مجھے عزت کے ساتھ گھر میں جگہ دی ہے (میں اس کی امانت میں کبھی خیانت نہیں کروں گا) اور حد سے گزرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے ۔" (یوسف عؑ)

جب عزیزِ مصر کی بیوی اپنی ہٹ سے کسی طرح باز نہ آئی تو حضرت یوسفؑ دروازے کی طرف لپکے تاکہ اُسے کھول کر باہر نکل جائیں ۔عزیزِ مصر کی بیوی نے ان کا پیچھا کیا اور پیراھن پکڑ کر کھینچا ،جس سے حضرت یوسف کا پیراھن پھٹ گیا ۔ عین اُس وقت عزیزِ مصر دروازے کے باہر پہنچا ۔ اُسے دیکھتے ہی بیوی نے اصل حقیقت کو چھپانے کے لیے مکر و فریب سے کام لیا اور چلا اٹھی کہ جو شخص تیری اہل خانہ کے ساتھ بُری بات کا ارادہ کرے اس کی سزا قید یا دردناک عذاب کے سوا کیا ہوسکتی ہے حضرت یوسفؑ نے اس کے جواب میں صِرف یہ کہا کہ خود اِسی نے مجھ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی ۔میں ایسا خیال بھی نہ کر سکتا تھا اور نہ میری طرف سے کوئی نازیبا حرکت ہوتی ۔

گھر کے ایک شخص نے فیصلے کی یہ واضح تجویز پیش کر دی کہ یوسفؑ کا پیراہن دیکھنا چاہیئے اگر یہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یوسفؑ جھوٹا ۔اگر پیراھن پیچھے سے پھٹا ہے تو یوسفؑ سچا ہے اور عورت جھوٹی ۔پیراھن دیکھا گیا تو وہ پیچھے چاک تھا ۔عزیزِ مصر کو ویسے بھی اپنی بیوی کی خطاکاری کا احساس ہو چکا تھا ۔پیراھن کو پیچھے سے پھٹا دیکھ کر اُسے کامل یقین آگیا کہ یوسفؑ سچ فرما رہے ہیں ۔ اور اُس نے

معاملے کو ختم کرنے کے لیے یوسفؑ سے کہا کہ اس بات سے درگزر کریں اور بیوی سے کہا کہ تو گناہ گار ہے اپنے گناہ کی معافی مانگ۔

" (عزیز کی بیوی) کہنے لگی اس شخص کی کیا سزا ہے جو تیرے اہل کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتا ہو۔ مگر یہ کہ قید کر دیا جائے یا دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ یوسفؑ نے کہا اس نے مجھے میرے نفس کے بارے میں پھسلایا تھا۔ اور فیصلہ کیا عورت ہی کے گھرانے کے ایک شخص نے کہ اگر پیراہن یوسفؑ سے چاک ہو تو عورت سچی ہے اور یوسفؑ جھوٹا اور اگر پیچھے سے چاک ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسفؑ سچا۔ پس جب اس کی قمیض کو دیکھا تو پیچھے سے چاک تھی۔ کہا بے شک اے عورت یہ تیرے مکر و فریب سے ہے۔ بلاشبہ تمہارا مکر بہت بڑا ہے۔ یوسفؑ تو اس معاملے سے درگزر اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ تو بلاشبہ خطا کار ہے۔" (یوسف ع ۳)

لیکن معاملہ پوشیدہ نہ رہ سکا اور رفتہ رفتہ شہر میں اس کا چرچا ہو گیا، اور عزیز مصر کی بیوی کو دوسری عورتیں طعنے دینے لگیں کہ اونچے درجے کی خاتون ہو کر ایک غلام پر ریجھ گئی۔ پھر اپنے قبضے میں بھی نہ لا سکی۔ عزیز مصر کی بیوی نے طعنہ دینے والی عورتوں کے بارے میں ایک تدبیر سوچی۔ ایک روز انہیں دعوت دی۔ جب وہ دسترخوان پر بیٹھ گئیں اور سب نے کھانے کے لیے چھریاں ہاتھ میں لیں تاکہ گوشت اور پھل کو کاٹ سکیں تو عین اس وقت حضرت یوسفؑ کو حکم دیا کہ وہ ان عورتوں کے سامنے آئیں۔ حضرت یوسفؑ سامنے آتے تو تمام عورتیں حضرت یوسفؑ کا حسن و جمال دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ اس حیرانی اور بے خودی کے عالم میں انہوں نے غیر شعوری طور پر چیزیں کاٹنے کے بجائے چھریوں سے اپنے ہاتھ زخمی کر لیے ساتھ ہی بے اختیار پکار اٹھیں کہ یہ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔

اب عزیز مصر کی بیوی نے کہا یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق تم نے مجھے طعنے دیئے

تھے و بے شک مَیں نے اسے قابو میں لانا چاہا لیکن اس نے عصمت و پاکدامنی کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اب میں صاف کہے دیتی ہوں کہ اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو میں اسے قید میں ڈلواؤں گی اور بے عزّت کر دوں گی۔

حضرت یوسف ؑ اب تک عزیزِ مصر ہی کے گھر پر رہتے تھے اور اس کی بیوی برابر حضرت یوسف ؑ کو اپنی طرف ملتفت کرنے کی کوشش میں لگی رہتی تھی۔ حضرت یوسف ؑ نے اپنے بارے میں عزیز کی بیوی اور بعض دوسری عورتوں کی کوششیں جاری دیکھیں تو خدا سے دستِ بدُعا ہوئے کہ اے اللہ جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بُلاتی ہیں تو مجھے اس سے محفوظ رکھ۔ بلکہ اس کے بجائے مجھے قید خانے کی زندگی قبول ہے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف ؑ کی دُعا اس طرح مذکور ہے۔

ترجمہ:" اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ مجھے بُلاتی ہیں
اس کے مقابلہ میں مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اور اگر
تُو نے ان کے مکر کو مجھ سے نہ ہٹایا اور میری مدد نہ کی تو میں کہیں
ان کی طرف جُھک نہ جاؤں اور نادانوں میں سے نہ ہو جاؤں۔
پس اُس کے رب نے اس کی دُعا قبول کی اور اُس سے ان
کا مکر ہٹا دیا۔ بے شک وہ سُننے اور جاننے والا ہے۔"
(یوسف ع ۴)

عزیزِ مصر پر حضرت یوسف ؑ کی صداقت ظاہر ہو چکی تھی لیکن جب یہ واقعہ زبان زدِ عام ہو گیا تو اُسے اپنی عزت کی حفاظت کے لیے یہی مناسب معلوم ہُوا کہ حضرت یوسف ؑ کو قید میں ڈلوا دے اور یہی اُس نے کیا۔

حضرت یوسف ؑ کی اخلاقی عظمت اور شانِ تقدس و رہنمائی قید خانے میں بھی سورج کی طرح چمکتی رہی۔ قید خانے کا داروغہ ان کا عقیدت کیش بن گیا۔ توراۃ کے بیان کے مطابق اس نے قیدیوں کا انتظام و انصرام حضرت یوسف ؑ کے سپرد کر دیا۔ اتفاق سے حضرت یوسف ؑ کے ساتھ دو اور نوجوان قید خانے میں خانے میں داخل ہوئے۔ ان میں ایک شاہی ساقی تھا اور دوسرا شاہی باورچی خانے کا داروغہ۔ قرآن مجید اور توراۃ دونوں میں بتایا گیا ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے اپنے اپنے خواب حضرت

یوسفؑ کو سنائے اور تعبیر پوچھی۔ شاہی ساقی کا خواب یہ تھا کہ وہ شراب بنانے کے لیے انگور نچوڑ رہا ہے اور باورچی خانے کے داروغہ کا خواب یہ تھا کہ اس کے سر پر روٹیوں کا خوان ہے اور پرندے اس میں سے کھا رہے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت عطا فرمایا تھا۔ دینِ حق کی تبلیغ کا شوق ان کے رگ و پے میں سمایا ہُوا تھا اور یہی ان کی زندگی کا نصب العین تھا چنانچہ جیل کے ماحول میں بھی آپؑ فرضِ منصبی کی بجاآوری میں برابر سرگرم رہے۔ برابر قیدیوں کو توحید، نیک عملی اور حق کوشی کی دعوت دیتے رہتے تھے۔ قرآن کریم نے آپؑ کے ایک وعظ کا ذکر کیا ہے۔

ترجمہ:۔ "اے یارانِ مجلس! (تم نے اس پر بھی غور کیا کہ) جُدا جُدا معبودوں کا ہونا بہتر ہے یا اللہ کا جو یگانہ اور سب پر غالب ہے تم اس کے سوا جن ہستیوں کی بندگی کرتے ہو ان کی حقیقت اس سے زیادہ کیا ہے کہ محض چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نہیں اُتاری۔ حکومت تو اللہ ہی کے لیے ہے اس کا فرمان یہ ہے کہ صرف اسی کی بندگی کرو اور کسی کی نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔" (یوسف ع ۵)

اس پیغام ہدایت کے بعد آپؑ نے ان دونوں قیدیوں کو خوابوں کی تعبیر بتائی۔ پہلے کو بشارت دی کہ وہ آزاد ہو کر بادشاہ کے ساقی کی خدمت انجام دے گا اور دوسرے کو بتایا کہ اُسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

انہیں دنوں شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دُبلی دُبلی گائیں موٹی گائیوں کو نگل گئیں اور سات خشک بالیں سات سرسبز و شاداب بالیوں کو کھا گئیں۔ اس نے درباریوں اور مشیروں سے اس خواب کا ذکر کیا اور تعبیر پوچھی۔ وہ کچھ نہ بتا سکے اور یہ کہہ کر معاملے کو ٹال دینا چاہا کہ یہ خواب تو پریشان خیال معلوم ہوتے ہیں۔ سچا خواب ہوتا تو اس کی تعبیر بتا دیتے لیکن پریشان خیالات کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے۔ اس موقعہ پر وہ شاہی ساقی بھی موجود تھا جس نے جیل میں حضرت یوسفؑ سے اپنے خواب کی

تعبیر پوچھی تھی۔ اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس خواب کی تعبیر حضرت یوسفؑ سے پوچھو۔ بادشاہ نے ساقی کو جیل خانے میں حضرت یوسفؑ کے پاس بھیجا۔ حضرت یوسفؑ نے خواب سُن کر صرف اس کی تعبیر ہی بتائی بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ جو حالات پیش آنے والے ہیں ان میں حفاظت اور بچاؤ کی تدابیر کیا ہو سکتی ہے۔ فرمایا پہلے سات برس میں فصلیں اچھی ہوں گی اور پیداوار بہت بڑھ جائے گی پھر سات برس خشک سالی کے ہوں گے جن پیداوار پر بہت اثر پڑے گا۔ ان حالات میں تدبیر یہ ہے کہ خوشحالی کے سات سال میں صرف ضروریات کے مطابق غلہ نکال لو باقی بالیں ہی میں رہنے دو اور اسے ذخیرہ کر رکھو تا کہ خراب نہ ہو۔ اس طرح خوشحالی کے سات سالہ دَور میں جو غلّہ جمع ہو جائے گا۔ وہ قحط سالی کے سات سال میں کام دے گا۔ بادشاہ کے خواب سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں سے خوش حالی کے سال مراد تھے اور سات دُبلی گائیوں اور سات سُوکھی بالیوں سے قحط و خشک حالی کے سات سال مقصود تھے۔

”(حضرت یوسفؑ نے کہا) تم کھیتی کرو گے سات برس جم کر سو جو کاٹو اسے چھوڑ دو اس کی بال میں، مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ، پھر آئیں گے اس کے بعد سات برس سختی کے کھا جائیں گے جو رکھا تم نے ان کے واسطے مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے بیج کے لیے، پھر آئے گا۔ ایک سال اس کے بعد اس میں مینہ برسے گا۔ لوگوں پر اور اس میں رس نچوڑیں گے“

اِس نکتے کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ساقی نے بادشاہ کے فرمان کے مطابق خواب کی صرف تعبیر پوچھی تھی، جواب میں حضرت یوسفؑ نے صِرف تعبیر ہی نہیں بتائی یہ بھی بتا دیا کہ خشک سالی کی مصیبت سے بچنے کی تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ یہ پیغمبر کی شان ہے کہ وہ محض بیماری اور اس کی دوا ہی نہیں بتاتا بلکہ علاج کی پُوری تفصیل بیان کر دیتا ہے اور حکمت و دانش کے موتی کسی اجر اور بدلے سے بے پرواہ ہو کر دُنیا کے دامن میں ڈالتا جاتا ہے۔

ساقی نے یہ تعبیر بادشاہ کو سُنائی تو وہ حضرت یوسفؑ کے علم و دانش اور فہم و فراست کا قائل ہو گیا۔ اس نے آدمی بھیج کر حضرت یوسفؑ کو دربار میں طلب کیا۔ حضرت یوسفؑ

مدت سے قید خانے میں بند تھے لیکن رہائی کا یہ پیغام سن کر اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار نہ تھے۔ ضروری سمجھا کہ جس الزام میں قید کیا گیا تھا۔ اس کی چھان بین ہو جائے تاکہ دنیا کو معلوم ہو سکے۔ حقیقتِ حال کیا تھی۔ اس لیے کہ ہر حق پرست کی سب سے بڑی متاعِ سیرت کی پاکیزگی ہوتی ہے۔ اسی متاع کا دامن ہر دھبّے سے پاک رہنا چاہیئے۔ پھر پیغمبرِ نیکی کے لیے غیرت و حمیت بھی بدرجہا زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت یوسفؑ نے سوچا کہ اگر میں تعبیرِ خواب کی بناء پر جیل سے رہا ہو گیا تو یہ بادشاہ کا لطف و کرم سمجھا جائے گا اور میرا بے قصور اور عفت مآب ہونا پردۂ خفا میں رہ جائے گا۔ لہٰذا اب وقت ہے کہ معاملے کی اصل صورتِ حال سامنے آ جائے اور حق و صداقت سب پر آشکارا ہو جائے۔

پھر شانِ عفو و درگزر اور اہتمام احتیاط ملاحظہ ہو کر اپنے متعلق برآت پر یقیناً اصرار کیا لیکن جو کچھ پیش آیا تھا عزیزِ مصر کی بیوی کے باعث پیش آیا تھا، وہی ڈورے ڈالنے کی ذمہ دار تھی۔ اسی نے ترغیب میں ناکام رہنے کے بعد قید کرا دینے کی دھمکی دی تھی اور دھمکی کے مطابق قید خانے میں بھجوا دیا تھا، تاہم حضرت یوسفؑ نے اس کا نام نہ لیا۔ صرف یہ فرمایا کہ دریافت کر لو ان عورتوں کا معاملہ کیا تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ بادشاہ نے ان عورتوں کو بلا کر حقیقت حال دریافت کی تو سب نے یک زبان ہو کر حضرت یوسفؑ کے متعلق کہا کہ

"حاشا للّٰہ ہم نے اُس میں برائی کی کوئی بات نہیں پائی" (یوسف ع)

جب عزیزِ مصر کی بیوی نے دیکھا کہ حقیقتِ حال واضح ہو گئی تو خود بے اختیار گواہی دی کہ اصل غلطی میری تھی۔ یوسفؑ بالکل سچے اور پاکدامن تھے۔

"جو حقیقت تھی وہ اب ظاہر ہو گئی۔ ہاں وہ میں ہی تھی جس نے یوسفؑ پر ڈورے ڈالے کہ اپنا دِل ہار بیٹھی بلاشبہ وہ بالکل سچا ہے"

مزید بولی:

"یہ میں نے اس لیے کہا کہ اس (یوسفؑ) کو معلوم ہو جائے میں نے اس کے پیٹھ پیچھے اس کے معاملے میں خیانت نہیں کی نیز اِس لیے کہ (واضح ہو جائے) اللہ خیانت کرنے والوں کی تدبیروں

پر کبھی (کامیابی کی) راہ نہیں کھولتا۔ میں نے اپنے نفس کی پاکی کا
دعویٰ نہیں کرتی۔ آدمی کا نفس تو برائی کے لیے بڑا ہی اُبھارنے
والا ہے مگر ہاں اس حال میں کہ میرا پروردگار رحم کرے، بلاشبہ
میرا پروردگار بڑا ہی بخشنے والا بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔" (یوسف ع)

غرض ان تمام عورتوں کے بیانات سے جب فرعون مصر پر حقیقت حال منکشف ہوگئی تو اس کے دل میں حضرت یوسفؑ کی عزت و جلالت ان کی پاکیزگی اور دیانت کا سکہ بیٹھ گیا۔ وہ بولا کہ انہیں جلد میرے پاس لاؤ۔ میں انہیں اپنا مصاحب بناؤں گا۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کو کمال عزت و تکریم کے ساتھ قید خانے سے نکال کر شاہی دربار میں لایا گیا۔

بادشاہ نے آپؑ سے بات چیت کی تو آپؑ کی عقل و دانش اور حکیمانہ دوراندیشی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ بولا۔

"بلاشبہ آج کے دن آپؑ ہماری نگاہوں میں بڑے صاحب
اقتدار اور امانت دار ہیں۔" (یوسف ع)

یہ سب سے بڑا اعزاز تھا جو بادشاہ نے حضرتؑ کی خدمت میں پیش کیا یعنی مشیر خصوصی کا عہدہ، جس میں عزت بھی تھی، اقتدار بھی اور ذمہ داری نہ تھی۔ لیکن حضرت یوسفؑ کے سامنے ذاتی اعزاز نہ تھا، صرف مخلوق کی خدمت اور ہدایت تھی۔ آپؑ نے فرمایا کہ ملک کی پیداوار کا انتظام میرے سپرد کر دیجئے۔ میں اس کام کو بخوبی سمجھتا ہوں اور خدا کے فضل سے اسے احسن طریق پر پورا کر سکتا ہوں۔

"فرمایا اپنی سلطنت کے خزانوں پر مجھے مختار بنا دیں۔ میں حفاظت
کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں۔" (یوسف ع)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو مختارِ کل بنا دیا۔

حضرت یوسفؑ نے مصر کا مختارِ کل ہونے کے بعد آنے والی قحط سالی کے متعلق وہ تمام تدبیریں اختیار کرنی شروع کر دیں جو رعایا کو فاقہ کشی اور پریشان حالی سے بچانے کے لیے مفید ثابت ہو سکتی تھیں اور جن کا ذکر وہ تعبیرِ خواب کے سلسلے میں خود فرما چکے تھے۔ حضرت یوسفؑ کے کہنے کے مطابق کال کے سات برس شروع ہوئے اور اور

سب ملکوں میں تو کال تھا پر ملک مصر میں ہر جگہ غلہ موجود تھا۔ قرآن کریم میں یہ واقع یوں بیان ہوا ہے کہ جب ملک مصر میں لوگ بھوکے مرنے لگے تو روٹی کے لیے فرعون کے آگے چلائے فرعون نے مصریوں سے کہا کہ یوسفؑ کے پاس جاؤ جو کچھ وہ تم سے کہے سو کرو اور تمام روئے زمین پر کال تھا اور یوسف اناج کے کھیتوں کو کھلوا کر مصریوں کے ہاتھ بیچنے لگا اور ملک مصر میں سخت کال ہو گیا اور سب ملکوں کے لوگ اناج مول لینے کے لیے یوسفؑ کے پاس مصر میں آنے لگے کیونکہ ساری زمین پر سخت کال پڑا تھا۔ اور یعقوبؑ کو معلوم ہوا کہ مصر میں غلہ ہے تب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم کیوں ایک دوسرے کا منہ تکتے ہو، دیکھو میں نے سنا ہے کہ مصر میں غلہ ہے۔ تم وہاں جاؤ اور وہاں سے ہمارے لیے اناج مول لے آؤ۔ تاکہ ہم زندہ رہیں اور ہلاک نہ ہوں۔"

غرض جب مصر اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں قحط پڑا تو کنعان کا علاقہ بھی اس سے محفوظ نہ رہا۔ حضرت یعقوبؑ اور ان کا خاندان وہیں رہتا تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنے صاحبزادوں سے کہا کہ مصر میں غلے کی فراوانی کا اعلان ہو چکا ہے۔ لہٰذا تم وہاں سے جا کر غلہ لے آؤ۔ باپ کی ہدایت کے مطابق حضرت یوسفؑ کے بھائی ایک قافلے کے ساتھ غلہ لینے کے لیے مصر روانہ ہوئے۔

مصر پہنچنے پر جب یہ لوگ دربار یوسفی میں پیش ہوئے تو حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کو پہچان لیا البتہ وہ حضرت یوسفؑ کو نہ پہچان سکے اور پہچانتے بھی کیسے؟ ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ جس بھائی کو وہ کسی مصری گھرانے کا معمولی اور گمنام غلام بنا چکے تھے وہ آج مصر کے تاج و تخت کا مالک و مختار کل ہے اور غلے کے لیے آج انہیں کے سامنے عرض حال کرنا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: "اور یوسفؑ کے بھائی آئے۔ وہ جب یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً انہیں پہچان لیا اور وہ یوسفؑ کو نہ پہچان سکے۔"

(یوسف ع۷)

حضرت یوسفؑ نے ان سے اپنے والد، حقیقی بھائی اور گھر کے حالات خوب کرید کرید کر پوچھے اور جب سب کچھ معلوم ہو گیا تو انہیں غلہ دینے کے بعد کہا کہ قحط اس قدر

سخت ہے تمہیں دوبارہ غلہ لینے کے لیے آنا پڑے گا۔ دوبارہ آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ضرور ساتھ لانا ورنہ تمہیں غلہ نہ مل سکے گا۔

"اور جب (یوسفؑ نے) ان کا سامان مہیّا کر دیا تو کہا اب تم آؤ تو اپنے سوتیلے بھائی بن یمین کو بھی ساتھ لانا تم نے اچھی طرح دیکھ لیا ہے کہ میں تمہیں (غلہ) پوری تول دیتا ہوں اور باہر سے آنیوالے کے لیے بہتر مہمان نواز ہوں لیکن اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو یاد رکھو نہ تمہارے لیے میرے پاس خرید و فروخت ہوگی اور نہ تم میرے نزدیک جگہ پاؤ گے"۔ (یوسفؑ ع ۸)

بھائیوں نے وعدہ کیا ہم باپ کو بن یمین کے بھیجنے پر آمادہ کریں گے۔ پھر جب وہ روانہ ہونے لگے تو یوسفؑ نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ خاموشی سے ان کے سامان میں وہ پونجی رکھ دی جائے جو انہوں نے غلہ کی قیمت کے طور پر دی تھی، مقصد یہ تھا کہ جب وہ گھر پہنچ کر غلے میں پونجی دیکھیں گے تو ضرور دوبارہ واپس آئیں گے۔

کنعان پہنچ کر انہوں نے ساری سرگزشت اپنے باپ یعقوبؑ کو سنائی اور کہا کہ ہمیں دوبارہ غلہ صرف اسی صورت میں مل سکے گا کہ بن یمین کو بھی ساتھ لے جائیں لہٰذا اسے بھی ہمارے ساتھ بھیجیں ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ کیا میں تم پر اسی طرح بھروسہ کروں جس طرح اس کے بھائی یوسفؑ کے بارے میں کر چکا ہوں؟ بہترین حفاظت تو اللہ ہی کی ہے۔ فرمایا۔

"کیا میں تم پر اس کے بارے میں ایسا ہی اعتماد کروں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کر چکا ہوں۔ سو اللہ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے"۔ (یوسفؑ ع ۸)

جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو غلے میں پونجی دیکھ کر حیران ہوئے اور باپ سے کہا دیکھیے حاکم نے تو ہم سے غلے کی قیمت بھی نہیں لی۔ اس نے تو ہم پر بہت مہربانی کی ہے اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو مزید غلہ لینے دوبارہ جائیں کیونکہ یہ غلہ زیادہ عرصے تک کام نہ دے سکے گا۔ آپ بن یمین کو بھی ساتھ ضرور بھیجیں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ تم اس کی حفاظت اور سلامتی کی ذمہ داری لو اور مجھ سے اس بات کا عہد کرو کہ اس کی

پوری نگہبانی کرو گے۔ بیٹوں نے متفق ہو کر پختہ عہد کیا اور ہر طرح اطمینان دلایا تو حضرت یعقوبؑ نے بن یمین کو ان کے ساتھ کر دیا۔ روانگی کے وقت حضرت یعقوبؑ نے انہیں ضروری نصیحتیں کیں۔

برادرانِ یوسفؑ دوبارہ مصر پہنچے تو حضرت یوسفؑ نے انہیں شاہی مہمان خانے میں اتارنے کا حکم دیا اور ان کی پر تکلف دعوت کی۔ اُس وقت تک بھی بھائی حضرت یوسفؑ کو پہچان نہ سکے تھے۔

حضرت یوسفؑ نے بن یمین کو اپنا پورا حال بتا دیا کہ میں تمہارا حقیقی بھائی یوسفؑ ہوں نیز تسلی دیتے ہوئے کہا کہ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔

"اور جب یہ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی بن یمین کو اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا میں تیرا بھائی یوسفؑ ہوں پس جو بدسلوکی یہ تیرے ساتھ کرتے آئے ہیں تو اس پر غمگین نہ ہو۔" (یوسف ع ۸)

چند روز کے قیام کے بعد جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو یوسفؑ نے حکم دیا کہ ان کے اونٹوں پر اتنا غلہ لاد دیا جائے جتنا وہ اٹھا سکیں۔ لیکن یہ خواہش تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو بن یمین کو اپنے پاس روک لیں۔ اتفاق سے اس کی بھی معقول صورت پیدا ہو گئی۔ یعنی چاندی کا ایک پیالہ بن یمین کی خورجی میں رکھا گیا۔ ابھی یہ قافلہ تھوڑی دور ہو گیا تھا کہ شاہی ملازموں کو پیالے کی گمشدگی کا پتہ چلا تو انہوں نے سوچا کہ شاہی محل میں کنعانیوں کے سوا اور کوئی نہیں آیا۔ ملازم قافلے کے پیچھے بھاگے اور اُسے جا لیا۔ ان کے دریافت کرنے پر برادرانِ یوسفؑ نے کہا کہ ہمیں پیالے کا کچھ علم نہیں اور نہ ہی ہم میں سے کسی نے چرایا ہے۔ شاہی کارندوں نے کہا کہ ہم تمہاری تلاشی لیتے ہیں اگر تم میں سے کسی کے پیالہ نکل آیا تو تم خود ہی بتاؤ اس کی کیا سزا ہو گی؟ بولے وہ شخص تمہارے حوالے کر دیا جائے گا تاکہ وہ اپنے جرم کی سزا بھگتے کیونکہ ہمارے ملک میں یہی دستور ہے۔

"پھر پکارا پکارنے والے نے اسے قافلے والو تم تو البتہ چور ہو، وہ کہنے لگے اُن کی طرف منہ کر کے تمہاری کیا چیز گم ہو گئی وہ بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ اور جو کوئی اس کو لائے اس کو ملے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) اور میں ہوں اس کا ضامن۔ وہ بولے خدا کی قسم

تمہیں معلوم ہے کہ ہم شرارت کرنے نہیں آئے۔ ملک مصر میں اور نہ ہم
کبھی چور تھے۔ وہ بولے پھر کیا سزا ہے اس کی کہ اگر تم نکلے جھوٹے۔ کہنے
لگے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں سے ہاتھ آئے وہی
اس کے بدلے میں جائے ہم یہی سزا دیتے ہیں ظالموں کو" (یوسف ع)

"تلاشی لینے پر بن یمین کی خورجی میں سے پیالہ نکل آیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ معاملہ دیکھ کر دل میں بہت خوش ہوئے۔ بن یمین کو حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلوم ہو ہی چکا تھا۔ اس لیے وہ اس واقعہ کو اپنی مرضی کے مطابق پاکر خاموش رہے لیکن دوسرے بھائیوں کو موقعہ ہاتھ آگیا۔ فوراً بول اٹھے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں پہلے اس کا بڑا بھائی (یوسف علیہ السلام) بھی چوری کر چکا ہے۔ بھائیوں کے صریح جھوٹ کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام نے ضبط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس لیے کہ راز فاش ہونے کا اندیشہ تھا اور افشاء کا ابھی وقت نہ آیا تھا۔

جب بن یمین کو روک لیا گیا تو بھائیوں کو فکر پیدا ہوئی کہ وہ باپ کو کیا جواب دینگے۔ اس لیے کہ وہ بن یمین کی حفاظت اور بخیر و عافیت اپنے ساتھ واپسی کا وعدہ کرکے لائے تھے۔ چنانچہ وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کسی صورت سے بن یمین کو حاصل کیا جائے۔ سوائے التجا اور خوشامد کے انہیں کوئی اور صورت نظر نہ آئی چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے فریاد کرنے لگے کہ ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے اس کے دل پر ایک بیٹے کی گمشدگی کا داغ پہلے سے ہے دوسرا داغ تو اس سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ ہم پر رحم کیجیئے۔ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو سزا کے لیے روک لیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ چوری کا ملزم کوئی ہو اور سزا کسی اور کو دی جائے۔

سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ بن یمین کی بحفاظت واپسی کے متعلق باپ ہم سے پختہ عہد لے چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس سے پیشتر یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں ہم سے بڑی تقصیر سرزد ہو چکی ہے۔ اب میں مصر سے اس وقت تک نہیں جاسکتا جب تک باپ کی طرف سے اجازت نہ آجائے۔ یا اللہ تعالٰی میرے لیے کوئی دوسرا فیصلہ کردے، البتہ تم جاؤ اور والد ماجد سے عرض کرو کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی۔ جو بات ہمارے علم میں آئی وہ ہم نے ٹھیک کہہ دی۔ غیب کا ہمیں علم نہیں یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ واقعی بن یمین سے چوری ہوئی یا اس معاملے میں کوئی دوسرا پیچ آپڑا۔ ابا جان!

آپ ہماری راست بیانی کی تصدیق اس بستی کے لوگوں سے فرما سکتے ہیں جہاں تلاشی کا واقعہ پیش آیا۔ اس قافلے کے لوگوں سے پوچھ سکتے ہیں جس کے ساتھ ہم آرہے تھے۔ ہم بالکل سچے ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے یہ سب کچھ سُن کر وہی کلمہ دہرایا جو حضرت یوسفؑ کی گمشدگی کے سلسلہ میں بیٹوں کا جھوٹا بیان سُن کر فرمایا تھا یعنی بن یمین کا چوری کرنا تو ایک ایسی بات ہے جو تمہارے جی نے تمہیں سمجھا دی ہے۔ میرے لیے صبرِ جمیل کے سوا چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچھ بعید نہیں کہ یوسفؑ، بن یمین اور دوسرے بیٹے سب میرے پاس ایک دِن جمع ہو جائیں۔

بن یمین کی مفارقت نے حضرت یوسفؑ کی مفارقت کا داغ ازسرِنو تازہ کر دیا۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا۔ آہ! یوسفؑ کا دردِ فراق، اور شدتِ غم سے روتے روتے آنکھیں سفید پڑ گئیں۔ بیٹوں نے عرض کیا کہ ابّا جان! اس طرح یوسفؑ کی یاد میں گھل گھل کر آپؑ انتقال نہ فرما جائیں۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا، میں اپنا رنج و غم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں اور مجھے بارگاہِ خداوندی سے اس بات کا علم ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔ پھر انہوں نے بیٹوں سے مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایک مرتبہ پھر مصر جاؤ، یوسفؑ اور بن یمین کی تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے ناامید اور مایوس نہ ہو گئے۔

چنانچہ برادرانِ یوسفؑ تیسری بار مصر پہنچے اور دربارِ شاہی میں حاضر ہو کر فریاد کی کہ اے بادشاہ! ہمیں قحط نے سخت پریشانی میں ڈال دیا ہے۔ اور اس مرتبہ ہم پونجی بھی بہت تھوڑی لاتے ہیں۔ آپؑ ازراہ کرم ہم پر احسان فرمائیں اور ہماری ضرورت پوری کریں۔ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کی زبان سے یہ درد انگیز فریاد سُنی تو ضبط نہ ہو سکا اور فرمایا۔

"کیوں جی! تم جانتے ہو کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا معاملہ کیا جب کہ تم جہالت میں مُبتلا تھے۔" (یوسف ع ۹)

بھائیوں نے یہ الفاظ سُنے تو چونکے اور ان کے لب و لہجہ اور شکل و صورت پر غور کرنے لگے۔ اب انہیں خیال ہُوا کہ یہ عزیزِ مصر جس کے پاس وہ متعدد بار آتے رہے ہیں شاید ان کا بھائی یوسفؑ ہے۔ بالآخر پکار اُٹھے کیا آپؑ واقعی یوسفؑ ہیں؟ حضرت یوسفؑ

نے فرمایا۔

"ہاں میں یوسفؑ ہوں اور یہ (بن یمین) میرا ماں جایا بھائی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور جو شخص بھی برائیوں سے بچے اور
ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔
(یوسف ع ۹)

برادرانِ یوسف کے سر شرم و ندامت سے جھک گئے اور ان کے پاس ندامت، خفت اور اعترافِ خطا کے سوا کیا تھا؟ اپنی تمام کارگزاریوں کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر آ گیا۔ آج ان پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ جس بھائی کو وہ کنعان کے کنویں میں پھینک چکے تھے وہ آج ملک مصر کا مختار ہے، بولے۔

"بخدا اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری اور
بلندی بخشی اور بلاشبہ ہم سرتاسر قصوروار تھے۔" (یوسف ع ۹)

سوتیلے بھائیوں کی خستہ حالی اور پشیمانی کو دیکھ کر حضرت یوسفؑ کا دل بھر آیا۔ آپؑ نے ان سے عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے فرمایا۔

"آج کے دن میری جانب سے تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ تعالیٰ
تمہارا قصور بخش دے اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر
رحم کرنے والا ہے۔"

حضرت یوسفؑ نے ان سب سے فرمایا کہ اب تم سب کنعان واپس جاؤ، میرا پیراہن بھی لیتے جاؤ اسے والد محترم کی آنکھوں پر ڈال دینا۔ اللہ نے چاہا تو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ پھر پورے خاندان کو میرے پاس مصر لے آؤ۔"

برادرانِ یوسفؑ کے لیے حضرت یوسفؑ کا یہ حکم ایک بہت بڑی سعادت تھی۔ ایک وہ وقت تھا کہ جب وہ حضرت یوسف کو کنویں میں پھینک کر ان کا خون آلود پیراہن حضرت یعقوبؑ کے پاس لے گئے تھے اور جھوٹی اور فریب کارانہ باتیں کر کے انہیں صدمہ پہنچایا تھا۔ آج قدرت نے پھر پیراہن یوسفؑ ہی کو ان کے زخم کا مرہم بنایا تاکہ ان کا غم خوشی اور مسرت سے بدل جائے، ادھر برادرانِ یوسفؑ، پیراہن لیکر کنعان کو روانہ ہوئے اُدھر خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یعقوبؑ کو

وحی الٰہی نے شمیم یوسفؑ سے مہکا دیا۔ آپؑ نے اہل خانہ سے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ بڑھاپے کیوجہ سے میری عقل میں فرق آگیا ہے بلکہ یقین جانو کہ مجھے یوسفؑ کی مہک آرہی ہے۔ خاندان کے لوگ کہنے لگے کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد جبکہ یوسفؑ کا کچھ پتہ نہیں آپؑ ابھی تک اُس کے غم میں مبتلا ہیں اور ہر وقت اُسی کو یاد کرتے رہتے ہیں۔

غرض برادرانِ یوسفؑ گھر پہنچے اور والد ماجد کو خوشخبری سنائی تو آپؑ نے فرمایا دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی جانب سے اس بات کا علم ہوا ہے۔ جسے تم نہیں جانتے۔

اس وقت برادرانِ یوسفؑ کی نگاہوں کے سامنے اپنی خطاؤں کا نقشہ پھرنے لگا اور وہ شرم و ندامت کی وجہ سے سر جھکائے کھڑے تھے۔ بولے "اے باپؑ! آپ اللہ کی جناب میں ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لیے دُعا فرمائیے کیونکہ ہماری خطا اور قصور اب ظاہر ہو چکے ہیں اور ہم اپنے کیے پر سخت نادم ہیں"۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا۔ "عنقریب میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کی دُعا کروں گا۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"۔

برادرانِ یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کا پیغام سُناتے ہوئے والدِ محترم کو تمام خاندان سمیت مصر چلنے کو کہا چنانچہ حضرت یعقوبؑ اپنے سب خاندان کو لے کر مصر روانہ ہو گئے جب کنعانی قافلہ مصر کے قریب پہنچا تو اطلاع ملنے پر حضرت یوسفؑ قافلے کے استقبال کے لیے باہر آئے۔ حضرت یعقوبؑ نے مدت دراز کے بچھڑے ہوئے لختِ جگر ہی سینے سے چمٹا لیا۔ اِس وقتِ رقت انگیز ملاقات کے بعد حضرت یوسفؑ انہیں بہت عزت اور احترام کے ساتھ شہر میں لے کر آئے۔ خاندان کے تمام افراد کو شاہی گاڑیوں میں بٹھایا گیا تھا پھر انھیں شاہی محل میں اُتارا گیا۔ ذاتی بات چیت سے فراغت پانے کے بعد حضرت یوسفؑ نے شاہی دربار منعقد کیا۔ تمام درباری اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ گئے۔ حضرت یوسفؑ نے والدین کو اپنے ساتھ شاہی تخت پر بٹھایا اور خاندان کے دوسرے تمام افراد کو حسبِ مراتب دربار میں جگہ دی۔ تمام درباری حکومت کے دستور کے مطابق تخت کے سامنے تعظیم کے لیے جُھک گئے۔ ان کے ساتھ خاندانِ یوسفؑ کے تمام افراد نے بھی یہی کیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت یوسفؑ کو اپنا بچپن کا خواب یاد آگیا اور باپؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"اے باپ یہ ہے تعبیر اس خواب کی جو مدّت ہوئی، مَیں نے دیکھا تھا، میرے پروردگار نے اسے سچّا ثابت کردیا، یہ اُسی کا احسان ہے کہ مجھے قید سے رہائی دی، تم سب کو صحرا سے نکال کر میرے پاس پہنچا دیا اور یہ سب کچھ اُس کے بعد ہوا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں اختلاف ڈال دیا تھا۔ بلاشبہ میرا پروردگار اُن باتوں کے لیے جو وہ کرنی چاہے بہتر تدبیر کرنے والا ہے، وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔" (یوسف ع)

فرعون نے خاندانِ یوسف ع کو ان کے حسبِ پسند سرزمین مصر کا ایک حصّہ بطور جاگیر دے دیا اس طرح بنی اسرائیل سرزمین مصر میں آباد ہو گئے۔

حضرت یوسف ع نے زندگی کا ایک بڑا حصّہ مصر ہی میں گزارا۔ اور ایک سو دس برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ توراۃ کا بیان ہے۔ حضرت یوسف ع نے انتقال سے پہلے وصیت فرمائی کہ مجھے مصر کی سرزمین میں دفن نہ کیا جائے بلکہ جب بنی اسرائیل دوبارہ اپنی آبائی سرزمین یعنی فلسطین میں واپس ہوں تو میری نعش وہاں لے جاکر سپرد خاک کی جائے۔ چنانچہ انتقال کے بعد ان کی نعش مبارک کو ایک تابوت میں محفوظ رکھ کر دفن کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ ع کے زمانے میں بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو یہ تابوت بھی ساتھ لیتے گئے اور عام روایت کے مطابق حضرت یوسف ع کے جسم مبارک کو الجلیل میں دفن کیا گیا جو فلسطین کا مشہور مقام ہے اور اس کا دوسرا نام جبرون ہے۔ عام عقیدے کے مطابق حضرت ابراہیم ع، حضرت اسحاق ع اور حضرت یعقوب ع کی قبریں بھی وہیں ہیں۔ توراۃ میں ہے۔

" اور یوسف ع اور اس کے باپ کے لوگ مصر میں رہے اور یوسف ع ایک سو دس برس تک جیتے رہے اور یوسف ع نے افرائیم کی اولاد کی تیسری پُشت تک دیکھی اور منسّی کے بیٹے بکسر کی اولاد کو بھی یوسف ع نے اپنے گھٹنوں پر کھلایا اور یوسف ع نے اپنے بھائیوں سے کہا میں مرتا ہوں اور خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا اور تم کو اس ملک سے نکال کر اُس ملک میں پہنچائے گا جس کے دینے کی قسم اُس نے ابراھام ع اور اسحاق ع اور یعقوب ع سے کھائی تھی اور یوسف ع نے بنی اسرائیل سے قسم لے کر کہا خدا یقیناً تم کو یاد کریگا سو تم ضرور ہی میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جانا اور یوسف ع نے ایک سو دس برس کا ہو کر

وفات پائی اور انہوں نے اس کی لاش میں خوشبو بھری اور اسے مصر ہی میں تابوت میں رکھا۔" ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور موسیٰؑ یوسفؑ کی ہڈیوں کو ساتھ لیتا گیا کیوں کہ اس نے بنی اسرائیل سے یہ کہہ کر کہ خدا ضرور تمہاری خبر لے گا اس بات کی سخت قسم لے لی تھی کہ تم یہاں سے میری ہڈیوں کو اپنے ساتھ لیتے جانا۔"

حضرت شعیب علیہ السلام

مدین کے لوگ عرب تھے۔ اور محان کے علاقہ میں شام کی طرف سے آکر بس گئے تھے۔ یہ لوگ مشرک اور خدا کے منکر تھے۔ سرسبز جنگلوں اور شاداب و تنا ور درختوں کو پوجتے تھے۔ لین دین میں خیانت و بے ایمانی کرتے تھے۔ جب کسی سے کوئی مال خرید تے تو خریداری کے باٹ اور ہوتے اور جب کسی کو مال دیتے تو بیچنے کے باٹ دوسرے ہوتے جو وزن میں پہلے باٹوں سے ہلکے ہوتے۔ اس طرح وہ دوسروں سے جائز سودے کو گھٹا کر دیتے تھے۔۔۔۔۔۔

جب ان کا کفر، شرک، بے ایمانی، فساد و بدنظمی وغیرہ حد سے گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کو ان کی ہدایت اور رہبری کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا اور آپ کو رسالت کی نشانیاں اور معجزات عطا کیے۔

حضرت شعیب قوم کو خدائے واحد کی عبادت کی تبلیغ فرماتے تھے۔ عدل وانصاف سے کام کرنے کو فرماتے تھے۔ حق تلفی، خیانت، ظلم اور فساد سے باز کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو دولت عطا فرمائی تھی اور اولاد سے انھیں خوش کیا تھا۔ اس کی طرف ان کو توجہ دلاتے کہ دیکھو اُس خدائے واحد نے اپنی مہربانی سے تمھیں اولادیں دیں اور مال و دولت سے سرفراز کیا لہٰذا اس کی ان مہربانیوں پر غور کرو۔ اور اس کا شکر ادا کرو تاکہ وہ تمھیں اس سے زیادہ دے۔

اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کے انتقام اور عذاب سے ڈرایا اور اعلان فرما دیا کہ اگر تم اپنی برائیوں سے باز نہ آؤ گے اور اپنی غلط روش کو ترک نہ کرو گے تو اپنے بداعمال کے بدنتیجہ پر پہنچو گے اور نقصان اٹھاؤ گے۔

قوم نے آپ کی دعوت قبول نہ کی اور آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"اے شعیب! تیرا خدا ہمیں نظر نہیں آتا۔ کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبود کے خلاف تیرے ایک معبود کو پوجیں۔ تو ہمیں اپنے کاموں کو اپنی منشا کے مطابق خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ اور ہمیں ان رسم و رواج سے بھی روکنا چاہتا ہے صدیوں سے جس کے ہم پابند چلے آرہے ہیں۔ آخر تو ہم کو اس دین سے جس کے ہم عادی ہو چکے ہیں اور اس شریعت سے جو ہم نے اپنے باپ دادا سے ورثہ میں پائی ہے کس طرح منع کرنے کی جرأت کر رہا ہے۔ تعجب ہے کہ تم جیسا سمجھ دار، عقلمند صاحب ہوش دانش مند، متین و سنجیدہ آدمی ایسی رائے دے رہا ہے۔"

حضرت شعیب نے قوم کے اس استہزا پر ناراضی یا غصہ کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ نہایت پیار و محبت سے نرمی کے ساتھ ان کو سمجھایا۔ اپنے تعلقات ان سے جتلائے تاکہ وہ لوگ آپ کو غیر اور بیگانہ نہ سمجھیں۔ بلکہ آپ کی دعوت کو بے غرضی پر مبنی سمجھ لیں۔ اور آپ کے دین کو قوم اپنی فلاح و بہبود کا ذریعہ سمجھ لے۔

جب آپ نے قوم کو اپنائیت اور یگانگت کا اچھی طرح احساس دلا دیا اور دیکھا کہ وہ آپ کی طرف متوجہ ہو رہی ہے۔ اور ان کے کان آپ کی باتوں کو سننے کے لیے تیار ہو رہے ہیں تو آپ نے قوم کو تفصیل سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے ایک ہونے کی دلیل آپ پر ظاہر کی اور کیسی بڑی نعمت آپ کو عطا کی۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا۔

"اللہ نے مجھے قوم کے غلط رسم و رواج سے علیحدہ رہنے کا حکم فرمایا ہے۔"

آپ نے علی الاعلان اپنی نبوت کا دعویٰ پیش فرمایا اور کہا۔

"مجھے خدا نے تمہاری ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے۔ اور اپنی مہربانیوں کو حاصل کرنے کے طریقے بتا دیئے ہیں۔ لوگو! اللہ

کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی لیے جو کچھ خدا کے احکام تم تک پہنچا تا ہوں ان پر میں خود بھی عمل کرتا ہوں۔ اور جبکہ تم میری دانش مندی و عاقبت اندیشی کو تسلیم بھی کر چکے ہو۔ ایسی صورت میں تمہیں چاہیئے کہ ازروئے عقل میری باتوں کو مان لو۔ کم از کم اس بات پر بھی تو غور کرو کہ میں اس خدمت کی تم سے کوئی اجرت نہیں طلب کر رہا ہوں بلکہ میرا مقصد تو صرف تمہاری اصلاح اور بہتری ہے۔ یہ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ جب میری دعوت کسی غرض، ذاتی نفع یا مال و دولت کے لالچ سے نہیں ہے تو اس لائق ضرور ہے کہ اس کی پیروی کی جائے کیونکہ یہ تبلیغ ذاتی اغراض سے پاک ہے۔"

حضرت شعیب نے محسوس فرمایا کہ آپ کی نرمی۔ صدق بیانی اور لطف و پاکیزگی کے باوجود تمام مخالفت پر آمادہ ہیں۔ حالانکہ آپ نے ان کے سامنے حق کی تمام دلیلیں پیش کر دی تھیں۔ اور کسی شک و شبہ کی ان کے لیے گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ حضرت شعیب پر یہ حقیقت کھل گئی کہ قوم کی سرتابی اور مخالفت کی اصل وجہ ان کی بدعادتیں کینہ، حسد اور غرور ہے۔ اس لیے آپ نے قوم کو اس طرف بھی متوجہ کرنے کی کوشش فرمائی اور انہیں بتایا کہ یہ باتیں عقل مندی کے خلاف ہیں۔ یہ عاقبت بینی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔

" اے قوم! ایسی بے غرض نصیحتوں کو جو محض تمہاری بھلائی اور خیر کے لیے ہیں ٹھکرانا مناسب نہیں۔"

پھر آپ نے قوم کو غضب الٰہی سے ڈرایا۔ آپ نے دلائل سے انھیں سمجھایا کہ اب تک تم جو کچھ شرک اور گناہ کر چکے ہو۔ تمہارے پچھلے گناہ خدا پر ایمان لانے کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ ایمان لے آؤ۔ خدا کے آگے توبہ کرو۔ تو ہو سکتا ہے کہ تم خدا کے قہر و غضب سے بچ جاؤ۔

جب حضرت شعیبؑ نے قوم کو ان کی تمام خامیوں، غلطیوں اور ستم گاریوں سے آگاہ کر دیا اور تبلیغِ حق کی تمام شرائط پوری کر دیں تو قوم نے پھر وہی بے وقوفوں اور جاہلوں کا طریقہ اختیار کیا۔ وہ آپ کو دشنام دینے اور برا بھلا کہنے لگے۔ انہوں نے کہا۔

"اے شعیب! ہم تیری اکثر باتوں کو نہیں سمجھتے کیونکہ تیری باتیں ہمارے دلوں پر اثر نہیں کرتیں اور ہماری عقلیں قبول نہیں کرتیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تو خاموش ہو جا۔ ہمارے بزرگوں اور سرداروں کو غصہ نہ دلا کیونکہ اب تک ہم محض تیری خاندانی شرافت اور بزرگی کے مدنظر مجھے آزار پہنچانے سے رو کے ہوئے ہیں ورنہ ہم تجھ کو سنگسار کر چکے ہوتے۔"

آپ قوم کے ڈرانے دھمکانے میں نہیں آئے اور نہ ہی آپ کے قوت و اقتدار سے خائف ہوئے۔ بلکہ آپ اور بھی زیادہ مستقل مزاجی اور تحمل و بردباری سے شدت کے ساتھ تبلیغ میں مصروف ہو گئے تاکہ ان کے باطل عقیدوں کو حق کی صداقت سے پاش پاش کر دیں۔ اور ان کی بے دلیل و بے بنیاد باتوں کے قلعے کو مدلل اور مضبوط حجت کی ضربوں سے مسمار کر دیں۔ بناء بریں آپ نے قوم کی قوت و طاقت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں طاقتوں کی پشت پناہی لی۔ آپ نے پرزور انداز میں فرمایا۔

"تمہاری قوت اور تمہارا جلال خدا کے قہر و جلال کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ غور کرو کہ تم میرے قبیلے کی قوت اور برتری کے تو قائل ہو رہے ہو لیکن اس خدا کی برتری کے قائل نہیں ہوتے جس کی قدرت کا یہ معمولی سا کرشمہ ہے۔ اس کی قدرت کی طرف سے تم نے کیوں آنکھیں بند کر لی ہیں۔ تم مجھے میرے قبیلہ کی خاطر نہیں ستانا چاہتے لیکن تمہیں اپنے پیدا کرنے والے کی خاطر منظور نہیں حالانکہ خالق کا احترام و لحاظ مخلوق سے بڑھ چڑھ کر ہونا چاہیئے۔"

قوم کو ڈرانا، دھمکانا کچھ بھی کارگر ثابت نہ ہوا تو حضرت شعیب نے ان کو دی اور کھلی اجازت دی کہ تم جس قدر بھی قوت و قدرت رکھتے ہو۔ اس سے کام لے کر مجھے آزار پہنچاؤ۔ ستم و جور کے جو جو طریقے تم کو آتے ہیں وہ سب کے سب مجھ پر آزمانے سے دریغ نہ کرو اور مجھے تکلیف و ایذا پہنچانے کے لیے جو کچھ بھی تم سے ہو سکے کر دو۔ حضرت شعیب کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر کامل یقین تھا۔ آپ پوشیدہ فتوحات کو

بچشم خود دیکھ رہے تھے۔ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قوم کے اعمال و افعال سے اچھی طرح با خبر ہے۔ آپ قوم سے مبارزہ کرنے اور دعوت حق دینے میں برابر کوشش فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ تھوڑی سی تعداد میں لوگ آپ کے پیرو ہو گئے اور روز بروز ایک ایک دو دو کر کے ایمان لانے لگے۔ یہ دیکھ کر قوم کو بڑی فکر ہوئی۔ وہ خوف کھا رہے تھے کہ آپ کا کام روز افزوں ترقی پر ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو آپ کی قوت بڑھ جائے گی اور آپ کا دین پھیل جائے گا۔ پھر آپ پر قابو پانا مشکل ہو جائیگا اس لیے انھوں نے حضرت شعیب اور آپ کے ماننے والوں کو خوف زدہ کرنا شروع کر دیا اور انھیں ڈرایا کہ اگر تم اپنے دین و مذہب سے بیزار نہیں ہوتے تو ہم تم کو جلاوطن کر دیں گے۔

حضرت شعیب نے قوم کو تبلا دیا کہ یہ جماعت جو میری پیروی کر رہی ہے۔ ان کے دلوں میں ایمان کا نور اس طرح بھر گیا ہے اور ان کی جانوں میں اس طرح سما گیا ہے کہ یہ لوگ اب کفر و ضلالت کی طرف ہرگز ہرگز نہیں لوٹیں گے کیونکہ ایمان کی برکت سے ان کے دل گناہوں سے بے زار ہو گئے ہیں۔ اور ان کی عقل گمراہی و جہالت کے راستے سے ہٹ چکی ہے۔

جب آپ قوم کے ہدایت پانے کی طرف مایوس ہو گئے تو خدا سے دعا فرمائی کہ وہ اپنی قدرت سے انہیں قوم پر غالب کر دے۔ ان کے مکر و فریب کو خود ان پر اپنی لوٹا دے۔ اور فوری عذاب ان پر نازل فرما دے۔ لیکن قوم اسی طرح عیش و عشرت کی زندگی میں مصروف رہی۔ اور اللہ تعالیٰ کے انتقام سے بے خبر ہو کر فسق و فجور میں مشغول ہو گئی۔ اور اس کے بعد انہوں نے حضرت شعیب کے پیروؤں پر حملہ کر دیا۔

حضرت شعیب نے ان کو بہت روکا کہ اب بھی اپنے ظلم و ستم اور نا انصافی سے باز آؤ لیکن قوم کے لوگ اس بات پر تل گئے کہ آپ کے ماننے والوں کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ ان کی زندگیوں کو تباہ و برباد کر دیں گے۔

علاوہ ازیں انہوں نے حضرت شعیب پر بھی دروغ گوئی، ساحری اور شعبدہ بازی کا الزام رکھ کر حملہ کر دیا اور کہنے لگے۔

"ور تو دعوے تو بڑے بڑے کرتا ہے۔ لا آج اگر تجھ سے ہو سکے تو

بجلی کی کڑک اور خدا کا عذاب ہم پرے آئے۔"

آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کی دعا کو قبول فرمالیا۔ اور قوم کو شدید ترین گرمی میں مبتلا کر دیا۔ اتنی شدید گرمی کہ پانی سے ان کی پیاس بجھنے میں نہ آتی تھی اور سرسبز درختوں کا سایہ ان کی گرمی کو کم نہ کر سکتا تھا۔ سرد خانوں کے اندر بھی وہ گرمی کی شدت سے آرام نہ پاتے تھے۔ مجبور ہو کر قوم شہر سے بھاگ کھڑی ہوئی لیکن جہاں کہیں بھی یہ لوگ جاتے تھے فضا اور عذاب الٰہی کے پنجے سے انھیں چھٹکارا نہ ملتا تھا۔ لہٰذا وہ دور ایک بیابان میں پہنچ گئے۔ وہاں ان کو آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا نظر آیا جو دیکھتے ہی دیکھتے ان کے سروں پر چھا گیا۔ بادل کو دیکھ کر یہ لوگ بڑے خوش اور اس کے سائے میں سب کے سب جمع ہو گئے۔ جب سارے جمع ہو چکے تو یکایک بادل سے چنگاریاں برسنے لگیں۔ اور شہاب ثاقب ٹوٹ کر گرنے لگے بادلوں میں بے پناہ کڑک اور چمک پیدا ہوئی اور زمین زلزلہ سے نیچے اُوپر ہو گئی۔ کافروں نے جان بچانے کے لیے بھاگنا چاہا لیکن سوائے ہلاکت کے کوئی جائے فرار نہ ملی۔ یہاں تک کہ سب ہلاک ہو گئے۔

حضرت شعیبؑ نے قوم کا یہ حال دیکھا تو آپ کا دل بہت دکھا۔ آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا مگر جب ان کے ظلم وستم اور زیادتیاں یاد آئیں تو آپ کا تاثر کچھ کم ہوا۔ آپ نے ہلاک ہونیوالوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

"اے قوم! میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات تجھے پہنچائے، نصیحتیں کیں کیں مگر تو نے نہ مانیں۔ اب میں کافروں کے گروہ پر کیسے ترس کھا سکتا ہوں۔"

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

قرآن حکیم میں حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا نام مذکور نہیں ہے۔ البتہ سورۃ کہف میں دو جگہ حضرت موسیٰ کے ایک نوجوان رفیق سفر کا تذکرہ موجود ہے جبکہ وہ حضرت خضر سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ ایک صحیح حدیث میں جو حضرت اُبی بن کعب سے منقول ہے۔ اس نوجوان رفیق کا نام یوشع بتایا گیا ہے۔ اس طرح گویا ان کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ اہل کتاب کا ان کے نبی ہونے پر اتفاق ہے اور توراۃ (عہد قدیم) میں یشوع کی کتاب بھی مستقل صحیفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل کے اسباط (اولاد) میں سے حضرت یوسفؑ کے سبط سے تعلق رکھتے ہیں۔ مورخین نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

یوشع بن نون بن فراہیم بن یوسف بن یعقوب بن ابراہیم علیہ السلام ابن اثیر کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی ہی میں ارض مقدس میں جابر طاقتوں سے مقابلہ کے لیے حضرت یوشع کو امیر جیش نامزد کر کے بنی اسرائیل کے اسباط کی تقسیم اور ان کے سپہ سالاروں کی نامزدگیاں کر دی تھیں۔ اس لیے حضرت یوشع کا یہ معاملہ ٹھیک ٹھیک حضرت اسامہ کا سا معاملہ تھا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی زندگی مبارک ہی میں شام کی تسخیر کے لیے حضرت اسامہ کو امیر منتخب کیا تھا اور دست مبارک سے ان کے لیے جھنڈا بنایا تھا مگر لشکر ابھی روانہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ نبی اکرمؐ کی وفات ہو گئی اور پھر حضرت ابو بکر کے عہد خلافت میں یہ ہوا کہ جیش اسامہ کو شام کی مہم پر روانہ کیا گیا اور آخر کار یہی مہم روم، ایران اور عراق کی فتوحات کا پیش خیمہ ہوئی۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے ارض مقدس میں جابر طاقتوں کے استیصال کے لیے بحکم الٰہی حضرت یوشع کو امیر جیش بنایا اور جنگ کے ابتدائی

مراحل کو خود انجام دیا لیکن جیش کی روانگی سے پہلے ہی حضرت موسیٰ کی وفات ہوگئی اور اب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ان ہی کے ہاتھوں آخر کار ارض مقدس مشرک اور جابر طاقتوں سے پاک ہوئی اور اریحا کی کامیابی تمام ارض مقدس کی فتح و نصرت کا پیش خیمہ بنی۔

حضرت یوشع نے سب سے پہلے جس شہر کو فتح کیا قرآن حکیم میں اس کا نام نہیں بتایا لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ وہ شہر بیت المقدس تھا کیونکہ خدا نے بنی اسرائیل سے اس کا وعدہ کیا تھا۔ حضرت یوشع کے ارض مقدس میں داخلہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت یوشع بن نون کی سرکردگی میں دشتِ سینا سے نکل کر ارض کنعان کے سب سے پہلے شہر اریحا کی جانب بڑھے۔ دشمنوں کو للکارا۔ دشمنوں نے بھی باہر نکل کر سخت مقابلہ کیا اور آخر کار شکست کھا کر وہیں کھیت رہے کہ جب بنی اسرائیل کو زبردست فتح و نصرت نصیب ہوئی۔

توراۃ میں ہے کہ جب بنی اسرائیل جنگ کے لیے تیار ہوتے تو خدا کے حکم سے عہد کا صندوق (تابوت سکینہ) ان کے ساتھ تھا۔ اس میں عصاء موسیٰ، پیرہن ہارون اور من کا مرتبان بھی تھا اور ان کے علاوہ دوسرے تبرکات بھی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا کہ تم من کو محفوظ کر لو تاکہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی مشاہدہ کر لیں کہ تم پر خدا کا انعام من وسلوےٰ کی صورت میں ہوا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کامیاب کیا اور شہر کے اندرون کا فاتحانہ داخلہ ہونے لگا تو اس نے حکم دیا کہ مغرور اور متکبر انسانوں کی طرح داخل نہ ہونا بلکہ خدا کا شکر ادا کرنے والوں کی طرح درگاہِ الٰہی میں خشوع کے ساتھ جھکتے ہوئے اور توبہ استغفار کرتے ہوئے داخل ہونا تاکہ خدا کے شکر گزار بندوں اور سرکش انسانوں کے درمیان امتیاز رہے۔ مگر فتح و نصرت کے بعد بنی اسرائیل کی سرشت غالب آئی اور خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مغرور اور متکبر انسانوں کی طرح بستی میں داخل ہوئے۔ آخر غیرت حق کو جوش آیا اور جزاء اعمال کے قانونِ الٰہی نے عذاب کی صورت میں ان کو آ پکڑا۔ وہ عذاب کیا تھا۔ قرآن عزیز نے اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی صرف رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ کہہ کر مبہم چھوڑ دیا ہے اور بصیرت و عبرت کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کو مشرکین سے پاک کر کے جانب اعلیٰ سے داخل ہونے لگے تو متواضع اور فروتنی کی یہ کیفیت تھی کہ ناقہ پر بیٹھے بیٹھے اس قدر جھکے جا رہے تھے کہ ریش مبارک کجاوے کے سرے سے مس کر جاتی تھی اور جب حرم میں داخل ہوئے تو فوراً درگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوتے اور آٹھ رکعات نماز شکر ادا کی۔

یہی حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر جب بیت المقدس فتح ہوا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ہاتھ پر ایران تو ان فاتحین کا داخلہ متکبر بادشاہوں کی طرح نہیں تھا بلکہ خدا کے متواضع اور منکر المزاج فرمانبردار بندوں کی طرح تھا۔ اور جب حضرت عمرؓ حریم قدس میں اور حضرت سعد ایوان کسریٰ میں داخل ہوتے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ خدا کی جناب میں سجدہ ریز ہو کر نماز شکر ادا کی اور اپنی بندگی اور عاجزی کا عملی اعتراف کیا۔

وہ لڑتے تھے تو شیر نیستان کی طرح شجاعت اور بہادری کے ساتھ دشمن پر بھاری ہوتے اور جب کامیاب ہو جاتے تو عجز و نیاز کے ساتھ خدا کا شکر بجا لاتے۔ اور مخلوقِ خدا کے لیے رحیم و کریم ثابت ہوتے۔ حضرت یوشع اور بنی اسرائیل کے ان واقعات میں سب سے زیادہ جو بات جاذب توجہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک انسان کا انسانی اور اخلاقی فرض ہے کہ جب اس کو کسی مصیبت یا امتحان سے نجات ملے اور وہ کامیاب اور فائض المرام ہو کر اپنی مراد کو پہنچے تو غرور نخوت کے جال میں پھنس کر یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ یہ اس کی ذاتی استعداد و قابلیت کا نتیجہ ہے بلکہ خدائے بزرگ و برتر کا شکر گزار بنے کہ یہ نصرت و کامیابی فقط اسی کی بخشش ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون یا بنی اسرائیل اور فرعون کے واقعات قرآن حکیم میں مندرجہ ذیل سورتوں اور آیتوں میں مذکور ہیں ۔

سورۃ بقرہ — آیات کریمہ ۔ ۴۷ تا ۶۱ — ۶۳ تا ۷۵ — ۸۳ تا ۸۷ — ۹۲ تا ۹۳ — ۱۰۸ تا ۱۳۶ — ۲۴۳ تا ۲۵۱ ۔

سورۃ نساء ——— ۱۵۳ تا ۱۵۶ — ۱۶۴

سورۃ مائدہ ——— ۱۲ ، ۱۳ ، ۲۰ تا ۲۵ ، ۳۲ ، ۴۵ ، ۷۰ ، ۷۱ ، ۷۸ — ۷۹

سورۃ انعام ——— ۸۴ تا ۹۰ - ۱۴۶ - ۱۵۴ ، ۱۸۹

سورہ اعراف ——— ۱۰۳ تا ۱۵۷ - ۱۵۹ تا ۱۷۱

سورۃ انفال ——— ۵۴

سورۃ یونس ——— ۷۴ تا ۹۳

سورۃ ہود ——— ۹۶ تا ۹۹ — ۱۱

سورۃ ابراہیم ——— ۵ ، ۶ ، ۸

سورۃ نحل ——— ۱۲۴

سورۃ بنی اسرائیل ——— ۲ تا ۸ — ۱۰۱ تا ۱۰۴

سورۃ کہف ——— ۶۰

سورۃ مریم ——— ۵۱ تا ۵۳

سورۃ طٰہٰ ——— ۹۰ تا ۹۸

سورۂ انبیاء ——— ۴۸ — ۴۹
سورۂ مومنون ——— ۴۵ تا ۴۹
سورۂ فرقان ——— ۳۵ — ۳۶
سورۂ شعرآ ——— ۱۰ تا ۶۶
سورۂ نمل ——— ۷ تا ۱۴
سورۂ قصص ——— ۳ تا ۴۸
سورۂ عنکبوت ——— ۳۹ - ۴۰
سورۂ سجدہ ——— ۲۳ — ۲۴
سورۂ احزاب ——— ۶۹
سورۂ الصفت ——— ۱۱۴ تا ۱۲۲
سورۂ مومن ——— ۲۳ تا ۴۵
سورۂ زخرف ——— ۳۶ تا ۵۶
سورۂ دخان ——— ۱۷ تا ۳۳
سورۂ جاثیہ ——— ۱۶ — ۱۷
سورۂ الذاریات ——— ۳۸ تا ۴۰
سورۂ قمر ——— ۴۱ تا ۵۵
سورۂ صف ——— ۵
سورۂ جمعہ ——— ۵ — ۶
سورۂ تحریم ——— ۱۱
سورۂ الحآقہ ——— ۹ — ۱۰
سورۂ مزمل ——— ۱۵ — ۱۶
سورۂ النٰزعٰت ——— ۱۵ تا ۲۵
سورۂ فجر ——— ۱۰ تا ۱۳

فرعون مصر ایمسس دوئم کو بنی اسرائیل کے ساتھ اس لیے عداوت ہوگئی تھی کہ اس زمانہ کے کاہنوں، نجومیوں اور قیافہ فوتں نے اس کو بتایا تھا کہ تیری حکومت کا زوال ایک اسرائیلی

لڑکے کے ہاتھ سے ہوگا۔ اور بعض تاریخی روایات میں ہے کہ فرعون نے ایک بھیانک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر دربار کے منجموں اور نے وہی دی تھی جس کا ذکر ابھی گزر چکا تھا۔ اور تورات میں یہ اور اضافہ ہے کہ فرعون نے دایہ مقرر کر دی تھی کہ اس کی قلمرو میں جس اسرائیلی کے یہاں لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ مگر ان عورتوں کے دلوں میں ایسی ہمدردی پیدا ہوئی کہ انہوں نے اس عمل کے لیے کوئی اقدام نہ کیا۔ اور جب فرعون نے بازپرس کی تو یہ معذرت پیش کی کہ اسرائیلی عورتیں شہری عورتوں کی طرح نازک اندام نہیں ہیں وہ خود ہی بچہ جن لیتی ہیں۔ اور ہم کو مطلق خبر نہیں دیتیں۔ اس پر فرعون نے ایک جماعت کو اس لیے مقرر کیا کہ وہ تفتیش اور تلاش کے ساتھ اسرائیلی لڑکوں کو قتل کر دیں اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب چند واسطوں سے حضرت یعقوب تک پہنچتا ہے۔ ان کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام یوکا بدتھا۔ باپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ عمران بن قاہت بن لاوی بن یعقوبؑ اور حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ عمران کے گھر میں موسیٰؑ کی ولادت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ فرعون اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس لیے ان کی والدہ اور اہل خاندان ان کی ولادت کے وقت سخت پریشان تھے کہ کس طرح بچہ کو قاتلوں کی نگاہ سے محفوظ رکھیں۔ بہرحال جوں توں کر کے تین مہینہ تک ان کو ہر نگاہ سے اوجھل رکھا۔ اور ان کی پیدائش کی مطلق کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ لیکن جاسوسوں کی دیکھ بھال اور حالات کی نزاکت کی وجہ سے زیادہ دیر تک اس واقعہ کے پوشیدہ رہنے کی توقع نہ ہو سکی۔ اور اس لیے ان کی والدہ سخت پریشان رہنے لگیں۔ اس نازک وقت میں آخر خدائے قدوس نے مدد کی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے دل میں یہ القا کیا کہ ایک تابوت کی طرح کا صندوق بناؤ جس پر رال اور روغن کی پالش کر دو تاکہ پانی اندر اثر نہ کر سکے۔ اور اس میں بچہ کو محفوظ رکھ دو۔ اور پھر اس صندوق کو دریائے نیل کے بہاؤ پر چھوڑ دو۔ موسیٰؑ کی والدہ نے ایسا ہی کیا۔ کیونکہ ان کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت پہلے ہی سنا دی تھی کہ ہم اس بچہ کو تیری ہی جانب واپس کر دیں گے اور یہ ہمارا پیغمبر اور رسول ہوگا۔

حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ برابر صندوق کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے نگہداشت

کرتی جا رہی تھیں کہ انہوں نے دیکھا کہ صندوق تیرتے ہوئے شاہی محل کے ساتھ جا لگا۔ جو کہ دریائے نیل کے کنارے پر فرعون نے بنایا ہوا تھا۔ اور فرعون کے گھرانے میں سے ایک عورت نے اپنے خادموں کے ذریعے اس کو اٹھوا لیا اور شاہی محل میں لے گئی۔ حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور حالات کی صحیح تفصیل معلوم کرنے کے لیے شاہی محل کی خادماؤں میں شامل ہو گئیں۔

قرآن حکیم نے شاہی خاندان کی اس عورت کو فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ بتایا ہے، جبکہ تورات کے حصّہ خروج میں اس کو فرعون کی بیٹی کہا ہے۔ بہرحال فرعون کے گھر والوں نے جب صندوق کھولا تو دیکھا کہ ایک حسین اور تندرست بچہ آرام سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا ہے۔ فرعون کی بیوی نے بچے کو دیکھا تو باغ باغ ہو گئیں۔ اور انتہائی محبت سے اس کو پیار کیا محل میں سے کسی نے کہا کہ یہ تو اسرائیلی معلوم ہوتا ہے۔ اس کو قتل کر دینا ضروری ہے۔ اس بات کو سُن کر فرعون کو بھی خیال پیدا ہوا۔ فرعون کی بیوی نے شوہر کے تیور دیکھے تو کہنے لگی۔

"ایسے پیارے بچے کو قتل نہ کرو۔ کیا عجب کہ یہ میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔ ہم اس کو اپنا بیٹا کیوں نہ بنا لیں۔"

فرعون نے اپنی بیوی کی بات مان لی۔ اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی دیکھو کہ فرعون اپنی نادانی اور بے خبری میں اپنے دشمن کی پرورش پر نگران مقرر کیا گیا۔

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ بچہ کے لیے دودھ پلائی مقرر کی جائے مگر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی والدہ سے کیے گئے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے بچہ کی طبیعت میں یہ بات پیدا کر دی کہ وہ کسی عورت کے پستان کو منہ ہی نہ لگاتا۔ شاہی دایہ تھک کر بیٹھ گئی مگر موسیٰ نے کسی ایک پستان سے بھی دودھ نہ پیا۔ یہ سارا حال موسیٰؑ کی ہمشیرہ مریم دیکھ رہی تھیں۔ کہنے لگیں —

"اگر اجازت ہو تو میں ایک ایسی دایہ کا پتہ بتاؤں جو نہایت نیک دل اور اس کی خدمت کے لیے نہایت موزوں ہے بلکہ حکم ہو تو میں خود اس کو ساتھ لے کر آؤں۔"

فرعون کی بیوی نے دایہ کو لانے کا حکم دے دیا۔ اور موسیٰؑ کی ہمشیرہ اپنی والدہ کو شاہی محل میں لے آئیں۔ ماں نے دودھ پلایا تو حضرت موسیٰ دودھ پینے لگے۔ تورات میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ کا دودھ چھڑایا تو انہوں نے ان کو فرعون کی بیٹی کے سپرد کر دیا۔ اور اس کے بعد عرصہ تک وہ شاہی محل میں زیر تربیت رہے۔ وہاں نشو و نما پائی۔

حضرت موسیٰ ایک عرصہ تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے شباب کے دور میں داخل ہوتے تو نہایت قوی الجثہ اور بہادر جوان نکلے۔ ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں۔ اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتۂ قرابت نہیں ہے۔ انہوں نے یہ دیکھا کہ بنی اسرائیل پر سخت مظالم ہو رہے تھے۔ وہ مصر میں نہایت ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ کا خون کھولنے لگتا۔ اور موقعہ بہ موقعہ بحرانیوں کی حمایت و نصرت میں پیش پیش ہو جاتے۔

ایک مرتبہ شہری آبادی میں جا رہے تھے کہ دیکھا ایک مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لیے گھسیٹ رہا ہے۔ اسرائیلی نے موسیٰؑ کو دیکھا تو مدد کے لیے فریاد کرنے لگا۔ حضرت موسیٰ کو مصری کی اس جابرانہ حرکت پر سخت غصہ آیا۔ اس کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر مصری نہ مانا۔ موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں آکر ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا۔ اُسی وقت مر گیا۔ حضرت موسیٰ نے یہ دیکھا تو بہت افسوس ہوا کیونکہ ان کا ارادہ ہرگز اس کو قتل کرنے کا نہ تھا۔ اور ندامت و شرمندگی کے ساتھ دل میں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ یہ جو کچھ ہوا ہے نادانستگی میں ہوا۔ میں تجھ سے مغفرت کا خواستگار ہوں۔ خدا نے بھی ان کی غلطی کو معاف کر دے۔

ادھر شہر میں مصری کے قتل کی خبر پھیل گئی۔ آخر مصریوں نے فرعون کے پاس استغاثہ کیا کہ یہ کام کسی اسرائیلی کا ہے۔ فرعون نے کہا کہ اس طرح ساری قوم سے تو بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ تم قاتل کا پتہ لگاؤ۔ میں ضرور اس کو کیفر کردار تک پہنچاؤں گا۔

سوٕ اتفاق دوسرے دن بھی حضرت موسیٰ شہر سے باہر سیر کر رہے تھے کہ دیکھا وہی اسرائیلی ایک قبطی سے جھگڑ رہا ہے اور قبطی غالب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور دادرسی کا خواستگار ہوا۔ اس واقعہ کو

دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوہری ناگواری محسوس کی۔ ایک جانب قبطی کا ظلم تھا اور دوسری طرف اسرائیلی کا شور و غوغا۔ اسی جھنجھلاہٹ میں ایک طرف انہوں نے مصری کو باز رکھنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی اسرائیلی کو بھی جھڑکتے ہوئے فرمایا۔

"تو بھی بلاشبہ کھُلا ہوا گمراہ ہے۔ خواہ مخواہ جھگڑا مول لے کر داد فریاد کرتا رہتا ہے"

اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو ہاتھ بڑھاتے اور پھر اپنے متعلق ناگوار تلخ الفاظ کہتے سنا تو یہ سمجھا کہ یہ مجھ کو مارنے کے لیے ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ اس لیے شرارت آمیز انداز سے کہنے لگا۔

"جس طرح تو نے کل ایک قبطی کو ہلاک کر دیا تھا اسی طرح آج مجھ کو قتل کر دینا چاہتا ہے"

مصری نے جب یہ سنا تو اسی وقت فرعونیوں سے جا کر ساری داستان کہہ سنائی۔ انہوں نے فرعون کو اطلاع کر دی کہ مصری کا قاتل موسیٰ ہے۔ فرعون نے یہ سنا تو جلاد کو حکم دیا کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے حاضر کرے۔ حضرت موسیٰ کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ ارض مدین کی جانب خاموشی سے روانہ ہو گئے۔ جہاں آپ نے ایک عرصہ قیام کیا۔ یہیں آپ نے شادی کی۔ ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام جیرسون رکھا۔ ایک روز آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ بکریاں چراتے چراتے مدین سے بہت دور نکل گئے۔ رات ٹھنڈی تھی۔ آگ کی جستجو ہوئی۔ سامنے کوہِ سینا کا سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ حضرت موسیٰ نے چقماق استعمال کیا مگر سخت خنکی تھی اس نے کام نہ دیا۔ سامنے کی وادی ایمن میں نظر دوڑائی تو ایک شعلہ چمکتا ہوا نظر پڑا۔ بیوی سے کہا۔

"تم یہیں ٹھہرو۔ میں آگ لے آؤں۔ تاپنے کا بھی انتظام ہو جائے گا اور اگر وہاں کوئی رہبر مل گیا تو بھٹکی ہوئی راہ کا بھی کھوج لگ جائیگا"

حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ عجیب آگ ہے۔ درخت پر روشنی نظر آتی ہے مگر نہ درخت کو جلاتی ہے اور نہ گُل ہی ہو جاتی ہے۔ یہ سوچتے ہوئے آگے بڑھے لیکن جوں جوں آگے بڑھتے جاتے تھے آگ اور دُور ہوتی جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر موسیٰؑ کو خوف سا پیدا ہوا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ واپس ہو جائیں۔ مگر جونہی وہ پلٹنے لگے آگ قریب آ گئی، اور

...یب اد تے تو سنا کہ یہ آواز آرہی ہے۔

یٰمُوسٰی اِنِّیٓ اِنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ
فَلَمَّآ اَتٰھَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی اِنِّیٓ
اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ج
اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی
وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی o
ع طٰہٰ

اے موسیٰ! میں ہوں اللہ پروردگار جہانوں کا۔ پس جب موسیٰ اس (آگ) کے قریب آئے تو پکارے گئے۔ اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار پس اپنی جوتی اتار دے تو طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ہے اور دیکھ! میں نے تجھ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے۔ بس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سن۔

پھر آواز آئی

وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی •

• موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ •

جو کچھ پوچھا گیا تھا صرف اسی قدر جواب دیا۔ بولے!

• ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا •

• یہ میری لاٹھی ہے۔ اس پر سہارا لیا کرتا ہوں۔ اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں •

اب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

• اَلْقِھَا یٰمُوْسٰی •

• اپنی اس لاٹھی کو زمین پر ڈال دو •

حضرت موسیٰ نے لاٹھی زمین پر ڈال دی۔ جو اژدھا بن کر دوڑنے لگا۔ حضرت موسیٰ کی لکڑی دوشاخہ تھی۔ اب وہی دوشاخہ اژدھا کا منہ نظر آرہا تھا۔ سخت پریشان تھے، مگر قربت الٰہی نے طمانیت و سکون کی حالت پیدا کر دی۔ اور حضرت موسیٰ نے بے خوف ہو کر اس کے منہ پر ہاتھ ڈال دیا۔ اس عمل کے ساتھ ہی فوراً ہی وہ دوشاخہ پھر لاٹھی بن گیا۔

اب موسیٰؑ کو دوبارہ پکارا گیا۔ اور حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جا کر بغل سے مس کیجیے۔ حضرت موسیٰ نے ہاتھ گریبان میں ڈال کر ایسا ہی کیا۔ نکالا تو ہتھیلی میں انڈے کے برابر ایک روشن نشان تھا۔ یہی منور نشان یدِ بیضا کہلایا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ کو یہ حکم ملا۔

"اب جاؤ اور فرعون اور اس کی قوم کو راہِ ہدایت دکھاؤ۔ انہوں نے بڑی سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے۔ اور اپنے غرور و تکبّر اور انتہا ظلم کے ساتھ انہوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ ان کو غلامی سے رستگاری دلاؤ۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا۔

"پروردگار! میرے ہاتھ سے ایک مصری قتل ہو گیا تھا اس لیے یہ خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اطمینان دلایا کہ تم ہمارا پیغام لے کر ضرور جاؤ اور ان کو حق کی راہ دکھاؤ۔

جب حضرت موسیٰ منصبِ نبوت سے سرفراز ہو کر، کلامِ ربانی سے فیضیاب بن کر اور دعوت و تبلیغِ حق میں کامیابی و کامرانی کا مژدہ پا کر وادیٔ مقدس سے اترے تو اپنی بیوی کے پاس پہنچے۔ ان کو ساتھ لیا اور یہیں سے تعمیل حکم الٰہی کے لیے روانہ ہو گئے۔ منزلیں طے کرتے ہوئے جب مصر پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ خاموشی سے شہر میں داخل ہو کر اپنے مکان پر پہنچے مگر اندر داخل نہ ہوئے اور والدہ کے سامنے ایک مسافر کی حیثیت میں ظاہر ہوتے حضرت موسیٰ کی خوب خاطر و مدارات کی گئی۔ اسی دوران میں ان کے بڑے بھائی ہارونؑ آ پہنچے۔ یہاں پہنچنے سے پہلے ہارونؑ کو خدا کی طرف سے منصبِ رسالت عطا ہو چکا تھا اس لیے ان کو بذریعہ وحی حضرت موسیٰ کا سارا قصہ بتا دیا گیا تھا۔ وہ بھائی سے آ کر لپٹ گئے۔

بہرحال حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے درمیان جب ملاقات اور گفتگو کا سلسلہ ختم ہوا تو اب دونوں نے طے کیا کہ خدائے تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے فرعون کے پاس چلنا چاہیے اور پیغام الٰہی سنانا چاہیے۔ دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا۔

"ہم کو خدا نے اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے ہم تجھ سے دو اہم باتیں چاہتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا پر یقین لا اور کسی اور کو اُس کا ساجھی، و سہیم نہ بنا۔ دوسرے یہ کہ ظلم سے باز آ۔ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے نجات دے"

فرعون نے جب یہ سنا تو کہنے لگا۔

"موسیٰ! آج تو پیغمبر بن کر میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ دن بھول گیا جب تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی اور بچپن کی زندگی گزاری۔ اور کیا تو یہ بھی بھول گیا کہ تو نے ایک مصری کو قتل کیا اور یہاں سے بھاگ گیا"

حضرت موسیٰ نے فرمایا۔

"فرعون! یہ صحیح ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی اور ایک مدت تک شاہی محل میں رہا۔ اور مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ غلطی کی بنا پر مجھ سے نا دانستہ ایک شخص قتل ہو گیا اور میں اس خوف سے چلا گیا تھا لیکن یہ خدائے تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے تمام بیکسانہ مجبوریوں کی حالت میں تیرے ہی گھر میں میری پرورش کرائی اور پھر مجھ کو اپنی سب سے بڑی نعمت نبوت و رسالت سے سرفراز کیا"

فرعون نے کہا۔ "موسیٰ! یہ تو نئی بات کیا سناتا ہے۔ کیا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے جس کو تو رب العلمین کہتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی حقیقت بیان کر"

حضرت موسیٰؑ نے ارشاد فرمایا ہے" اگر تجھ میں یقین اور ایمان کی گنجائش ہے تو تجھ کو سمجھنا چاہیئے کہ میں جس ہستی کو رب العالمین کہتا ہوں وہ ذاتِ اقدس ہے جس قبضۂ قدرت میں آسمان، زمین اور ان دونوں کے درمیان کی کل کائنات کی ربوبیت ہے۔ کیا تو دعویٰ کر سکتا ہے کہ ان آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان تمام مخلوقات کو تو نے پیدا کیا ہے۔ اگر نہیں اور بلاشبہ نہیں تو پھر رب العلمین کی ربوبیت سے عام انکار کیوں"

غرض حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق برابر شیریں کلامی، نرم گفتاری کے ساتھ

Marfat.com

فرعون اور اس کے درباریوں کو راہِ حق دکھاتے اور رسالت کا فرض ادا فرماتے رہے۔ فرعون نے کہا کہ اگر واقعی تو سچا ہے تو اپنی نبوت کا کوئی معجزہ دکھا۔ حضرت موسیٰ نے بھرے دربار میں فرعون کے سامنے اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالا تو اس نے اژدھا کی شکل اختیار کر لی۔ اور پھر حضرت موسیٰ کے فرعون کو یدِ بیضا دکھایا جو ستارہ کی طرح چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ فرعون کے درباریوں نے جب اس طرح ایک اسرائیلی کے ہاتھوں اپنی قوم اور اپنے بادشاہ کی شکست دیکھا تو تلملا اُٹھے اور کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ بہت بڑا جادوگر ہے۔ تمام قلمرو سے جادوگروں کو اپنے دربار میں جمع کروا اور ان سے موسیٰ کا مقابلہ کراؤ، بلاشبہ یہ شکست کھا جائے گا۔ فرعون نے اسی وقت اپنے اعیان و ارکان کے نام احکام جاری کر دیئے کہ تمام قلمرو میں جو مشہور جادوگر ہیں ان کو جلد از جلد دارالحکومت روانہ کر دو۔ بڑے بڑے جادوگر اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے اپنی رسیاں، بان اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں جو سانپ اور اژدھے کی شکل میں دوڑتی نظر آنے لگیں۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ دیکھا تو خوف و ہراس دل میں محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کے ذریعہ مطلع کیا۔

"موسیٰؑ! خوف نہ کھاؤ۔ ہمارا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب ہو گے۔ اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالو۔"

حضرت موسیٰ نے لاٹھی کو زمین پر ڈالا تو اژدھا بن کر اُس نے ساحروں کے تمام سانپوں کو نگل لیا۔ جادوگروں نے جب عصاءِ موسیٰ کا یہ کرشمہ دیکھا تو وہ حقیقتِ حال سمجھ گئے اور انہوں نے اقرار کیا کہ موسیٰؑ کا یہ عمل جادو سے بالاتر خدا کا معجزہ ہے۔ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لے آتے ہیں۔

"آمنّا بربّ ھارون و موسیٰ"

فرعون نے جب یہ دیکھا کہ اُس کا تمام دامِ فریب تار تار ہو گیا اور موسیٰؑ کو شکست دینے کی آخری کوشش بھی بیکار ہو گئی۔ تو اس نے سوچا کہ اب کہیں مصری عوام بھی ہاتھ سے نہ نکل جائیں اور موسیٰؑ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ اس نے مکر و فریب کا دوسرا راستہ اختیار کیا کہ حضرت موسیٰؑ کو قتل کرا دیا جائے۔ ان کی توہین و تذلیل ہونے لگی۔ اور فرعون نے اپنی ربوبیت اور معبودیت کا زور شور سے پرچار شروع کر دیا۔ تب حضرت موسیٰ پر وحی آئی کہ فرعون کو مطلع کر دو کہ اگر تمہارا یہی طریق رہا تو عنقریب تم پر خدا کا عذاب نازل ہو گا۔ چنانچہ

Marfat.com

یکے بعد دیگرے عذاب الٰہی آنے لگے۔ یہ دیکھ کر فرعون اور اس کی قوم نے اب یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب عذاب الٰہی کسی صورت میں ظاہر ہوتا تو فرعون اور قوم فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرنے لگتی کہ اچھا ہم ایمان لے آئیں گے تو اپنے خدا سے دُعا کر یہ عذاب جاتا رہے۔ اور جب عذاب جاتا رہتا تو پھر تو پھر سرکشی و نافرمانی پر اتر آتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر یہ عذاب نازل فرماتے کہ انسانوں پر جوئیں مسلط کر دیں۔ ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں چھوٹی مکھیوں کو پھیلا دیا۔ ان کے جانوروں میں ہلاک کرنے والا کیڑا پیدا کر دیا۔ ان کے اناج اور غلہ میں گھن لگا کر خراب کر دینے والی سسری کی تباہی پھیلا دی۔ مینڈکوں کا عذاب نازل کر دیا۔ جب معاملہ اس حد کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین کی جانب لے جاؤ۔

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحر احمر کی راہ پر ہو لیے اور روانہ ہونے سے پہلے مصری عورتوں کے زیورات اور قیمتی پارچہ جات جو ایک تہوار میں مستعار لیے تھے۔ وہ بھی واپس نہ کر سکے کہ کہیں مصریوں پر اصل حال نہ کھل جاتے۔ اسی اثنا میں فرعون کو خبر ملی کہ بنی اسرائیل مصر سے فرار ہونے کے لیے شہر سے نکل چکے ہیں۔ فرعون نے اسی وقت ایک زبردست فوج کو ساتھ لیا اور رعمسیس سے نکل کر ان کا تعاقب کیا اور صبح ہونے سے پہلے پہلے ان کے سر پر جا پہنچا۔ بنی اسرائیل کی تعداد بقول تورات علاوہ بچوں اور چوپایوں کے چھ لاکھ تھی۔ مگر پو پھٹنے کے وقت جب انہوں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو فرعون کو سر پہ پایا۔ گھبرا کر کہنے لگے۔

"کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تو ہم کو مرنے کے لیے بیابان میں لے آیا ہے۔ تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا۔"

(خروج باب ۱۴۔ آیات ۱۱-۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی اور فرمایا۔

"خوف نہ کرو۔ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وہ تم کو نجات دے گا۔ اور تم ہی کامیاب ہو گے۔ اور پھر درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔ وحی الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پانی پر مارو تاکہ پانی پھٹ کر بیچ

Marfat.com

میں راستہ نکل آتے چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا۔ جب انہوں نے رُودِ نیل کی لہروں پر عصا مارا تو پانی پھٹ کر دونوں جانب دو پہاڑوں کی طرح ہوگیا اور بیچ میں راستہ نکل آیا۔ اور حضرت موسیٰؑ کے حکم سے تمام بنی اسرائیل اس میں اُتر گئے۔ اور خشک زمین کی طرح اس سے پار ہوگئے۔

فرعون نے یہ دیکھا تو اپنی قوم سے کہنے لگا کہ یہ میری کرشمہ سازی ہے کہ بنی اسرائیل کو تم جا پکڑ لہٰذا بڑھے چلو۔ فرعون کا لشکر اسی راستے پر ہولیا۔ اسی اثنا میں بنی اسرائیل کا ہر فرد دوسرے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ اب گہرے پانی بحکم الٰہی پھر اپنی اصلی حالت پر آگئے اور فرعون اور اس کا تمام لشکر جو ابھی درمیان ہی میں تھا غرق ہوگیا جب فرعون غرق ہونے لگا تو ملائکہ عذاب سامنے نظر آنے لگے بولا۔

"آمنا برب ہارون و موسیٰؑ"

"میں ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لایا"

خدائے تعالیٰ نے موسیٰؑ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو نکلنے سے پہلے قربانی اور عید فسح کا حکم دیا تھا اور اس کا طریقہ اور شرائط بھی بتا دی تھیں۔ موسیٰؑ نے ان سے یہ بھی کہا کہ اپنی عورتوں سے کہو کہ وہ مصری عورتوں کے پاس جائیں اور ان سے عید کے لیے سونے چاندی کے زیور اور قیمتی پارچہ جات مستعار مانگ لائیں اور مصری عورتوں نے آخر ان کو زیورات دے دیئے۔ پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک رات فرعون سے لے کر معمولی مصری کا پہلوٹھا مر گیا اور تمام گھرانوں میں کہرام مچ گیا۔ یہ دیکھ کر فرعون کے پاس دوڑے اور اس کو مجبور کیا کہ اسی وقت تمام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال دے تاکہ یہ نحوست یہاں سے دور ہو تب فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ تم سب اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ اور جانور اور سب سامان بھی ساتھ لے جاؤ۔ جب بنی اسرائیل رعمسیس (جشن کے شہر) سے نکلے تو مصریوں کے زیورات کو بھی واپس نہ کر سکے۔ بنی اسرائیل نے جنگل کی راہ لی۔ بنی اسرائیل رعمسیس سے سکات اور وہاں سے ایتام اور پھر مڑ کر مجدال اور بحر احمر کے درمیان فی ہیخروت کے پاس بعل صفون کے سامنے خیمہ ہوتے تھے۔

بنی اسرائیل کے اس پورے سفر میں خدا ان کے ساتھ رہا اور وہ نورانی ستون کی تجلّی کے ساتھ رات میں بھی ان کی رہنمائی کرتا اور دن میں بھی آگے آگے چلتا غرض صبح کی

Marfat.com

پو پھٹ رہی تھی کہ فرعون نے سمندر کے کنارے بنی اسرائیل کو آلیا۔ جبکہ وہ سب دوسرے کنارے پر اُتر چکے تھے۔

تورات میں ہے کہ بنی اسرائیل سلامتی کے ساتھ بحر قلزم کو پار کر گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے فرعون اور اس کی فوج کو غرق ہوتے اور پھر ان کی نعشوں کو ساحل پر تیرتے دیکھا تو بے حد خوش ہوئے۔ عورتوں نے خوشی سے دف پر خوشی کے گیت گائے۔

حضرت موسیٰ نے اب اپنی قوم کو ساتھ لے کر بیابان شور سے ہوتے ہوئے وادی سینا کی راہ لی۔ سینا کے بُت کدوں میں پرستارانِ صنم ان بتوں کی پوجا میں مشغول تھے۔ بنی اسرائیل نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے۔

"موسیٰ ہم کو بھی ایسے صنم بنا دے تاکہ ہم بھی ان کی پوجا کریں"۔ حضرت موسیٰؑ نے قوم کی زبان سے یہ مشرکانہ مطالبہ سنا تو بڑے ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کو ڈانٹا۔

بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو پار کر کے جس سرزمین پر قدم رکھا یہ عرب کی سرزمین تھی جو قلزم کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ لق و دق بے آب و گیاہ میدان سے شروع ہو کر تورات کی زبان میں بیابان شور، سین وادی سینا (تیہ) کے نام سے مشہور تھی۔ اور کوہ طور تک اس کا دامن وسیع تھا۔ یہاں شدید گرمی پڑتی تھی۔ اس لیے بنی اسرائیل گھبرا اٹھے اور حضرت موسیٰ سے فریاد کرنے لگے کہ ہم پانی کہاں سے پئیں۔ ہم تو پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔ یہاں تو پینے کے لیے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے درگاہِ الٰہی میں التجا کی اور وحی الٰہی نے ان کو حکم کیا کہ اپنا عصا زمین پر مارو۔ حضرت موسیٰ نے اپنا عصا چٹان پر مارا تو اس سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ اس جگہ کو عیون موسیٰؑ کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل کو جب اس سے اطمینان ہو گیا تو اب کہنے لگے کہ پانی کا انتظام تو ہو گیا لیکن زندگی کے لیے یہی کافی نہیں ہے۔ ہم کو بھوک لگی ہے۔ اب کھائیں کہاں سے۔ حضرت موسیٰ نے پھر اللہ دُعا کی تو ایسا ہوا کہ جب رات بیت گئی اور صبح ہوئی تو بنی اسرائیل نے دیکھا کہ زمین اور درختوں پر جگہ جگہ سپید اولے کے دانے کی طرح شبنم سی آسمان سے کوئی چیز برس کر گری ہوئی ہے۔ کھایا تو نہایت شیریں حلوے کی مانند تھی۔ "یہ من" تھا۔ اور دن میں نیر ہوا چلی اور تھوڑی

Marfat.com

دیر میں بٹیروں کے غول کے غول آکر زمین پر اترے اور پھیل گئے۔ بنی اسرائیل نے آسانی سے ان کو ہاتھوں سے پکڑ کر بھونا اور کھایا۔ یہ "سلویٰ" تھا۔ اس طرح بغیر زحمت و تکلیف کے ان کو یہ دونوں نعمتیں مہیا ہو جاتیں۔ کھانے پینے کی ضروریات کی فراہمی سے اطمینان ہو گیا تو اب بنی اسرائیل نے تیسرا مطالبہ یہ کیا کہ گرمی کی شدت میں سایہ دار درختوں اور مکانوں کی راحت میسّر ہونے سے ہم سخت پریشان ہیں ہماری یہ تکلیف دور کرو۔

حضرت موسیٰؑ نے بارگاہِ قدس میں عرض کیا کہ جب تو نے ان پر بڑے انعامات اور فضل و کرم کی بارش کی ہے تو اس سخت تکلیف سے بھی ان کی نجات عطا فرما۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سُنی گئی۔ اور آسمان پر ایک بادل بنی اسرائیل پر سایہ فگن ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل جہاں بھی سفر کرنے ہوتے جاتے بادل کا یہ سائبان ان کے سروں پر سایہ فگن رہتا۔

بہرحال حضرت موسیٰ کے طفیل بنی اسرائیل پر خدائے تعالیٰ کے احسانات کی مسلسل بارش ہوتی رہی اور سینکڑوں برس کی غلامی سے ان کے عزائم کی پستی، اخلاقی کمزوری اور ہمت و شجاعت کے فقدان نے ان پر جو ایک مستقل مایوسی اور نااُمیدی طاری کر دی تھی ان خدائی نشانات نے بڑی حد تک ان کی ڈھارس بندھائے رکھی۔ مگر عجیب الفطرت قوم پر اس کا بھی کافی اثر نہ ہوا اور انہوں نے اپنی بوالعجبی کا ایک نیا مظاہرہ پیش کیا۔ ایک دن کہنے لگے۔

"موسیٰؑ! ہم روز روز ایک غذا کھاتے رہنے سے گھبرا گئے ہیں۔ ہم کو اس من و سلویٰ کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے خدا سے دعا کر کہ وہ ہمارے لیے زمین سے باقلا، کھیرا، ککڑی، مسور، لہسن اور پیاز جیسی چیزیں اُگاتے تاکہ ہم خوب کھائیں۔"

حضرت موسیٰ کو ان کی اس حرکت پر بہت غصّہ آیا۔ اور فرمانے لگے۔

"تم بھی کس قدر احمق ہو۔ ایک عمدہ اور بہترین غذا کو چھوڑ کر گھٹیا قسم کی چیزوں کے طلبگار بنے ہو اور اس طرح خدا کی نعمتوں کی ناسپاسی اور اس کے احسانات کی ناشکری کر کے کفرانِ نعمت کرتے ہو۔ جاؤ کسی بستی اور شہر میں چلے جاؤ، وہاں ہر جگہ تم کو یہ چیزیں وافر مل جائیں گی۔"

حضرت موسیٰؑ سے خدا کا وعدہ تھا کہ جب بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو تم کو شریعت دی جائے گی۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ خدا کا وعدہ پورا ہو۔ اس اعتکاف کی

Marfat.com

مدت ایک مہینہ تھی۔ حضرت موسیٰ کوہِ طور پر چلہ کشی کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین بنا گئے کہ وہ بنی اسرائیل کو راہ حق پر قائم رکھیں اور ہر معاملہ میں ان کی نگرانی کریں۔
جب چلّہ پورا ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمکلامی کا شرف بخشا تو حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا

"خدایا! جب تو نے مجھے اپنے ساتھ ہمکلامی کا شرف بخشا ہے تو اپنے دیدار سے بھی محروم نہ رکھو۔"

جواب ملا۔ "تم مجھے دیکھنے کی تاب نہ لا سکو گے۔ اچھا دیکھو ہم اپنی ذات کی تجلی کا ظہور اس پہاڑ پر کریں گے۔ اگر یہ اس تجلی کو برداشت کرلے تو پھر تم یہ سوال کرنا۔"
اس کے بعد کوہِ طور پر حضرتِ حق (اللہ تعالیٰ) کی تجلی نے ظہور کیا۔ تو پہاڑ کا وہ حصہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اور حضرت موسیٰؑ بھی اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بیہوش ہوگئے اور گر پڑے۔
جب حضرت موسیٰؑ کو ہوش آیا تو انہوں نے خدائے برتر کی حمد و ثنا کی اور اپنے سوال سے رجوع کیا اور کہا۔

"میں اقرار کرتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں کہ تیرے جمال کی تجلی و عرفان میں کوئی کمی نہیں نقصان صرف میری ہستی کے عجز و بیچارگی کا ہے۔"

اس راز و نیاز کے بعد حضرت موسیٰؑ کو تورات عطا کی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور اپنی قوم سے کہنا کہ وہ بھی ان احکام پر اس طرح عمل کریں کہ جو عمل نیک جس قدر زیادہ قرب الٰہی کا سبب بنے اس کو دوسرے اعمال پر ترجیح دیں۔ میں نے اس کتاب میں تمہارے دینی و دنیوی فلاح کی تمام تفصیلات بیان کر دی۔ ہیں اور حلال و حرام اور محاسن و معائب کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اسی اثنا میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ جب حضرت موسیٰؑ جبل حراب یعنی کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہمکلام تھے۔ اور بنی اسرائیل کے لیے آئین الٰہی تورات حاصل کرنے میں مشغول تھے تو نیچے وادی سینا میں بنی اسرائیل نے سامری کی قیادت میں خود ہی اپنا معبود گوسالہ منتخب کر کے اس کی سمادھ لگائی اور سامری جادوگر کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔
تفصیل اس قصہ کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ جب طور پر تورات لینے کے لیئے تشریف لے جانے لگے تو بنی اسرائیل سے فرمایا تھا۔

"میرے اعتکاف کی مدت ایک ماہ ہے۔ مدت پوری ہونے پر فوراً

Marfat.com

تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ میں اپنے نائب ہارونؑ کو تمہارے
پاس چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ تمہارے احوال کے نگران رہیں گے"۔

مگر طور پہ جا کر وہ مدت تیس کے بجائے چالیس دن ہو گئی۔ اس تاخیر سے ایک شخص سامری جو کہ جادوگر تھا، نے فائدہ اٹھایا۔ اور بنی اسرائیل سے کہا۔

"تم اپنے وہ تمام زیورات میرے پاس لے آؤ جو تم نے مصریوں سے مستعار لیے تھے اور پھر واپس نہ کر سکے تو میں تمہارے فائدہ کی ایک بات کر دوں"۔

بنی اسرائیل نے تمام سونے کے زیورات لا کر اس کے حوالے کر دیئے تو سامری نے زیورات کو بھٹی میں ڈال کر گلا دیا اور اس سے ایک بچھڑا بنایا جو سامری کے جادو سے حرکت کرنے اور بھائیں بھائیں بولنے لگا۔ اب سامری نے بنی اسرائیل سے یہ کہا۔

"موسیٰؑ سے بھول ہو گئی کہ وہ خدا کی تلاش میں طور پر گیا تمہارا معبود تو یہ موجود ہے"۔

سامری نے جب بنی اسرائیل کو ترغیب دی کہ وہ اس کے بناتے ہوئے بچھڑے کو اپنا خدا سمجھیں اور اس کی پوجا کریں تو وہ مان گئے اور اس کی پوجا کرنے لگے۔ حضرت ہارونؑ نے یہ دیکھا تو بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرو۔ یہ تو گمراہی کا راستہ ہے۔ مگر انہوں نے حضرت ہارونؑ کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔

"جب تک موسیٰؑ نہ آ جائیں ہم اس سے باز آنے والے نہیں"۔

حضرت موسیٰؑ جب اپنی قوم میں واپس آئے تو انہیں بت پرستی کرتے دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے۔ انہوں نے اپنے بھائی ہارونؑ کو گردن سے پکڑ لیا اور داڑھی کی جانب ہاتھ بڑھایا تو حضرت ہارونؑ نے فرمایا۔

"برادر! میری مطلق خطا نہیں ہے۔ میں نے ان کو ہر چند سمجھایا مگر انہوں نے کسی طرح نہیں مانا اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ نہ آجائے ہم تیری بات سننے والے نہیں بلکہ انہوں نے مجھ کو کمزور پا کر قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ اسی لیے خاموشی سے ساتھ تیرا منتظر رہا۔ تو میرے سر کے بال نہ نوچ اور نہ داڑھی پہ ہاتھ چلا اور اس طرح دوسروں کو ہنسنے

Marfat.com

کا موقع نہ دے ۔"

حضرت ہارونؑ کی یہ معقول دلیل سن کر حضرت موسیٰ کا غصہ ان کی جانب سے فرو ہو گیا اور اب سامری کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا۔

"سامری تو نے یہ کیا سوانگ بنایا ہے ۔"

سامری نے جواب دیا ۔ "میں نے ایسی بات دیکھی جو ان اسرائیلیوں میں سے کسی نے نہیں دیکھی ۔ غرق فرعون نے وقت جبرئیلؑ گھوڑے پر سوار اسرائیل اور فرعونیوں کے درمیان حائل تھے ۔ میں نے دیکھا کہ ان کے گھوڑے کے سُم کی خاک میں یہ اثر ہے کہ جس چیز سے چھو جاتے اسے زندہ کر دے ۔ اور خشک زمین پر سبزہ اُگ آتا ہے ۔ میں نے جبرئیل کے گھوڑے سموں کی خاک سے ایک مٹھی بھر لی اور اس خاک کو اس بچھڑے میں ڈال دیا ۔ اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور یہ بھاں بھاں کرنے لگا ۔"

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ۔

"اچھا اب تیرے لیے دنیا میں یہ سزا تجویز کی گئی ہے کہ تو پاگلوں کی طرح مارا مارا پھرے اور جب کوئی انسان تیرے قریب آتے تو اس سے بھاگتے ہوتے یہ کہے کہ دیکھنا مجھ کو ہاتھ نہ لگانا ۔ یہ دنیوی عذاب ہے اور قیامت میں تم ایسے نافرمانوں اور گمراہوں کے لیے جو عذاب مقرر ہے وہ تیرے لیے وعدہ الٰہی کی صورت میں پورا ہونے والا ہے ۔"

اور سامری کا وہی حشر ہوا جو حضرت موسیٰ نے کہا تھا ۔ اور بنی اسرائیل کا یہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ۔ تو حضرت موسیٰ نے کہا ۔

"میرے پاس جو یہ الواح (تختیاں) ہیں یہ خدا کی کتاب تورات ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لیے مجھ کو عطا کی ہے ۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کے احکام کی تعمیل کرو ۔"

بنی اسرائیل کہنے لگے ۔

"موسیٰ ! ہم کیسے یقین کریں کہ یہ خدا کی کتاب ہے ۔ صرف تیرے کہنے سے تو ہم نہ مانیں گے ۔ ہم تو جب اس پر ایمان لائیں گے جب

Marfat.com

خدا کو اپنی آنکھوں سے بے حجاب دیکھ لیں گے۔ اور وہ ہم سے یہ کہے کہ یہ تورات تو میری کتاب ہے تم اس پر ایمان لاؤ۔"

حضرت موسیٰؑ نے ان کو سمجھایا کہ یہ بے وقوفی کا سوال ہے۔ ان آنکھوں سے خدا کو کس نے دیکھا ہے جو تم دیکھ سکو گے مگر بنی اسرائیل کا اصرار بدستور قائم رہا۔ حضرت موسیٰ نے جب یہ دیکھا تو کچھ سوچ کر ارشاد فرمایا۔

"یہ تو ناممکن ہے کہ تم لاکھوں کی تعداد میں میرے ساتھ طور پر اس کی تصدیق کے لیے جاؤ۔ مناسب یہ ہے کہ تم میں سے چند سردار چن کر ساتھ لیے جاتا ہوں۔ وہ اگر واپس آکر تصدیق کر دیں تو پھر تم بھی تسلیم کر لینا۔"

قوم اس پر راضی ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ نے تمام اسرائیلی اسباط سے ستر سرداروں کو چن کر ساتھ لیا اور طور پر پہنچے تو طور پر ایک سپید بادل کی طرح نور نے حضرت موسیٰؑ کو گھیر لیا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی شروع ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

"اللہ تعالیٰ! تو بنی اسرائیل کے حالات کا دانا بینا ہے۔ میں ان کی ضد پر ستر آدمی انتخاب کر کے لایا ہوں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ بھی اس حجاب نور سے میری تیری ہمکلامی کو سن لیں۔ اور قوم کے پاس جا کر تصدیق کرنے کے قابل ہو جائیں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دعا منظور فرمائی۔ اور ان کو حجاب نور میں لے لیا گیا۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ اور اللہ رب العلمین کی ہمکلامی کو سنا۔ پھر جب پردۂ نور ہٹ گیا اور حضرت موسیٰؑ اور ان سرداروں کے درمیان بوا جہہ ہوا تو سرداروں نے وہی اپنا پہلا اصرار قائم رکھا کہ جب تک بے حجاب خدا کو نہ دیکھ لیں ہم ایمان لانے والے نہیں۔ اس احمقانہ اصرار اور ضد پر غیرت الٰہی نے اِن کو یہ سزا دی کہ ایک ہیبت ناک چمک، کڑک اور زلزلہ نے ان کو آلیا اور جلا کر خاک کر دیا۔ حضرت موسیٰ نے جب یہ دیکھا تو درگاہ الٰہی میں عاجزی کے ساتھ دُعا مانگی۔

"الٰہی! یہ بے وقوف اگر بے وقوفی کر بیٹھے تو کیا تو ہم سب کو ہلاک کر دے گا۔ اے خدا اپنی رحمت سے تو ان کو معاف کر دے۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دعا کو سنا اور ان سب کو دوبارہ زندگی بخشی بہرحال جب ستر سردار دوبارہ زندگی پا کر قوم کی جانب واپس ہوئے تو انہوں نے قوم کو تمام قصّہ سنایا۔ اور بتایا کہ موسیٰؑ جو کچھ کہتے ہیں حق ہے۔ اب فطرت سلیم کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور عبودیت کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے لیکن وہ اپنی کج روی پر ڈٹے رہے۔ تورات کو قبول کرنے میں معاندانہ پس و پیش شروع کر دی۔

جب حضرت موسیٰؑ نے یہ دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں رجوع کرتے ہوئے قوم کی بے راہروی کا گلا کیا۔ درگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ ان نافرمانوں کے لیے میں تجھ کو ایک اور معجزہ عطا کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ جس پہاڑ پر تو مجھ سے ہمکلام ہوتا رہتا ہے اسی پہاڑ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور سائبان کی طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا جائے اور زبان حال سے یہ اعلان کرے کہ موسیٰ خدا کا سچا پیغمبر ہے۔

چنانچہ جوں ہی خدائے تعالےٰ کا یہ تکوینی فیصلہ ہوا کوہ طور اُن کے سروں پر مثل سائبان نظر آنے لگا اور زبان حال سے کہنے لگا۔

> "اے بنی اسرائیل! اگر تم میں عقل و ہوش باقی ہے اور حق و باطل کی تمیز موجود تو سنو کہ میں خدا کا نشان بن کر تم کو یقین دلاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ موسیٰ نے کئی بار مجھ پر خدا سے ہمکلامی کی ہے۔"

بنی اسرائیل نے جب یہ معجزہ دیکھا تو بنی اسرائیل خوف و دہشت سے تورات کی جانب متوجہ ہوئے۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد حسب عادت پھر خلاف ورزی شروع کر دی۔

سینا کے جس میدان میں اس وقت بنی اسرائیل موجود تھے۔ یہ سرزمین فلسطین سے قریب تھی اور ان کے جدامجد حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے خدا کا وعدہ تھا کہ تمہاری اولاد کو پھر اس سرزمین کا مالک بنائیں گے اور وہ یہاں پھلے پھولے گی۔ لہٰذا حضرت موسیٰؑ کی معرفت خدا کا حکم ہوا کہ اپنی قوم سے کہو کہ ارض مقدس میں داخل ہوا ور وہاں کے جابر ظالم حکمران کو نکال کر عدل و انصاف کی زندگی بسر کریں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فتح تمہاری ہوگی۔

بنی اسرائیل نے یہ سُن کر جواب دیا کہ موسیٰؑ وہاں تو بڑے ظالم لوگ بستے ہیں ہم تو اُس وقت تک ایسی بستی میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ حضرت موسیٰؑ سخت افسردہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی۔

Marfat.com

”موسیٰؑ! تم غمگین نہ ہو۔ ان کی نافرمانی کا تم پر کوئی بار نہیں۔ اب ہم نے ان کے لیے یہ سزا مقرر کر دی ہے کہ چالیس سال اسی بیابان میں بھٹکتے پھریں گے۔ اور ان کو ارض مقدس میں جانا نصیب نہ ہوگا۔ ہم نے ان پر ارض مقدس کو حرام کر دیا ہے۔“

اور بنی اسرائیل چالیس صحرائے سینا میں بھٹکتے رہے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ اور خضر

ایک دن حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے مجمع میں کھڑے ہو کر خطبہ فرمانے لگے۔ آپ نے بڑے موثر انداز میں بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نعمتوں اور بنی اسرائیل کی ناشکری و جہالت کا ذکر فرمایا۔

جب آپ کا خطبہ ختم ہوا تو ایک شخص نے اُٹھ کر آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا۔

"اے پیغمبر خدا! کیا دنیا میں آپ سے بھی بڑھ کر کوئی عقل مند آدمی ہے؟"

حضرت موسیٰ نے فرمایا "نہیں۔ آپؑ کا یہ خیال تھا کہ آپ بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں سب سے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

"کیا میں نے عصا سے دریا کو نہیں پھاڑا تھا۔ کیا خدا نے مجھ پر تورات نازل فرما کر شرف نہیں بخشا اور کیا اللہ تعالیٰ بغیر کسی واسطہ اور فرشتے کے براہ راست مجھ سے گفتگو نہیں فرماتا۔ اس سے بڑھ کر بزرگی، بلندی اور برتری کا کونسا مقام ہو سکتا ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی —

"اے موسیٰ! علم بہت وسیع چیز ہے۔ اس کا کوئی ایک شخص احاطہ نہیں کر سکتا اور کوئی ایک پیغمبر اس کے ہر پہلو پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ اس وقت بھی زمین پر ایک شخص ایسا ہے کہ ہم نے اس کو تجھ سے زیادہ علم دیا ہے اور وہ الہام میں تجھ سے بڑھ کر ہے۔"

حضرت موسیٰ نے فرمایا:-

"اللہ میاں! مجھے اس کا پتہ بتلائیے تاکہ میں اس کے دیدار سے

Marfat.com

فیض حاصل کروں۔ اور اس کے الہام و علم کے نوا سے اپنا
چراغ علم روشن کروں ۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔

" موسیٰ تم اس کو مجمع البحرین میں مل سکتے ہو "

حضرت موسیٰ نے کہا ۔

" اس کی کوئی نشانی بتائیے جس سے میں اسے پہچان سکوں "

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

" اس کی پہچان یہ ہے کہ تم اپنی زنبیل میں ایک مچھلی رکھ لو اور
اپنے ساتھ لے جاؤ ۔ اور اس بات کا خیال رکھو کہ جس
جگہ بھی وہ مچھلی زندہ ہو کر غائب ہو جائے گی وہیں وہ شخص
تم کو ملے گا "

حضرت موسیٰؑ نے سفر کا سامان کیا۔ حضرت یوشع بن نون کو جو آپ کا خدمت گار تھا ساتھ لیا۔ زنبیل اس کو دی ۔ اس میں مچھلی رکھ دی اور اس شخص کی تلاش میں روانہ ہو گئے ۔ آپ نے دل میں یہ عہد کر لیا کہ جب تک اس سے ملاقات نہیں کر لیں گے اس وقت تک تلاش جاری رکھیں گے اور اپنے خدمت گار سے تاکید کر کے کہدیا کہ جس جگہ بھی مچھلی غائب ہو جائے مجھے فوراً بتا دینا۔ جب حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون "مجمع البحرین" کے مقام پر پہنچے تو حضرت موسیٰ پر نیند کا غلبہ ہوا ۔ آپ سو گئے اسی دوران میں بارش ہوئی ۔ مچھلی زندہ ہو گئی اور ایک جست لگا کر دریا میں گم ہو گئی۔

حضرت موسیٰ بیدار ہوتے تو اپنے ہم سفر کو آواز دی ۔

" اٹھو تاکہ سفر جاری رکھیں "

شیطان نے یوشع کے ذہن کو کچھ ایسا کر دیا کہ وہ مچھلی کے غائب ہونے کا ذکر کرنا ہی بھول گئے ۔ اور حضرت موسیٰ کے ساتھ ہو لئے ۔ چلتے چلتے جب بھوک اور پیاس نے ستایا تو حضرت موسیٰؑ نے یوشع سے کہا ۔

" ہمارا کھانا نکال کیونکہ اس سفر سے ہم بہت تھک گئے ہیں "

جب یوشع نے زنبیل میں ہاتھ ڈالا تو مچھلی کے گم ہونے کا قصّہ یاد آ گیا ۔ انہوں

Marfat.com

نے حضرت موسیٰ سے کہا۔

"کیا آپ کو وہ جگہ اور وہ وقت یاد ہے کہ ہم آرام کرنے کے لیے
چٹان پر لیٹ گئے تھے اور آپ کو نیند آگئی تھی۔ اس وقت مچھلی
دریا میں چلی گئی تھی، اور میں بتانا بھول گیا تھا۔ یہ سب شیطانی
حرکت ہے۔"

یہ بات سن کر حضرت موسیٰ کو اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔

"ہم اسی جگہ چلتے ہیں۔ جلدی کرا بھی اسی جگہ واپس چلیں کیونکہ ہم
اپنا مقصد وہیں حاصل کر سکیں گے۔"

دونوں چل پڑے جب اس جگہ پہنچے جہاں مچھلی غائب ہو گئی تھی تو وہاں ایک دبلے پتلے شخص کو دیکھا جس کی پیشانی سے نبوت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور اس کے بشرے سے تقویٰ ظاہر ہو رہا تھا۔ یہ شخص ایک کپڑا لپیٹے ہوئے سویا ہوا تھا۔

جب حضرت موسیٰ نے اس کو سلام کیا تو اس شخص نے منہ کھولا اور کہا۔

"تیری سرزمین میں تو بھلائی اور سلامتی نہیں ہے تو کون ہے؟"

حضرت موسیٰ نے جواب دیا۔

"میرا نام موسیٰ ہے۔"

اس شخص نے پوچھا۔ کیا تم بنی اسرائیل کے پیغمبر موسیٰ ہو۔ آپ نے کہا "ہاں میں بنی اسرائیل کا پیغمبر موسیٰ ہی ہوں لیکن آپ کو کس طرح پتہ لگا۔

اس شخص نے کہا۔ "جس نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے اسی نے بتایا ہے۔"

حضرت موسیٰ نے سمجھ لیا کہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اس لیے آپ نے بات چیت میں ادب و لحاظ کا خاص خیال رکھا اور کہا۔

"اے خدا کے بزرگ بندے! کیا آپ ایسے شخص کو جس نے آپ
کا دیدار کرنے کے لیے دور دراز کے سفر کی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔
اس بات کی اجازت دیں گے کہ وہ آپ کے سرچشمۂ علم سے
اپنا حلق تر کر سکے اور آپ کی ہدایت کے نور سے چراغ روشن کرے۔
آپ کی پیروی کرے اور آپ کا حکم بجا لاتے۔"

حضرت خضر نے فرمایا۔ "آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے کیونکہ آپ عجیب عجیب چیزیں دیکھیں گے جو اگرچہ حقیقتاً پسندیدہ ہوں گی لیکن ظاہر میں سخت ناپسند

Marfat.com

ہوں گی مگر چونکہ ہر بات کی ٹوہ لگانا اور اس کی وجہ کی کھوج کرنا انسان
کی فطرت ہے اس لیے آپ اعتراض کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔" اور
ان واقعات کو برداشت نہ کر سکیں گے۔"

حضرت موسیٰ چونکہ علم کے پیاسے تھے اور معرفت کے طلبگار تھے اس لیے آپ نے کہا۔
"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنا فرمانبردار پائیں گے۔"

حضرت خضر نے فرمایا ۔
"اگر میرے ہمراہ رہنا چاہتے ہو تو پہلے یہ شرط قبول کرنا پڑے گی اور
عہد کرنا ہوگا کہ صبر اور احتیاط سے کام لو گے اور جذبات کو اپنے اعصاب
پر حاوی نہ ہونے دو گے ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کچھ حالات و واقعات
آپ دیکھیں اس کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کریں اور اس پر اعتراض
نہ کریں ۔ جب تک کہ سفر ختم نہ ہو جائے ۔
تو میں خود آپ کا دلی اطمینان کر دوں گا۔"

حضرت موسیٰ نے وعدہ فرمایا اور شرائط قبول کر کے حضرت خضر کے ساتھ سفر پر روانہ ہو گئے ۔ ایک جگہ ایک کشتی کے پاس پہنچے اور کشتی والوں سے خواہش کی کہ وہ ان کو بھی کشتی میں بٹھالیں ۔ لوگوں نے جب ان دونوں کے چہروں پر نبوت کی چمک دیکھی تو دونوں کو بغیر اُجرت کے کشتی میں بٹھالیا ۔ اور ان کی بڑی عزت اور خاطر تواضع کی ۔

کشتی میں جو لوگ بیٹھے ہوتے تھے ۔ وہ اپنے اپنے سامان کی درستی میں لگ گئے ۔ ادھر حضرت خضر نے کشتی کے دو تختے اکھیڑ دیئے ۔ حضرت موسیٰ جو ایک جلیل القدر پیغمبر تھے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن کو ظلم و زیادتی کرنے والوں سے جہاد کرنے کے لیے بھیجا تھا اس منظر کو دیکھ کر بُرا بڑا محسوس کیا اور آپ کو بڑا تعجب ہوا کہ کشتی والوں نے تو مہربانی کر کے جگہ دی مگر اس نیکی کا بدلہ خضر نے برائی سے دیا ۔ دوسرے اس بات سے ڈرے کہ ان دو تختوں کے نکالنے کی وجہ سے کشتی ڈوب جائے گی اور لوگ ہلاک ہو جائیں گے ۔ احساسات کے اس طوفان میں آپ سے برداشت نہ ہو سکا اور اپنے وعدہ کو بھول گئے ۔ آپ حضرت خضر سے کہنے لگے ۔

"کیا ایسی قوم کے ساتھ یہی سلوک کیا جانا چاہیئے تھا جنہوں نے ہم کو

Marfat.com

محترم جانا اور ہمارا خوش اخلاقی سے خیر مقدم کیا۔ اس کا بدلہ تم یہ دے رہے ہو کہ ان کی کشتی میں شگاف ڈال کر ان کو غرق کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ تم نے یہ بڑا خطرناک کام کیا ہے "

حضرت خضر نے اپنے کی طرف مخاطب ہو کر آپ کو اپنا وعدہ اور شرط یاد دلائی۔

" میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ رہ کر آپ صبر و ضبط سے کام نہیں لے سکتے "

حضرت موسیٰ نے اپنی بھول کو محسوس کیا۔ عذر خواہی کرتے ہوتے کہا۔

" میری بھول پر گرفت نہ کیجئے اور اپنی صحبت کے شرف سے محروم نہ کیجئے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب آئندہ کے لیے میں اپنے وعدہ پر قائم رہوں گا "

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ نے کشتی چھوڑ دی اور چل پڑے۔ راستے میں ایک خوبصورت بچے کو جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا حضرت خضر نے اپنے پاس بلایا اور اسے اُٹھا کر زمین پر دے مارا اور وہ مر گیا۔

حضرت موسیٰ اس دردناک منظر کو دیکھ کر بے تاب ہو گئے۔ اس حادثہ نے آپ کو بے اختیار کر دیا۔ کیونکہ آپ نے بچشم خود دیکھا کہ ایک خوبصورت بچہ جو ممکن تھا بڑا ہو کر یگانہ روزگار ہوتا اور اپنے ماں باپ کے لیے قابل فخر ہوتا، ایک اللہ والے کے ہاتھ سے بے گناہ مارا گیا۔ ان خیالات میں آپ پھر اپنے وعدہ کو بھول گئے اور کہا۔

" آپ نے اتنا عظیم گناہ جسے گناہ کبیر کہنا چاہیئے کیا ہے۔ خدا کی قسم آپ نے یہ تو بہت ہی سخت ناگوار کام کیا ہے "

حضرت خضر نے آپ کی طرف دیکھ کر ابھی تھوڑی دیر پہلے کی کوئی شرط یاد دلائی اور کہا۔

" کیا میں نہیں کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر و ضبط سے کام نہیں لے سکتے "

حضرت موسیٰ اپنے اعتراض پر شرمندہ ہوتے اور سمجھ گئے کہ اس نیک بندے

Marfat.com

کے لیے آپ کی صحبت بہت گراں ہے۔ حق بات یہ ہے کہ اس دردناک منظر کو دیکھ کر آپ اتنا متاثر ہوئے سب کچھ بھول گئے۔ آخر آپ نے سوچا کہ اب اعتراض نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ سفر کے اختتام پر یہ خود ہی ان تمام باتوں کے راز سے خود حسب وعدہ آگاہ فرمادیں گے۔ پھر آپ نئے سرے سے وعدہ وپیمان کرنے لگے کہ اب کے اگر عجلت کی اور اپنے وعدہ کو بھول گئے تو حضرت خضر کو حق ہو گا کہ وہ اپنی ہمراہی سے روک دیں اور اپنے سے جُدا کر دیں۔

حضرت موسیٰ اور حضرت آگے چل پڑے۔ کافی راستہ طے کرنے کے بعد دونوں تھک کر چُور ہو گئے۔ کھانے پینے کا انتظام کرنے کے لیے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچے جو راہ میں پڑتا تھا لیکن اس گاؤں کے رہنے والوں نے اپنی کنجوسی اور بخل کی بنا پر ان کو ٹھہرانے یا کوئی سہولت پہنچانے سے گریز کیا۔ یہی نہیں بلکہ ان دونوں کو سختی کے ساتھ گاؤں سے نکل جانے کو کہا۔ حضرت خضر اور موسیٰ مجبوراً بھوکے پیاسے گاؤں سے باہر آگئے۔ شہر کے دروازے کے باہر ایک دیوار نظر پڑی جو گرنے کے قریب تھی حضرت خضر اس کی مرمت کرنے لگ گئے۔ اور حضرت موسیٰ جو کہ سخت بھوکے اور نڈھال ہو رہے تھے اور گاؤں والوں کی اس بدسلوکی سے بے حد غصہ میں بھرے ہوئے تھے تعجب سے فرمانے لگے۔

"آپ ان پست ذہنیت لوگوں کو بدسلوکی کا بدلہ احسان سے دے رہے ہیں اور اپنے نڈھال جسم کو ان کی دیوار بنانے میں کھپا رہے ہیں۔ اگر آپ کوئی محنت ہی کرنا چاہتے تھے تو اس بے فائدہ اور بیکار زحمت سے تو بہتر تھا کہ مزدوری ٹھہرا کر کام کرتے تاکہ اس سے کچھ سہارا ہوتا اور بھوک کی تکلیف سے نجات پا جاتے اور اپنی جان کو ہلاک ہونے سے بچاتے۔"

حضرت خضر جن کو یقین ہو چکا تھا کہ حضرت موسیٰ میں اب زیادہ صبر کی طاقت و برداشت نہیں ہے آپ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔

"اب آپ میں اور مجھ میں جدائی کا وقت آگیا ہے۔ لہٰذا ان باتوں کا بھید سن لیجئے جن کے دیکھنے کی آپ میں تاب نہ تھی۔

Marfat.com

وہ کشتی جس کے تختے میں نے اکھاڑے تھے چند مسکین لوگوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے اور اسی کے ذریعہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی روزی فراہم کرتے تھے۔ یہی کشتی ان کی زندگی کا واحد سہارا تھی لیکن اس علاقہ کا ظالم بادشاہ کشتیوں کو بیگار میں فراہم کر رہا تھا اور زبردستی ملکوں سے کشتیاں چھین رہا تھا۔ اس لیے میں نے چاہا کہ اس کی مدد اور مہربانی کے طور پر اس کشتی کو عیب دار بنا دوں تاکہ بادشاہ جب اس نقص کو دیکھے تو بیکار سمجھ کر چھوڑ دے۔ لیکن ظاہر میں یہ کام خراب اور فساد والا تھا مگر درحقیقت اس میں ان مسکینوں کی مدد تھی اور ان کا فائدہ تھا کیونکہ اس کے چھوڑ دیتے جانے سے وہ غریب لوگ آسودہ ہو گئے اور ان کی زندگی زد کے وسیلہ سے محروم نہیں رہی اور اس لڑکے کا قصّہ یوں ہے کہ وہ خوبصورت بچّہ انتہائی بدکردار اور بدمزاج ہوتا۔ اس کے والدین مومن اور نیک تھے۔ والدین فطرتاً اپنی اولاد سے محبت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور ان کے لیے ہر قسم کی پریشانی مول لیتے ہیں اس لیے مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس کے والدین اس کا ساتھ دیتے اور اس طرح ممکن تھا کہ وہ اپنے دین سے پھر جاتے۔ ان دونوں کے دین کی حفاظت کے لیے میں نے اسے مار ڈالا۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض انھیں ایک اور پاکیزہ فطرت بچہ عطا کرے گا۔

اور اس دیوار کا معاملہ یہ تھا کہ مجھے وحی کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ وہ دیوار ایک خزانہ کے اُوپر بنائی گئی تھی۔ وہ خزانہ دو یتیم بچوں کا تھا۔ وہ دونوں لڑکے نیک اور صالح آدمی کے تھے جو مر چکا تھا اس لیے میں نے اس دیوار کو ٹھیک کر دیا کہ جب وہ دونوں بچے سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو ان کا خزانہ ان کو مل جائیگا اور وہ اس سے حلال کی روزی کما سکیں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے یہ کام اپنے ارادہ اور علم سے نہیں کیا بلکہ اللہ کی عنایت و ہدایت میری رہبری کر رہی تھی۔ یہ ہے تاویل ان واقعات کی جن کو دیکھنے کی آپ تاب نہ لا سکے۔"

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قارون

قارون حضرت موسیٰ کا چچازاد بھائی تھا۔ وہ بڑا خوبرو تھا۔ تورات کے حفظ کرنے میں وہ تمام بنی اسرائیل سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ لیکن جاہ طلبی اور دولت پرستی میں وہ حد سے تجاوز کر گیا تھا۔ علاوہ ازیں بخل اور حسد میں بھی وہ اپنا جواب آپ ہی تھا۔ بارہا اس نے یہ بات کہی تھی کہ جس طرح موسیٰ اور ہارون کے لیے پیغمبری کا شرف ہے اسی طرح میرے لیے جاہ و منصب کی دولت کا شرف ہے۔

قارون کو اپنے حسد کی بنا پر حضرت موسیٰ اور ہارون کی بڑھتی ہوئی دعوت حق کو برداشت کرنا گوارا نہ تھا۔ لہٰذا وہ ہمیشہ بنی اسرائیل کو پریشان کرتا رہتا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ لوگ مفلس و قلاش ہو جائیں۔ اس لیے وہ ان کے درمیان لگائی بجھائی کر کے ایک دوسرے سے لڑانے اور آپس میں نفاق پیدا کرنے کی کوشش میں رہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قارون کو اتنی دولت دی تھی کہ کتنے ہی تنومند آدمی اس کے خزانوں کی چابیاں اٹھانے پر نوکر تھے۔ بہت سے آدمیوں کا ایک بڑا عملہ اس کی جائیداد اور دولت کا حساب کتاب رکھنے پر مامور تھا۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کی ان عنایتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے بنی اسرائیل کے سامنے اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے میں فخر محسوس کرتا تھا۔ مال و دولت، سونا چاندی، ہیرے جواہرات جمع کرنے کا اس کو خبط تھا۔ اور اپنی دولت کو لوگوں میں فتنہ و فساد پیدا کرنے میں صرف کرتا تھا۔ اکثر موقعوں پر بنی اسرائیل کے سمجھدار لوگ اس کو اس غلط رویہ کو ترک کرنے کی نصیحت کرتے رہتے لیکن وہ ان کی نصیحت و ہدایت پر کان ہی نہ دھرتا۔ وہ بڑے فخر سے ان سے کہتا۔

"میں نے یہ دولت۔ یہ بے پناہ خزانہ اور یہ تمام اسباب آسائش

Marfat.com

اپنے علم کی قوت سے حاصل کیے ہیں۔"

ایک دن اس نے بہترین لباس سے اپنے آپ کو آراستہ کیا اور نفیس سے نفیس جواہرات اپنے جسم پر سجائے اور اپنے نوکروں چاکروں کی ایک بہت بڑی بھیڑ اپنے ساتھ لیے بڑی شان و شوکت کے ساتھ نکلا۔ تاکہ قوم کے سامنے اپنی عظمت و حشمت کا مظاہرہ کرے۔ جس وقت لوگوں نے قارون کا ٹھاٹ باٹ دیکھا تو ظاہر پرست لوگوں نے اس مال و دولت کی فراوانی کو قارون کی سعادت سمجھا۔ ان کی نگاہوں میں اس کا رعب و جلال چھا گیا۔ لیکن قوم کے روشن دل لوگ جو زندگی کی حقیقتوں سے آگاہ تھے دولت کی آرزو کرنے والے لوگوں سے کہنے لگے۔

"افسوس ہے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ روحانی دولت، عمدہ اعمال اور اچھے اخلاق کا سرمایہ خدا کے پاس جمع ہوتا ہے۔ یہ دولت قارون کی دولت سے بدرجہا بہتر ہے۔ جو ظلم و جور اور فتنہ و فساد کی صفت انسان میں پیدا کرے۔"

قارون کی دولت روز بروز جس قدر بڑھتی جاتی تھی اسی قدر اس کا غرور تکبر بڑھتا جاتا تھا۔ ایک دن حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے قارون سے کہا۔

"تو اپنے مال کی زکوٰۃ دے تاکہ تیرا مال پاک ہو جائے۔"

مگر قارون نے زکوٰۃ دینے میں کنجوسی سے کام لیا اور ٹال مٹول کرتا رہا۔ اور اس نے وہی کیا جو ظالم اور جاہ طلب انسان نصیحت کرنے والوں پر انتقاماً کیا کرتے ہیں۔ اس نے یہ سوچا کہ حضرت موسیٰ پر کوئی تہمت لگا کر قوم میں ان کو بدنام کرے۔ لہٰذا ایک رات اس نے ایک زناکار عورت کو دولت دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰ پر زنا کی تہمت لگائے۔ اور تمام قوم کے سامنے فریاد کرے کہ موسیٰؑ نے اس کی عصمت دری کی ہے۔

جب صبح ہوئی تو بنی اسرائیل کے ساتھ قارون حضرت موسیٰ کے سامنے گیا۔ اور کہنے لگا۔ "کیا توراۃ میں یہ حکم نہیں آیا کہ زانی کو سنگسار کر دینا چاہیئے۔"

حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ "کیوں نہیں۔ یہ توراۃ کا حکم ہے۔ مگر تو کس لیے پوچھ رہا ہے۔"

Marfat.com

قارون نے کہا۔" اگر تورات کا یہ حکم ہے تو پھر اس حکم کے مطابق آپ کو خود سنگسار ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ آپ نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے۔"

حضرت موسیٰ نے اس عورت کو بلوایا اور اسے قسم دی کہ جو کچھ حقیقت حال ہے۔ سچ سچ ساری قوم کے سامنے بیان کر دے۔"

عورت نے کہا۔" قارون جو کچھ کہتا ہے۔ سراسر تہمت اور افترا ہے۔ اس نے مجھے دولت دے کر حضرت موسیٰ پر الزام لگانے پر اکسایا تھا۔ قارون جھوٹا ہے۔ حضرت موسیٰ اس الزام سے پاک اور بے گناہ ہیں۔"

جب قارون کی فتنہ پردازی اس حد تک پہنچ گئی تو حضرت موسیٰ نے اس پر لعنت بھیجی۔ اللہ کے حکم سے اسی وقت ایک سخت زلزلہ آیا۔ زمین نے قارون کے خزانوں اور ایوانوں کو نگل لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے قارون اپنے مال و ثروت کے ساتھ زمین میں دھنس گیا۔ کل تک جو لوگ اس دنیا کی وسعتوں میں قارون کو دولت پر غرور کرتے اور اکڑ کر چلتا دیکھ کر خود بھی اسی طرح دولت مند ہونے کی حسرت کر رہے تھے آج قارون کا یہ انجام دیکھ کر انہوں نے بھی سمجھ لیا کہ دولت و ثروت خدا کی قربت کا ذریعہ نہیں ہے کتنے ہی ایسے صاحب ثروت اور ان کے مال خزانے تباہی و بربادی کے گھاٹ اتر گئے۔

Marfat.com

حضرت حزقیل علیہ السلام

توراۃ میں حضرت حزقیلؑ کے نام سے ایک پورا صحیفہ موجود ہے جو ۴۸ ابواب پر مشتمل ہے لیکن ان میں آپ کی زندگی کے حالات مذکور نہیں ہیں، یہ صحیفہ اس کلام الٰہی پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً آپ پر نازل ہوا، قرآن کریم میں آپ کا نام بیان نہیں ہوا ہے البتہ سورۂ بقر کی آیت ۲۴۳ میں بنی اسرائیل کا ایک خاص واقعہ مذکور ہوا ہے جس کا تعلق ہمارے مفسرین حزقیل علیہ السلام سے بتاتے ہیں۔

"حزقیل" عبرانی زبان کا لفظ ہے اور دو الفاظ سے مرکب ہے "حزقی" اور "ایل"۔ "حزقی" بمعنی "قدرت" اور "ایل" بمعنی "اللہ"۔ چنانچہ "حزقیل کا مطلب ہے۔ "قدرت الٰہی"۔

حضرت حزقیلؑ کا نسب:- توراۃ اور کتب تواریخ و سیر میں آپ کا نسب مذکور نہیں ہے۔ توراۃ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ بوذی کاہن کے بیٹے تھے۔ (حزقی ایل باب ۳) توراۃ کے سابقہ بیانات سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ "کہانت" کا منصب حضرت ہارونؑ اور آپ کی نسل کے لیے مخصوص تھا گو درمیان میں اکثر یہ سلسلہ منقطع بھی ہوگیا، اس لیے ممکن ہے کہ حضرت حزقیلؑ کا تعلق نسلاً حضرت ہارونؑ سے ہو۔

حضرت سموئیلؑ سے حضرت حزقیلؑ تک عہد سلاطین کے حکمران:-

حضرت سموئیل کا تعلق گیارھویں صدی قبل مسیح کے اوائل سے ہے اور حضرت حزقیلؑ کا تعلق چھٹی صدی قبل مسیح سے ہے اور یہ درمیانی دور بنی اسرائیل کی تاریخ میں سلاطین

Marfat.com

کا دور ہے جس کی ابتدا حضرت طالوت سے ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں رجبعام سے اخزیاہ تک (یعنی ۹۲۴ ق م تا ۸۳۴ ق م) شاہان یہوداہ اور یربعام سے یورام تک (یعنی ۹۲۴ ق م تا ۸۳۴ ق م) شاہان اسرائیل کا اجمالی تذکرہ ہم حضرت الیاسؑ کے تذکرہ میں اور پھر

ترجمہ :۔ اور ہم نے نبوت اور کتاب کو ان کی ذریت ہی میں (مقرر) کر دیا۔

(عنکبوت ۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی اور رسول مبعوث ہوتے سب آپ کی نسل سے تھے۔ اور چونکہ حضرت ذوالکفلؑ نبی تھے۔ اس سے یقیناً حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے۔ سورۃ انبیاء میں آپ کا نام حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ادریسؑ کے ناموں کے ساتھ مذکور ہوا ہے اور آپ کے صبر و رضا اور نیکوکاری کی توصیف فرمائی گئی ہے اور ان تینوں انبیائے کرام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے نزول کا اعلان فرمایا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ :۔

"اور اسمٰعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ (کو یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا، بلاشبہ وہ نیکوکار تھے۔"

(الانبیاء ۸۵، ۸۶)

ظاہر ہے کہ آپ کے صبر اور نیکوکاری کا تعلق آپ کے واقعاتِ حیات سے ہے جو عدم علم کی بناء پر اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ سورۃ ص میں آپ کا نام حضرت اسماعیلؑ اور حضرت الیسعؑ کے اسمائے گرامی کے بعد مذکور ہوا ہے اور یہاں آپ کی پاکیزہ سیرت کی توصیف بیان ہوئی ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ :۔

"اور اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا ذکر کر اور وہ سب خوبی والے تھے۔"

(ص ۴۸)

Marfat.com

حضرت الیاس علیہ السلام

توراۃ میں حضرت الیاسؑ کا نام ایلیاہ بیان ہوا ہے، اور آپ کا تذکرہ سلاطین اول باب ۱۷ تا باب ۲۲ اور سلاطین دوم باب ۱۔۲ میں ہوا ہے، قرآن کریم میں دوسرے انبیاء کرام کے ساتھ آپ کا نام سورۂ انعام کی آیت ۸۵ میں آیا ہے اور آپ کا ذکر سورۂ صافات کی آیات ۱۲۳ تا ۱۳۲ میں ہوا ہے۔

نسب نامہ:- حضرت الیاسؑ کا سلسلہ نسب توراۃ میں نہیں ملتا البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی جائے سکونت جلعاد (GILAD) کا علاقہ تھا لیکن توراۃ نے تصریح کی ہے کہ آپ جلعاد کے "پردیسیوں میں سے" تھے۔ (سلاطین اوّل باب ۱۷) توراۃ نے آپ کو تشبی (TISHBITE) بتایا ہے۔ ہمارے مؤرخین نے آپ کا نسب یہ بیان کیا ہے۔

حضرت الیاسؑ بن یاسین بن فنحاس بن لیغزار بن حضرت ہارونؑ۔ کچھ مؤرخین نے نسب یہ بتایا ہے۔

حضرت الیاسؑ بن عازر بن لیغزار بن حضرت ہارونؑ۔

مگر یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں بیان غلط ہیں۔ پہلے بیان کے مطابق حضرت الیاسؑ حضرت ہارونؑ کی چوتھی پشت میں اور دوسرے بیان کے مطابق تیسری پشت میں آتے ہیں حالانکہ حضرت ہارونؑ اور حضرت الیاسؑ کے زمانہ میں کم و بیش چھ سو سال کا فصل ہے۔ حضرت ہارونؑ کی تاریخ ولادت ۱۵۲۳ء ق م اور تاریخ دفات ۱۴۰۰ء ق م ہے اور حضرت الیاسؑ بحیثیت پیغمبر کے حسب بیان توراۃ تقریباً ۸۵۰ء ق م میں سامنے آتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں تین چار پشتوں کے جو نام مذکور ہوتے

Marfat.com

ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ توراۃ کی کتاب تواریخ اول باب ۶ آیات ۱ تا ۱۵ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے قصص القرآن جلد دوم میں حضرت یوشع ؑ بن نون کے تذکرہ کے بعد حضرت حزقیل ؑ کا ذکر کیا ہے اور آپ کے بعد حضرت الیاس ؑ اور حضرت الیاس ؑ کے زمانہ کے متعلق ہمارے مؤرخین سخت مضطرب البیان نظر آتے ہیں اس سلسلہ میں سب سے پہلا قول حضرت ابن عباس ؓ اور حضرت ابنِ مسعود ؓ کا آتا ہے، صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔

"ابنِ مسعودؓ اور ابن عباسؓ کے متعلق روایت ہے کہ ہر دو حضرات کے نزدیک الیاس ؑ اور ادریس ؑ ایک ہی شخص کا نام ہے"

اگر یہ قول صحیح ہو تو حضرت الیاس ؑ کا تعلق نہایت قدیم زمانہ سے ہو گا چونکہ حضرت ادریس ؑ کا زمانہ حضرت آدم ؑ اور حضرت نوح ؑ کا درمیانی زمانہ ہے لیکن یہ روایت مرفوع نہیں ہے یعنی اس کا سلسلہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا اس لیے اس روایت کی حیثیت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ حضرت ابنِ مسعودؓ اور حضرت ابنِ عباس ؓ کا یہ ذاتی خیال ہے۔ توراۃ کا بیان اس خیال کی تائید نہیں کرتا، توراۃ میں حضرت ادریس ؑ کا نام حنوک ؑ (ENOCH) بیان ہوا۔ آپ حضرت آدم ؑ کی چھٹی پشت میں تھے اور حضرت نوح ؑ کے پرداد اتھے۔ حضرت الیاس ؑ کو توراۃ میں ایلیا ؑ کہا گیا ہے اور آپ کا تذکرہ حضرت سلیمان ؑ کے بعد ہوا ہے۔ توراۃ اور قرآن دونوں نے آپ کی قوم کی گمراہی کے سلسلہ میں بعل کی پرستش کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے الیاس ؑ اور توراۃ کے "ایلیا ؑ"، ایک ہی پیغمبر ہیں۔

امام طبریؒ کا بیان ہے کہ آپ کی بعثت حضرت حزقیل ؑ کے بعد ہوئی حالانکہ توراۃ میں حضرت حزقیل ؑ کا ذکر آپ کے بہت بعد ہوا ہے۔

حضرت ہارون ؑ کی نسل کے نام بیان ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ ان کی رو سے حضرت ہارون کی چودھویں پشت میں عزریاہ کا نام آتا ہے یہ حضرت سلیمان ؑ کے ہم عصر اور یروشلم میں آپ کے زمانہ میں کاہن کے عہدہ پر مامور تھے۔ حضرت سلیمان ؑ کی تیسری پشت میں آسا کا نام آتا ہے، ان ہی آسا کا ہم عصر اسرائیل کا حکمران اخی اب تھا جس

Marfat.com

کے زمانہ میں حضرت الیاسؑ کا ظہور ہوا۔

حضرت ہارونؑ کی نسل کا سلسلہ بنوکذ نذر (بخت نصر) کے حملہ بیت المقدس تک جو توراۃ میں مذکور ہوا ہے یہ ہے۔

یہو صدق (یہ بنوکذ نذر کے حملہ بیت المقدس کے وقت جو ۵۸۶ ق م میں ہوا موجود تھے اور دوسرے بنی اسرائیل کے ساتھ یہ بھی اسیر ہو کر بابل گئے تھے) بن سرایاہ بن عزریاہ بن خلقیاہ بن سلوم بن صدوق بن اخیطوب بن امریاہ (یہ حضرت سلیمانؑ کے ہم عصر اور یروشلم میں کاہن تھے) بن یوحنان بن عزریاہ بن اخیمض بن صدوق بن اخیطوب بن امریاہ بن مرایوت بن زداخیاہ بن عزّی بن بقی بن ابیسوع بن فیخاس بن الیعزار بن حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت ہارونؑ کے دوسرے بیٹے کا نام جن سے آپ کی نسل چلی اتمر تھا۔ مگر ان سے چلنے والی نسل کی تفصیل ہمیں توراۃ میں نہیں مل سکی اس لیے ہمارے مؤرخین کے بیانات سے زیادہ سے زیادہ جو بات اخذ کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت الیاسؑ کا تعلق حضرت ہارونؑ کی نسل سے ہے۔

حضرت سلیمانؑ سے حضرت الیاسؑ تک بنی اسرائیل کی تاریخ پر ایک نظر

حضرت سلیمانؑ کی وفات کے فوراً بعد ملک میں سیاسی بحران اور کش مکش کا دور شروع ہو گیا آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے رجعام سکم کو گئے اور تمام بنی اسرائیل نے متفقہ طور پر آپ کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ یربعام جس نے حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں سر اُٹھایا تھا اور بالآخر مصر کو فرار ہو گیا تھا، اب واپس آیا اور اس نے ایک جماعت کے ساتھ رجعام سے مطالبہ کیا کہ حضرت سلیمانؑ کے عہد میں خدمت کا جو بھاری بوجھ ہم لوگوں پر ڈال دیا گیا تھا۔ اس کو ہلکا کر دیا جائے تو ہم مملکت کے وفادار رہیں گے مگر رجعام نے اپنے نوجوان مشیروں کے مشورہ پر عمل کر کے ان کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ رجعام جب یروشلم واپس آئے تو یربعام کی قیادت میں قبیلۂ بنی بمین کے ایک لاکھ اسی ہزار جنگجو افراد نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور بالآخر سلطنت دو حصّوں کو تقسیم ہو گئی۔ رجعام صرف یہوداہ کے قبیلہ پر حکمران رہے اور اس وقت سے ان کا لقب شاہ یہوداہ ہو گیا اور باقی دس قبیلوں

Marfat.com

پھر یربعام نے حکومت قائم کرلی اور سکم کو از سرنو تعمیر کرکے اپنا دارالسلطنت مقرر کیا یہ شاہِ اسرائیل کہلایا یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے سے برسرپیکار رہیں، ان دونوں خاندانوں اور ان کے حکمرانوں کا اجمالی خاکہ یہ ہے۔

شاہانِ یہوداہ

۱۔ رحبعام RAHOBOAM ۹۲۴ تا ۹۰۸ ق م

سیاسی حالات :۔ تخت نشینی بعمر ۴۱ سال، مدت حکومت ۱۷ سال، آپ کی والدہ کا نام نعمہ تھا جو عمونی خاتون تھیں۔ آپ کی کئی ازواج تھیں مگر آپ سب سے زیادہ محبت معکہ سے کرتے تھے جو حضرت سلیمانؑ کے سوتیلے بھائی ابی سلوم کی لڑکی تھیں (سلاطین اول باب ۱۴، ۲۱، باب ۱۵، ۲)

آپ کے زمانہ میں یربعام نے بغاوت کرکے بنی اسرائیل کے دس قبیلوں پر اپنی حکومت قائم کرلی اور رحبعام کی حکومت صرف بنی یہوداہ پر رہ گئی ان کا دارالسلطنت یروشلم تھا (سلاطین اول باب ۱۲) ان کی حکومت کے پانچویں سال فرعون مصر سیسق نے یروشلم پر حملہ کرکے اس کو تاراج کیا۔

شاہانِ اسرائیل

۱۔ یربعام IEROBOAM (۹۲۴ تا ۹۰۳ ق م)

سیاسی حالات : یربعام بن نباط حکومت اسرائیل کا بانی تھا ۹۲۴ میں حضرت سلیمانؑ کی وفات کی خبر پاکر یہ مصر سے لوٹا اور رحبعام کے خلاف بغاوت کرکے بنی یہوداہ کے علاوہ بنی اسرائیل کے دس قبیلوں پر حکومت قائم کرلی۔ اس کا دارالسلطنت سکم تھا۔ اس نے ۲۲ سال تک حکومت کی (سلاطین اول باب ۱۲، ۱ تا ۲۵)

مذہبی کیفیت :۔ مذہبی حیثیت سے یربعام سخت گمراہ تھا۔ مذہبی معاملات میں یروشلم کو جو مرکزی حیثیت حاصل تھی اس کے خلاف یربعام نے سیاسی اغراض و منفا کے پیش سال یعنی

۸۴۵ ق م میں پیش آیا ہوگا۔ چنانچہ اس دار فانی سے آپ کے کوچ کی تاریخ ۸۴۵ ق م ہے۔ اگر آپ کے ظہور کا زمانہ ۹۰۰ ق م فرض کرلیا جائے تو آپ کا زمانہ تقریباً ۹۰۰ ق م تا ۸۴۵ ق م ہے۔

اُوپر ذکر ہو چکا ہے کہ شاہِ اسرائیل اخی اب صیدانیوں کے بادشاہ انتصبل کی بیٹی ایزبل سے شادی کرنے کے بعد خود بھی بعل کی پرستش کرنے لگا تھا اور اس نے سامریہ میں بعل کا ایک مندر اور مذبح تعمیر کیا تھا۔ اور اس طرح بنی اسرائیل سے بھی اس نے بعل کی پرستش شروع کروادی تھی، اب وقت آگیا تھا کہ ایک ہادی برحق منظر عام پر آتے اور شرک و بت پرستی کی گمراہیوں سے روک کر لوگوں کو راہ حق دکھاتے۔

Marfat.com

حضرت الیاسؑ جلعاد میں رہتے تھے آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اخی اب اور بنی اسرائیل کے گناہوں کی سزا میں تین سال کے لیے ان پر قحط اور خشک سالی کا عذاب نازل کیا تاکہ ٹھوکر کھا کر اب بھی سنبھل جائیں۔ توراۃ میں ہے۔

"اور ایلیاہ تشبی نے جو جلعاد کے پردیسیوں میں سے تھا۔ اخی اب سے کہا کہ خدا وند اسرائیل کے خدا کی حیات کی قسم جس کے سامنے میں کھڑا ہوں۔ ان برسوں میں اوس نہ پڑے گی نہ مینہ برسے گا جب تک میں نہ کہوں"

یہ بات اخی اب کے گناہ اور گمراہی کی سزا ہونے کے علاوہ حضرت الیاسؑ کی نبوّت و صداقت کی ایک دلیل بھی تھی تاکہ لوگوں پر آپ کے مرسل من اللہ ہونے کی حقیقت واضح ہو جائے اور وہ آپ کی رشد و ہدایت پر توجہ اور عمل کر سکیں۔

روپوشی:- اس کے بعد حضرت الیاسؑ کو حکم ہوا کہ "یہاں سے چل دے اور مشرق کی طرف اپنا رُخ کر

حضرت الیاس علیہ السلام کا زمانہ: توراۃ سے اخذ کر کے جو واقعات ہم نے اُوپر درج کیے ہیں ان سے ثابت ہے کہ اخی اب کے زمانہ میں جب بعل کی پرستش عام ہو گئی تھی اور گمراہی حد سے بڑھ چکی تھی، حضرت الیاسؑ تبلیغ و ہدایت کے لیے منظرِ عام پر تشریف لائے ان واقعات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اخی اب، آسا شاہ یہوداہ کی حکومت کے اڑتیسویں سال تخت پر بیٹھا اور اس نے ۲۲ سال حکومت کی۔ آپ کا وصال ۹۲۴ء ق م میں ہوا۔ آپ کے بعد رحبعام تخت نشین ہوتے اور انہوں نے ۱۷ سال حکومت کی چنانچہ رحبعام کے دوران حکومت کی تاریخیں ۹۲۴ء ق م تا ۹۰۸ء ق م ہوئیں رحبعام کے بعد ان کے بیٹے ابیام یروشلم میں سر براہِ سلطنت ہوتے۔ انہوں نے صرف تین سال حکومت کی چنانچہ ابیام کا زمانہ حکومت ۹۰۸ء ق م تا ۹۰۶ء ق م ہے۔ ابیام کے بعد ان کے بیٹے آسا تخت پر متمکن ہوئے اور انہوں نے ۴۱ سال حکومت کی۔ چنانچہ ان کا دوران حکومت ۹۰۶ء ق م تا ۸۶۶ء ق م قرار پاتا ہے۔ توراۃ میں ہے کہ آسا کی حکومت کے اڑتیسویں سال اخی اب شاہ اسرائیل ہوا اور اس نے ۲۲ سال حکومت کی۔ چنانچہ اخی اب

Marfat.com

بشاہ اسرائیل ہوا اور اس کے ۲۲ سال حکومت کی چنانچہ اخی اب کی حکومت کا زمانہ ۸۶۷ ق م
تا ۸۴۶ ق م ہے۔ اسی زمانہ میں حضرت الیاسؑ رشد و ہدایت کے لیے منظر عام پر تشریف
لائے۔ اخی اب کے بعد اس کا بیٹا اخزیاہ ۸۴۶ ق م میں تخت پر بیٹھا اور دوسرے سال
۸۴۵ ق م میں مرگیا۔ توراہ میں ترتیب وار پہلے اخزیاہ کی موت کا ذکر ہے (سلاطین دوم باب ۱۷:۱)
پھر حضرت الیاسؑ کے رفع الی [redacted] کا بیان ہے (ایضاً باب ۲: ۱۱) اور اس کے بعد
اخی اب کے دوسرے بیٹے یہورام کی تخت نشینی کا ذکر ہے۔ (ایضاً باب ۳: ۱) ظاہر ہے
کہ اخزیاہ کی موت اور یہورام کی تخت نشینی ایک ہی سال کے یکے بعد دیگرے پیش
آنے والے واقعات ہیں۔ اس لیے قیاس کہتا ہے کہ درمیان میں مذکور ہونے والا واقعہ
یعنی حضرت الیاسؑ کا رفع الی السماء بھی اسی نالہ کے پاس جو یردن کے پاس سامنے کی
طرف ہے جا چھپ۔"

چنانچہ حسب الحکم آپ نے تعمیل کی۔ آپ کی غذا کا انتظام کوے کے ذریعے کیا گیا جو
روز صبح و شام اللہ کے حکم سے آپ کے لیے روٹی اور گوشت لاتا تھا۔ اور آپ اس کو کھا
کر نالہ سے پانی پیتے تھے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کی صارپت کو ہجرت :- کچھ عرصہ کے بعد خشک سالی کے سبب

وہ نالہ سوکھ گیا۔ اب حضرت الیاسؑ نے بحکم الٰہی صیدا کے صارپت کو ہجرت فرمائی۔
شہر کے پھاٹک پر آپ کو ایک بیوہ ضعیف عورت ملی جو لکڑیاں چن رہی تھی آپ نے
اس سے کھانا اور پانی طلب کیا۔ بڑھیا نے بتایا کہ اس کے گھر مٹکے میں ایک مٹھی آٹا اور
کپی میں تھوڑا سا تیل ہے اور اس کا ایک بیٹا ہے، اس نے کہا کہ میں اس لیے لکڑیاں
چن رہی ہوں کہ جو تھوڑا سا آٹا بچ رہا ہے وہ پکا کر اپنے بیٹے کو کھلا دوں اور پھر ہم
دونوں مر جائیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ وہ غم نہ کرے، کھانا تیار کر کے پہلے آپ
کو کھلا دے، اللہ نے چاہا تو جب تک قحط اور خشک سالی ہے نہ اس کے مٹکے کا آٹا ختم
ہوگا اور نہ اس کی کپی کا تیل چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ اس بڑھیا کے ساتھ رہنے لگے۔
(سلاطین اول باب ۱۷: ۸ تا ۱۶)۔

احیاء موتی کی مثال :- کچھ عرصہ کے بعد اس بڑھیا کا بیٹا سخت بیمار رہا اور مرگیا۔ بڑھیا نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد

Marfat.com

کی، آپ کو اس پر ترس آ گیا آپ اس کے بیٹے کی لاش اُٹھا کر بالا خانہ پر لے گئے اور اس کو اپنے پلنگ پر لٹا دیا اور۔

"اس نے اپنے آپ کو تین بار اس لڑکے پر پسار کر خداوند سے فریاد کی اور کہا' اے خداوند، میرے خدا! میں تیری منت کرتا ہوں کہ اس لڑکے کی جان اس میں پھر آ جائے اور خداوند نے ایلیاہ کی فریاد سُنی اور لڑکے کی جان اس میں پھر آ گئی اور وہ جی اُٹھا۔"

اور آپ نے بڑھیا کو یہ کہہ کر کہ اس کا بیٹا مرا نہیں زندہ ہے سپرد کر دیا۔ قحط اور خشک سالی کی اس آزمائش کے باوجود شاہ اسرائیل اخی اب اور ملکہ ایزبل کو تنبیہ نہیں ہوا بلکہ ان کی سرکشی اور گمراہی برابر بڑھتی گئی۔

اخی اب حضرت الیاسؑ اور دوسرے انبیاء برحق کو اپنا دشمن سمجھنے لگا اور ایزبل نے چن چن کر انبیاء کرام کو قتل کروا دیا، حضرت الیاسؑ کو بہت تلاش کیا گیا مگر آپ کہیں نہ ملے۔ یہ دیکھ کر اخی اب کے دیوان عبدیاہ نے جو صاحب ایمان تھا سو نبیوں کو دو غاروں میں چھپا دیا اور خفیہ طور پر ان کو کھانا اور پانی پہنچاتا رہا۔ (سلاطین اول باب ۱۸ تا ۵) توراۃ میں اخی اب اور ایزبل کی گمراہی اور سرکشی کے متعلق ہے۔

"اخی اب کے مانند کوئی نہیں ہوا تھا جس نے خداوند کے حضور بدی کرنے کے لیے اپنے آپ کو بیچ ڈالا تھا اور جسے اس کی بیوی ایزبل اُبھارا کرتی تھی اور اس نے نہایت نفرت انگیز کام یہ کیا کہ اموریوں کی طرح جن کو خداوند نے بنی اسرائیل کے آگے سے نکال دیا تھا بتوں کی پیروی کی۔"

اب حضرت الیاسؑ کو حکم ہوا کہ آپ پھر جا کر اخی اب سے ملیں اور اس کی گمراہی سے روکیں، آپ یہ حکم ملتے ہی سامریہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ادھر سامریہ میں سخت قحط اور خشک سالی سے انسان اور جانور مر رہے تھے۔ اخی اب گھوڑوں اور خچروں کے لیے پانی اور گھاس کی تلاش میں چشموں اور نالوں کا گشت کرتا ہوا ایک طرف خود روانہ ہو گیا تھا اور دوسری طرف اس نے اپنے دیوان عبدیاہ سے کہا کہ وہ جائے، عبدیاہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اسے حضرت الیاسؑ آتے ہوئے ملے۔

Marfat.com

عبدیاہ تعظیم بجالایا آپ نے عبدیاہ سے فرمایا کہ جاکر اخی اب کو اطلاع کرے کہ ہم اس سے ملنے کے لیے آئے ہیں، عبدیاہ یہ سُن کر سخت گھبرایا، اُس نے قتل انبیاء کا واقعہ سنایا اور بتایا کہ اخی اب نے آپ کو ہر جگہ تلاش کروایا تھا، وہ دشمنی پر تُلا ہوا ہے اور جب اس کو یہ اطلاع دی گئی کہ آپ ملک میں موجود نہیں ہیں۔ تب وہ خاموش ہوا ہے اب اگر میں نے جاکر آپ کی آمد کی اطلاع دی اور اس دوران میں آپ حکم الٰہی پاکر کسی اور طرف تشریف لے گئے تو وہ مجھے قتل کروا دے گا۔ لیکن تمام وحشت خیز خبروں کو سُن کر بھی اللہ کے پیغمبر کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش پیدا نہ ہو سکی۔ آپ نے فرمایا۔

"رب الافواج کی حیات کی قسم جس کے سامنے میں کھڑا ہوں میں آج اس سے ضرور ملوں گا۔"

مجبور ہو کر عبدیاہ اخی اب کے پاس آیا اور حضرت الیاس؈ کا پیغام اس کو پہنچا دیا، اخی اب یہ خبر پاتے ہی فوراً آیا اور حضرت الیاس؈ کو دیکھ کر بولا۔

"اے اسرائیل کو ستانے والے کیا تو ہی ہے؟"

آپ نے فرمایا:

"میں نے اسرائیل کو نہیں ستایا بلکہ تو اور تیرے باپ کے گھرانے نے، کیونکہ تم نے خداوند کے حکموں کو ترک کیا اور بعلیم کا پیرو ہو گیا۔"

حضرت الیاس؈ کا چیلنج: بعل کے مندر کے ساڑھے چار سو اور یسیرت کے چار سو پجاری تھے جو ایزبل کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔ حضرت الیاس؈ نے اب اخی اب سے یہ مطالبہ کیا کہ ان سب کو آپ کے پاس کوہ کرمل پر اکٹھا کرے۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا۔

"تم کب تک دو خیالوں میں ڈانواڈول رہو گے؟ اگر خداوند ہی خدا ہے تو اس کے پیرو ہو جاؤ اور اگر بعل ہے تو اُس کی پیروی کرو۔"

پیغمبرانہ جلال کے سامنے باطل کی زبانیں گُنگ ہو گئی تھیں اور وہ ایک حرف بھی جواب میں نہ کہہ سکے یہ دیکھ کر آپ نے حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کر کے

Marfat.com

دعوتِ حق کو دلوں کی گہرائیوں تک اُتار دینے کا ایک اور مؤثر طریقہ اختیار فرمایا۔ آپ نے تمام مجمع کے سامنے بعل کے پجاریوں کو مخاطب فرما کر کہا، تم تعداد میں چار سو پچاس ہو اور میں تنہا ہوں آؤ حق و باطل کے فیصلہ کے لیے ہم یہ صورت اختیار کریں کہ تم ایک بیل لو اور اس کو ذبح کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے لکڑیوں پر رکھو لیکن لکڑیوں میں آگ نہ دینا اور ایک بیل لے کر میں بھی یہی کرتا ہوں۔ پھر تم سب مل کر اپنے دیوتا بعل سے دُعا کرو اور میں اپنے خدا سے دُعا کرتا ہوں پھر آسمان سے آگ ظاہر ہو کر جس کی قربانی کو قبول کرے وہی حق پر سمجھا جائے۔ یہ سُن کر تمام مجمع یک زبان ہو کر بول اُٹھا " خوب کہا "

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس طرح ساحرین فرعون کو پہلے موقع دیا تھا، اسی طرح حضرت الیاس نے بعل کے پجاریوں کو اپنی قربانی پیش کرنے کا موقع پہلے دیا تھا۔ انہوں نے بیل کو ذبح کر کے ٹکڑے بناتے پھر ان ٹکڑوں کو لکڑیوں پر رکھا اور۔

" صبح سے دوپہر تک بعل سے دُعا کرتے رہے اور کہتے رہے اے بعل ہماری سُن، پر نہ کچھ آواز ہوئی اور نہ کچھ اور، نہ کوئی جواب دینے والا تھا اور وہ اس مذبح کے گرد جو بنایا گیا تھا کُودتے رہے "

اب حضرت الیاس ع نے ان کی گمراہی کو پوری طرح لوگوں پر واضح کرنے کے لیے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

" بلند آواز سے پکارو کیوں کہ وہ تو دیوتا ہے وہ کسی سوچ میں ہو گا یا شاید وہ سوتا ہے۔ سو ضرور ہے کہ وہ جگایا جائے "

عقل کے دشمن پجاری اب بھی اپنی گمراہی اور بدعقلی پر متنبہ نہ ہوتے بلکہ بعل کو زور زور سے پکارنے لگے اور اپنے دستور کے مطابق اپنے آپ کو خنجروں اور نشتروں سے گھائل کرنے لگے یہاں تک کہ وہ لہولہان ہو گئے اور سہ پہر ڈھل کر شام ہونے لگی۔

اب حضرت الیاس ع نے سب کو اپنے پاس بُلایا، اللہ کا نام لے کر بیل کو ذبح کیا اور اس کے ٹکڑے لکڑیوں کے ایک دوسرے انبار پر چُن دیئے اور پھر لوگوں سے کہا کہ چار مٹکے پانی بھر کر اس ذبیحہ اور لکڑیوں کے اُوپر ڈال دو، پھر آپ نے دوبارہ اور سہ بارہ اسی طرح پانی ڈلوایا یہاں تک کہ پانی مذبح کے چاروں طرف بہنے لگا، اب حضرت الیاس ع بارگاہ الٰہی میں بدست دعا ہوتے اور عرض کی۔

Marfat.com

"اے خداوند! ابراہامؑ اور اضحاقؑ اور اسرائیل کے خدا! آج معلوم ہو جائے کہ اسرائیل میں تو ہی خدا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے ان سب باتوں کو تیرے ہی حکم سے کیا ہے میری سُن اے خداوند، میری سُن تاکہ یہ لوگ جان لیں کہ اے خداوند تو ہی خدا ہے اور تو نے پھر ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے"

پیغمبر کی دُعا بارگاہِ الٰہی میں فی الفور مقبول ہوئی اور آسمان سے آگ نے نازل ہو کر آپ کی قربانی اور لکڑیوں کو جلا دیا اور پانی کو خشک کر دیا، حقیقت کو دیکھ کر جس طرح ساحرین فرعون بے اختیار پکار اُٹھے تھے۔

"اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ۝ (اعراف ۱۲۲)

اسی طرح یہ تمام مجمع بھی حقیقت کا اس طرح مشاہدہ کرکے مُنہ کے بل زمین پر گر پڑا اور بیک زبان پکار اُٹھا۔

"خداوند وہی خدا ہے، خداوند وہی خدا ہے"

اس کے بعد حضرت الیاسؑ نے لوگوں سے کہا کہ بعل کے ان پجاریوں کو پکڑ لو اور کوئی بھاگنے نہ پائے، آپ نے ان سب کو قیسون کے نالہ کے پاس قتل کر دیا۔

پھر آپ نے اخی اب سے کہا کہ تو کرمل پہاڑ کے اُوپر چڑھ جا اور کھا پی چونکہ اب کثرت کی بارش ہونے والی ہے اور آپ خود مراقبہ میں بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ سمندر کی طرف دیکھ کیا نظر آتا ہے، وہ پہاڑ پر دیکھنے کو گیا اور لوٹ کر کہا کہ کچھ نظر نہیں آتا۔ اسی طرح آپ نے اس کو سات بار بھیجا، ساتویں بار اس نے اطلاع دی کہ ہاتھ کے برابر ایک چھوٹا سا بادل نظر آتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اب اخی اب سے جا کر کہہ دو کہ شہر کو روزانہ ہو جائے اور تھوڑی ہی دیر میں تمام آسمان پر گھٹا چھا گئی اور زور کی بارش ہوئی۔ (سلاطین اوّل باب ۱۸)

قرآن کریم میں حضرت الیاسؑ کا ذکر

قرآن کریم نے اپنے مقصد رشد و ہدایت کو پیش نظر صرف حضرت الیاسؑ کے تبلیغ و ارشاد کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ دین حق سے برگشتہ ہو کر بعل کی پرستش میں مُبتلا ہو گئے تھے۔

Marfat.com

حضرت الیاسؑ نے ان کی اس گمراہی کے خلاف اپنی آواز بلند کی اور ان کو دین حق کی تعلیم دی۔ سورۂ صافات کی ان دس آیات میں آپ کی نبوت و رسالت کا بھی اعلان ہے، آپ کی قوم کی گمراہی و برگشتگی کا بھی ذکر ہے، آپ کی تبلیغ و ارشاد کا تذکرہ ہے اور آپ کی فضیلت و برگزیدگی کا بھی بیان ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: "اور تحقیق الیاسؑ رسولوں میں ہیں، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تو، کہ تم ڈرتے کیوں نہیں کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور اس سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑے دیتے ہو جو اللہ ہے رب تمہارا اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا، پھر ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا سو وہ پکڑے ہوتے حاضر کیے جائیں مگر جو بندے ہیں اللہ کے چُنے ہوئے اور ہم نے ان کا ذکر (خیر) پچھلوں میں باقی چھوڑ دیا کہ سلام ہو الیاسین پر ہم نیک بندوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ (صافات ۱۲۳ تا ۱۳۲)

"بعل" کی تحقیق

"بعل" کا لفظ تمام سامی زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے لغوی معنی "قوت و تسلط" کے ہیں، اس سے دوسرے معنی قوی سلطان اور مالک کے ہوتے اور اسی سے مجازاً آقا اور پھر شوہر کے معنی میں یہ لفظ استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن کریم میں شوہر کے معنی میں "بعل" کا لفظ بکثرت آیا ہے۔

بعل نہایت قدیم زمانہ سے سامی اقوام میں پوجا جاتا رہا ہے۔ سب سے پہلے بعل سے ہماری ملاقات قدیم بابل میں ہوتی ہے۔ بابل کے کھنڈروں میں جو تختیاں اور ہیکلوں کے جو کُتبات پائے گئے ہیں ان میں بہت سے دوسرے معبودوں کے ساتھ بعل کا نام بھی "بیلت الیبن" (قوت کی دیوی) کی صورت میں موجود ہے، بابلی زبان میں اسی بعل کا نام "بیل" تھا۔

توراۃ میں اس کا نام مختلف طریقوں سے آیا ہے "بعل" (سلاطین اوّل باب ۱۶ ۳۱)

Marfat.com

"بعل فغور" (گنتی باب ۲۵، ۱۸) اور "بعل بریت" (قضاۃ باب ۳۳ و باب ۹، ۴)
"بعلیم" (سلاطین اول باب ۱۸، ۱۸) اور "بعل زبوب" (سلاطین دوم باب ۱، ۲) ۔
اہل بابل کے بعد اہل مدین (حضرت شعیبؑ کے زمانہ میں) اس بت کی پوجا کرتے نظر
آتے ہیں۔ (گنتی باب ۲۲، ۱۴، ایضاً باب ۲۵، ۳، ایضاً باب ۵، ۱۷) اہل مدین بعل کے لیے مذبح
قربانگاہ اور ہیکل بناتے تھے ان میں لوبان اور خوشبودار چیزیں جلاتے تھے، بہترین قربانی
یہ سمجھی جاتی تھی کہ اولاد کو اس کی خاطر آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ (یرمیاہ باب ۱۹، ۵) ۔
یہی بت دوان یا اصحاب الایکہ کا معبود بھی رہ چکا ہے، عمون مولک کو پوجتے تھے مولک
اور بعل ایک ہی ہیں، عبری کا مولک، عربی کا مالک اور بعل کا ہم معنی ہے ۔بعل اور مولک
کے لیے رسوم بھی ایک ہی قسم کے تھے، دونوں پر اولاد کو قربان کیا جاتا تھا۔
مستشرقین یورپ کی تحقیق کے مطابق بعل ستارۂ زحل کا نام تھا، اس کے لیے اونٹ کی
قربانی بھی کی جاتی تھی۔
اس کے بعد قرآن کریم اور توراۃ کے بیانات کے مطابق حضرت الیاسؑ کی قوم اس بت کی
پرستش کرتی نظر آتی ہے۔جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے، اس وقت یہ دیوتا شام کا معبود
تھا۔اس کے بعد بعل، ہبل کے نام سے زمانہ جاہلیت میں عرب میں پہنچا نظر آتا ہے۔علامہ
سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

"عرب کا مشہور دیوتا ہبل جو قریش کا خدائے اعظم تھا اسی بعل کی
تحریف ہے عبرانی میں "ھ" کلمہ تعریف ہے، بعل کو وہ "ھَبَعَل" کہتے
تھے۔عمرو بن لحی شام کے دیوتاؤں کو جب عرب لے کر چلا تو مکہ
پہنچتے پہنچتے "ھبل" کی صورت ھبل سے بدل گئی اور عرب میں اس
کی شکل وصورت علامہ موصوف یہ بیان کرتے ہیں۔

"اس کی انسان کی مورت تھی، عقیق سرخ سے بنایا گیا تھا، اس
کا داہنا ہاتھ ٹوٹا تھا، قریش کو اسی حالت میں ملا تھا۔انہوں نے
سونے کا ہاتھ بنوا کر لگوایا تھا یہودیوں کے بعل کی شکل بھی یہی تھی۔
فرق یہ ہے کہ یہ تمام تر سونے کا تھا۔ہبل خاص خانہ کعبہ میں
نصب تھا، فال کے پانسے اسی کے آگے ڈالے جاتے تھے۔"

Marfat.com

حضرت الیاس علیہ السلام کی سامریہ سے ہجرت:

توراۃ میں ہے کہ شاہ اسرائیل اخی اب نے کوہ کرمل سے واپس لوٹ کر تمام کیفیت اور بعل کے پجاریوں کا قتل کا ماجرا ملکہ ایزبل کو سنایا، وہ یہ سُن کر سخت برا فروختہ ہوئی اور اس نے حضرت الیاسؑ کے پاس قاصد روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ۔

"اگر میں کل اس وقت تک تیری جان ان کی جان کی طرح نہ بنا ڈالوں تو دیوتا مجھ سے ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ کریں"

اب حضرت الیاسؑ نے وہاں سے ہجرت فرمائی اور یہوداہ کے علاقہ میں واقع شہر بیرسبع میں تشریف لائے۔ یہاں آپ نے اپنے ملازم کو چھوڑا اور خود ایک دن کی منزل دشت میں آگے بڑھ گئے آپ نے ایک جھاؤ کے درخت کے نیچے آرام فرمایا اور سو گئے۔ اس نیند سے ایک فرشتہ نے آپ کو بیدار کیا۔ آپ نے اُٹھ کر دیکھا کہ تازہ پکی ہوئی روٹی اور پانی کی ایک صراحی رکھی ہے۔ آپ کھا پی کر پھر سو گئے۔ فرشتہ نے دوبارہ آکر آپ کو بیدار کیا۔ اور کہا کہ آپ اچھی طرح کھا پی لیجئے چونکہ ایک بہت لمبا سفر آپ کو درپیش ہے، آپ نے کھانا کھایا اور اس کھانے کی قوت سے چالیس دن اور چالیس رات چل کر آپ کوہ حورب تشریف لائے اور ایک غار میں مقیم ہو گئے، ندا آئی،" اے ایلیاہ! تو یہاں کیا کرتا ہے" (سلاطین اول باب ۱۹ ـ ۹)

عرض کیا،

"خداوند لشکروں کے خدا کے لیے مجھے بڑی غیرت آئی کیونکہ بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھایا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں، سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں" (سلاطین اول باب ۱۹ ـ ۱۰)

حکم ہوا " باہر نکل اور پہاڑ پر خداوند کے حضور کھڑا ہو"

(سلاطین اول باب ۱۹ ـ ۱۱)

آپ نے امتثال امر کیا۔ اس کے بعد کی کیفیت توراۃ میں اس طرح درج ہے۔

" اور دیکھو خداوند گذرا اور ایک بڑی تند آندھی نے خداوند کے آگے

Marfat.com

پہاڑوں کو چیر ڈالا اور چٹانوں کے ٹکڑے کر دیئے پر خدا آندھی میں
نہیں تھا اور آندھی کے بعد زلزلہ آیا۔ پر خدا وند زلزلہ میں نہیں تھا اور
زلزلہ کے بعد آگ آئی پر خداوند آگ میں بھی نہیں تھا اور آگ کے بعد ایک
دبی ہوئی ہلکی آواز آئی، اس کو سُن کر ایلیاہؑ نے اپنا مُنہ اپنی چادر میں
لپیٹ لیا اور باہر نکل کر اس غار کے منہ پر کھڑا ہوا۔"

پھر وہی سوال ہوا کہ "ایلیاہ! تو یہاں کیا کرتا ہے" اور آپ نے جواب میں وہی
کچھ عرض کیا جو پہلے کہہ چکے تھے۔ حکم ہوا۔

"تو اپنے راستہ لوٹ کر دمشق کے بیابان کو جا، اور جب تو وہاں
پہنچے تو تو حزائیل کو مسح کر کہ ارام کا بادشاہ ہو اور نمسی کے بیٹے یاہو
کو مسح کر کہ اسرائیل کا بادشاہ ہو اور ابیل محولہ کے الیشع بن سافط کو
مسح کر کہ تیری جگہ نبی ہو۔"

حضرت الیاسؑ کی حضرت الیسعؑ سے ملاقات: حسب الحکم حضرت الیاسؑ کوہ حورب سے واپس روانہ ہوئے اور دمشق کے بیابان میں تشریف لائے یہاں آپ کی ملاقات حضرت الیسعؑ بن سافط سے ہوئی جو بارہ جوڑی بیل اپنے آگے لیے کھیت جوت رہے تھے، اور خود آخری بیل کے ساتھ تھے۔ جب حضرت الیاسؑ آپ کے پاس سے گزرے تو آپ نے اپنی چادر حضرت الیسعؑ پر ڈال دی۔ فی الفور حضرت الیسعؑ بیلوں کو چھوڑ کر آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیے اور بولے۔

"مجھے اپنے باپ اور اپنی ماں کو چوم لینے دے پھر میں تیرے
پیچھے ہو لوں گا۔" (سلاطین اوّل باب ۱۹-۲۰)

حضرت الیاسؑ نے فرمایا۔

"لوٹ جا، میں نے تجھ سے کیا کیا ہے؟" (سلاطین اول باب ۱۹-۲۱)

حضرت الیسعؑ واپس لوٹے بیلوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت اُبالا اور لوگوں کو تقسیم کر دیا اور پھر حضرت الیاسؑ کی حیات دنیوی کی آخری سانس تک آپ کی خدمت میں موجود رہے۔ (سلاطین اول باب ۱۹ آیت ۱۹ تا ۲۱)

Marfat.com

اخی اب کا بنوت کے تاکستان پر غاصبانہ قبضہ :۔

اخی اب کے محل سے ملحق سامریہ میں یزرعیلی بنوت کا ایک تاکستان تھا، بادشاہ چاہتا تھا کہ اس تاکستان کو لے کر اپنے محل کا باغ بنائے لیکن بنوت اپنی میراث کو فروخت کرنے پر رضامند نہ ہوئی، جب ملکہ ایزبل نے یہ واقعہ سنا تو ایک حیلہ سے بنوت کو قتل کروا دیا اور اخی اب نے ملکہ کے کہنے پر اس کے تاکستان پر قبضہ کر لیا۔

وحی الٰہی کا حکم پاکر حضرت الیاسؑ سامریہ تشریف لے گئے۔ اور اخی اب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"خداوند یوں فرماتا ہے کہ کیا تو نے جان بھی لی اور قبضہ بھی کر لیا ؟ ---- ---- اسی جگہ جہاں کتوں نے بنوت کا لہو چاٹا، کتے تیرے لہو کو بھی چاٹیں گے ------- اور ایزبل کے حق میں بھی یہ فرمایا کہ یزرعیل کی فصیل کے پاس کتے ایزبل کو کھائیں گے، اخی اب کا جو کوئی شہر میں مرے گا اُسے کتے کھائیں گے اور جو میدان میں مرے گا اُسے ہوا کے پرندے چٹ کر جائیں گے۔"

اخی اب یہ سُن کر ڈر گیا، اس نے ٹاٹ پہنا، روزہ رکھا اور جھک کر چلنے لگا۔ اس بنا پر حضرت الیاسؑ کو بذریعہ وحی اطلاع دی گئی کہ چونکہ اخی اب نے خاکساری اختیار کی ہے اس لیے اس کے گھرانے پر یہ بلا اس کی حیات میں نہیں بلکہ اس کے بیٹے کے زمانہ میں نازل ہوگی۔ (سلاطین اول باب ۲۱ ۱۷ تا ۲۹)

اخی اب کی موت : اس کے بعد تین سال امن و امان کے گذرے تیسرے سال شاہ یہوداہ یہوسفط، شاہ اسرائیل اخی اب کے یہاں آئے۔

اخی اب نے یہوسفط سے کہا کہ رامات جلعاد ہمارا ہے مگر شاہ آرام نے اس پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے آپ ہماری مدد کریں" تاکہ ہم لڑ کر اس کو واپس لے لیں۔ یہوسفط آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ دونوں نے مل کر رامات جلعاد پر حملہ کیا۔ شاہ ارام نے بڑھ کر سخت مقابلہ کیا، اخی اب مارا گیا، اور حضرت الیاسؑ کی پیش گوئی کے مطابق کتوں نے اس کا خون چاٹا۔ اس کی لاش سامریہ میں لاکر دفن کی گئی۔ (سلاطین اول باب ۲۲

Marfat.com

اخی اب کے بیٹے اخزیاہ کی گمراہی: اخی اب کے مرنے کے بعد بعد شاہ یہوداہ یہوسفط کی حکومت کے سترھویں سال، اس کا بیٹا اخزیاہ تخت نشین ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد سامریہ میں اپنے محل کی بالائی منزل کی کھڑکی سے گھر کر بیمار ہو گیا، اس نے عقرون کے دیوتا بعل زبوب کے مندر سے یہ معلوم کرنے کے لیے کچھ قاصد روانہ کیے کہ مجھے اس بیماری سے شفا ہو گی یا نہیں؟

ادھر حضرت الیاسؑ کو بذریعہ وحی حکم ہوا کہ آپ جا کر سامریہ کے ان قاصدوں سے ملیے۔ آپ روانہ ہو گئے اور راستہ میں قاصدوں سے ملاقات ہوئی، آپ نے قاصدوں سے فرمایا کہ واپس جاؤ اور اپنے حکمرانوں سے کہہ دو کہ

"کیا اسرائیل میں خدا نہیں جو تم عقرون کے دیوتا بعل زبوب سے پوچھنے چلے ہو؟ اس لیے اب خداوند یوں فرماتا ہے تو اس پلنگ پر سے جس پر تو چڑھا ہے اُترنے نہ پائے گا بلکہ تو ضرور ہی مرے گا۔"

اخزیاہ نے جب یہ سُنا تو پچاس آدمیوں کا ایک دستہ آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا، اس وقت حضرت الیاسؑ ایک ٹیلے کی چوٹی پر تشریف فرما تھے۔ آپ کو جلال آ گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوئی اور پچاسوں سپاہی معہ سردار کے جل کر مر گئے۔ اخزیاہ کو یہ اطلاع ملی تو اس نے پچاس آدمیوں کا دستہ روانہ کیا۔ اور ان کا بھی یہی حشر ہوا۔ اخزیاہ نے تیسرا دستہ روانہ کیا، اس کا سردار سمجھدار آدمی تھا، اس نے حضرت الیاسؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر منت سماجت کی اور آپ ٹیلے سے اُتر کر اس کے ہمراہ ہو لیے اور اخزیہ کے پاس آکر وہی الفاظ دہراتے پیشین گوئی کے مطابق اخزیاہ مر گیا (سلاطین دوم باب۱)۔

حضرت الیاسؑ کا رفع الی السماء: اب حضرت الیاسؑ کی دُنیاوی زندگی اپنی آخری منزل پہ پہنچ چکی تھی۔ اب آپ نے حضرت الیسعؑ کو اپنے ہمراہ لیا اور جلجال (GILGAL) روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے حضرت الیسع سے فرمایا۔

"تو ذرا یہاں ٹھہر جا، اس لیے کہ خداوند نے مجھے بیت ایل کو

Marfat.com

بھیجا ہے۔"

حضرت الیسعؑ گو ابھی نبی نہیں ہوئے تھے مگر اپنی فراست سے سمجھ گئے تھے کہ اب حضرت الیاسؑ اس دُنیا سے رخصت ہونے والے ہیں، انہیں ڈر تھا کہ کہیں یہ وقتی مفارقت دائمی مفارقت کا پیش خیمہ نہ ثابت ہو، اس لیے انہوں نے کہا،

"خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی سوگند میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔"

چنانچہ دونوں ساتھ روانہ ہوتے اور بیت ایل پہنچے، یہاں پھر حضرت الیاسؑ نے حضرت الیسعؑ سے رُک جانے کو کہا اور بتایا کہ مجھے اریحا جانے کا حکم ہُوا ہے مگر حضرت الیسعؑ نے پہلے کی طرح ساتھ رہنے پر اصرار کیا، یہاں پہنچ کر حضرت الیاسؑ نے سہ بارہ حضرت الیسعؑ سے رُک جانے کے لیے کہا اور فرمایا کہ مجھے دریائے یردن تک جانے کا حکم ہوا ہے مگر حضرت الیسعؑ نے پھر پہلے کی طرح قسم کھا کر ساتھ رہنے پر اصرار کیا، اب پچاس "انبیا زادے" بھی آپ دونوں کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ جب دریائے یردن قریب آیا تو "انبیا زادے" دور کھڑے ہو گئے اور آپ دونوں ساحل پر پہنچ گئے۔ حضرت الیاسؑ نے اپنی چادر لپیٹ کر دریا پر ماری۔ دریا فی الفور پھٹ گیا اور درمیان میں خشک راستہ پیدا ہو گیا اور آپ دونوں اس سے گزر کر دریا کے پار ہو گئے۔ اس کے بعد جو کچھ پیش آیا، توراۃ کے الفاظ میں یہ ہے۔

"ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہؑ بگولے میں آسمان پر چلا گیا۔"

یہ دیکھ کر حضرت الیسعؑ چلاتے:

"اے میرے باپ، میرے باپ! اسرائیل کے رتھ اور اسکے سوار"

لیکن حضرت الیاسؑ آپ کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ غم و اندوہ سے حضرت الیسعؑ نے اپنے کپڑے چاک کر ڈالے پھر حضرت الیاسؑ کی چادر اٹھائی اور اس کو دریا پر مارا۔ وہ پھٹ گیا اور اس کو پار کر کے واپس لوٹے۔ انبیا زادوں نے باوجود آپ کے منع کرنے کے پہاڑوں اور وادیوں میں حضرت الیاسؑ کو تلاش کرنے کے لیے آدمی روانہ کیے مگر آپ کہیں نہ ملے (سلاطین دوم باب ۲ ا تا ۱۸) قرآن کریم میں حضرت الیاسؑ کے رفع الی السّماء کا ذکر نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت الیاسؑ کا حلیہ مبارک:۔ توراہ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت الیاسؑ کے بکثرت اور بہت بڑے بڑے بال تھے اور آپ کی کمر پر چمڑہ کا تسمہ بندھا رہتا تھا۔ اخی اب کے بیٹے اخزیاہ نے عقرون کے دیوتا بعل زبوب کے پاس جن قاصدوں کو اپنی زندگی کے متعلق دریافت کرنے کو بھیجا تھا۔ جب وہ راستہ سے واپس لوٹ کر آگئے اور حضرت الیاسؑ کو پیغام سنایا تو اس نے قاصدوں سے پوچھا کہ جس شخص نے یہ باتیں کہیں اس کی شکل کیسی تھی؟ قاصدوں نے کہا۔

"وہ بہت بالوں والا آدمی تھا اور چمڑے کا کمر بند اپنی کمر پر کسے ہوئے تھا۔"

یہ سن کر اخزیاہ نے کہا۔

"یہ تو ایلیاہؑ تشبی ہے"

Marfat.com

حضرت الیسعؑ علیہ السلام

توراۃ میں حضرت الیسعؑ کا نام "الیشع" مذکور ہوا ہے اور آپ کا ذکر سلاطین اوّل باب ۱۹: ۱۶ تا ۲۱۔ سلاطین دوم باب ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، باب ۱۳: ۱۴ تا ۲۱ میں ہوا ہے۔ قرآن کریم میں آپ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ البتہ دوسرے انبیاء علیہ السلام کے ساتھ آپ کا نام اور فضیلت سورۃ انعام آیات ۸۶ تا ۹۰ اور سورہ ص آیت ۴۸ میں مذکور ہوتی ہے۔

نسب مبارک:- وہب بن منبہ کی اسرائیلی روایت میں حضرت الیسعؑ کے والد کا نام اُخطوب مذکور ہوا ہے، ابن اسحاق نے اسی کو اختیار کیا ہے، کتب تواریخ میں ہے کہ آپ حضرت الیاسؑ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں آپ کا نسب یہ بیان کیا ہے۔

الیسعؑ بن عدی بن شوتم بن افرائیم بن حضرت یوسفؑ بن حضرت یعقوبؑ مگر یہ تمام بیانات غیر مستند اور بے بنیاد ہیں، توراۃ میں آپ کا وطن ابیل محولہ اور آپ کے والد کا نام سافط مذکور ہوا ہے (سلاطین اوّل باب ۱۹: ۱۶) توراۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت الیاسؑ کے شاگرد اور جانشین تھے اور ایک عرصہ تک ان کے ساتھ رہے مگر یہ تصریح کہیں نہیں ملتی کہ آپ حضرت الیاسؑ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ابن عساکر نے آپ کا جو نسب بیان کیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ اس کی رو سے آپ حضرت یعقوبؑ کی پانچویں پشت میں آتے ہیں۔ حالانکہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت الیسعؑ کے زمانوں میں ایک ہزار سال سے زیادہ کا فصل ہے۔ توراۃ کی تصریحات کے مطابق جن کا تذکرہ حضرت سموئیلؑ اور حضرت الیاسؑ کے نسب کے سلسلہ میں گزشتہ صفحات پر

Marfat.com

کیا جا چکا ہے۔ حضرت یعقوبؑ سے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ تک چار پشتیں اور حضرت ہارونؑ سے حضرت الیاسؑ تک چودہ پشتیں گذری ہیں۔ مزید برآں حضرت یوسفؑ کے بیٹے افرائیم کی نسل کے نام تواریخ اول باب ۲۰ تا ۲۷ میں بیان ہوتے ہیں مگر ان میں وہ نام کہیں نہیں ملتے جن کا ذکر ابن عساکر نے کیا ہے۔ حضرت الیسعؑ کا نسب توراۃ میں نظر نہیں آتا۔

حضرت الیاس سے ملاقات :

توراۃ کا بیان ہے کہ حضرت الیاسؑ جب کوہ حورب کے غار میں متعکف تھے تو آپ کو حکم ہوا کہ بیابانِ دمشق کو واپس جائیں اور

"تو حزائیل کو مسح کر کہ ارم کا بادشاہ ہو، اور نمسی کے بیٹے یاہو کو مسح کر کہ اسرائیل کا بادشاہ ہو اور ابیل محولہ کے ایشعؑ بن سافط کو مسح کر کہ تیسری جگہ نبی ہو۔"

ابیل محولہ (ABEL MEHOLA) بحر میت اور بحر گلیلی کے درمیان ایک شہر تھا جو دریائے یردن کے ساحل پر واقع تھا، حضرت الیسعؑ یہیں کے رہنے والے تھے اور آپ کا پیشہ زراعت تھا۔ حضرت الیاسؑ حسب الحکم جب واپس تشریف لاتے تو حضرت الیسعؑ اس وقت بارہ جوڑی بیلوں کو لیے ہوئے اپنے کھیت جوت رہے تھے، حضرت الیاسؑ آپ کے قریب سے ہو کر گزرے تو اپنی چادر حضرت الیسعؑ پر ڈال دی۔ چادر کا پڑنا تھا کہ حضرت الیسعؑ کی حالت ہی بدل گئی اور آپ فی الفور اپنے کھیت اور بیلوں کو چھوڑ کر حضرت الیاس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے۔

" مجھے اپنے باپ اور ماں کو چوم لینے دے پھر میں تیرے پیچھے ہو لوں گا۔"

حضرت الیاسؑ نے فرمایا "لوٹ جا، میں نے تجھ سے کیا کیا ہے۔"

غرض اجازت حاصل کر کے آپ اپنے گھر واپس آئے، بیلوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت پکایا اور خدا کے نام پر تقسیم کر دیا اور پھر وطن، میراث اور اعزا سب کو خیرباد کہہ کے اس اجنبی ہادی برحق کے پیچھے پیچھے چل کھڑے ہوئے جس کی اس کے پہلے شاید کبھی صورت تک نہ دیکھی تھی۔ (سلاطین اول باب ۱۹ ، ۱۶ تا ۲۱) اور یہ مطابقت و رفاقت کبھی منقطع

Marfat.com

نہ ہو سکی۔

لعنت :- توراۃ کا بیان ہے کہ حضرت الیاسؑ کے جب رفع الی اسماء کا وقت قریب آیا تو آپ حضرت الیسعؑ کی معیت میں جلجال تشریف لائے اور پھر آپ نے چاہا کہ حضرت الیسعؑ کو چھوڑ کر تنہا آگے تشریف لے جائیں مگر حضرت الیسعؑ آپ کو اس وقت تنہا چھوڑنے پر کسی طرح آمادہ نہ ہوئے، چنانچہ یہاں سے حضرت الیاسؑ اور حضرت الیسعؑ بیت ایل، اریحا اور ساحل یردن تک تشریف لائے، حضرت الیاسؑ نے ہر ہر مقام پر بہت کوشش کی کہ حضرت الیسعؑ اب ان کو تنہا چھوڑ دیں مگر ہر بار حضرت الیسعؑ نے یہی جواب دیا کہ

"خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی سوگند میں تجھے نہیں چھوڑوں گا"

جب آپ دونوں یردن کے ساحل پر پہنچے تو پچاس انبیاء زادے جو ساتھ ہو گئے تھے اب دور کھڑے ہو گئے اور ان کو آگے بڑھنے کی جرارت نہ ہوئی۔ حضرت الیاسؑ نے دریا پر اپنی چادر مار کر اس کو پھاڑ دیا اور دونوں اس سے گذر گئے پار ہونے کے بعد آپ نے حضرت الیسعؑ سے دریافت کیا۔

"اس سے پیشتر کہ میں تجھ سے لے لیا جاؤں بتا کہ میں تیرے لیے کیا کروں"

(سلاطین دوم باب۲ ۹)

حضرت الیسعؑ نے کہا:

"میں تیری منت کرتا ہوں کہ تیری روح کا دُونا حصہ مجھ پر ہو"

(سلاطین دوم باب۲ ۹)

حضرت الیاسؑ نے فرمایا!

"تو نے مشکل سوال کیا تو بھی اگر تو مجھے اپنے سے جدا ہوتے دیکھے تو تیرے لیے ایسا ہی ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا"

(سلاطین دوم باب۲ ۱۰)۔

ابھی آپ دونوں باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے ظاہر ہو کر ان کو جُدا کر دیا اور حضرت الیاسؑ آگ کے بگولے میں آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔ اور اسی وقت حضرت الیسعؑ منصب نبوت سے سرفراز ہوتے۔ چنانچہ جب آپ حضرت

Marfat.com

الیاسؑ کی چادر اُٹھا کر یردن کو پار کر کے واپس لوٹے اور ان انبیاء زادوں نے آپ کو دیکھا جو یریحو (اریحا) کے باہر یردن کے کنارے کھڑے ہوگئے تھے تو وہ پکار اٹھے:
"ایلیاہؑ کی روح الیشعؑ پر ٹھہری ہوئی ہے۔"
اور اُنہوں نے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور جھک کر تعظیم و تکریم بجا لاتے۔ اریحا سے آپ بیت ایل تشریف لے گئے۔ وہاں سے کوہ کرمل تشریف لے گئے اور کوہ کرمل سے پھر سامریہ تشریف لائے۔

اخی اب کے بیٹے یورام کی تخت نشینی اور حضرت الیسعؑ :- حضرت الیاسؑ کے زمانہ میں

اخی اب کے جنگ میں کام آنے کے بعد سامریہ میں اس کا بیٹا اخریاہ تخت پر بیٹھا مگر دو سال کے بعد فوت ہوگیا۔ اس کے مرنے کے بعد اخی اب کا دوسرا بیٹا یورام ۸۴۴ ق م میں تخت نشین ہوا اور اُس نے بارہ سال تک حکومت کی۔ گو اس نے اخی اب کے بنائے ہوئے بعل کے ستون کو دور کر دیا تھا مگر یہ بھی دینِ حق سے برگشتہ اور گمراہ تھا۔
شاہ مواب میسا (MESHA) کے پاس بھیڑ بکریاں بہت زیادہ تھیں — اور اخی اب کی حیات تک میسا اس کو ہر سال ایک لاکھ برّوں اور ایک لاکھ مینڈھوں کی اُون بطور نذرانہ دیتا تھا مگر اخی اب کے مرنے کے بعد شاہ مواب اسرائیل سے باغی ہوگیا تھا اور یہ نذرانہ اِس نے بند کر دیا تھا۔ اب یورام نے شاہ یہوداہ یہوسفط — (JEHOSHPATH) اور شاہ ادوم کو اپنے ساتھ شامل کر کے مواب پر حملہ کیا، یہوسفط کی تحریک پر شاہ اسرائیل، شاہ یہوداہ اور شاہ ادوم حضرت الیسعؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے دریافت کیا کہ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا۔
حضرت الیسعؑ نے شاہ اسرائیل یورام کو مخاطب کر کے کہا۔
"مجھ سے تجھ کو کیا کام ہے تو اپنے باپ کے نبیوں اور ماں کے نبیوں کے پاس جا" (سلاطین دوم باب ۳۔ ۱۳)
لیکن اس نے آپ کی مِنت سماجت کی تو آپ نے فرمایا۔
"رب الافواج کی حیات کی قسم جس کے آگے میں کھڑا ہوں اگر مجھے شاہ یہوداہ یہوسفط کی حضوری کا پاس نہ ہوتا تو میں تیری طرف نظر بھی نہ کرتا اور نہ تجھے دیکھتا۔"
(سلاطین دوم باب ۳۔ ۱۴)

Marfat.com

اور اس کے بعد آپ نے مشورہ دیا کہ تم ایک طویل خندق کھود دو، خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو پانی سے بھر دے گا جو تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے پینے کے کام آئیگا۔ اور موابیوں کو بھی تمہارے قبضہ میں کر دے گا۔ چنانچہ خندق کھود دی گئی۔ ادوم کی طرف سے پانی بہتا ہوا آیا اور ہر جگہ بھر گیا۔ دوسری صبح طلوع آفتاب کے وقت موابیوں نے جو نظر کی تو شفق کی سرخی سے انہیں پانی لال نظر آیا اور وہ سمجھے کہ تینوں حکمرانوں میں خانہ جنگی ہو گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے خوش ہو کر حملہ کر دیا مگر شکست کھا کر بھاگے اور بیشمار قتل ہو گئے۔ (سلاطین دوم باب ۳)

معجزات:- توراۃ میں حضرت الیسعؑ کا تذکرہ بیشتر آپ کے معجزات پر مشتمل ہے، ہم اجمالاً ان معجزات کا ذکر ذیل میں کرتے ہیں

توراۃ میں ہے کہ حضرت الیاسؑ کے رفع الی السماء کے بعد جب حضرت الیسعؑ یردن کو عبور کر کے اریحا (JERICHO) واپس لوٹے تو وہاں کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ یہاں کا پانی خراب اور زمین بنجر ہے آپ نے ایک پیالہ اور نمک طلب کیا اور اس نمک کو گھول کر چشمہ میں ڈال دیا اور فرمایا کہ خدا کے حکم سے اب اس پانی سے موت یا بنجر پن پیدا نہ ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (سلاطین دوم باب ۲ ۱۹ تا ۲۲)

توراۃ میں ہے کہ مواب کی شکست کے بعد ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میں بیوہ ہوں اور مقروض ہوں میرا شوہر صالح اور نیکوکار تھا۔ اب قرض خواہ اس لیے آتے ہیں کہ میرے دونوں بیٹوں کو لے جا کر غلام بنالیں حضرت الیسعؑ نے پوچھا، تیرے پاس گھر میں کیا ہے ؟" عورت بولی "تیری لونڈی کے پاس گھر میں ایک پیالہ تیل کے سوا کچھ نہیں۔ (سلاطین دوم باب ۴) حضرت الیسعؑ نے فرمایا کہ تو اپنے ہمسایوں سے بہت سے برتن مستعار لے لے اور اپنے بیٹوں کو لیکر دروازہ بند کر لے اور اس پیالہ میں سے تیل برتنوں میں انڈیل، عورت نے ایسا ہی کیا۔ وہ تیل انڈیلتی اور جب برتن بھر جاتا تو اس کے بیٹے اس کو الگ رکھ دیتے اور دوسرا خالی برتن اٹھا لاتے یہاں تک کہ تمام برتن بھر گئے مگر پیالہ کا تیل ختم نہ ہوا، عورت نے اور برتن طلب کیا مگر معلوم ہوا کہ اب کوئی برتن باقی نہیں رہا۔ پھر وہ عورت

Marfat.com

آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا "جا تیل بیچ اور قرض ادا کر اور جو باقی رہے اس سے تو اور تیرے فرزند گذران کریں" (سلاطین دوم باب۴)

احیاء موتی:- ایک مرتبہ آپ شہر شونیم (SHUNEM) تشریف لے گئے۔ ایک مالدار عورت نے جو آپ کی آمد کی خبر سنی تو دوڑی ہوئی گئی۔ اور آپ کو زبردستی اپنا مہمان بنا کر لے آئی۔ اپنے یہاں ٹھہرایا اور بہت خاطر تواضع کی۔ حضرت الیسعؑ نے اپنے خادم جحازی (GEHAZI) کے ذریعہ اس عورت کو طلب کیا اور پوچھا کہ تو کیا چاہتی ہے، کیا بادشاہ یا سردار لشکر سے تیری سفارش کی جائے، عورت بولی مجھے اس کی حاجت نہیں، آپ نے پھر اس کی حاجت دریافت کی آپ کے خادم نے بتایا کہ یہ عورت بے اولاد ہے اور اس کا شوہر بوڑھا ہو چکا ہے، آپ نے عورت سے فرمایا "موسم بہار میں وقت پورا ہونے پر تیری گود میں بیٹا ہوگا" (سلاطین دوم باب۴) عورت کو کسی طرح یقین نہ آیا کہ یوں بھی ہو سکتا ہے مگر وقت پورا ہونے پر اس کے یہاں بیٹا تولد ہوا۔

لڑکا جب بڑا ہوا تو ایک دن اپنے باپ کے پاس کھیت پر گیا۔ وہاں اس کے سر میں سخت درد ہوا، والد نے اپنے ملازم کے ساتھ اس کو گھر بھیج دیا اور گھر آکر وہ مر گیا۔ ماں نے جو یہ کیفیت دیکھی تو سر پیٹ لیا اور فوراً ایک گدھے پر زین کسوا کو حضرت الیسعؑ کی خدمت میں روانہ ہو گئی۔ آپ اس وقت کوہ کرمل (MT CARAMEL) پر مقیم تھے، آپ نے دور سے اس کو آتے دیکھا تو اپنے خادم جیحازی کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور جب وہ قریب آئی تو آپ نے خیریت دریافت کی اس نے اپنے بیٹے کی موت کا واقعہ بیان کیا اور فریاد کرنے لگی، آپ نے اپنا عصا دے کر اپنے خادم کو اس کے ہمراہ روانہ کیا اور خود پیچھے پیچھے چل دیے۔ خادم نے حسب الارشاد آپ کا عصا اس لڑکے کے منہ پر رکھ دیا۔ لیکن اس میں کوئی جنبش نہ ہوئی، اتنے میں حضرت الیسعؑ خود تشریف لے آئے۔ آپ تنہا اس کمرے میں تشریف لے گئے اور دروازہ بند کر کے خدا سے دعا کی اور

> "اوپر چڑھ کر اس بچہ پر لیٹ گیا اور اس کے منہ پر اپنا منہ اور اس کی آنکھوں پر اپنی آنکھیں اور اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ لیے

Marfat.com

اور اس کے اوپر پسر گیا ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ بچہ سات بار چھینکا اور اس نے آنکھیں کھول دیں"۔ (سلاطین دوم باب ۴، ۳۴، ۳۵)

زہر کا اثر زائل ہو جانا :- یہاں سے حضرت الیسع جلجال تشریف لے گئے، یہاں قحط تھا آپ کی خدمت میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے آپ نے اپنے ملازم کو حکم دیا کہ ایک دیگ چڑھا کر اس میں سب کے لیے لپسی پکائے، پھر ان لوگوں میں سے ایک کو حکم دیا کہ کھیت سے کچھ ترکاری لاکر اس دیگ میں ڈال دو۔ اس کو کچھ جنگلی بیلیں اور اندراین کے پھل ملے جو لاکر اس نے دیگ میں ڈال دیئے۔ جب لپسی تیار ہو گئی اور لوگوں نے کھانا شروع کیا تو چیخ اُٹھے اور بولے ۔

"اے مرد خدا دیگ میں موت ہے"۔ (سلاطین دوم باب ۴۔ ۴۰)

آپ نے کچھ آٹا لے کر دیگ میں ڈال دیا اور سب کو کھانے کا حکم دیا، اب اس میں زہر کا کوئی اثر باقی نہ تھا۔ (سلاطین دوم باب ۴ ۳۸ تا ۴۱)

تھوڑا سا کھانا سو آدمیوں کو کھلانا :- آپ جلجال ہی میں تشریف فرما تھے کہ ایک دن بعل سلیسہ سے ایک شخص تھوڑے سے پھل کچھ روٹیاں اور کچھ اناج لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اسوقت آپ کی خدمت میں سو آدمی حاضر تھے۔ آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ یہ ان لوگوں کے سامنے رکھ دے کہ وہ کھائیں اس کو تعجب ہوا کہ اتنا سا کھانا سو آدمی کیسے کھائیں گے مگر آپ نے پھر وہی حکم دیا چنانچہ تعمیل کی گئی۔ سب آدمی نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور پھر بھی بچ رہا۔
(سلاطین دوم باب ۴ ۴۲ تا ۴۴)

مبروص کا تندرست ہونا :- شاہ آرام کا سپہ سالار بڑا معزز اور بہادر شخص تھا لیکن مبروص تھا۔ اسرائیل کی جو ایک لڑکی قید ہو کر آئی تھی اور بطور باندی کے نعمان کے یہاں خدمت کرتی تھی اس نے ایک دن نعمان کی بیوی سے کہا کہ اگر نعمان سامریہ میں اس نبی کی خدمت میں ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ اس کی دعا کی برکت سے ضرور اچھا ہو جاتا۔ اس بات کی خبر نعمان اور شاہ آرام کو پہنچی۔ شاہ ارام نے ایک خط اور کچھ تحفے دے کر نعمان کو سامریہ روانہ

Marfat.com

کیا۔ نعمان نے سامراج پہنچ کر شاہ اسرائیل کو وہ خط دیا مضمون یہ تھا ۔

" یہ نامہ جب تجھ کو ملے تو جان لینا کہ میں نے اپنے خادم نعمان کو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تو اس کے کوڑھ سے اسے شفا دے ۔"

(سلاطین دوم باب ۵ ۔ ۶)

شاہ اسرائیل نے یہ خط پڑھا تو سخت پریشان ہوا اور سمجھا کہ شاہ ارام اس طرح جنگ کا بہانہ تلاش کر رہا ہے۔ حضرت الیسعؑ نے سُنا تو شاہِ اسرائیل سے کہلا بھیجا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے نعمان کو میرے پاس بھیج دو۔ اب نعمان مع اپنے کروفر کے آپ کے در پر حاضر ہوا۔ حضرت الیسعؑ نے ایک قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ جا کے یردن میں غوطے لگا خدا شفا دے گا۔ نعمان کو اُمید تھی کہ آپ باہر تشریف لائیں گے اس کے لیے دُعا کریں گے۔ اور اپنا ہاتھ اس کے جسم پر پھیریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا اور نعمان بگڑ کر اور یہ کہہ کر وہاں سے واپس ہونے لگا کہ کیا دمشق میں دریا نہیں ہیں جو میں یردن میں نہاؤں لیکن اس کے ساتھیوں نے اس کو سمجھایا کہ آخر یردن میں نہانے میں قباحت ہی کیا ہے اور جوں ہی اس نے یردن میں سات غوطے لگائے اس کا جسم چھوٹے بچے کے جسم کی مانند ہو گیا،، (سلاطین دوم باب ۵ ۱۴) اب نعمان سخت نادم ہوا، وہ تحفے لیکر اپنے ہمراہیوں سمیت آپ کی خدمت میں واپس آیا اور بولا ۔

" دیکھ اب میں نے جان لیا کہ اسرائیل کے سوا اور کہیں روئے زمین پر کوئی خدا نہیں اس لیے اب کرم فرما کر اپنے خادم کا ہدیہ قبول کر۔"

(سلاطین، دوم باب ۵ ۱۵)

آپ نے ارشاد فرمایا :

" خداوند کی حیات کی قسم جس کے آگے میں کھڑا ہوں میں کچھ نہیں لوں گا ۔" (سلاطین دوم باب ۵ ۱۶)

نعمان نے بہت اصرار کیا مگر آپ رضامند نہ ہوئے اور بالآخر نعمان نے اجازت لے کر تبرکاً وہاں کی دو خچر مٹی لی اور وہاں سے روانہ ہونے سے پہلے عرض کیا ۔

" تیرا خادم اب سے آگے کو خداوند کے سوا کسی غیر معبود کے

Marfat.com

حضور نہ تو سوختنی کی قربانی نہ ذبیحہ چڑھائے گا۔" (سلاطین دوم باب۵،۱۷)

حضرت الیسعؑ کے خادم جیحازی کی لغزش اور سزا :-

حضرت الیسعؑ کے خادم جیحازی کو نعمان کے تحفے دیکھ کر لالچ پیدا ہوا اور جب حضرت الیسعؑ نے وہ تحفے قبول نہ کیے اور نعمان واپس روانہ ہو گیا تو جیحازی بغیر حضرت الیسعؑ سے اجازت لیے اس کے پیچھے پیچھے گیا اور اس سے کہا کہ میرے آقا نے ایک قنطار چاندی اور جوڑے طلب کیے ہیں۔ نعمان نے بضد ہو کر اس کو دو قنطار چاندی اور دو جوڑے دیئے۔ جب جیحازی خاموشی سے واپس لوٹا تو حضرت الیسعؑ نے اس سے دریافت کیا کہ تو کہاں گیا تھا اور تو نے نعمان سے تحفے کیوں لیے۔ آپ اس کی اس حرکت سے ناراض ہوئے اور فرمایا۔

" اس لیے نعمان کا کوڑھ تجھے اور تیری نسل کو سدا لگا رہے گا۔"

(سلاطین دوم باب۵، ۲۷)

اور توراۃ کا بیان ہے کہ وہ فوراً •

" برف سا سفید کوڑھی ہو کر اس کے سامنے سے چلا گیا۔"

(سلاطین دوم باب۵، ۲۷)

کلہاڑی کا دریا میں غرق ہونے کے بعد برآمد ہونا :- حضرت الیسعؑ کے ساتھ جو

لوگ رہتے تھے ان کے لیے وہ جگہ تنگ تھی انہوں نے حضرت الیسعؑ سے اجازت لی کہ یردن کے ساحل سے کچھ لکڑی کاٹ کر اس سے مزید تعمیر کریں تاکہ وہ جگہ فراخ ہو جائے۔ آپ نے اجازت دیدی، لکڑی کاٹنے میں ایک شخص کی کلہاڑی دریا میں گر کر ڈوب گئی وہ شخص حضرت الیسعؑ کو پکار کر چلا اٹھا کہ یہ کلہاڑی تو میں ادھار مانگ کر لایا تھا۔ آپ نے دریافت کیا کس جگہ گری تھی؟ اور جب جگہ معلوم ہوئی تو آپ نے ایک لکڑی کاٹ کر وہاں ڈال دی اور کلہاڑی کا لوہا وہاں تیرنے لگا آپ نے اس شخص سے کہا کہ بڑھ کر اپنی کلہاڑی اٹھا لے۔

(سلاطین دوم باب۶، ۱ تا ۷)

Marfat.com

ارام اور اسرائیل کی جنگ :-

اب ارام اور اسرائیل میں جنگ چھڑ گئی تھی۔ اس جنگ کے دوران متعدد بار ایسا ہوا کہ شاہ ارام خفیہ طور پر مشورہ کر کے جو جنگی چال سوچتا آپ پیشتر سے شاہ اسرائیل کو اس سے آگاہ کر دیتے اور وہ خطرہ سے بچ جاتا۔ اس سے شاہ ارام کو شُبہ ہُوا کہ اس کے معتمدوں سے کچھ غدار ہیں جو اس کے اقدامات کی خبر شاہ اسرائیل کو پہنچا دیتے ہیں مگر تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ اسرائیل میں ایک نبی ہیں جو شاہ اسرائیل کو ان باتوں سے آگاہ کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ارام نے آپ کے مقام کا پتہ لگا کر ایک فوجی دستہ آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا جس نے آکر رات کے وقت شہر کا محاصرہ کر لیا۔ صبح کو جب حضرت الیسعؑ کا خادم گھر سے نکلا تو اس نے چاروں طرف دشمن کی فوج کو دیکھا اور وہ خوفزدہ ہو کر واپس لوٹا، واقعہ کی اطلاع دی اور مایوس ہو کر کہنے لگا۔

"ہائے اے میرے مالک! ہم کیا کریں؟ (سلاطین دوم باب ۱۵)

آپ نے نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ جواب دیا۔

"خوف نہ کر کیونکہ ہمارے ساتھ والے ان کے ساتھ والوں سے زیادہ ہیں" (سلاطین دوم باب ۱۶)۔

اور پھر آپ نے خدا سے دُعا کی کہ اس شخص کی آنکھیں کھول دے تاکہ یہ دیکھ سکے، دُعا مقبول ہوئی اور

"خداوند نے اس جوان کی آنکھیں کھول دیں اور اس نے جو نگاہ کی تو دیکھا کہ الیشعؑ کے گرداگرد کا پہاڑ آتشی گھوڑوں اور رتھوں سے بھرا ہے" (سلاطین دوم باب ۱۷)

جب فوج نے آپ کی طرف پیش قدمی کی تو آپ نے خدا سے دُعا کی کہ ان کو اندھا کر دے اور وہ اندھے ہو گئے، حضرت الیسعؑ ان کو لے کر سامریہ تشریف لائے اور آپ کی دعا سے ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے اپنے آپ کو شاہ اسرائیل کے قبضہ میں پایا، شاہ اسرائیل نے ان کو قتل کرنے کے لیے آپ سے اجازت طلب کی مگر آپ کو یہ گوارا نہ ہوا آپ نے شاہ اسرائیل کو حکم دیا کہ ان کو کھانا کھلایا اور پھر ان کے

Marfat.com

ملک کو واپس بھیج دے اس واقعہ کے بعد ارام کے لوگوں نے کبھی اسرائیل کے علاقہ کا رُخ نہ کیا۔
(سلاطین دوم باب ۶ ۸ تا ۲۳)

اہل سامریہ کا محاصرہ اور فاقہ کشی اور حضرت الیسعؑ کی پیشین گوئی

اس واقعہ کے بعد بن ہدد شاہ ارام اپنی تمام فوجوں کو لیکر حملہ آور ہوا۔ اور سامریہ کا محاصرہ کرکے اس کو اردگرد کے علاقوں سے منقطع کر دیا، یہاں تک کہ شہر میں سامان خورد و نوش بالکل ختم ہوگیا اور لوگ فاقوں مرنے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بچوں کو ذبح کرکے کھایا جانے لگا۔ ایک دن ایک عورت دوسری عورت کو بادشاہ کے سامنے لے کر آئی اور فریاد کرنے لگی کہ کل اس عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ آج تم اپنا بچہ ذبح کرلو تاکہ ہم دونوں کھالیں اور کل میں اپنا بچہ ذبح کردوں گی چنانچہ کل میرا بچہ ذبح کرکے کھالیا گیا لیکن جب آج اس کے بچّے کی باری آئی تو اس نے اس کو کہیں چھپا دیا۔ بادشاہ پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ٹاٹ کا لباس پہنا اور اس غصہ میں کہ حضرت الیسعؑ کے ہوتے ہوئے یہ نوبت پہنچ گئی ہے اور آپ خاموش ہیں اپنا ایک معتمد روانہ کیا کہ جاکر آپ کو قتل کردے، ابھی یہ شخص راستہ ہی میں تھا کہ حضرت الیسعؑ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا۔

"تم دیکھتے ہو کہ اس قاتل زادہ نے میرا سر اڑا دینے کے لیے ایک آدمی کو بھیجا ہے"
(سلاطین دوم باب ۶ ۳۸)

تھوڑی ہی دیر میں وہ شخص حضرت الیسعؑ کے پاس پہنچ گیا، آپ نے فرمایا کہ

"خداوند یوں فرماتا ہے کہ کل اسی وقت کے قریب سامریہ کے پھاٹک پر ایک مثقال میں ایک پیمانہ میدہ اور ایک ہی مثقال میں دو پیمانے جَو بکے گا"
(سلاطین دوم باب ۱)

وہ شخص کہنے لگا "دیکھ اگر خداوند آسمان میں کھڑکیاں بھی لگا دے تو بھی کیا یہ بات ہوسکتی ہے"

آپ نے فرمایا "سن تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھے گا پر اس میں سے کھانے نہ پائے گا"
(سلاطین دوم باب ۷)

Marfat.com

ہوا یہ کہ اسی رات کو چار مبروص جو شہر کے پھاٹک کے قریب فاقوں مر رہے تھے۔ شہر سے باہر نکل کر ارام کی لشکر گاہ تک پہنچے کہ اب چاہے وہ قتل کر دیں یا کھانا دے دیں۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آرامی اپنا تمام سازوسامان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کو رتھوں اور گھوڑوں کی اس کثرت سے آوازیں سنائی دیں کہ وہ سمجھے کہ حیتوں اور مصریوں کی فوجیں اسرائیل کی مدد کو آگئی ہیں اور وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے چنانچہ ان کا سب سامان جنگ اور خوردونوش اسرائیل کے ہاتھ آیا اور دوسرے دن واقعی اناج اتنی ہی ارزانی سے شہر کے پھاٹک پر فروخت ہوا۔ جیسا کہ حضرت الیسعؑ نے پیشین گوئی فرمائی تھی وہ شخص جو آپ کے پاس آیا تھا۔ شہر کے پھاٹک پر بھیڑ میں کچل کر مر گیا اس نے یہ سب کچھ دیکھ تو لیا لیکن خود کھا نہ سکا۔ (سلاطین دوم باب ۴ ۲ تا ۲۳ و باب ۷ تا ۲۱)

حضرت الیسعؑ کی ہفت سالہ قحط کے بارے میں پیشین گوئی :-

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد شونیم کی اس دولت مند عورت سے جس کے بیٹے کو آپ کی دعا سے دوبارہ زندگی عطا ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا تو اپنے خاندان سمیت اس ملک سے کہیں باہر چلی جا کیونکہ یہاں سات سال تک سخت قحط پڑے گا۔ وہ عورت اپنے خاندان کے افراد کو لے کر فلستیوں کے ملک (فلسطین) میں منتقل ہو گئی اور سات سال تک اسرائیل کے علاقہ میں زبردست قحط رہا۔ اس مدت کے گذرنے کے بعد وہ عورت واپس لوٹی اور اپنے بادشاہ سے اپنے گھر اور اپنی زمین کا مطالبہ کیا، اس وقت بادشاہ حضرت الیسعؑ کے خادم جیحازی سے آپ کے معجزات کے متعلق دریافت کر رہا تھا، جیحازی نے بتایا کہ یہی وہ عورت ہے جس کے لڑکے کو آپ کی دعا سے دوبارہ زندگی عطا ہوئی۔ عورت نے اس واقعہ کی تصدیق کی۔ یہ سن کر بادشاہ نے اس کو نوازا اور اس کا گھر اور املاک اس کو واپس کر دیئے۔ (سلاطین دوم باب ۸ ۱ تا ۶)

حضرت الیسعؑ دمشق میں :-

یہاں سے حضرت الیسعؑ دمشق تشریف لے گئے اس وقت دمشق میں شاہ

Marfat.com

ارام بن ہدد سخت بیمار تھا۔ اس نے اپنے ایک درباری حزائیل کو بہت سے تحائف دے کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا کہ وہ آپ سے پوچھے کہ وہ اس بیماری سے اچھا ہو جائے گا یا نہیں، آپ نے فرمایا۔

"اس سے کہہ کہ تو ضرور شفا پائے گا تو بھی خداوند نے مجھ کو یہ بتایا ہے کہ وہ یقیناً مرجائے گا۔"

اس کے بعد آپ حزائیل کو دیکھ کر رونے لگے، اس نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا۔

"میں اس بدی سے جو تو بنی اسرائیل سے کرے گا آگاہ ہوں، تو ان کے قلعوں میں آگ لگائے گا اور ان کے جوانوں کو تہ تیغ کرے گا اور ان کے بچوں کو پٹک پٹک کر ٹکڑے ٹکڑے کریگا اور ان کی حاملہ عورتوں کو چیر ڈالے گا۔ (سلاطین دوم باب ۱۲)

حزائیل نے کہا "تیرے خادم کی جو کتے کے برابر ہے حقیقت ہی کیا ہے جو وہ ایسی بڑی بات کرے۔" (سلاطین دوم باب ۱۳)۔

آپنے فرمایا "خداوند نے مجھے بتایا ہے کہ تو ارام کا بادشاہ ہوگا۔"

(سلاطین دوم باب ۱۳)

حزائیل آپ سے رخصت ہو کر بادشاہ کے پاس پہنچا اور دوسرے دن اس نے "بالاپوش" (ایک موٹے کپڑے) کو بھگو کر اس کے منہ پر تان دیا اور وہ مرگیا، اور حزائیل اس کی جگہ سلطنت کرنے لگا اور اس کی سلطنت کے دوران میں وہ تمام پیشین گوئیاں صحیح ثابت ہوئیں جو حضرت الیسعؑ نے فرمائی تھیں۔ (سلاطین دوم باب ۷ تا ۱۵)

حضرت الیسع کی یاہو کے متعلق شاہ اسرائیل ہونے کی پیشین گوئی

یورام بن اخی اب کی بارہ سالہ حکومت کا آخری زمانہ تھا کہ اس نے غالباً ۸۴۳ ق م میں شاہ یہوداہ اخزیاہ کو ساتھ لے کر رامات جلعاد میں شاہ ارام حزائیل کا مقابلہ کیا اور زخمی ہو کر یزرعیل لوٹا۔ اس وقت رامات جلعاد میں اسرائیلی فوج کا سردار یاہو بن نمسی (JEHO s/o NIMSHI) تھا۔ اس وقت حضرت الیسعؑ نے ایک قاصد کو

Marfat.com

ایک پیغام دے کر رامات جلعاد روانہ کیا، قاصد یاہو کو تلاش کر کے تخلیہ میں لے گیا. حضرت الیسعؑ کا دیا ہوا تیل اس کے سر پر ڈالا اور اس کو شاہ اسرائیل ہونے کی پیشین گوئی سنائی اور واپس آ گیا۔ قاصد کے لوٹنے پر فوج کے سرداروں نے پوچھا کہ یہ کون تھا اور کیوں آیا تھا اور جب یاہو نے سب کیفیت بیان کی تو انہوں نے اسی وقت سے یاہو کو بنی اسرائیل کا بادشاہ منتخب کر لیا۔ اب یاہو فوج لیکر یزرعیل پہنچا۔ شاہ اسرائیل یورام اور شاہ یہوداہ اخزیاہ مارے گئے۔ یاہو نے یورام کی لاش اسی تاکستان میں ڈلوادی جہاں اس کے باپ اخی اب اور ماں ایزبل نے بنوت کو قتل کرایا تھا۔ اور اس کے تاکستان پر قبضہ کر لیا تھا، جب یاہو شہر میں داخل ہوا تو ملکہ ایزبل بن سنور کر بیٹھی اور کھڑکی سے جھانکنے لگی لیکن یاہو نے اشارے پر خواجہ سراؤں نے اسے نیچے دھکیل دیا۔ اور اس کی لاش کو گھوڑوں نے روند ڈالا اور کتوں نے اس کا گوشت کھا لیا۔ اور اس طرح حضرت الیاسؑ کی پیشین گوئی جو آپ نے اخی اب کے زمانہ میں کی تھی ـــــ صحیح ثابت ہوئی۔

یاہو نے اخی اب کے ستر بیٹیوں اور اس کے خاندان کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کر دیا۔ علاوہ ازیں بعل کے تمام پجاریوں کو جمع کیا اور ان کو نہ تیغ کرا دیا اور بعل کے مندر کو مسمار کر دیا، لیکن ان تمام اصلاحی اقدامات کے باوجود یاہو سونے کے ان بچھڑوں کی پرستش سے باز نہ آیا جو یربعام نے بیت ایل اور دان میں رکھوا تے تھے۔ بنی اسرائیل پر ۲۸ سال حکومت کرنے کے بعد یاہو کا انتقال ہو گیا۔ (سلاطین دوم باب ۵ تا ۲۹، باب ۱ تا ۲، باب ۱ تا ۳۶)۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک ورق:- حضرت الیاس علیہ السلام کے تذکرہ میں ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد سلطنت کی سالمیت اور وحدت قائم نہ رہ سکی اور آپ کی وفات کے فوراً بعد آپ کے بیٹے رجعام کے زمانے میں یربعام نے بغاوت کر کے ایک متوازی حکومت قائم کر لی۔ اس وقت سے رجعام اور آپ کی نسل کے حکمرانوں کا لقب شاہان یہوداہ پڑ گیا۔ چونکہ اُن کی حکومت اب صرف قبیلۂ بنی یہوداہ پر رہ گئی تھی۔ باقی دس قبیلوں پر یربعام کی حکومت تھی اس لیے یربعام اور اس سلسلہ کے دوسرے

Marfat.com

حکمران شاہانِ اسرائیل کہلائے۔

گذشتہ صفحات میں ہم رجعام سے اخزیاہ تک یعنی ۹۲۴ء ق م تا ۸۳۲ء ق م شاہانِ یہوداہ اور یربعام سے یورام تک یعنی ۹۲۴ء تا ۸۳۳ ق م شاہانِ اسرائیل کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ سطور ذیل میں ہم مزید سو سال کی سیاسی تاریخ کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ چونکہ آئندہ چل کر اس سے حضرت الیسعؑ کے زمانہ کا تعین کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

شاہانِ یہوداہ

۱۔ اخزیاہ AHAZIAH

(۸۳۸) ق م تا ۸۳۴ء ق م)

یہ یہورام بن یہوسفط شاہ یہوداہ کے بیٹے تھے اور ان کے بعد تخت پر بیٹھے اس وقت ان کی عمر ۲۲ سال تھی۔ ان کی حکومت صرف ایک سال رہی یہ شاہ اسرائیل کے ساتھ مل کر شاہ ارام حزائیل سے لڑے۔ جب یاہو نے یورام کے خلاف بغاوت کی تو اس کے ساتھ یہ بھی مارے گئے ان کی والدہ کا نام علتیاہ تھا جو شاہ اسرائیل عمری کی بیٹی تھیں۔

(سلاطین دوم باب۸ ۲۵ تا ۲۹ باب۹ ا تا ۸)

۲۔ علتیاہ ATHALIAH

۸۳۴ء ق م تا ۸۲۹ء ق م

اخزیاہ کی وفات کے بعد ان کی والدہ علتیاہ بنت عمری نے خود تخت پر قبضہ کر لیا اور ساری شاہی نسل کو قتل کرا دیا لیکن یہ کیفیت دیکھ کر اخزیاہ کی بہن

شاہانِ اسرائیل

۱۔ یورام JORAM

(۸۴۵ ق م تا ۸۳۴ ق م)

یہ اخی اب کا دوسرا بیٹا تھا جو ۸۴۴ میں تخت نشین ہوا اور ۱۲ سال حکومت کی شاہ یہوداہ اخزیاہ کے ساتھ مل کر اس نے رامات جلعاد میں شاہ ارام حزائیل سے مقابلہ کیا اور رامہ میں زخمی ہو کر یزرعیل لوٹا جہاں یاہو نے بغاوت کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اس نے ۱۲ سال تک حکومت کی۔

(سلاطین دوم باب۳ تا باب۸)

۲۔ یاہو JEHO

(۸۳۴ء ق م تا ۸۰۶ء ق م)

یاہو، یورام کی فوج کا سردار تھا، حضرت الیسعؑ سے اپنے شاہ اسرائیل ہونے کی پیشگوئی سن کر اس نے یورام کے خلاف بغاوت کی یورام اخزیاہ اور ملکہ ایزبل مارے گئے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اخی اب کے خاندان کو اسکے گناہوں کی سزا دی، اخی اب کے خاندان کے

Marfat.com

یہوسبع نے اخزیاہ کے شیر خوار بچے یواس کو چھپا دیا، علتیاہ نے چھ سال تک یہوداہ پر حکومت کی۔

(سلاطین دوم باب ۱۱ آ تا ۳)

۳۔ یواس (JEHOASH)

(۸۲۹ قم تا ۷۹۰ قم)

جب یواس نے اپنی زندگی کے ساتویں سال میں قدم رکھا تو اس کی پھوپھی یہوسبع اور کاہن وقت یہویدع نے اراکین سلطنت سے مل کر اس کی تاجپوشی کی رسم ادا کی اور علتیاہ قتل کر دی گئی، یواس کی والدہ کا نام ضیاہ تھا جو بیر سبع کی رہنے والی تھیں یواس کے زمانہ میں شاہ ارام خزائیل نے یہوداہ پر حملہ کیا لیکن یواس سے نذرانہ قبول کر کے واپس لوٹ گیا، یواس نے ۴۰ سال حکومت کی اور اپنے ہی خادموں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(سلاطین دوم باب ۱۲)

۴۔ امصیاہ (AMAZIAH)

(۷۹۰ قم تا ۷۶۲ قم)

یواس کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۵ سال تھی اس نے یہوداہ پر ۱۹ سال حکومت کی والدہ کا نام یہوعدان تھا۔ یروشلم کی رہنے والی تھی

تمام افراد اور بعل کے تمام پجاریوں کو اس نے چن چن کر قتل کر دیا، اس نے ۲۸ سال سامریہ میں اسرائیل پر حکومت کی۔

(سلاطین دوم باب ۹ و باب ۱۱)

۳۔ یہوآخز (JEHOAHAZ)

(۸۰۰ قم تا ۷۹۱ قم)

یاہو کے بعد اس کا بیٹا یہوآخز تخت پر بیٹھا اور ۱۷ سال سامریہ میں حکومت کی، اس نے بھی بدی کی راہ اختیار کی اس کے زمانہ میں شاہ ارام خزائیل اور اس کے بیٹے بن ہدد نے بار بار اسرائیل پر حملہ کر کے ان پر جانگداز مظالم ڈھائے اور شہر کو تباہ کر دیا۔ ۱۷ سال حکومت کرنے کے بعد یہوآخز مر گیا اور سامریہ میں دفن ہوا۔

(سلاطین دوم باب ۱۳ ا تا ۸)

۴۔ یہوآس (JEHOASH)

(۷۹۱ قم تا ۷۷۶ قم)

یہوآخز بن یاہو کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یہواس سامریہ میں تخت نشین ہوا اور اس نے ۱۶ سال حکومت کی۔ یہواس نے شاہ یہوداہ امصیاہ پر حملہ کر کے اس کو شکست دی اور امصیاہ کو گرفتار کر لیا۔ یہواس نے خزائیل شاہ ارام کے بیٹے بن ہدد کو تین مرتبہ شکست دے کر وہ علاقے واپس لے لیے جو ارامیوں نے

Marfat.com

امصیاہ نے اپنے باپ کے قاتلوں سے بدلہ لیا۔
ارومیوں کو شکست دی اور سلع کو فتح کر کے اس کا نام یقتیل رکھا، اس نے شاہِ اسرائیل یہواس بن اخزبن یاہو سے جنگ کی اور شکست کھا کر گرفتار ہو گیا اور یہواس کے مرنے کے بعد ۱۵ سال تک زندہ رہا بالآخر کچھ لوگوں نے بغاوت کر کے اس کو قتل کر دیا۔
(سلاطین دوم باب ۱۴ ا تا ۲۰)

اس کے باپ یہوآخز کے زمانہ میں چھین لیے تھے۔ اسی کے دوران حکومت میں حضرت الیسعؑ نے وفات پائی۔
(سلاطین دوم باب ۱۳ ا تا ۲۵)

حضرت الیسعؑ کی وفات:۔ شاہ اسرائیل یہواس بن یہوآخز بن یاہو کا زمانہ تھا کہ حضرت الیسعؑ بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گئے اور بالآخر یہ مرض، مرض الموت ثابت ہوا۔ آخر وقت میں یہواس عیادت کو آیا اور آپ کو دیکھ کر رونے لگا، حضرت الیسعؑ نے یہواس سے ارشاد فرمایا کہ کمان اُٹھا، مشرق کی طرف کی کھڑکی کھول اور تیر چلا، یہواس نے تعمیل کی، آپ نے فرمایا یہ ارام پر فتح پانے کا تیر ہے، اس کے بعد آپ نے اور تیر چلانے کا حکم دیا یہواس نے تین تیر پھینکے اور ٹھہر گیا، یہ دیکھ کر آپ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ تو ارامیوں کو صرف تین بار شکست دے گا۔ اگر پانچ تیر پھینکتا تو ان کو نابود کر دیتا، اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ (سلاطین دوم باب ۱۳ ۱۴ تا ۲۰)

معجزہ بعد از وفات:۔ توراۃ میں ہے کہ حضرت الیسعؑ کی وفات کے بعد موآب کے جتھے اسرائیل کے علاقہ میں گھس کر چھاپے مارنے لگے۔ ایک مرتبہ جب لوگ کسی آدمی کو دفن کر رہے تھے تو ایک موابی جتھہ نظر آیا لوگ خوفزدہ ہو کر لاش کو ایک قبر میں ڈال کر بھاگے، اتفاق سے وہ قبر حضرت الیسعؑ کی تھی، لاش جوں ہی آپ کے جسد سے ٹکرائی وہ شخص فی الفور زندہ ہو کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔
(سلاطین دوم باب ۱۳ ۲۰، ۲۱)

Marfat.com

حضرت الیسعؑ کا زمانہ :-

حضرت الیاسؑ کے تذکرہ میں ہم بتا چکے ہیں کہ جب آپ کوہ حورب کے غار میں متعکف تھے۔ تو آپ کو حکم ملا تھا کہ دمشق کے میدان میں جا کر حضرت الیسعؑ سے ملیں، اس ملاقات کے بعد توراۃ میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ شاہ اسرائیل اخی اب نے جب نبوت کو قتل کر کے اس کے تاکستان پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تو حضرت الیاسؑ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو زجر و توبیخ فرمائی۔ اس کے بعد تین سال امن و امان کے گزرے لیکن اس کے بعد اخی اب نے رامات جلعاد پر حملہ کر دیا جس میں وہ کام آیا۔ اس لیے حضرت الیاسؑ و حضرت الیسعؑ کی ملاقات اور اخی اب کی موت کے درمیان تقریباً ۵ سال کا فعل ہے، اخی اب کی موت ۸۴۵ء ق م میں واقع ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت الیاسؑ و حضرت الیسعؑ کی ملاقات تقریباً ۸۵۵ء ق م میں ہوگی۔ اگر اس وقت حضرت الیسعؑ کی عمر ۲۵ سال تصور کر لی جائے تو آپ کی تاریخ پیدائش ۸۷۵ء ق م ہوگی۔ آپ کی وفات شاہ اسرائیل یہواس بن یہو آخزبن یاہو کے زمانہ میں ہوئی۔ توراۃ کے بیانات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ یہواس کی حکومت کے چوتھے پانچویں سال پیش آیا چونکہ اس نے ارامیوں کو تین مرتبہ شکست حضرت الیسعؑ کی پیشین گوئی اور وفات کے بعد دی ہے (سلاطین دوم باب ۱۳ / ۲۵) یہواس ۸۵۵ء ق م میں تخت نشین ہوا اس لیے حضرت الیسعؑ کی وفات تقریباً ۸۰۰ء ق م کا واقعہ ہے۔

اگر او پر پیش کردہ تجزیہ کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۸۷۵ء ق م اور تاریخ وفات ۸۰۰ء ق م تسلیم کر لی جائے تو آپ کی عمر ۹۵ سال ہوگی۔

قرآن کریم اور حضرت الیسعؑ :-

قرآن کریم میں آپ کے حالات و واقعات مذکور نہیں ہیں البتہ دوسرے انبیاء کرام کے ساتھ سورۃ انعام اور سورۃ ص میں آپ کا نام اور فضیلت بیان ہوئی ہے۔ سورۃ انعام میں پہلے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰ حضرت ہارونؑ، حضرت ذکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت الیاسؑ غرضیکہ قریب قریب تمام جلیل القدر پیغمبروں کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

ترجمہ :۔ "اور اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ (کو ہدایت بخشی) اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت عنایت کی اور بعض کو ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی، اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا، یہ خدا کی ہدایت ہے۔ اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہے چلائے اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے، یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم (شریعت) اور نبوت عطا فرمائی تھی، اگر یہ (کفار) ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے ان پر (ایمان لانے کے لیے) ایسے لوگ مقرر کر دیئے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی تھی؛ تو تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو (اے محمدؐ) کہدو کہ میں تم سے اس (قرآن) کا صلہ نہیں مانگتا یہ تو تمام جہان کے لوگوں کے لیے نصیحت ہی نصیحت ہے۔

(الانعام ۸۶ تا ۹۰)

سورۃ صٓ میں بھی دوسرے انبیاء کرام کے ساتھ آپ کا نام مذکور ہوا ہے۔ آپ کا ۴۸ میں ہے۔

ترجمہ :۔ " اور اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کو یاد کرو، وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے "

(ص ۴۸)

Marfat.com

حضرت سیموئیل علیہ السلام

توارات میں حضرت سیموئیلؑ کا تذکرہ سیموئیل اوّل میں ہوا ہے۔ قرآن کریم میں آپ کا نام مذکور نہیں ہے۔ مگر سورۃ بقرہ کی آیات ۲۴۶ تا ۲۵۱ میں آپ کا اجمالی اور ضمنی تذکرہ ہوا ہے۔

حضرت یوشعؑ کے وصال کے وقت ملک شام (فلسطین) کا کافی علاقہ فتح ہونے سے رہ گیا تھا۔ حضرت یوشعؑ کی وفات کے بعد بنی یہوداہ کو حکم ہوا کہ وہ آگے بڑھیں اور فتوحات کے اس سلسلہ کو مکمل کریں۔ بنی یہوداہ نے بنی شمعون اور بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں کو ساتھ لے کر اس حکم کی تعمیل کی۔ لیکن جلد ہی بنی اسرائیل گناہ و معصیت اور شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو گئے اس کی سزا یہ ملی کہ قرب و جوار کی قومیں ان پر حملہ آور ہو کر غالب آتی رہیں اور ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیتی رہیں۔ حضرت یوشعؑ آخر زمانہ میں قاضیوں کا تقرر فرما گئے تھے، یہ قاضی ہدایت کا کام کرتے رہتے اور ان کے وسیلہ سے بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات مل جاتی مگر پھر وہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتے اور پھر کوئی قوم ان پر غالب آ جاتی۔

توراۃ کا بیان ہے کہ

"جب خداوند ان کے لیے قاضیوں کو برپا کرتا تو خداوند اس قاضی کے ساتھ ہوتا اور اس قاضی کے جیتے جی ان کو ان کے دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑایا کرتا تھا اس لیے کہ جب وہ اپنے ستانے والوں اور دکھ دینے والوں کے باعث کڑھتے تھے تو خداوند ملول ہوتا تھا لیکن جب وہ قاضی مر جاتا تو وہ برگشتہ ہو کر اور معبودوں کی پیروی میں اپنے باپ دادا سے بھی

Marfat.com

بگڑ جاتے اور اُن کی پرستش کرتے اور اُن کو سجدہ کرتے تھے"۔

چنانچہ پہلے میسوپوٹامیا بابل کے حکمران کوشن رسقیم نے ان پر حملہ کر کے آٹھ برس تک اپنا غلام بنائے رکھا اور بالآخر حضرت کالبؓ کے چھوٹے بھائی قنز کے فرزند غتنی ایل نے جو حضرت کالبؓ کے داماد بھی تھے ان کو نجات دلائی۔ پھر اہل مواب ان پر غالب آگئے اور وہ اٹھارہ سال تک مواب کے بادشاہ عجلون کے مطیع رہے، اس مصیبت سے اہود بن جیرا نے جو قبیلہ بن یمین سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کو چھٹکارا دلایا (توراۃ قضاۃ باب ۳، ۱۴، ۱۵) اہود کی وفات کے بعد کنعانی حکمران یابین نے ان کو شکست دی اور بیس سال تک ان کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنائے رکھا۔ اس حالت سے قبیلہ بنی نفتالی کے برق بن ابی نوعم نے ان کو نجات دلائی (قضاۃ باب ۴، ۵) اس کے بعد مدیانیوں نے ان پر تسلط کر لیا۔ اور سات سال کے بعد قبیلہ منسی کے ایک فرد جدعون کے ذریعہ رستگاری حاصل ہوئی (قضاۃ باب ۶ تا ۸) پھر ابی ملک کے جور وستم کی آماجگاہ بنے رہے (قضاۃ باب ۹) ابی ملک کی وفات کے بعد فلستیون اور بنی عمون نے اٹھارہ سال تک ان پر مظالم ڈھائے، بنی عمون کے مظالم سے تو بالآخر افتاح بن جلعاد نے چھڑایا اور فلستیون کی ہلاکت حضرت شمعونؑ کے ذریعہ عمل میں آئی۔ (قضاۃ باب ۱۰ تا ۱۶)

ان پیہم جنگوں میں بنی اسرائیل کی سب سے مقدس متاعؑ "عہد کا صندوق" یا "تابوت سکینہ" بھی ان سے چھن گیا تھا جس میں تورات کا نسخہ، حضرت موسیٰؑ کا عصاءؑ حضرت ہارونؑ کا پیراہن، مٹی کا ایک مرتبان اور اکثر دوسرے تبرکات تھے فلسطینی قوم ان سے یہ صندوق چھین کر لے گئی تھی اور اپنے سب سے بڑے دیوتا دجون کے مندر میں اس کو رکھ دیا تھا، یہ تقریباً چوتھی صدی موسوی کا زمانہ تھا اسوقت عیلی (ELI) کاہن تھے، ان کے بیٹے حفنی (HOPHNI) اور فینحاس (PHINEHAS) بھی اس جنگ میں کام آئے اور خود عیلی کاہن کو جو اُس وقت نوے سال کے تھے یہ خبر سُن کر اس قدر صدمہ ہُوا کہ پچھاڑ کھا کر گرے اور فوت ہو گئے (سیموئیل اوّل باب ۴)

عیلی کاہن کا زمانہ تھا، ان کی وفات سے پہلے کا واقعہ ہے کہ افرائیم کے کوہستانی ملک میں راماتیم صوفیم (RAMATHIM ZOPHIM) کا ایک شخص رہتا تھا جس کا نام القانہ (ELKANAH) تھا، اس کی دو بیویاں تھیں حنّہ (HANNAH) اور فننہ

Marfat.com

(ELKANAH) فنّنہ کے اولاد تھی لیکن حنّہ بانجھ تھیں، اس بنا پر فنّنہ ان کو حقیر سمجھتی اور ہر وقت ذلیل کرتی رہتی تھی اور حنّہ اس بناء پر سخت آزردہ اور دلگیر رہا کرتیں۔

القانہ ہر سال عبادت کرنے اور قربانی گزراننے کے لیے شہر سیلا (SHILOH) کو جہاں عیلی کاہن رہتے تھے جایا کرتے تھے۔ یہ اپنی بیوی حنّہ سے زیادہ محبت کرتے تھے اور سیلا میں ان کے ہمراہ حنّہ اور فنّنہ بھی جایا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سیلا میں سالانہ عبادت کے موقعہ پر حنّہ، فنّنہ کے طعن و تشنیع سے دل برداشتہ ہو کر رونے لگیں اور خدا سے لڑکے کے لیے دُعا مانگی اور نذر مانی کہ اگر لڑکا تولد ہُوا تو اُسے خدا کی نذر کر دیں گی۔ عیلی کاہن نے ان کو برکت دی، اس کے بعد القانہ مع اپنی دونوں بیویوں کے اپنے شہر رامہ (RAMAH) کو واپس گئے اور وہاں اگلے سال حنّہ کے ایک لڑکا پیدا ہُوا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے حنّہ کی فریاد سُن کر لڑکا عطا کیا تھا۔ اس لیے حنّہ نے ان کا نام سیموئیل (SAMUEL) رکھا۔ عبرانی میں یہ لفظ "اشماع ایل" ہے "شماع" (سمع) یعنی سُننا اور "ایل" یعنی اللہ، یعنی اللہ کا سُننا، جب رضاعت کا زمانہ ختم ہو گیا تو حنّہ آپ کو لے کر عیلی کاہن کے پاس آئیں اور نذر کے مطابق آپ کو ان کے سپرد کر دیا اور آپ نے عیلی کاہن ہی کی نگرانی میں پرورش پائی (سیموئیل اوّل باب ۱، ۲)

عیلی کاہن کے دونوں بیٹے حفنی اور فینحاس معصیت میں مُبتلا تھے اور حضرت سیموئیل کتان کا افود پہنے ہوئے عبادت گاہ کی خدمت کرتے تھے، ان کی والدہ حنّہ ہر سال عبادت کے موقع پر ان کے لیے دو جوڑے کپڑے لایا کرتی تھیں اور انہیں دیکھ جایا کرتی تھیں اور حضرت سیموئیل کے بعد عیلی کاہن کی دعا سے ان کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں اور تولد ہوئیں۔

ایک رات جب کہ عبادت گاہ کا چراغ ہنوز روشن تھا اور حضرت سیموئیل سونے کے لیے "عہد کے صندوق" کے پاس لیٹے ہوئے تھے کہ آواز آئی "سیموئیل" آپ نے کہا "میں حاضر ہوں" اور اُٹھ کر عیلی کاہن کے پاس گئے، انہوں نے کہا، میں نے نہیں پکارا لیٹ جاؤ، آپ واپس آکر لیٹے تو پھر وہی آواز آئی، اب پھر اُٹھ کر عیلی کاہن کے پاس گئے تو انہوں نے پھر وہی کہا، تین دفعہ یہی واقعہ پیش آیا، تیسری دفعہ عیلی کاہن نے کہا کہ اب اگر تمہیں وہی آواز سنائی دے تو سمجھ لینا کہ غیب کی آواز ہے اور تم کہنا۔

"خداوند فرما، کیونکہ تیرا بندہ سُنتا ہے"

Marfat.com

چوتھی دفعہ جب آپ لیٹے تو پھر آواز آئی "سموئیل! سموئیل! آپ نے جواب میں عیلی کے بتائے ہوئے الفاظ دہرائے ندا آئی "عیلی کے بیٹوں کی بدکاری کے سبب اس کا گھرانہ تباہ کر دیا جائے گا"۔ صبح کو عیلی نے اصرار کر کے آپ سے تمام باتیں دریافت کیں اور ان کو سننے کے بعد بولے :۔

" وہ خداوند ہے، جو وہ بھلا جانے سو کرے "۔

حضرت سیموئیل بڑے ہوتے گئے اور رفتہ رفتہ دان سے بیرسبع تک یہ بات مشہور ہوگئی کہ آپ منصب نبوت پر فائز کیے گئے ہیں (سیموئیل اوّل باب ۳) اسی زمانہ میں فلسطین کی اشدودی قوم سے جنگ ہوئی جس میں بنی اسرائیل کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی ان کے تقریباً چار ہزار آدمی میدان جنگ میں کام آئے، عیلی کاہن کے دونوں بیٹے مارے گئے اور غنیم "عہد کا صندوق" بھی چھین کر لے گئے۔ (سیموئیل اوّل باب ۴)۔

حضرت سیموئیل عمر بھر بنی اسرائیل میں نبوت اور عدالت کے فرائض انجام دیتے رہے یوں تو آپ کا مستقل قیام اپنے آبائی شہر رامہ میں تھا۔ لیکن آپ بسلسلہ عدالت ہر سال ملک کے مختلف مقامات کا دورہ فرمایا کرتے تھے۔ توراۃ کا بیان ہے کہ

"سیموئیل اپنی زندگی بھر اسرائیلیوں کی عدالت کرتا رہا اور وہ سال بہ سال بیت ایل اور جلجال اور مصفاہ میں دورہ کرتا اور اُن سب مقاموں میں بنی اسرائیل کی عدالت کرتا تھا پھر رامہ کو لوٹ آتا کیونکہ وہاں اس کا گھر تھا اور وہاں اسرائیل کی عدالت کرتا تھا اور وہیں اس نے خداوند کے لیے ایک مذبح بنایا"۔

ساتھ ہی ساتھ ہدایت و تبلیغ کا کام بھی جاری رہا۔ توراۃ کے صفحات میں اب تک آپ کے مواعظ حسنہ کی کہیں کہیں جھلک نظر آتی ہے۔ جب یہ وحشتناک اطلاع ملی کہ دشمن "عہد کا صندوق" چھین کر لے گئے۔ تو آپ نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ یہ ان کی بدکرداری، نافرمانی اور شرک کی سزا ہے جو ان کو دی گئی ہے اگر اب بھی وہ اپنی گمراہی سے باز آجائیں اور توحید الٰہی پر جم جائیں تو کچھ دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ پھر ان کو اپنی نوازشات اور عنایات خصوصی سے سرفراز فرما دے، توراۃ میں ہے۔

" اور سیموئیل نے اسرائیل کے سارے گھرانے سے کہا کہ اگر تم اپنے سارے

Marfat.com

دل سے خداوند کی طرف رجوع لاتے ہو تو اجنبی دیوتاؤں اور عتمادات کو اپنے بیچ سے دور کرو اور خداوند کے لیے اپنے دِلوں کو مستعد کر کے فقط اسی کی عبادت کرو اور وہ فلستیوں کے ہاتھ سے تمھیں رہائی دے گا۔"

ایک اور موقع پر آپ نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے خطاب فرمایا۔ ان کے سامنے ان کی تاریخ کے اہم سابقہ واقعات دہرائے، اللہ کے انعامات و عنایات اور ان کی گمراہیوں اور شرارتوں کو یاد دلا کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

"یہ سب شرارت تو تم نے کی ہے تو بھی خداوند کی پیروی سے کنارہ کشی نہ کرو بلکہ اپنے سارے دِل سے خداوند کی پرستش کرو، تم کنارہ کشی نہ کرنا، ورنہ باطل چیزوں کی پیروی کرنے لگو گے جو نہ فائدہ پہنچا سکتی نہ رہائی دے سکتی ہیں اس لیے کہ وہ سب باطل ہیں کیونکہ خداوند اپنے بڑے نام کے باعث اپنے لوگوں کو ترک نہیں کرے گا اس لیے کہ خداوند کو یہی پسند آیا کہ تم کو اپنی قوم بنائے، اب رہا میں، سو خدا نہ کرے کہ تمھارے لیے دُعا کرنے سے باز آکر خداوند کا گنہگار ٹھہروں بلکہ میں وہی راہ جو اچھی اور سیدھی ہے تم کو بتاؤں گا، فقط اتنا ہو کہ تم خداوند سے ڈرو اور اپنے سارے دِل اور ساری سچائی سے اس کی عبادت کرو کیونکہ سوچو کہ اس نے تمھارے لیے کیسے بڑے کام کیے ہیں پر اگر تم اب بھی شرارت ہی کرتے جاؤ تو تم اور تمھارا بادشاہ دونوں کے دونوں نابود کر دیئے جاؤ گے۔"

حضرت سیموئیل کے دو بیٹے تھے پہلے کا نام یوئیل (OEL) اور دوسرے کا نام ابیاہ (ABIAH) تھا، حضرت سیموئیل نے ان دونوں کو قاضی مقرر کر دیا تھا ان دونوں کا قیام بیرسبع میں تھا مگر طمع اور ہوس نے ان دونوں کو راہ راست سے بہکا دیا تھا توراۃ میں ہے۔

"پر اس کے بیٹے اس کی راہ پر نہ چلے بلکہ وہ نفع کے لالچ سے رشوت لیتے اور انصاف کا خون کر دیتے تھے۔"

حضرت سیموئیل اب ضعیف اور کمزور ہو چکے تھے، بیٹوں کا یہ حال تھا، ادھر عمالقہ

Marfat.com

کے حملے اور مظالم شدید تر ہوتے جا رہے تھے ان حالات کے پیش نظر بنی اسرائیل کے سردار جمع ہو کر رامہ میں حضرت سیموئیل کے پاس آئے اور آپ سے مطالبہ کیا کہ ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر فرما دیں۔ حضرت سیموئیل نے پہلے ان کو اس خیال سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے ساؤل SAUL کو ان کا بادشاہ نامزد کر دیا۔ قرآن کریم نے اِن ہی ساؤل کو طالوت کہا ہے۔

حضرت طالوتؑ قبیلہ بن یمین سے تعلق رکھتے تھے آپ کا نسب توراۃ میں مختلف مقامات پر بیان ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں سیموئیل اوّل باب ۹ باب ۱۴، ۱۵، تواریخ اوّل باب ۸ ا تا ۴۰، اور باب ۹ ۳۵ تا ۴۴ اور گنتی باب ۲۶ ۳۸ خصوصیت کے ساتھ قابل مراجعت ہیں۔

حضرت طالوت نہایت وجیہہ و شکیل اور قدآور و جری اللسان تھے۔ توراۃ میں ہے کہ "بنی اسرائیل کے درمیان اس سے خوبصورت کوئی شخص نہ تھا، وہ ایسا قدآور تھا۔ کہ لوگ اُس کے کندھے تک نہ آتے تھے"۔

لیکن ان کا خاندان نہایت غریب اور مفلوک الحال تھا، ان کے والد قیس (KISH) کے گدھے کھو گئے تھے یہ ان کو ڈھونڈتے ہوئے حضرت سیموئیل کے پاس آ نکلے اور حضرت سیموئیل نے بحکم الٰہی آپ کو بنی اسرائیل کا بادشاہ نامزد کر دیا، خود حضرت طالوت کو اپنی غربت کے پیش نظر اس غیر متوقع واقعہ سے سخت تعجب ہوا اور آپ نے حضرت سیموئیل سے کہا:

> "کیا میں بن یمینی یعنی اسرائیل کے سب سے چھوٹے قبیلہ کا نہیں؟ اور کیا میرا گھرانا بن یمین کے قبیلہ کے سب گھرانوں میں سے چھوٹا نہیں؟ سو تُو مجھ سے ایسی باتیں کیوں کہتا ہے"۔

بنی اسرائیل نے جب یہ اعلان سُنا تو اُن کو سخت ناگوار ہوا، ان کی ناگواری کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ حضرت طالوت متمول نہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ بادشاہ وہ ہو سکتا ہے۔ جو بڑی دولت و حشمت کا مالک ہو، دوسری وجہ غالباً یہ تھی کہ اس وقت تک سرداری کے منصب پر دوسرے قبیلہ کے لوگ قابض تھے اور ان کو گوارا نہ تھا کہ قبیلہ بن یمین کا کوئی شخص اور وہ بھی ایسا شخص جو غریب، نادار، اور گمنام ہو، ان کا بادشاہ مقرر کیا جائے چنانچہ انہوں نے سخت احتجاج کیا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل جب مطمئن نہ ہوئے تو حضرت سیموئیل نے فرمایا کہ طالوت کے منجانب اللہ انتخاب کی نشانی یہ ہے کہ خدا کے عہد کا صندوق جس کو تم سے غنیم چھین کر لے گئے ہیں، اس کو فرشتے واپس پہنچا دیں گے، یہ بہت بڑی نشانی ہے اور جب یہ ظاہر ہو تو تم سمجھ لینا کہ طالوت کو اللہ تعالیٰ نے تم پر بادشاہ مقرر فرمایا ہے، اور تم ان کی اطاعت کرنا۔

"عہد کے صندوق" کی واپسی کا تذکرہ توراۃ میں بالتفصیل مذکور ہے، گو توراۃ میں اس واقعہ کا ذکر حضرت طالوت کی بادشاہی کی نشانی کے طور پر نہیں ہوا۔ توراۃ میں یہ واقعہ حضرت سیموئیلؑ کے حالات میں بیان ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

"فلسطین کی اشدودی قوم کے لوگ اس صندوق کو چھین کر لے گئے تھے اور انہوں نے اس کو اپنے سب سے بڑے بت دجون کے مندر میں رکھ دیا تھا، لیکن اس کے اثر سے دجون کا بت روزانہ اندھے منہ گرا ہوا ملتا، بالآخر ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سب سے بڑے دیوتا کا سر اور انگلیاں کٹی پڑی ہیں، اس واقعہ سے لوگوں میں ہراس پھیل گیا، اس واقعہ کے کچھ ہی بعد اشدودیوں میں طاعون کی وبا پھیلی اور وہ کثیر تعداد میں ہلاک ہو گئے اب یہ صندوق وہاں سے جات اور جات سے عقرون کو بھیجا گیا لیکن جیسے ہی یہ صندوق ان شہروں میں پہنچا وہاں بھی طاعون پھیل گیا بالآخر لوگوں نے مشورہ کر کے صندوق کو ایک بیل گاڑی پر رکھا اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف ہانک دیا۔ فرشتے اس کو ہانکتے ہوئے بیت شمش تک لائے اور یہ گاڑی حضرت یوشعؑ کے کھیت میں آکر کھڑی ہو گئی اور قریت یعریم کے لوگ اس صندوق کو حضرت طالوت کے بیٹے ابنداب کے گھر پہنچا گئے اس طرح سات مہینے تک دشمنوں کے قبضہ میں رہنے کے بعد یہ صندوق اس عجیب و غریب طریقہ سے واپس آگیا۔" (سیموئیل اول باب ۵ تا ۷)

Marfat.com

اب فلسطین کی اشدودی قوم اور عمالقہ نے پھر جنگ کی تیاریاں کیں اور اپنی زبردست فوجیں لے کر یہوداہ کے شہر شوکہ (SHOCHOH) میں مجتمع ہو گئے اور شوکہ اور عزیقہ (AZEKAH) کے درمیان افسد میم (EPHESDAMMIM) میں خیمہ زن ہو گئے۔ (سیموئیل اول باب ۱۷)

حضرت طالوت نے سُنا تو آپ اپنی فوجیں لے کر بڑھے، راستہ میں پانی نہ تھا، لوگ پیاس اور گرمی سے بے حال ہو رہے تھے۔ حضرت طالوت چاہتے تھے کہ مقابلہ چونکہ سخت ہے اس لیے میدان جنگ میں ان کے ساتھ وہ لوگ نکلیں جو ایمان میں پختہ اور اپنے عزم میں پُوری طرح راسخ ہوں، آگے دریا تھا جس کو پار کرنا تھا۔ اس وقت حضرت طالوت نے ان کی آزمائش کی اور حکم دیا کہ جو میرے ساتھ ہے وہ ایک چلو سے زیادہ پانی نہ پیئے، زیادہ تر لوگوں نے نافرمانی کی اور دریا پار کرنے کے بعد جہاد سے انکار کر دیا، مطابقت کرنے والوں میں لیتی کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت داؤد بھی شامل تھے جو ہنوز کم سن لڑکے تھے اور بکریاں چرایا کرتے تھے۔

توراۃ میں طالوت (ساؤل) کے سلسلہ میں کتاب قضاۃ میں جدعون قاضی کے حالات میں یہ واقعہ درج ہے (ملاحظہ ہو قضاۃ باب ۶ تا ۸)

قضاۃ باب ۷ میں ہے۔

"سو وُہ ان لوگوں کو چشمہ کے پاس نیچے لے گیا اور خداوند نے جدعون سے کہا کہ جو جو اپنی زبان سے چپڑ چپڑ کر کے کُتے کی طرح پیئے اس کو الگ رکھ اور ویسے ہی ہر ایسے آدمی کو جو گھٹنے ٹیک کر پیئے، تو جنھوں نے اپنا ہاتھ اپنے مُنہ سے لگا کر چپڑ چپڑ کر کے پیا وہ گنتی میں تین سو مرد تھے اور باقی سب لوگوں نے گھٹنے ٹیک کر پیا، تب خداوند نے جدعون سے کہا کہ میں ان تین سو آدمیوں کے وسیلہ سے جنھوں نے چپڑ چپڑ کر کے پیا تم کو بچاؤں گا۔"

اس کی تصدیق صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ صحیح بخاری، باب المغازی میں حضرت براءؓ بن عازب سے مروی ہے کہ "حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ ہم سب صحابہ

Marfat.com

باہم بیان کرتے تھے کہ شرکاءِ بدر کی تعداد طالوت کے ان ساتھیوں کے برابر تھی جنھوں نے طالوت کے ہمراہ نہر کو عبور کیا تھا یعنی کچھ اُوپر تین سو دس"

غرض نہر عبور کر کے حضرت طالوت بنی اسرائیل کو لیکر اصلیہ کی وادی میں خیمہ زن ہوتے اب میدان کا نقشہ یہ تھا کہ

"ایک طرف سے پہاڑ پر فلستی اور دوسری طرف کے پہاڑ پر بنی اسرائیل کھڑے ہوتے اور ان دونوں کے درمیان وادی تھی"

دُشمن کے سازوسامان سے مرعوب ہو کر بنی اسرائیل نے جنگ سے پہلوتہی کی اور کہا کہ سفر کی وجہ سے ہم اس قدر تھک چکے ہیں کہ آج ہم میں غنیم سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، جو لوگ صاحب ایمان تھے انہوں نے دوسروں کی ہمت بندھائی اور جہاد کی ترغیب دی اور کہا کہ فتح وشکست، سازوسامان اور تعداد پر منحصر نہیں بلکہ مشیت الٰہی پر منحصر ہے وہ جب چاہتا ہے تو ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کو بڑے سازوسامان رکھنے والی کثیر التعداد جماعتوں پر غالب کر دیتا ہے، اس لیے تم حوصلہ نہ ہارو، ہمت کر کے آگے بڑھو اور اللہ کی ذات سے فتح ونصرت کی اُمید رکھو۔

بالآخر دشمن کی فوج سے مقابلہ ہُوا اور دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوگئیں۔ اُس وقت حضرت طالوت اور دیگر مومنین نے بارگاہ الٰہی میں دُعا کی۔

جالوت غنیم کا سپہ سالار تھا اور نہایت قدآور، دیو قامت اور جری الشان تھا۔ توراۃ کا بیان ہے کہ

"اس کا قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت تھا اور اس کے سر پر پیتل کا خود تھا اور وہ پیتل ہی کی زرہ پہنے ہوئے تھا جو تول میں پانچ ہزار پیتل کی مثقال کے برابر تھی اور اس کی ٹانگوں پر پیتل کے دو ساق پوش تھے اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان پیتل کی برچھی تھی اور اس کے بھالے کی چھڑ ایسی تھی جیسے جلاہے کا شہتیر اور اس کے نیزہ کا پھل چھ سو مثقال لوہے کا تھا اور ایک شخص سپر لیے ہوئے اس کے آگے چلتا تھا۔"

Marfat.com

اب دشمن کی فوج سے خود جالوت (GOLIATH) یہ این جاہ وجلال نکل کر آیا اور مبارز طلب ہوا۔ بنی اسرائیل اس کے قد وقامت اور جاہ وحشمت کو دیکھ کر ڈر گئے اور کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ مقابلے کے لیے اس کے سامنے آتے حضرت داؤد جو چھوٹے قد کے تھے اور ہنوز نوجوان تھے یہ کیفیت دیکھ کر آگے بڑھے اور حضرت طالوت سے اجازت لیکر جالوت کے مقابلہ کے لیے آئے، اور اس شان سے آئے کہ ہاتھ میں نہ کوئی تلوار تھی نہ برچھی، ایک ہاتھ میں بکریوں کو ہانکنے کا ڈنڈا تھا اور دوسرے میں فلاخن، آپ نے راستہ سے پانچ پتھر اٹھا لیے اور ایک پتھر فلاخن میں رکھ کر جو مارا تو جالوت کے ماتھے کو توڑ کر اندر گھس گیا اور وہ زمین پر مُنہ کے بل گر پڑا، اس کے بعد آپ بڑھ کر اس کے اُوپر کھڑے ہو گئے اور اسی کی تلوار کھینچ کر اس کا سرتن سے جدا کر دیا، دشمن کی فوج نے آن کی آن میں اپنے سردار کا جو سر کٹا ہوا دیکھا تو سراسیمہ اور بدحواس ہو کر بھاگی اور بنی اسرائیل فتح یاب ہو گئے (سیموئیل اول باب ۱۷ (۸ تا ۵۸)

توراۃ میں ہے کہ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت طالوت نے اپنی دوسری بیٹی میکل کی شادی حضرت داؤد سے کر دی۔

توراۃ میں ہے کہ حضرت طالوت کے کردار پر نہایت شدید الزامات لگاتے ہیں، گمراہی اور نافرمانی کے الزامات کے علاوہ ایک الزام یہ بھی لگایا گیا ہے کہ (العیاذ اللہ) وہ راہ حق سے بھٹک گئے اور ان پر ایک بدروح کا اثر ہو گیا اور یہ کہ اس فتح کے بعد حضرت داؤد کو جو شہرت نصیب ہوئی وہ حضرت طالوت کو ناگوار گزری اور آپ نے طرح طرح سے ان کو مروا ڈالنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی بیوی میکل (جو پہلے ہی سے ان سے محبت کرنے لگی تھیں) اور اپنے سالے یونتن کی مدد اور اپنی بہادری کی وجہ سے ہر دفعہ بچ گئے (سموئیل اول باب ۱۸ تا ۳۱) مگر یہ تمام طویل بیانات موضوع افسانے معلوم ہوتے ہیں اس لیے کہ قرآن کریم نے جن الفاظ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے ان سے آپ کے علم و ایمان کی پختگی، آپ کے کردار کی پاکیزگی اور بلندی اور آپ کی عظمت و فضیلت کا تو اظہار ہوتا ہے مگر آپ کے کردار کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں ملتا۔

Marfat.com

ان واقعات کے کچھ عرصہ بعد حضرت سیموئیل ؑ کا وصال ہو گیا اور آپ اپنے آبائی شہر رامہ میں دفن ہوئے (سیموئیل اوّل باب ۲۵) آپ کے وصال کے بعد حضرت داؤد ؑ بنی اسرائیل کے نبی ہوئے اور حضرت طالوت کی شہادت کے بعد جو توراۃ کے بیان کے مطابق ایک جنگ میں واقع ہوئی آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ مقرر ہوئے۔ حضرت سیموئیل کے کردار کی پاکیزگی اور بلندی پر توراۃ کے بیان کردہ ایک خاص واقعہ سے روشنی پڑتی ہے۔ حضرت طالوت کی بادشاہی کا اعلان کرنے کے بعد آپ نے بنی اسرائیل کو مجتمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبہ میں آپ نے فرمایا۔

"دیکھو، جو کچھ تم نے مجھ سے کہا میں نے تمہاری ایک ایک بات مانی اور ایک بادشاہ تمہارے اُوپر ٹھہرایا ہے اور اب دیکھو یہ بادشاہ تمہارے آگے آگے چلتا ہے، میں تو بڈھا ہوں اور میرا سر سفید ہو گیا اور دیکھو میرے بیٹے تمہارے ساتھ ہیں، میں لڑکپن سے آج تک تمہارے سامنے ہی چلتا رہا ہوں۔ سو تم خداوند اور اس کے ممسوح کے آگے میرے مُنہ پر بتاؤ کہ میں کس کا بیل لے لیا یا کس کا گدھا لیا؟ میں نے کس کا حق مارا یا کس پر ظلم کیا یا کس کے ہاتھ سے میں نے رشوت لی تاکہ اندھا بن جاؤں؟ بتاؤ اور یہ میں تم کو واپس کر دوں گا، انہوں نے جواب دیا، تو نے ہمارا حق نہیں مارا اور نہ ہم پر ظلم کیا اور نہ تو نے کسی کے ہاتھ سے کچھ لیا، تب اُس نے ان سے کہا کہ خداوند تمہارا گواہ، اور اس کا ممسوح آج کے دِن گواہ ہے کہ میرے پاس تمہارا کچھ نہیں نِکلا، انہوں نے کہا، وہ گواہ ہے"

یہ شہادت خود آپ کی قوم کے ان لوگوں کی ہے جنھوں نے زندگی بھر آپ کو دیکھا، برتا اور ہر طرح اور ہر حالت میں آپ کا تجربہ کیا اور ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں ان لوگوں سے زیادہ کس کی شہادت وزنی اور قابل قبول ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

حضرت طالوت علیہ السلام

قرآن کریم کی سورۂ بقرہ آیت ۲۴۶-۲۵۱ میں حضرت طالوت علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جو بے شمار نعمتیں مسلسل عنایت کی تھیں ان نعمتوں میں ایک عجیب و غریب نعمت تھی "صندوق عہد" جس کو عہد کا تابوت بھی کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے دور میں اس صندوق کی عجیب و غریب برکتیں سامنے آئیں۔ بنی اسرائیل جب دشمنوں سے جنگ کرتے تھے تو اس صندوق کو میدان جنگ میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اور اپنی صفوں کے آگے اس کو رکھتے تھے۔ اس کی یہ خاصیت تھی کہ جب بنی اسرائیل کی نظر اس صندوق پر پڑتی تھی تو ان میں جرأت وہمت پیدا ہو جاتی، ان کے دلوں کو قرار آ جاتا، جنگ کے میدان میں ان کے قدم جم جاتے۔ ان کے حوصلے اس قدر بڑھ جاتے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دشمن کو شکست دے دیتے اور دشمن پر ان کی ہیبت چھا جاتی۔ اس صندوق کے ان عجیب و غریب کرشموں میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوشیدہ برکت رکھی تھی۔

لیکن جب بنی اسرائیل اپنے دینی طریقوں سے پھر گئے اور روحانی اقدار سے خالی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فلسطین کے باشندوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ فلسطینی لوگوں نے ان پر حملہ کر کے ان کو ان کے گھروں اور شہروں سے نکال باہر کیا۔ بنی اسرائیل کے تمام گھرانوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ بیٹے سے باپ اور باپ سے بیٹا جدا ہو گئے۔ کوئی کہیں پہنچا کوئی کہیں رہ گیا۔ فلسطینیوں نے ان سے صندوق عہد بھی چھین لیا۔ جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کا تمام شیرازہ بکھر گیا اور یہ سب ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

ایک مدت اسی صورت سے ان پر گزر گئی۔ یہاں تک کو بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر حضرت شموئیل کا دور آ گیا۔ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس گئے اور اپنی بے سر وسامانی و پریشانی کی شکایت کی۔ اور آپ سے خواہش ظاہر کی کہ ان کے لیے کوئی بادشاہ مقرر کر

Marfat.com

دیں۔جو ان پر حکومت کرکے ان کی زندگی کو سدھار دے۔تاکہ وہ اس بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہوں۔اور اس کے حکموں پر عمل کر کے متحد و منظم ہو جائیں۔

حضرت سموئیل نے جو اس قوم کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔اور ان کی تمام کمزوریوں سے بخوبی واقف تھے ان سے کہا۔

"مجھے اندیشہ ہے کہ جب ایسا ہوگا اور تم کو جنگ کرنے کا حکم دیا جائے گا تو تم لوگ اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کر سکو گے اور جب جنگ کا دن ہوگا اور اس روز تم لوگ بھاگ جاؤ گے۔"

قوم نے کہا۔"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے انجام اور فرض سے غافل ہو جائیں۔یا حصولِ مقصد میں کوتاہی کریں۔"

حضرت سموئیل نے کہا۔"اچھا مجھے مہلت دو تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے مشورہ کر لوں اور اس کی وحی کے ذریعہ تمہاری رہبری کروں۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ میں طالوت کو ان کی بادشاہی کے لیے مقرر کرتا ہوں۔لہٰذا سموئیل نے کہا۔"اے پروردگار! میں طالوت کو نہیں جانتا اور اس کو میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

وحی آئی کہ میں اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں تاکہ اس کی تلاش و جستجو میں تمہیں پریشانی نہ ہو۔وہ جس وقت بھی آئے سلطنت کا کام اور جھنڈا اس کے حوالہ کر دینا تاکہ وہ جہاد کرے۔

طالوت ایک تنومند۔قوی ہیکل اور خوبصورت جثہ کے مالک تھے۔آپ کی آنکھوں میں جرأت و بہادری کی چمک تھی۔ان میں بے پناہ روحانی قوت تھی لیکن شہرت نہ ہونے کی وجہ سے انہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔

حضرت طالوت اپنے باپ کے ساتھ دریا کے ساحلی علاقہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے اپنے باپ کے چوپاؤں کو چراگاہ میں لے جانے اور کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ان کے خچر گم ہو گئے۔طالوت اور ان کا غلام ان کی تلاش میں غاروں اور پہاڑوں کے دروں میں کئی دن سرگرداں رہے۔یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور پر تھکن غالب آ گئی۔

طالوت علیہ السلام نے غلام سے کہا۔"آؤ اپنے گاؤں واپس چلے چلیں۔مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میرا باپ ہمارے پیچھے سخت پریشان اور اداس ہو گیا ہے۔"

Marfat.com

غلام نے کہا ”ہم تو اب سرزمین صوف میں یعنی سموئیلؑ کے شہر میں آ گئے ہیں۔ وہ ایک پیغمبر ہیں۔ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور فرشتے ان کے پاس آتے ہیں۔ چلو ان کے پاس چلیں اور اپنے معاملہ میں ان سے مدد اور رہبری حاصل کریں۔ وہ وحی کی روشنی میں ہماری رہنمائی کریں گے۔“

طالوت نے غلام کی رائے سے اتفاق کیا اور ان کے دل میں اُمید کی ایک کرن پیدا ہو گئی۔ جب یہ دونوں سموئیلؑ کی منزل کی طرف جانے لگے تو راستہ میں انہوں نے چند لڑکیوں کو دیکھا جو پانی لینے کے لیے اپنے گھروں سے نکلی تھیں۔ طالوت اور ان کے غلام نے حضرت سموئیل کے گھر کا پتہ ان سے پوچھا۔ اور ان سے ملنے کی تدبیر پوچھی۔ لڑکیوں نے کہا۔

”لوگ اس پہاڑ پر ان کے منتظر ہیں اور اب وہ ان سے ملنے سے لیے آنے ہی والے ہیں۔“

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت سموئیل نمودار ہوئے۔ پیغمبری کا نور آپ کے گرد ہالہ کیے ہوتے تھا۔ اور وحی کی خوشبو آپؑ کے جسم سے آ رہی تھی۔ حضرت سموئیل اور طالوت کی نظریں چار ہوئیں تو پہلی ہی نظر میں دونوں ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے حضرت سموئیل نے اسی وقت طالوتؑ کو پہچان لیا کہ یہ وہی جوان ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کی بادشاہت کے لیے چن لو اور ملک کی زمامِ اختیار ان کے ہاتھ میں دے دو۔

حضرت طالوتؑ نے کہا ”اے معزز و محترم پیغمبر! میں ہدایت و ارشاد کی طلب میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ میرے باپ کے چوپائے اس چشمے کے اطراف میں بیابان بیابانی دروں میں گم ہو گئے ہیں۔ میں ان کو ڈھونڈنے نکلا ہوں۔ بہت تلاش کے باوجود وہ نہیں ملے اب ہم آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپؑ کی رہنمائی میں چارپایوں کا پتہ لگائیں۔“

حضرت سموئیلؑ نے کہا ”چوپائے اس وقت تیرے باپ کے باغوں کی طرف جا رہے ہیں۔ لہٰذا دل سے ان کا خیال نکال دے کیونکہ میں تجھے اس سے زیادہ عظیم اور اہم کام کی دعوت دیتا ہوں۔ جو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بنی اسرائیل کی بادشاہت کے لیے چن لیا ہے۔ تاکہ تو ان کو متحد و منظم کر کے ان کی مشکلوں اور اہم کاموں کو سرانجام دے اور ان کو ان کے دشمنوں سے نجات دلائے۔“

طالوتؑ نے کہا ”مجھے سلطنت اور ریاست کے کاموں سے کیا واسطہ۔ میں تو بنیامین کی اولاد سے ہوں اور اسباط میں سے ہوں اور تمام لوگوں میں حقیر ترین انسان ہوں۔ میں کس طرح بادشاہت کے طور طریقوں کو نبھاؤں گا اور سلطنت کو کس طرح چلاؤں گا۔“

Marfat.com

سموئیلؑ نے کہا ”اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی وحی کے مطابق میں نے تجھے دعوت دی ہے۔ اس لیے اللہ کے اس بے پناہ کرم کا شکریہ ادا کر اور جہاد کے لیے تیاری کر۔“
اس کے بعد سموئیلؑ طالوت کا ہاتھ پکڑ کر بنی اسرائیل کے سربرآوردہ لوگوں کے پاس لے گئے اور کہا۔

”یہ طالوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی کے لیے منتخب کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ریاست وسلطنت عطا کی ہے۔ اب یہ بات تمہارے ذمہ ہے کہ تم اس کی پیروی کرو۔ اس کے حکم میں رہ کر اپنے بگڑے ہوئے کاموں کو بنا لو۔ اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

اس بیان نے بنی اسرائیل کو بہت ہی تعجب اور حیرت میں مبتلا کر دیا اور ان کے تیوروں سے انکار و ناپسندیدگی کا اظہار ہونے لگا کیونکہ وہ طالوت مفلسی، تنگ دستی، گمنامی اور پریشان حالی سے واقف تھے کہنے لگے۔

”یہ ہم پر کس طرح بادشاہ ہو سکتا ہے جبکہ یہ نسب و خاندان کے لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی یہ ”لادی“ کی نسل میں سے ہے جو نبوت کے وقت میں ہے اور نہ ہی یہ یہودا کے خاندان سے ہے کہ یہ وراثت میں سلطنت کا وارث بنے تو ایک محتاج اور فقیر آدمی کو ہم پر بادشاہ کیسے مقرر کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ ہم سب کے سب شان و شوکت اور جاہ و جلال کے مالک ہیں۔“

حضرت سموئیل نے کہا ”حکمرانی اور فوج کشی کا دولت مندی اور نسب سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک کند ذہن دولت مند آدمی سیاست اور لشکر کشی کے رازوں کو نہیں سمجھ سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے طالوت کو سمجھ اور قوت سے تم پر برتری عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو لڑنے کی صلاحیت بخشی ہے۔“

قوم نے کہا ”اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے فرمان دیا ہے۔ اور تمام باتوں کی امر و نہی اس کے ہاتھ میں ہے تو تم کوئی نشانی یا علامت بتاؤ جس سے ہم کو یہ یقین ہو جائے کہ یہ خدا کا حکم ہے۔“

سموئیل نے کہا ”اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے تمہاری مخالفت کا حال جانتا ہے۔ اس لیے

Marfat.com

اس نے تمہارے لیے ایک نشانی مقرر فرما دی ہے۔ اور وہ علامت یہ ہے کہ تم شہر کے باہر جاؤ اور صندوق عہد کو دیکھو کہ فرشتے اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے لیے جا رہے ہیں تمہارا تمام سکون و قرار اسی صندوق کے اندر ہے۔"

لوگ شہر کے باہر گئے۔ صندوقِ عہد کو سموئیلؑ کے کہنے کے مطابق فرشتوں کو لیے جاتے دیکھا تو ان کو اطمینان ہو گیا۔ اور سب نے طالوتؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلطنت ان کے سپرد کر دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے تقریباً ساڑھے تین سو سال تک یہ نظام یوں ہی قائم رہا کہ خاندان اور قبیلوں میں سردار حکومت کرتے اور ان کے منافشات و معاملات کے فیصلے قاضی انجام دیتے تھے اور نبی ان تمام امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ دین کی دعوت و تبلیغ اور اس کی نشر و اشاعت کی خدمت سرانجام دیتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بفضل ایزدی ان ہی میں سے کسی قاضی کو منصب نبوت عطا ہو جاتا۔ اور اس تمام عرصہ میں بنی اسرائیل کا نہ کوئی بادشاہ تھا اور نہ تمام قوم کا ایک حکمران۔ اور اسی لیے ہمسایہ قومیں اکثر ان پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں اور بنی اسرائیل ان کا نشانہ بنتے رہتے تھے۔ کبھی عمالقہ چڑھ آتے، کبھی فلسطینی اور کبھی مدیانی و آرامی ان پر حملہ آور ہوتے رہتے۔ لوٹ مار کرتے رہتے اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا کہ کبھی یہ فتح پا جاتے اور کبھی وہ غالب آ جاتے۔

چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں عیلی کاہن کے زمانہ میں فلسطینی قوم نے ان پر زبردست حملہ کیا اور شکست دے کر متبرک "تابوت سکینہ۔ صندوق عہد" بھی چھین کر لے گئے۔ اس متبرک صندوق میں تورات کا اصل نسخہ، حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کے پیرہن، عصائے موسوی اور من کا مرتبان محفوظ تھا۔ فلسطینیوں نے اس کو اپنے مشہور مندر "بیت دجون" میں رکھ دیا۔ یہ مندر ان کے سب سے بڑے دیوتا "دجون" کے نام سے موسوم تھا۔ دجون کا جسم مچھلی کا چہرہ انسانی تھا۔

بعض آثار میں مذکور ہے کہ حضرت الیسع علیہ السلام کی وفات پر مصر و فلسطین کے درمیان بحر روم پر آباد عمالقہ میں سے جالوت نامی جابر و قاہر حکمران نے بنی اسرائیل کو مغلوب کر کے ان کی آبادیوں پر قبضہ کر لیا تھا اور ان کے بہت سے سرداروں اور قبیلہ کے معزز لوگوں کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا تھا۔ اور باقی کو مقہور و مجبور کر کے ان پر خراج مقرر کر دیا تھا اور تورات کو بھی فنا کر دیا تھا۔

بنی اسرائیل کے لیے یہ ایسا نازک دور تھا کہ نہ کوئی نبی و رسول ان میں موجود تھا اور نہ

Marfat.com

سردار و امیر اور خاندان نبوت میں ایک حاملہ عورت کے علاوہ کوئی باقی نہ تھا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے بطن سے ایک بچہ پیدا کیا جس کا نام سموئیل رکھا گیا۔ اور اس کی تربیت کا بار بنی اسرائیل کے ایک بزرگ نے اپنے ذمہ لیا۔ سموئیل نے ان سے تورات حفظ کی اور دینی تعلیم کے مدارج طے کیے اور جب سنِ رشد کو پہنچے تو تمام بنی اسرائیل میں ممتاز اور نمایاں نظر آنے لگے آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا اور بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت پر مامور کیا۔ اور ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ سموئیل بن حنّہ بن عاقر بن علقمہ بن یرخام۔

جب سموئیل علیہ السلام کے زمانہ میں بھی عمالقہ کی دست برد اور ظالمانہ شرارتیں اسی طرح جاری رہیں تو بنی اسرائیل نے ان سے درخواست کی کہ وہ ان پر ایک بادشاہ (حاکم) مقرر کر دیں جس کی قیادت میں وہ ظالموں کا مقابلہ کریں۔ تورات میں بنی اسرائیل کے اس مطالبہ کا بیان اس طرح ہے۔

اور ایسا ہوا کہ جب سموئیل بوڑھا ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو مقرر کیا کہ اسرائیل کی عدالت کریں۔ اور اس کے پہلوٹے کا نام یوایل تھا اور اس کے دوسرے بیٹے کا نام ابیاہ۔ وہ دونوں بیر سبع میں قاضی تھے۔ پر اس کے بیٹے اس کی راہ پر نہ چلے بلکہ رشوت لیتے اور عدالت میں طرفداری کرتے تھے۔ تب سارے اسرائیلی بزرگ سموئیل کے پاس آئے اور کہا۔ دیکھو تو بوڑھا ہوا اور تیرے بیٹے تیری راہ پر نہیں چلتے۔ اب کسی کو ہمارا بادشاہ مقرر کر جو ہم پر حکومت کرے۔

اور حضرت سموئیل نے طالوت کو اس منصب کے لیے پیش کیا تو بنی اسرائیل کی اس ردو کد نے یہاں تک طول کھینچا کہ انہوں نے سموئیل علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اگر طالوت کا تقرر منجانب اللہ ہے تو اس کے لیے خدا کا کوئی نشان دکھا دیجیے۔ حضرت سموئیل نے فرمایا کہ اگر تم کو خدا کے اس فیصلہ کی تصدیق مطلوب ہے تو اتمام حجت کے لیے وہ بھی تم کو عطا کی جا رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ جو متبرک صندوق (تابوت سکینہ) تم سے چھن گیا ہے اور جس میں تورات اور حضرت موسیٰ و ہارون کے تبرکات محفوظ ہیں وہ طالوت کی بدولت تمہارے پاس واپس آجائے گا اور حکمتِ الٰہی سے ایسا ہوگا کہ تمہاری دیکھتی آنکھوں سے فرشتے اسے اٹھا لائیں گے اور وہ دوبارہ تمہارے قبضہ میں آجائے گا۔

حضرت سموئیلؑ کی یہ بشارت آخر پوری ہو کر رہی۔ اور بنی اسرائیل کے سامنے ملائکۃ اللہ نے تابوت سکینہ طالوت کو پیش کر دیا اور اس طرح ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ اگر حضرت سموئیل کے اس الہامی فیصلہ کو قبول کر لیں تو کامیابی و کامرانی یقینی و حتمی ہے۔

Marfat.com

توراۃ میں تابوت سکینہ کی واپسی کی داستان جس پیرایہ میں بیان کی گئی ہے وہ بہت دلچسپ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب سے بہت دجون میں تابوت سکینہ لاکر رکھا گیا اُس وقت سے فلسطینیوں نے روزانہ یہ منظر دیکھا کہ جب صبح کو وہ اپنے معبود دجون دیوتا کی عبادت کے لیے جاتے تو اس کو منہ کے بل اوندھا پڑا پاتے۔ اور صبح کو جب وہ اس کو دوبارہ اپنی جگہ پر قائم کر دیتے تو شب گزرنے پر وہ اسے پھر اسی طرح اوندھا گرا ہوا پاتے۔

پھر ایک نئی بات یہ ہوئی کہ اس شہر میں اتنی کثرت سے چوہے پیدا ہو گئے کہ انہوں نے ان کے تمام حاصلات کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور طاعون کی وبا سے لوگ مرنے لگے۔ فلسطینیوں نے جب کسی طرح ان باتوں سے نجات نہ پائی تو غور و فکر کے بعد کہنے لگے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہم پر یہ تمام نحوست اس صندوق کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا اس کو یہاں سے نکالو۔

یہ سوچ کر فلسطینیوں نے اپنے کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کیا اور ان سے تمام واقعات بیان کرکے تدارک کا مطالبہ کیا۔ کاہنوں اور نجومیوں نے کہا کہ اس کا صرف یہی علاج ہے کہ جس طرح ممکن ہو جلد اس تابوت کو یہاں سے خارج کر دو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ سونے کے سات چوہے بنائے جائیں اور سات گلٹیاں اور ان کو ایک گاڑی میں تابوت کے ساتھ رکھ دیا جائے اور گاڑی میں دو ایسی گائیں جوڑی جائیں جو بڑی دودھیل ہوں اور ان کو بستی کے باہر لے جا کر سڑک پر چھوڑ دیا جائے کہ جس جانب ان کا رُخ ہو اُس صندوق کو لے جائیں۔

فلسطینیوں نے ایسا ہی کیا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ وہ گائیں خود بخود ایسے رُخ چل پڑیں کہ جو بنی اسرائیل کی بستیوں کی جانب تھا اور آخر چلتے چلتے ایک ایسے کھیت پر جا کھڑی ہوئیں جہاں اسرائیلی اپنا کھیت کاٹ رہے تھے۔ انہوں نے جب صندوق کو دیکھا تو خوشی سے مدہوش ہو گئے اور دوڑے دوڑے شہر بیت شمس میں جا کر خبر کی اور اس کے بعد بیت یعریم کے یہودی آکر اس کو بڑے احترام سے لے گئے اور اینداب کے گھر میں جو ٹیلہ پر واقع تھا حفاظت کے ساتھ اس کو رکھا۔ بہرحال اس واقع کی قرآنی اور توراتی تفصیل جُدا ہے۔

اس تمام رد و کد کے بعد بنی اسرائیل کو انکار کرنے کے لیے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا اور حضرت سموئیل کے الہامی فیصلہ پر طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ تو

Marfat.com

انہوں نے بنی اسرائیل کو نفیرِ عام دیا کہ وہ فلسطینیوں کے مقابلہ کے لیے نکلیں۔ جب بنی اسرائیل طالوت کی سرکردگی میں روانہ ہوتے تو بنی اسرائیل کی آزمائش کا ایک اور مرحلہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ طالوت نے یہ سوچا کہ جنگ کا معاملہ بے حد نازک ہے اور اس میں بعض مرتبہ ایک شخص کی بزدلی یا منافقانہ حرکت پورے لشکر کو تباہ کر دیا کرتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ بنی اسرائیل کے اس گروہ کو جہاد سے پہلے آزما لیا جاتے کہ کون شخص تعمیل حکم، ضبط نفس اور صداقت و اخلاص کا حامل ہے۔ اور کس میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے اور وہ بزدل اور کمزور ہے تاکہ ادائے فرض سے پہلے ہی ایسے عناصر کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے۔

چنانچہ جب وہ گروہ ایک ندی کے کنارے پہنچا تو طالوت نے اعلان کیا اللہ تعالیٰ اس نہر کے ذریعہ تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص اس سے جی بھر کر پانی نہ پیئے۔ لہٰذا جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ خدا کی جماعت سے نکال دیا جاتے گا اور جو تعمیل ارشاد کرنے گا۔ وہ جماعت میں شامل رہے گا۔ البتہ سخت پیاس کی حالت میں گھونٹ بھر پانی پی کر حلق تر کر لینے کی اجازت ہے۔

بہرحال نتیجہ یہ نکلا کہ جب لشکر ندی کے پار ہو گیا تو جن لوگوں نے خلاف ورزی کر کے پانی لیا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم میں جالوت جیسے قوی ہیکل اور اس کی جماعت سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں نے ضبط نفس اور اطاعت امیر کا ثبوت دیا تھا انہوں نے بے خوف ہو کر یہ کہا کہ ہم ضرور دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ مجاہدین کا لشکر اب آگے بڑھا۔ دشمن کی فوج کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔

دشمن کی فوج کا سردار جالوت نامی دیو ہیکل شخص تھا اور اس کے لشکر کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ بنی اسرائیل کے لشکر کی تعداد بڑی کم تھی۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ براءِ بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر تھی۔ اسرائیل کے لشکر میں ایک نوجوان بھی تھا جو بظاہر کوئی نمایاں شخصیت نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ بہادری و شجاعت میں کوئی خاص شہرت کا مالک تھا۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے والد کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے اور شرکت جنگ کے ارادہ سے بھی نہیں آئے تھے بلکہ باپ کی جانب سے بھائیوں اور دوسرے اسرائیلیوں کے حالات کی تحقیق کیلئے بھیجے گئے تھے مگر جب انہوں نے جالوت کی شجاعانہ مبارزطلبی اور اسرائیلیوں کی پس و پیش کو

Marfat.com

دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا اور طالوت سے اجازت چاہی کہ جالوت کا جواب دینے کے لیے ان کو موقع دیا جائے۔ طالوت نے کہا۔ تم ابھی نا تجربہ کار لڑکے ہو اس لیے اس سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ مگر داؤدؑ کا اصرار بڑھتا ہی گیا اور آخر کار طالوت کو اجازت دینا پڑی ۔

داؤد علیہ السلام آگے بڑھے اور جالوت کو للکارا۔ جالوت نے ایک نوجوان کو مقابل پایا تو حقیر سمجھ کر کچھ زیادہ توجہ نہ دی مگر جب دونوں کے درمیان نبرد آزمائی شروع ہو گئی تو اب جالوت کو داؤد کی بے پناہ شجاعت کا اندازہ ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے لڑتے لڑتے اپنی گوپھن سنبھالی اور تاک کر پے بہ پے تین پتھر اس کے سر پر مارے اور جالوت کا سر پاش پاش کر دیا اور پھر آگے بڑھ کر اس کی گردن کاٹ لی۔

جالوت کے قتل کے بعد جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور بنی اسرائیل کی جنگ مغلوبہ جارحانہ حملہ میں تبدیل ہو گئی اور طاغوتی طاقت کو شکست ہوئی۔

بعض اسرائیلی روایات میں یہ بھی ہے کہ جالوت کی زبردست طاقت اور بنی اسرائیل کے اس کے مقابل آنے میں ہچکچاہٹ دیکھ کر یہ اعلان کیا تھا کہ جو شخص طالوت کو قتل کرے گا میں اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دوں گا۔ اور اس کو حکومت میں بھی حصہ دار بناؤں گا چنانچہ جب داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا تو طالوت نے وفاء عہد کے پیش نظر ان کے ساتھ اپنی لڑکی میکال کی شادی کر دی اور حکومت میں بھی حصہ دار بنا لیا۔

تورات کے صحیفۂ سموئیل میں طالوت اور داؤد کے متعلق ایک طویل داستان پائی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ طالوت نے داؤد کے شجاعانہ کارناموں کی بناء پر حسب وعدہ ان سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی مگر بنی اسرائیل کی ان کے ساتھ والہانہ عقیدت اور ان کی غیر معمولی شجاعت کو انہوں نے اچھی نظر سے نہ دیکھا اور ان کے دل میں کی جانب سے آتشِ بغض و حسد بھڑک اٹھی۔ مگر انہوں نے اس کو پوشیدہ رکھا اور اندر ہی اندر ایسی ترکیبیں کرتے رہے جس سے داؤد کا قصہ پاک ہو جائے۔ طالوتؑ کے لڑکے اور لڑکی باپ کے خلاف داؤدؑ کے رازدار اور ہمدرد رہے اس لیے طالوتؑ کو ہر موقع پر ناکام ہونا پڑا۔ آخر زچ ہو کر طالوتؑ نے علی الاعلان داؤد کی مخالفت شروع کر دی۔ اور داؤد یہ دیکھ کر اپنی بیوی اور سالے کو ہمراہ لے کر فرار ہو گئے۔ اور فلسطینیوں کے ایک قصبہ میں طالوت کے دشمن کے یہاں پناہ لی۔ اسرائیلیوں کی اس باہمی آویزش

Marfat.com

سے دشمنوں نے فائدہ اُٹھایا اور انہوں نے فوج کشی کر کے اسرائیلیوں کو سخت ہزیمت دی اسی اثنا میں ایک روز حضرت داؤدؑ اپنی پناہ گاہ سے نکل کر طالوتؑ کی تیاریوں کا کھوج لگانے کے لیے چل پڑے، راستہ میں ایک درہ پڑا جہاں طالوتؑ اپنے چند دوستوں اور سپاہیوں کے ساتھ تھکے ہوئے سو رہے تھے۔ حضرت داؤدؑ حضرت طالوت کے قریب گئے اور ان کا نیزہ اُٹھا کر واپس لوٹ آئے۔ جب طالوتؑ کے قریب گئے اور ان کا نیزہ اٹھا کر واپس لوٹ آئے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو نیزہ نہ پایا۔ اس کو تلاش کرنے لگے۔ جب کہیں بھی نہ ملا تو درہ سے باہر نکل کر دیکھنے لگے۔ ابھی وہ ادھر اُدھر تلاش ہی کر رہے تھے اور بے حد پریشان اور حیران ہو رہے تھے کہ اتنے میں حضرت داؤد کے ایک قاصد نے ان کے پاس آ کر کہا۔

”یہ ہے آپ کا نیزہ۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ خدا نے حضرت داؤد کو آپ کی جان پر مسلط کر دیا تھا لیکن وہ بُرے خیالات سے بلند تر ہیں۔ اور وہ اس سے بلند ہیں کہ آپ کو غافل دیکھ کر بے خبری کے عالم میں آپ کو غداری سے قتل کر دیں“۔

حضرت داؤد کے اس پیغام نے حضرت طالوت کو بے حد متاثر کیا اور اس احساس کی شدت سے اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انتقام کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ حسرت و ندامت کے ساتھ ان کا سر جھک گیا کہ انہوں نے حضرت داؤد کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس خیال اور احساس کی شدت میں وہ انتہائی ندامت و شرمندگی کے ساتھ وہاں سے لوٹ گئے۔ ان احساسات کے طوفان نے ان پر ایسا غلبہ پا لیا کہ وہ بیابان کی طرف نکل گئے۔ اور ہر وقت روتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر بخشش کی دعائیں مانگنے لگے۔ اسی طرح وہ بیابانوں میں روتے دھوتے بھٹکتے پھرے یہاں تک کہ اسی عالم میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل تمام کے تمام حضرت داؤد کے پاس جمع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حکومت کو نہایت طاقتور اور مستحکم بنا دیا۔

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام

داؤد علیہ السلام کا تذکرہ توراۃ کی کتاب سموئیل اوّل (از باب ۱۶ تا آخر) اور سموئیل دوم میں ہُوا ہے۔ آپ کی وفات کا ذکر سلاطین اوّل باب ۱ و ۲ میں ہُوا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا ذکرہ تواریخ اول کے باب ۳ اور پھر باب ۱۶ تا ۲۹ میں موجود ہے اس کے علاوہ ایک پورا صحیفہ زبور جو آپ کے نغمات حمد کا مجموعہ ہے توراۃ میں شامل ہے۔ قرآن کریم میں آپ کا تذکرہ حسب ذیل مقامات پر ہوا ہے۔ سورۃ بقر آیت ۲۵۱) سورۃ نساء آیت ۱۶۳) سورۃ مائدہ آیت ۷۸) سورہ انعام (آیات ۸۴ تا ۹۰) سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۵) سورۃ انبیاء (آیات ۷۸ تا ۸۰) سورۃ نمل آیت ۱۵) سورۃ سبا آیت ۳۴) اور سورۃ ص آیات ۱۷ تا ۲۶ اور ۳۰)۔

توراۃ نے آپ کو صرف بادشاہ کہا ہے اور اسی حیثیت سے آپ کا ذکر کیا ہے اور آپ کے زمانہ کے نبی کا نام ناتن (NATHAN) بتایا ہے، مگر قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ آپ خَلِیفَۃً فِی الْاَرْضِ (ص ۲۶) ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اولوالعزم اور جلیل القدر پیغمبر بھی تھے چنانچہ سورۃ انعام میں بہت سے دوسرے انبیاء کرام کے ساتھ آپ کا نام مذکور رہوا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام قبیلہ بنی یہوداہ سے تعلق رکھتے تھے، آپؑ کے والدہ کا نام یسّی (JESSE) تھا اور یہ بیت لحم (BETHLEHEM) میں رہتے تھے، ان کے آٹھ بیٹے تھے جن میں سب سے چھوٹے بیٹے حضرت داؤدؑ تھے۔ ان بیٹوں کے علاوہ یسّی کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ حضرت داؤدؑ کے نسب کے سلسلہ میں توراۃ کے حسب ذیل مقامات قابل مراجعت ہیں (۱) گنتی باب ۱۶ ۱۹ تا ۲۲ (۲) روت باب ۴ ۱۲ تا ۲۲ (۳)

Marfat.com

سموئیل اول باب ۱۶ آیت ۶ تا ۱۳ (۴) سموئیل اول باب ۱۷ آیت ۱۲ تا ۱۴ اور ۱۵ (۵) تواریخ اول باب ۲ آیت ۱۳ تا ۱۶۔

آپ نہایت شکیل وخوبصورت، جری اور بہادر تھے، توراۃ کا بیان ہے۔

"وہ سُرخ رنگ اور خوبصورت اور حسین تھا۔"

بچپن میں آپ گلہ بانی کرتے تھے۔ جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دستور رہا ہے، دراصل یہ دنیا کی اس گلہ بانی کی تربیت ہوتی تھی جو انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد رہا ہے۔ آپ اپنے والد یسیّ کی بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ (سموئیل اول باب ۱۶ آیت ۱۱) بچپن ہی سے شجاعت وشہادت اور جوانمردی کا یہ عالم تھا کہ جنگل میں اگر کوئی شیر یا ریچھ بھیڑ یا بکری کا کوئی بچہ اٹھا کر لے جاتا تو آپ اُس کا تعاقب کرتے اور مقابلہ کر کے اُس کو اس کے مُنہ سے چھین لاتے، اور اگر وہ شیر یا ریچھ خود آپ پر جھپٹتا تو آپ اس کی گردن کے بال پکڑ کر اس سے نبرد آزما ہوتے اور اس کو مار ڈالتے۔

بربط نوازی میں آپ کو یدِطولیٰ حاصل تھا اور آپ شروع ہی سے نہایت شیریں گفتار، مہذب اور باادب تھے۔ توراۃ میں ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت سموئیل کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا گیا کہ ہم نے بنی اسرائیل کی بادشاہت اور سرداری کے لیے اپنے ایک بندے داؤد کا انتخاب کیا ہے جو بیت لحم کے یسیّ کا بیٹا ہے، چنانچہ تم بیت لحم جا کر اس سے ملو اور اسے برکت دو۔ حسب الحکم حضرت سموئیل علیہ السلام بیت لحم تشریف لائے۔ قربانی کی اور اس میں یسیّ اور ان کے بیٹوں کو دعوت دی۔ اس وقت حضرت داؤد موجود نہ تھے، حضرت سموئیل نے یکے بعد دیگرے یسیّ کے باقی ساتوں بیٹوں کو بلا کر دیکھا اور پھر یسیّ سے پوچھا کہ کیا تمہارے سب بیٹے بس یہی ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ ان سب سے چھوٹا ایک اور بیٹا ہے جو بھیڑ بکریاں چرانے گیا ہوا ہے، حضرت سموئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی کو بھیج کر اس کو بلاؤ ہم جب تک ٹھہریں گے بالآخر حضرت داؤد علیہ السلام آپ کے سامنے تشریف لائے اور فوراً ہی وحی الٰہی نے آپ کو مطلع فرمایا کہ یہی وہ منتخب روزگار ہستی ہے' حضرت سموئیل اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے پاس سے کچھ تیل لے کر حضرت داؤد کے ملا، یہ توراۃ کی زبان میں آپ کا "مسح" تھا۔ توراۃ کا بیان ہے کہ

"خداوند کی رُوح اس دن سے آگے کو داؤد پر زور سے نازل ہوتی رہی۔"

اس کے بعد حضرت سموئیل علیہ السلام اپنے شہر رامہ کو واپس تشریف لے گئے۔ توراۃ میں ہے کہ حضرت طالوت (ساول) کو ایک ماہر فن بربط نواز کی تلاش تھی اس موقع پر ان کے

Marfat.com

ایک خادم نے ان سے حضرت داؤد کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

"میں نے بیت لحم کے یسیّ کے ایک بیٹے کو دیکھا جو بجانے میں اُستاد اور زبردست سُورما اور جنگی مرد اور گفتگو میں صاحب تمیز اور خوب صورت آدمی ہے اور خداوند اُس کے ساتھ ہے"

یہ سُن کر حضرت طالوت نے آپ کو بُلایا اور آپ سے مل کر اور آپ کا بربط سُن کر اس قدر خوش ہُوئے کہ اُن کو اپنے پاس روک لیا اور آپ کے والد یسیّ کو کہہ بھیجا کہ

"داؤد کو میرے حضور رہنے دے کیونکہ وہ میرا منظور نظر ہُوا ہے"

اِس طرح حضرت داؤد حضرت طالوت کے ساتھ رہنے لگے، آپ کچھ عرصہ دربار میں رہتے اور کچھ عرصہ کے لیے اپنے گھر آجاتے۔

ان واقعات کے کچھ عرصہ بعد عمالقہ سے مقابلہ پیش آیا، دشمن کی فوج کا سردار اس زمانہ کا مشہور جنگ آزما اور زبردست پہلوان جالوت (GOLIATH) تھا، اس کا قد توراۃ میں چھ ہاتھ اور ایک بالشت بتایا گیا ہے اس کے نام سے لوگ کانپ اُٹھتے تھے۔ جالوت خود اور زرہ میں غرق ہو کر اور بہترین اسلحہ سے مسلح ہو کر میدان میں نکلا اور مبارز طلب ہوا اور کہا۔

"میں آج کے دن اسرائیلی فوجوں کی فضیحت کرتا ہوں، کوئی مرد نکالو تاکہ ہم لڑیں"

لیکن اس کے مقابلے میں کوئی نہ نکلا۔ جب ساؤل اور سب اسرائیلیوں نے اس فلستی کی باتیں سُنیں تو ہراساں ہوئے اور نہایت ڈر گئے۔

یسیّ کے تین بڑے بیٹے حضرت طالوت کے ساتھ تھے، مگر خود حضرت داؤد اس وقت اپنے والد کے پاس بیت لحم میں تھے۔ جالوت چالیس روز تک یوں ہی روزانہ میدان میں نکل کر مبارز طلب ہوتا رہا اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اُس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔

اب یسیّ نے کچھ بھُنا ہوا اناج اور روٹیاں دے کر حضرت داؤد کو بھیجا کہ میدان جنگ میں اپنے بھائیوں کو پہنچا دیں، آپ جس وقت لشکر میں اپنے بھائیوں کے پاس پہنچے اسی وقت دشمن کی فوج سے جالوت پھر میدان میں نکل کر آیا اور مبارز طلب ہوا اور اس کے نکلتے ہی بنی اسرائیل بُری طرح خوف زدہ ہو گئے، حضرت داؤد نے

Marfat.com

جو یہ کیفیت دیکھی تو باوجود اپنی کم سنی کے آپ نے حضرت طالوتؑ سے کہا۔

"اس شخص کے سبب کسی کا دل نہ گھبرائے تیرا خادم جا کر اس فلستی سے لڑے گا۔"

حضرت طالوتؑ نے آپ کو کمسن لڑکا دیکھ کر ایسے آزمودہ کار اور زبردست پہلوان کے مقابلہ پر نکلنے سے منع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"تیرا خادم اپنے باپ کی بھیڑ بکریاں چراتا تھا اور جب کبھی کوئی شیر یا ریچھ آکر جھنڈ میں سے کوئی برہ اُٹھا لے جاتا تو میں اُس کے پیچھے پیچھے جا کر اسے مارتا اور اس کے منہ سے چھڑا لاتا تھا اور جب وہ مجھ پر جھپٹتا تو میں پکڑ کر اسے مارتا اور ہلاک کر دیتا تھا، تیرے خادم نے شیر اور ریچھ دونوں کو جان سے مارا، سو یہ فلستی بھی ان میں سے ایک کی مانند ہوگا اس لیے کہ اس نے زندہ خدا کی فوجوں کی فضیحت کی ہے، پھر داؤدؑ نے کہا کہ خداوند نے مجھے شیر اور ریچھ کے پنجہ سے بچایا، وہی مجھ کو اس فلستی کے ہاتھ سے بچائے گا"

یہ سُن کر حضرت طالوت نے خود اپنا لباس اور زرہ اُتار کر آپ کو پہنائی، اپنے ہاتھ سے اسلحہ سجائے اور اجازت دی، آپ چند قدم چلے مگر آپ کا قد چھوٹا اور لباس بڑا اور بھاری تھا اس لیے دقت ہوئی۔ آپ ٹھہر گئے وہ لباس اور ہتھیار اُتار دیئے، اپنا عصاء اپنے ہاتھ میں لیا اور نالہ سے پانچ چکنے پتھر اٹھا کر تھیلہ میں ڈال لیے اور میدان میں نکل آئے، جالوت نے جو اپنے مدمقابل ایک کمسن لڑکے کو اس ہیبت سے آتے دیکھا تو غصّہ اور حقارت سے چیخ اُٹھا اور بولا۔

"کیا میں کتّا ہوں جو تو لاٹھی لیکر میرے پاس آتا ہے؟ اور اس فلستی نے اپنے دیوتاؤں کا نام لیکر داؤدؑ پر لعنت کی

اور اس فلستی نے داؤد سے کہا" تو میرے پاس آ اور میں تیرا گوشت ہوائی پرندوں اور جنگلی درندوں کو دونگا۔"

حضرت داؤدؑ نے ارشاد فرمایا:

"تو تلوار اور بھالا اور برچھی لیے ہوئے میرے پاس آتا ہے پر

Marfat.com

میں رب الافواج کے نام سے جو اسرائیل کے لشکروں کا خدا ہے
جس کی تو نے فضیحت کی ہے تیرے پاس آتا ہوں اور آج ہی
کے دن خداوند تجھ کو میرے ہاتھ میں کر دے گا اور میں تجھ کو مار
کر تیرا سر تجھ سے اُتاروں گا اور میں آج کے دن فلستیوں کے
لشکر کی لاشیں ہوائی پرندوں اور زمین کے جنگلی جانوروں کو
دونگا تاکہ دُنیا جان لے کہ اسرائیل میں ایک خدا ہے اور یہ
ساری جماعت جان لے کہ خداوند تلوار اور بھالے کے
ذریعے سے نہیں بچاتا اس لیے کہ جنگ تو خداوند کی ہے
اور وہی تم کو ہمارے ہاتھ میں کر دے گا۔"

یہ الفاظ سُن کر جالوت کو طاقت برداشت نہ رہی اور وہ بپھر کر حضرت داؤدؑ پر جھپٹا، حضرت داؤد علیہ السلام نے تھیلے سے ایک پتھر نکالا اور فلاخن میں رکھ کر مارا تو اس کے ماتھے کی ہڈی کو توڑ کر اندر گھس گیا اور جالوت اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ اب حضرت داؤد دوڑ کر اس کے اُوپر کھڑے ہو گئےؑ اور اس کی تلوار نیام سے نکال کر اس کا سر قلم کر دیا، غنیم کی فوج نے جو آن کی آن میں اپنے ایسے زبردست سردار کا سر کٹا ہُوا دیکھا تو بدحواس اور سراسیمہ ہو کر بھاگے اب بنی اسرائیل نے ان کا تعاقب کیا اور عقرون کے پھاٹکوں تک ان کو قتل کرتے گئےؑ اس واقعہ کے بعد حضرت طالوت نے آپ کے ایک ہزار پر سردار مقرر کر دیا اور اپنی بیٹی میکل سے آپ کا عقد کر دیا۔ حضرت طالوت کے بیٹے یونتن آپ کے بے حد محبت کرنے لگا اور آپ سے تمام عمر کے لیے دوستی اور محبّت کا عہد باندھا۔ قتل جالوت کے بعد حضرت داؤد جزیرہ نما کے جنوبی حصّہ میں مقیم ہو گئےؑ۔

وہاں معون کے شہر میں ایک نہایت دولت مند شخص رہتا تھا، اس کا نام نابال (NABAL) تھا یہ شخص نہایت بدکار، بے ادب اور بخیل تھا، اس کی بیوی کا نام ابجیل (ABIGAIL) تھا یہ نہایت دانشمند اور حسین عورت تھیں اور حضرت کالبؒ کی نسل سے تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے دس آدمی نابال کے پاس روانہ کیے اور کہلا بھیجا کہ خدا نے تمھیں بڑی دولت عطا کی ہے اور میری دُعا ہے کہ اس میں اور برکت ہو کرمل کے مقام پر تمھارے چوپاؤں اور چرواہوں کی ہم نے حفاظت کی ہے جو تم ان سے پوچھ سکتے ہو۔ اس وقت ہمیں ضرورت درپیش ہے، اس لیے تم سے درخواست ہے کہ جو کچھ ممکن ہو

Marfat.com

ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے لیے بھیج دو، ہم مشکور ہوں گے۔

نابال ان لوگوں کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آیا اور ان کو خالی ہاتھ واپس لوٹا دیا۔ یہ بات حضرت داؤدؑ کو اس قدر ناگوار گزری کہ آپ نے چار سو جوانوں کو ساتھ لیکر بغرض جنگ کوچ کر دیا۔

اِدھر نابال کی بیوی ابیجیل کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ گھبرا گئیں، انہوں نے فوراً انتظام کیا اور ایک بڑی مقدار میں کھانے کا سامان اور دیگر تحائف لے کر ادھر سے روانہ ہوگئیں، راستے میں حضرت داؤدؑ سے ملاقات ہوئی، ابیجیل نے معذرت کی اور کہا۔

"میں تیری منت کرتی ہوں کہ میرا مالک اس خبیث آدمی نابال کا کچھ خیال نہ کرے ۔۔۔۔ میں نے جو تیری لونڈی ہوں اپنے مالک کے جوانوں کو جن کو تو نے بھیجا تھا نہیں دیکھا۔۔۔۔ اب یہ ہدیہ جو تیری لونڈی اپنے مالک کے حضور لائی ہے ان جوانوں کو جو میرے خدا کی پیروی کرتے ہیں دیا جائے"۔

حضرت داؤدؑ اِس بات سے خوش ہوئے آپ نے ہدیہ قبول فرمالیا اور ابیجیل سے کہا۔

"خداوند اسرائیل کا خدا مبارک ہو جس نے تجھے آج کے دِن مجھ سے مِلنے کو بھیجا اور تیری عقلمندی مبارک ہو جس نے مجھ کو آج کے دِن خونریزی اور اپنے ہاتھوں اپنا انتقام لینے سے باز رکھا"۔

دوسرے دِن ابیجیل نے اِس کا ذکر نابال سے کیا تو وہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پتھر کی مانند سُن پڑگیا۔

اور دس دِن کے بعد اِسی حالت میں مرگیا جب داؤدؑ نے نابال کی موت کی خبر سُنی تو ابیجیل کو شادی کا پیغام بھیجا اور ابیجیل آپ کے عقد میں آگئیں اِسی زمانہ میں آپ نے اخنیوعم سے بھی شادی کی جو یزرعیل کی رہنے والی تھیں۔

حضرت طالوت کی وفات کے بعد آپ ہی کی ایک ایسی ہردلعزیز اور مقبول شخصیت تھی جس کی طرف بنی اسرائیل نظر اُٹھا سکتے تھے، چنانچہ یہی ہُوا، توراۃ کا بیان ہے کہ

"تب بنی اسرائیل کے سب قبیلے حبرون میں داؤد کے پاس آکر کہنے لگے۔ دیکھ ہم تیری ہڈی اور تیرا گوشت ہیں اور گذرے

Marfat.com

زمانے میں جب ساول ہمارا بادشاہ تھا تو تو ہی اسرائیلیوں کو لے
جایا اور لے آیا کرتا تھا اور خداوند نے تجھ سے کہا کہ تو میرے اسرائیلی
لوگوں کی گلہ بانی کرے گا اور تو اسرائیل کا سردار ہوگا، غرض اسرائیل
کے سب بزرگ حبرون میں بادشاہ کے پاس آتے اور داؤدؑ بادشاہ
نے حبرون میں ان کے ساتھ خداوند کے حضور عہد باندھا اور
انہوں نے داؤدؑ کا مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا۔"

اُس وقت آپ کی عمر ۳۰ سال تھی (سموئیل دوم باب ۵: ۴)۔

آپ کے تخت نشینی کی خبر سُن کر سب سے پہلے فلسطین کی عمالقہ قوم نے فوج جمع کر کے حملہ کیا (سموئیل دوم باب ۵: ۱۷) آپ نے نکل کر مقابلہ کیا اور عمالقہ کو شکست دی، اس کے بعد قرب وجوار کے دوسرے علاقوں سے جنگ چھڑ گئی اور آپ نے یکے بعد دیگرے فلسطیوں، موابیوں، دمشقیوں، آرامیوں، عمالقیوں اور ادومیوں کو شکست دے کر ان کے ہاتھ سے عنان حکومت چھین لی اور ان کے علاقے اپنی مملکت میں شامل کر لیے۔ اب آپ کی سلطنت دمشق سے مواب اور ادوم کے ملک تک وسیع ہو گئی تھی۔ بنی اسرائیل میں اتنی بڑی اور اتنی طاقتور حکومت اب تک قائم نہ ہوئی تھی۔

توراۃ کا بیان ہے کہ

" خداوند نے جہاں کہیں داؤد گیا وہیں فتح بخشی اور داؤد
نے کل اسرائیل پر سلطنت کی اور داؤدؑ اپنی سب رعیت
کے ساتھ عدل وانصاف کرتا تھا۔"

اِن فتوحات سے پہلے آپ کی حکومت صرف بنی یہوداہ پر تھی، اس وقت آپ کا دارالحکومت حبرون تھا، یہاں ساڑھے سات سال تک آپ حکومت فرماتے رہے۔ ان فتوحات کے بعد جب سلطنت وسیع ہوئی اور آپ کی حکومت بنی اسرائیل کے تمام قبیلوں پر قائم ہو گئی تو اب سیاسی اغراض ومقاصد کے ماتحت اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر آپ نے حبرون کی بجائے یروشلم کو دارالخلافہ قرار دیا اور یہاں منتقل ہو گئے اور یہاں تینتیس (۳۳) سال تک آپ حکومت کرتے رہے (سموئیل دوم باب ۵: ۵)

دارالخلافہ کی اس تبدیلی کی غرض وغایت کے بارے میں مشہور امریکی فاضل سیلو ڈمیر بیرن (SOLO WITTMAYER BARON) اپنی کتاب "یہود کی سماجی و مذہبی تاریخ" میں لکھتا ہے۔

Marfat.com

"حضرت داؤدؑ کا دار الخلافہ کے لیے یروشلم کا انتخاب بھی متنفر من المرکز قبائلی رجحانات کے خلاف بالکل ایک سیاسی اقدام تھا، یبوسیوں سے یہ شہر چھین کر اور اس کو بن یمین و یہوداہ کے علاقہ میں شامل کر کے، جن کی وفاداری پر آپ کو سب سے زیادہ اعتماد تھا، آپ کو از سر نو اس کو تعمیر کرنا پڑا تاکہ وہ پوری مملکت کے لیے ایک مضبوط و محفوظ دار الخلافہ کا کام دے سکے۔ اس کی جائے وقوع نہایت موزوں تھی۔ چونکہ یہ افرائیم کے علاقہ سے صرف بارہ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ جہاں آبادی کا سب سے زیادہ مقبول اور ترقی یافتہ حصہ سکونت پذیر تھا"

جسور کے بادشاہ تلمی کی بیٹی معکہ حضرت داؤدؑ کی بیوی تھیں ان سے ابی سلوم پیدا ہوئے تھے۔ یہ بے حد حسین و جمیل نوجوان تھے۔ توراۃ کا بیان ہے کہ - - - -

"سارے اسرائیل میں کوئی شخص ابی سلوم کی طرح اس کے حسن کے سبب سے تعریف کے قابل نہ تھا کیونکہ اس کے پاؤں کے تلوے سے سر کے چاند تک اس میں کوئی عیب نہ تھا"

ایک توہین کے انتقام میں یہ اپنے سوتیلے بھائی امنون کو قتل کر کے مملکت سے باہر اپنے نانا تلمی کے پاس جسور میں چلے گئے تھے۔ حضرت داؤدؑ کو ان سے بہت محبت تھی، توراۃ میں ہے۔

"داؤدؑ بادشاہ کے دل میں ابی سلوم کے پاس جانے کی بڑی آرزو تھی کیونکہ امنون کی طرف سے اسے تسلی ہو گئی تھی۔ اس لیے کہ وہ مر چکا تھا"

چنانچہ تین سال کے بعد حضرت داؤدؑ نے ان کا قصور معاف کر کے ان کو یروشلم میں داخلہ کی اجازت دے دی۔ ابی سلوم نے یروشلم واپس آکر یہ حرکت شروع کی روزانہ شہر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنا مقصد لے کر حضرت داؤدؑ کے پاس آتے یہ ان سے ملتے اور کہتے کہ تمہاری بات ٹھیک ہے دراصل حضرت داؤدؑ نے لوگوں کی دادرسی کے لیے افسر مقرر نہیں کیے اور اگر میں قاضی ہوتا تو سب کا انصاف کرتا، اہل معاملہ تو غرض مند ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح ابی سلوم کے گرویدہ ہو جاتے۔

Marfat.com

اس طرح جب ابی سلوم نے کافی عرصہ میں زمین ہموار کر لی تو حضرت داؤدؑ سے قربانی اور عبادت کا بہانہ کر کے حبرون کو روانہ ہو گئے اور بنی اسرائیل کے تمام علاقوں میں جاسوس بھیج کر کہلوا دیا کہ جس وقت تم نرسنگھے کی آواز سنو تو سمجھ لینا اور اعلان کر دینا کہ ابی سلوم حبرون میں بادشاہ ہو گئے۔

یہ بہت بڑی سازش تھی اور ابی سلوم کی طاقت اور ان کے طرفداروں کی تعداد برابر بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ خطرہ اب اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ حضرت داؤدؑ کو جب اس کی اطلاع ملی تو مجبوراً آپ کو معہ اہل و عیال کے یروشلم کو چھوڑ کر نکلنا پڑا، محل کی نگہبانی کے لیے آپ نے صرف دس حرمیں چھوڑ دیں اور یروشلم سے نکل کر بیت حاق میں قیام کیا۔ آپ کے ہمراہ "عہد کا صندوق" بھی ہمراہ لے آتے تھے، آپ نے دیکھا تو اس کو واپس یروشلم بھجوا دیا اور فرمایا۔

"اگر خداوند کے کرم کی نظر مجھ پر ہو گی تو وہ مجھے پھر لے آئے گا پر
اگر وہ یوں فرمائے کہ میں تجھ سے خوش نہیں، تو یہ دیکھ میں
حاضر ہوں، جو کچھ اس کو بھلا معلوم ہو میرے ساتھ کرے۔"

توراۃ کا بیان ہے کہ کوہ زیتون پر جب آپ چڑھنے لگے تو آپ برہنہ پا تھے، سر ڈھکا ہوا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور سجدے کرتے جا رہے تھے، اس دوران میں ابی سلوم نے بڑھ کر یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ جب حضرت داؤدؑ محنائم کے علاقہ میں پہنچے تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کا معائنہ کیا۔ ان کو تین دستوں میں تقسیم کیا اور ان پر یوآب، ابیشے بن ضرویاہ اور اتی کو سردار مقرر کر کے ابی سلوم کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا اور ان کو تاکید فرمائی کہ ابی سلوم مغلوب ہو جائے تو اسے قتل نہ کریں بلکہ نرمی سے پیش آئیں، اور خود شہر کے پھاٹک پر ٹھہر گئے۔ ان دستوں کا افرائیم کے جنگل میں ابی سلوم کی فوجوں سے مقابلہ ہوا اور اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ بیس ہزار آدمی قتل ہو گئے ابی سلوم ایک خچر پر دوڑا جا رہا تھا کہ بلوط کے ایک گھنے درخت کی ڈالیوں میں الجھ کر لٹک گیا اور خچر بھاگ گیا۔ یوآب نے جو یہ کیفیت دیکھی تو تین تیر ابی سلوم کے دل میں پیوست کر دیئے۔ جب قاصد آپ کی فتح اور ابی سلوم کے قتل کی خبر لایا تو آپ شہر کے پھاٹک پر بیٹھے تھے۔ بیٹے کے قتل کی خبر سن کر آپ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا۔

"ہائے میرے بیٹے ابی سلوم! میرے بیٹے! میرے بیٹے

Marfat.com

ابی سلوم ! کاش میں تیرے بدلے مرجاتا ! اے ابی سلوم !
میرے بیٹے ! میرے بیٹے" !

محرفین توراۃ کی یہ گستاخانہ جرأت حد درجہ قابل نفرین ہے کہ انہوں نے حضرت داؤدؑ جیسے معصوم نبی کی سیرت پاک کو بھی بے داغ نہیں چھوڑا اور آپ پر ایک انتہائی رکیک اور شرمناک اتہام لگایا ہے۔ یہ لغو اور ناگفتہ بہ افسانہ ہرگز قابل بیان نہ تھا اگر بدقسمتی سے بیان زد عوام نہ ہو گیا ہوتا اس لیے ضرورت ہے کہ اس کا اجمالی تذکرہ کرکے اس کی تردید کردی جائے۔

محرفین توراۃ کے اس خود ساختہ افسانہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن یروشلم میں حضرت داؤدؑ اپنے محل کی چھت پر تشریف رکھتے تھے کہ قریب کے ایک مکان میں اوریا نام کے ایک فوجی افسر کی حسین و جمیل بیوی بت سبع بنت العام کو نہاتے دیکھ کر آپ اس پر فریفتہ ہو گئے اور (العیاذ باللہ) اس کو بلا کر اس سے زنا کیا۔ پھر اپنے سپہ سالار کو حکم دیا کہ اوریا کو لڑائی کی اگلی صف میں رکھا جائے تاکہ وہ جلد جنگ میں کام آجائے جب اوریا مارا گیا تو آپ نے بت سبع سے باقاعدہ شادی کرلی، شادی سے پہلے ہی اس کو حمل ٹھہر گیا تھا مگر وہ بچہ مر گیا۔ شادی کے بعد اس سے حضرت سلیمانؑ پیدا ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد ناتن نبی آپ کے پاس آئے اور فیصلہ کے لیے دو شخصوں کا مقدمہ پیش کیا جن میں سے ایک کے پاس بھیڑوں کے بہت سے ریوڑ تھے اور دوسرے کے پاس صرف ایک بھیڑ تھی، اس دولت مند کے پاس ایک دن ایک مسافر آیا۔ اس کے کھانے کے لیے اس دولت مند شخص نے اپنے ریوڑوں میں سے کوئی بھیڑ نہ لی بلکہ اپنے ساتھی کی اکیلی بھیڑ چھین کر پکالی۔ یہ سن کر آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ وہ شخص واجب القتل ہے۔ ناتن نبی نے کہا کہ وہ شخص آپ ہی ہیں۔

(سموئیل دوم باب ۱۱، ۱۲)

ظاہر ہے کہ اس قسم کی شرمناک اور انسانیت سوز حرکتیں کسی عام شریف انسان سے بھی بعید ہیں چہ جائیکہ ان سے کسی معصوم نبی کو متہم کیا جائے جس کا دامن ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ جو قوموں کا ہادی اور رہبر ہوتا ہے اور جس کی ذات دنیا کے لیے ایک مثال اور نمونہ بن کر آتی ہے۔

اور پھر ایسے معصوم اور جلیل القدر نبی کے متعلق اس قسم کا احتمال کس قدر خلاف عقل

Marfat.com

ہے، یہی وجہ ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بحکم حدیث "باب العلم" بھی ہیں اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی اس لغو اسرائیلی قصہ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب منسوب کرے گا۔ اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے لگائے جائیں گے جو کسی نبی پر بہتان باندھنے کی سزا ہے۔

توراۃ کے اس مذکورہ افسانہ میں اگر کوئی حقیقت ہو بھی تو وہ صرف اتنی ہی معلوم ہوتی ہے کہ اوریا نامی فوجی افسر کے اتفاقیہ جہاد میں کام آجانے کے بعد حضرت داؤدؑ نے ازراہ تلطف و تواضع اور از نظر ہمدردی و قدر افزائی اس کی بیوہ سے خود عقد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشا ہو اور اس سیدھے سادھے واقعہ کو علماء یہود نے افسانہ بنا ڈالا ہو۔

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ اسرائیلی قصے ہیں اور قابل اعتناء نہیں حافظ ابو محمد ابن حزمؒ نے کتاب الفصل میں بڑی شدت کے ساتھ ان قصوں کی تردید کی ہے، یہی صورت ابوحیانؒ اور ابومسلمؒ کی ہے۔

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اکثر غیر محتاط افسروں نے اسرائیلی افسانوں کے زیر اثر اس لغو خرافات کو اختیار کر کے سورۂ ص کی حسب ذیل آیات پر چسپاں کر دیا ہے۔

آیات میں دو آدمیوں کا ایک قضیہ مذکور ہے جس کے تصفیہ کے لیے وہ بلا اجازت اور عجیب و غریب طریقہ سے محراب داؤدی میں داخل ہو گئے تھے، آیات یہ ہیں۔

ترجمہ:۔

"اور کیا تمھارے پاس ان جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے جس وقت وہ داؤدؑ کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے۔ انھوں نے کہا۔ خوف نہ کیجئے ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہم میں انصاف کا فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے گا اور ہم کو سیدھا راستہ دکھا دیجئے، یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے، یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کر دے اور گفتگو میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے، انہوں نے

Marfat.com

کہا کہ یہ جو تیری دُنبی مانگتا ہے کہ اپنی دُنبیوں میں ملا لے
بے شک تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے
پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں، ہاں جو ایمان لائے اور عمل
نیک کرتے رہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤدؑ
نے خیال کیا کہ ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انہوں نے
اپنے پروردگار سے مغفرت مانگی اور جھک کر گر پڑے اور
(خدا کی طرف) رجوع کیا تو ہم نے اُن کو بخش دیا اور بیشک
اُن کے لیے ہمارے یہاں قرب اور عمدہ مقام ہے"۔

سورۃ صٓ قرآن مجید (آیات، ۲۱ تا ۲۵)

جن لوگوں نے ننانوے دُنبیوں سے مُراد آپ کی ننانوے بیویاں لی ہیں انکے جواب میں صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ قرآن، حدیث، توراۃ اور تاریخ کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ کی ننانوے بیویاں تھیں۔

ان آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں دو باتیں اب بھی وضاحت طلب رہ جاتی ہیں، بات میں مذکور ہے کہ آپ نے استغفار کیا، تو آپ کا گناہ کیا تھا؟ اور آپ کو خیال ہوا یہ میری آزمائش ہے تو آزمائش آخر کس بات کی تھی؟

پہلے سوال کا جواب علامہ ابن حزمؒ نے یہ دیا ہے کہ استغفار خُدا کی درگاہ میں ایسا محبوب عمل ہے کہ اس کے لیے ہرگز یہ ضروری نہیں ہے کہ اس پہلے گناہ و معصیت کا ارتکاب ہو، واضح رہے کہ قرآن نے حضرت داؤدؑ کے گناہ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، اور یہ بھی واضح رہے کہ قرآن نے خود سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی استغفار کرنے کو کہا ہے اگر ہر جگہ استغفار کے لیے ارتکابِ گناہ کو ضروری قرار دیا گیا تو ان آیات کی تفسیر پھر کیا ہوگی؟

ترجمہ:۔

(اے محمدؐ!) تم اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح
کرو اور اس سے مغفرت مانگو، بے شک وہ معاف کرنے
والا ہے۔ (النصر ۳)

دوسرا سوال "فتنہ" کے متعلق ہے، تو یہاں سب سے پہلے فتنہ کا اس جگہ صحیح مفہوم سمجھ لینے کی ضرورت ہے، اس کے متعلق مفسرین نے مختلف خیالات کا اظہار

Marfat.com

کیاہے، علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ دونوں آدمی واپس چلے گئے تو حضرت
داؤدؑ کو خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی بڑی سلطنت بخشی ہے اور اپنے بندوں
اس قدر فضیلت دی، غالباً یہ واقعہ اس امر کی آزمائش ہے کہ میں اپنے فرائض منصبی
کو کس حد تک صحیح طور پر انجام دیتا ہوں، اور خدا کی اس نعمت کا اپنی عملی زندگی سے
کسی طرح شکر ادا کرتا ہوں، یہ خیال آتے ہی آپ سربسجود ہو گئے اور اس خیال سے
کہ بتقضائے بشریت کہیں کوئی لغزش نہ ہو گئی ہو آپ طالب مغفرت ہوتے۔

ابو مسلمؒ اصفہانی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے جانے کے بعد آپ کو خیال آیا کہ آپ
کی پیغمبرانہ شانِ معدلت گستری جس درجۂ علیا کی مقتضی تھی۔ اس کی کسی قدر نادانس
اور بلا ارادہ آپ سے خلاف ورزی ہو گئی کہ مدعا علیہ کا بیان صفائی سُنے بغیر مدعی
کے بیان کی تائید فرما دی۔ اس لیے معاً متنبہ ہوئے اور فوراً سربسجود ہو کر بارگا
رب العزت میں استغفار کرنے لگے۔

تیسری اور غالباً صحیح ترین تفسیر وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے، اس
کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے اوقات کی تقسیم اس طرح فرمائی تھی کہ ایک دن
دربار اور فصل مقدمات کے لیے مخصوص تھا۔ ایک دن اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہنے
کے لیے اور ایک دن خالص عباداتِ الٰہی کے لیے اور عبادت کے دن کسی کو اجازت
نہ تھی کہ ان سے رجوع کرے تاکہ خضوع و خشوع میں خلل واقع نہ ہو سکے۔ یہ صورت
خلیفۃ اللہ کی شان معدلت گستری کے شایان شان نہ تھی چونکہ کسی وقت بھی کوئی ہنگامی
صورت حال ایسی پیدا ہو سکتی تھی جس میں آپ سے فوری طور پر رجوع کرنا ضروری
ہو جاتا، مزید برآں آپ نے عباداتِ الٰہی کے لیے شب و روز کے چوبیس گھنٹے اپنے
گھر والوں میں نوبت بہ نوبت اس طرح تقسیم فرما دیئے تھے کہ کسی وقت عبادت خانہ
ذکر الٰہی سے خالی نہ رہے، چنانچہ ایک روز آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ رب
العالمین! رات و دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤدؑ کے گھرانے کا کوئی نہ
کوئی فرد تیری عبادت میں مشغول نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ارشاد ہوا
کہ میری مدد کے بغیر تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتا۔ ایک روز میں تجھے تیرے اوپر
چھوڑ دوں گا اور تیری آزمائش کروں گا۔ جب اہل معاملہ آپ کے پاس سے رخصت ہو گئے
تو آپ کو متنبہ ہوا کہ غالباً یہی میری آزمائش تھی۔ چونکہ خیال گزرا کہ ایک طرف تو فرائض
خلافت کی انجام دہی کے لیے دنوں کی یہ تقسیم مناسب نہیں، دوسری طرف یہ حقیقت

Marfat.com

ں نظر ہوئی کہ اتفاقی طور پر یہ چند ساعتیں ایسی درپیش آگئیں جن میں عبادات الہٰی
خلل پڑا، چنانچہ آپ سجدہ میں گر پڑے اور استغفار کیا اس تفسیر کے متعلق مولانا شبیر احمد
انیؒ فرماتے ہیں۔

" میرے نزدیک آیت کی بے تکلف تفسیر یہی ہے "

اب مختصراً اور سیدھے سادے الفاظ میں قرآن کریم کا مذکورہ واقعہ یہ ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت الہٰی کا دن تھا کہ دو فریق لڑتے جھگڑتے
ر اقدس تک پہنچے مگر دربانوں نے اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ بالآخر دیوار پھاند کر
دونوں محراب داؤدی میں داخل ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام عبادت میں مشغول
ے کہ اچانک آپ نے ان دونوں کو اندر آتے دیکھا۔ ان کی اس قدر غیر متوقع
ر عجیب و غریب طریقہ سے آمد کو دیکھ کر آپ گھبرائے اور غالباً یہ گمان گزرا ہو کہ
ہیں یہ دشمن تو نہیں اور میرے قتل کے ارادے سے تو نہیں آگھسے؟ یہ کیفیت دیکھ
ر وہ بولے کہ آپ کسی قسم کا خوف نہ کریں ہم اہل معاملہ ہیں اور اپنے قضیہ کے فیصلے
ے لیے آتے ہیں، آپ انصاف سے فیصلہ کریں۔ بے انصافی نہ کریں۔ اول تو حکومت
شاہی میں بلا اجازت اور دیوار پھاند کر گھس آنا ہی کتنی بڑی اور قابل گرفت جسارت
تھی اور پھر یہ احتمال کہ کہیں آپ بے انصافی نہ کریں۔ کتنی بڑی گستاخی اور دریدہ دہنی
تھی مگر خلیفۃ اللہ نے نہ تو ان پر توہین سلطانی کا جرم عائد کیا اور نہ ان کی گستاخی پر داروگیر
فرمائی بلکہ کمال ضبط و تحمل اور انتہائی خوش خلقی اور خوش روی سے ان کا قضیہ سنا اور
فیصلہ فرما دیا۔ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ کو خیال گزرا کہیں یہ میرے فرائض
منصبی کے انجام دہی اور میرے ضبط و تحمل کا امتحان تو نہ تھا۔ کیا اوقات کی یہ تقسیم جو
میں نے کی ہے۔ کہیں میرے فرائض منصبی کی انجام دہی میں مزاحم تو نہیں۔ اور کیا میرا یہ
ادعا کہ شب و روز میں کوئی ساعت ایسی نہیں۔ جب میرے گھرانے کا کوئی نہ کوئی
فرد ذکر الہٰی میں منہمک و مشغول نہ ہو اس وقت بھی قائم رہا؟ اس خیال کے آتے ہی آپ
سجدہ میں گر پڑے اور بارگاہِ الہٰی سے طالب مغفرت ہوئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعدد خصائص قرآن کریم اور حدیث نبوی میں
مذکور ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو حضرت داؤدؑ کا مسخر کر دیا تھا، حضرت

Marfat.com

داؤد علیہ السلام بے انتہا خوش آواز تھے یہی وجہ ہے کہ "لحن داؤدی" اب تک ضرب المثل ہے، صبح و شام جب جوش میں آکر آپ اپنے مخصوص لحن میں کتاب الٰہی پڑھتے یا خدا کی تسبیح و تحمید کرتے تو پیغمبرانہ تاثیر کا یہ عالم ہوتا کہ پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ آواز سے تسبیح پڑھنے لگتے تھے۔ سورۃ ص میں ہے۔

ترجمہ:۔

ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیر فرمان کر دیا تھا کہ صبح و شام ان کے ساتھ (خدا تعالیٰ کی) پاکی بیان کرتے تھے اور پرندوں کو بھی کہ جمع رہتے تھے سب اُن کے فرمان بردار تھے۔

(سورۃ ص ۱۸، ۱۹)

سورۃ انبیاء میں ہے۔

ترجمہ:۔

اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد علیہ السلام کا مسخر کر دیا تھا کہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی (مسخر کر دیا تھا)

(سورۃ انبیاء ۷۹)

بعض لوگوں نے اپنی کج فہمی کی بناء پر اس بات کو خلاف عقل سمجھ کر اس کی یہ تاویل پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہاں پرندوں اور پہاڑوں کی تسبیح سے ان کی زبان حال سے تسبیح مراد ہے۔ مگر تصریحاتِ قرآنی کے پیش نظر یہ تاویل غلط ہے کیونکہ زبان حال سے تو وہ ہر وقت ہی تسبیح و تحمید میں مشغول ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔

آسمان اور زمین خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور کائنات کی ہر شے خدا کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کا فہم و ادراک نہیں رکھتے۔

(بنی اسرائیل ۴۴)

اگر بات صرف اتنی ہی ہوتی تو اس کو خصائص داؤدی میں بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ رہا یہ امر کہ جمادات و حیوانات کا بولنا اور آواز سے تسبیح پڑھنا سخت محیر العقول اور تعجب خیز بات ہے تو اس کا جواب سورۂ انبیاء میں ہی خود اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

ترجمہ :-

"اور یہ سب کچھ کرنے والے ہم تھے"

(انبیاء ۷۹)

اور جب یہ سب کچھ کرنے والے خدا تھا تو اب کونسا مقام حیرت باقی رہ گیا؟ اور اس کی لامحدود قدرت کے سامنے آخر کون سی بات ناقابلِ یقین ہے یا ہو سکتی ہے ؟ کم از کم اس شخص کے لیے تو اس کو ماننے اور سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں جس کا ایمان یہ ہو کہ ------------

"بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے"

رہا اس بات کا خلاف عادت ہونا تو ہر کرامت اور ہر معجزہ خلافِ عادت ہی ہوا کرتا ہے ورنہ وہ کرامت اور معجزہ نہ رہے، یہی وجہ ہے کہ معجزہ کو خرق عادت بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرندوں کی بولیوں کا علم بھی عطا فرمایا تھا۔ سورۃ نمل میں ہے۔

ترجمہ :-

اور سلیمانؑ داؤدؑ کے قائم مقام ہوئے اور کہنے لگے کہ لوگو!
ہمیں (خدا کی طرف سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے۔
اور ہر چیز عطا فرمائی گئی ہے، بے شک یہ اس کا صریح فضل
ہے ۔ (سورۃ نمل ۱۶)۔

یہاں حضرت سلیمانؑ نے "مجھے" کی بجائے "ہمیں" استعمال فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منطق الطیر کا علم حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ دونوں کو عطا فرمایا گیا تھا۔

حضرت داؤدؑ علیہ السلام اپنے اخراجات کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے اور خود اپنی قوت بازو سے اپنی روزی کماتے تھے، صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ -----------

"حضرت داؤدؑ صرف اپنے ہی ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔"

ہمارے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کی صورت اللہ تعالیٰ نے یہ پیدا کر دی تھی کہ لوہا آپ کے ہاتھ میں نرم کر دیا گیا تھا اور بغیر تپائے ہوئے جیسے آپ چاہتے اس کو موم کی طرح توڑ موڑ سکتے تھے اس طرح لوہے کی کڑیاں اور حلقے بنا کر آپ کو ان سے ہلکی پھلکی اور کشادہ اور فراخ زرہیں بنانا سکھایا گیا تھا تاکہ آپ کی معیشت کا سامان بھی

Marfat.com

ہو جاتے اور قوم کی ایک اہم جنگی ضرورت بھی پوری ہو جاتے۔ اِس قسم کی زِرہیں خاص حضرت داؤدؑ کی ایجاد ہیں۔ اس سے پہلے پیتل اور لوہے کی چادروں کو جوڑ کر زرہیں بنائی جاتی تھیں جو نہایت وزنی اور ناقابل استعمال ہوتی تھیں۔

سورۂ انبیاء میں ہے،

ترجمہ:۔

"اور ہم نے تمھارے لیے ان کو ایک لباس بنانا بھی سکھا دیا تاکہ تم کو لڑائی (کے ضرر) سے بچائے پس اے بنی اسرائیل تم کو شکر گزار ہونا چاہیئے"

(انبیاء ۸۰)

اور سورۂ سبا میں ہے۔!

ترجمہ:۔

"اور ان کے لیے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا، کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو اور نیک عمل کرو اور جو عمل تم کرتے ہو میں ان کو دیکھنے والا ہوں"

(سبا ۱۰،۱۱)

لیکن آیاتِ متذکرہ خصوصًا سورۂ انبیاء کی مذکورہ آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالبًا حقیقت صِرف اتنی ہی نہیں، ہو سکتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کا ایک معجزہ یہ بھی ہو کہ فولاد آپ کے ہاتھ میں آ کر موم کی مانند نرم ہو جاتا ہو اور جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ آپ اپنی معیشت خود اپنی قوت بازو سے کماتے تھے اور اس کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے۔ لیکن بات صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتی چونکہ صِرف ایک اِنسان اتنی زرہیں تیار نہیں کر سکتا کہ ایک بڑی قوم کی فوج کے لیے کافی ہوں اور جنگ کے وقت استعمال کی جا سکتی ہوں جیسا کہ سورۂ انبیاء کی آیت ۸۰ سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ایلات اور ادفیر میں تانبہ اور سونے کی کانیں برآمد کر دی تھیں اور جو اب حالیہ اثری اکتشافات میں برآمد ہو گئی ہیں۔ اِسی طرح غالبًا حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کی کانیں برآمد کر دی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت سلیمان

Marfat.com

علیہ السلام نے عصیون جابر میں تانبہ پگھلا کر صاف کرنے کا ایک وسیع پیمانہ کا کارخانہ قائم کیا تھا۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اپنے عہد میں برآمد ہونے والی لوہے کی کانوں سے اس علم کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ استفادہ کرنے کے لیے شاید کوئی کارخانہ قائم فرمایا ہو جس میں وقت اور قوم کی ضرورت کے پیشِ نظر خام لوہے کو صاف کرکے اس کی زرہیں بنائی جاتی تھیں خصوصی طور پر ان انعامات کا ذکر کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس قدر قدیم زمانہ میں فلزی صنعت کے ارتقاء کی یہ پہلی مثالیں ہیں اور اس لیے یقیناً یہ خصوصی انعاماتِ الٰہی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ قرآن کریم کی تاویلات میں کھینچ تان کرنے کی بجائے صبر و ثبات اور یقین کی استواری کے ساتھ انتظار کریں، ہم دیکھیں گے کہ علم و تحقیق کی ہر راہ گھوم پھر کر بالآخر قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق کی منزل تک پہنچ جائے گی۔

حضرت داؤدؑ کو یہ کمال عطا ہوا تھا کہ آپ گھوڑے پر زین کسنے کا حکم دیتے اور کتاب الٰہی پڑھنا شروع کر دیتے اور اس سے پہلے کہ زین کسی جا چکے آپ کتاب پڑھ چکتے۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ داؤدؑ کے لیے (کتاب الٰہی) پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا، چنانچہ حضرت داؤدؑ گھوڑوں کو کسنے کا حکم دیتے تھے اور کسنے سے قبل (کتاب) پڑھ چکتے تھے۔"

صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓو ابن العاص کی روایت ہے۔

"مجھ سے حضور گرامیؐ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر روزہ اور نماز حضرت داؤدؑ کی تھی۔ حضرت داؤدؑ ایک روزہ رکھتے تھے اور ایک روزہ نہ رکھتے تھے اور آدھی رات تک سوتے تھے۔ تہائی رات عبادت کرتے تھے اور پھر آخری چھٹے حصہ میں سو جاتے تھے۔"

صحیح بخاری میں ایک اور حدیث حضرت ابوسلمہؓ سے مروی ہے جس میں بیان

Marfat.com

ہوا ہے کہ جب حضورِ اقدس ﷺ کو معلوم ہُوا کہ حضرت عبداللہ رضؓ بن عُمرؓ ابن العاص نے صائم الدہر اور قائم اللیل رہنے کا عزم کیا ہے تو حضور ﷺ نے ان کو منع فرمایا اور حکم دیا کہ مہینے میں تین روزے رکھا کرو چونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے اس لیے یہ تین روزے تمام عمر روزے رکھنے کی طرح ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ طاقت ہے تب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"تو ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دِن نہ رکھا کرو، یہی حضرت داؤدؑ کے روزے ہیں اور یہ بہترین روزے ہیں، حضرت عبداللہ رضؓ نے پھر عرض کیا، یا رسول ﷺ اللہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ طاقت ہے، ارشاد فرمایا، اس سے افضل روزہ نہیں ہے"

لیکن صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں یہی حدیث خود حضرت عبداللہ رضؓ بن عمرؓ ابن العاص سے بھی مروی ہے، اس میں اتنا فرق ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"تو حضرت داؤدؑ کی طرح روزے رکھا کرو، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دِن ناغہ کرتے تھے اور دشمن کے مقابلہ کے وقت بھاگتے نہ تھے"

اور چونکہ یہ معاملہ خود حضرت عبداللہ رضؓ ہی سے متعلق تھا اس لیے اس سے یہ بات ثابت ہے کہ ان کی روایت زیادہ قرین ثواب اور صحیح معلوم ہوتی ہے۔ رہا اس کا آخری جملہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح روزے رکھنے سے حضرت داؤدؑ کو کمزوری پیدا نہیں ہونے پاتی تھی کہ مقابلہ کے وقت دُشمن سے بھاگ جائیں۔

حضرت داؤدؑ علیہ السلام صاحبِ کتاب تھے، آپ کو "زبور" عطا ہوئی، سورۂ نساء اور سورۂ بنی اسرائیل میں ہے۔

ترجمہ:-

"اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عنایت کی"

(النساء ۱۶۳، بنی اسرائیل ۵۵)

بنی اسرائیل کے لیے شریعت کی اصل کتاب توراۃ تھی، انہی اصول و قوانین کو

Marfat.com

تازہ کرنے کے لیے زبور نازل فرمائی گئی تھی جو دراصل توراۃ کا ایک حصہ اور جزو ہے، زبور کے لغوی معنی ٹکڑے ہی کے ہیں۔ موجودہ توراۃ میں زبور بھی شامل ہے اور دوسری آسمانی کتابوں کی طرح یہ بھی محرف ہے۔ زبور، پانچ کتابوں پر مشتمل ہے اور ہر کتاب میں ہیں "مرموز"، یا خدا کی حمد و ستائش کے نغمے ہیں۔ ان میں کچھ مرموز تو حضرت داؤدؑ کے ہیں اور کچھ پر دوسرے لوگوں کے نام پر قوم سے ہیں۔

مثلاً مغنیوں کا استاد قورح، آسف، گیتیت، ایتان ازراحی وغیرہ، تحریف کا یہ عالم ہے کہ بعض مرموز ایسے بھی شامل ہیں جن میں بنوکد نذر کے ہاتھوں بیت المقدس کی تباہی کا تذکرہ ہے جو حضرت داؤدؑ سے کم و بیش چار سو سال بعد کا واقعہ ہے، زبور کی مختلف کتابوں اور ان کے مرموز کی کیفیت یہ ہے کہ اس کی پانچ کتابوں میں کل ۱۵۰ مرموز ہیں جن میں ۷۲ حضرت داؤدؑ کے ہیں۔ ۳۰ پر دوسرے لوگوں کا مرقوم ہے۔ اور ۴۸، ایسے ہیں جن پر کسی کا نام ثبت نہیں۔

تفصیل یہ ہے۔

کتاب زبور	حضرت داؤدؑ کے مرموز	دوسرے لوگوں کے مرموز	وہ مرموز جن پر کسی کا نام رقم نہیں	کل تعداد
کتاب اوّل	۳۶	×	۵	۴۱
کتاب دوم	۱۸	۱۱	۲	۳۱
کتاب سوم	۱	۱۶	×	۱۷
کتاب چہارم	۲	۱	۱۴	۱۷
کتاب پنجم	۱۵	۲	۲۷	۴۴
کل تعداد	۷۲	۳۰	۴۸	۱۵۰

ذیل میں ہم محض نمونہ اور مثال کے لیے حضرت داؤدؑ کے چند مرموز کے نہایت مختصر اقتباسات پیش کرتے ہیں، ان میں خدا کی حمد و ثنا ہے، مناجات و دعا ہے، توکل الی اللہ ہے۔ انعامات الٰہی کی شکرگزاری ہے۔ کافروں اور بدکاروں پر لعنت اور ان سے اپنی برأت کا اعلان ہے اور آپ کے کردار کی عظمت اور پاکیزگی کی مثالیں ہیں۔

Marfat.com

مزمور ۱۹

آسمان خدا کا جلال ظاہر کرتا ہے۔
اور فضا اس کی دست کاری دکھاتی ہے۔
دن سے دن بات کرتا ہے۔
اور رات کو رات حکمت سکھاتی ہے۔
نہ بولنا ہے نہ کلام
نہ ان کی آواز سنائی دیتی ہے۔
اُن کا سُر ساری زمین پر
اور ان کا کلام دنیا کی انتہا تک پہنچتا ہے۔
(آیات زبور ۱ تا ۴)

- - - - - - - - - - - - - - - -

خداوند کی شریعت کامل ہے وہ جان کو بحال کرتی ہے
خداوند کی شہادت برحق ہے، نادان دانش کو بخشتی ہے
خداوند کے قوانین راست ہیں۔ وہ دل کو فرحت پہنچاتے ہیں
خداوند کا حکم بے عیب ہے، وہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے
خداوند کا خوف پاک ہے وہ ابد تک قائم رہتا ہے
خداوند کے احکام برحق اور بالکل راست ہیں۔
(آیات ۷ تا ۹)

- - - - - - - - - - - - - - - -

کون اپنی بھول چوک کو جان سکتا ہے؟
تو مجھے پوشیدہ عیبوں سے پاک کر
تو اپنے بندے کو بے باکی کے گناہوں سے باز رکھ
وہ مجھ پر غالب نہ آئیں تو میں کامل ہونگا

Marfat.com

اور بڑے گناہ سے بچا رہوں گا۔
میرے منہ کا کلام اور میرے دل کا خیال تیرے حضور مقبول ٹھہرے
اے خداوند! اے میری چٹان، اور میرے فدیہ دینے والے!
(آیات ۱۲ تا ۱۴)

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

مرموز ۲

"اے خداوند! تو نے مجھے جان لیا اور پہچان لیا
تو میرا اٹھنا بیٹھنا جانتا ہے
تو میرے خیال کو دور سے سمجھ لیتا ہے۔
تو میرے راستہ کی اور میری خوابگاہ کی چھان بین کرتا ہے
اور میری سب روشوں سے واقف ہے۔
(آیات ۱ تا ۳)

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

یہ عرفان میرے لیے نہایت عجیب ہے
یہ بلند ہے، میں اس تک پہنچ نہیں سکتا
(آیت ۶)

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

اگر میں صبح کے پر لگا کر
سمندر کی انتہا میں جا بسوں
تو وہاں بھی تیرا ہاتھ میری رہنمائی کرے گا
اور تیرا داہنا ہاتھ مجھے سنبھالے گا
اگر میں کہوں کہ یقیناً تاریکی مجھے چھپا لے گی
اور میرے چاروں طرف کا اجالا رات بن جائے گا۔
تو اندھیرا بھی تجھ سے چھپا نہیں سکتا،

Marfat.com

بلکہ رات بھی دن کی مانند روشن ہے
اندھیرا اور اجالا دونوں یکساں ہیں
کیونکہ میرے دِل کو تو ہی نے بنایا،
میری ماں کے پیٹ میں تو ہی نے مجھے صورت بخشی
میں تیرا شکر کروں گا کیونکہ میں عجیب وغریب طور سے بنا ہوں
تیرے کام حیرت انگیز ہیں
میرا دل اسے خوب جانتا ہے
جب میں پوشیدگی میں بن رہا تھا
اور زمین کے اسفل میں عجیب طور سے مرتب ہو رہا تھا
تو میرا قالب تجھ سے نہ چھپا تھا
تیری آنکھوں نے میرے بے ترتیب مادہ کو دیکھا
اور جو ایام میرے لیے مقرر تھے۔
وہ سب تیری کتاب میں لکھے تھے
جبکہ ایک بھی وجود میں نہ آیا تھا
اے خدا! تیرے خیال میرے لیے کیسے بیش بہا ہیں
اور ان کا مجموعہ کیسا بڑا ہے۔"

(آیات ۹ تا ۱۷)

مرموز ۳

خداوند بزرگ اور بے حد ستائش کے لائق ہے
اس کی بزرگی ادراک سے باہر ہے
ایک پشت دوسری پشت سے تیرے کاموں کی تعریف
اور تیری قدرت کے کاموں کا بیان کرے گی
میں تیری عظمت کی جلالی شان پہ

Marfat.com

اور تیرے عجائب پر غور کروں گا۔
اور لوگ تیری قدرت کے ہولناک کاموں کا ذکر کریں گے
اور میں تیری بزرگی بیان کروں گا
وہ تیرے بڑے احسان کی یادگار کا بیاں کریں گے
اور تیری صداقت کا گیت گائیں گے
خداوند رحیم و کریم ہے
وہ قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے
خداوند سب پر مہربان ہے
اور اس کی رحمت اس کی ساری مخلوق پر ہے
(آیات ۳ تا ۹)

- - - - - - - - - - -

خداوند گرتے ہوئے کو سنبھالتا
اور جھکے ہوئے کو اُٹھا کھڑا کرتا ہے
(آیت ۱۴)

- - - - - - - - - - -

خداوند ان سب کے قریب ہے جو اس سے دُعا کرتے ہیں
یعنی ان سب کے جو سچائی سے دُعا کرتے ہیں
جو اُس سے ڈرتے ہیں وہ ان کی مراد پوری کرے گا
وہ اُن کی فریاد سُنے گا اور ان کو بچا لے گا
خداوند اپنے سب محبت رکھنے والوں کی حفاظت کرے گا
لیکن سب شریروں کو ہلاک کر ڈالے گا
میرے منہ میں خداوند کی ستائش ہو گی
اور ہر بشر اس کے پاک نام کو ابدالآباد مبارک کہے
(آیات ۱۸ تا ۲۱)

- - - - - - - - - - -

Marfat.com

مرموز ۴

جب میں پکاروں تو مجھے جواب دے، اے میری صداقت کے خدا!
تنگی میں تو نے مجھے کشادگی بخشی، مجھ پر رحم کر اور میری دعا سن لے۔
(آیت ۱)

بہت سے کہتے ہیں کون ہم کو کچھ بھلائی دکھلائے گا؟
اے خداوند تو اپنے چہرے کا نور ہم پر جلوہ گر فرما
تو نے میرے دل کو اس سے زیادہ خوشی بخشی ہے
جو ان کو غلّہ اور مے کی فراوانی سے ہوتی ہے
میں سلامتی سے لیٹ جاؤں گا اور سو رہوں گا
کیونکہ اے خداوند! فقط تو ہی مجھے مطمئن رکھتا ہے!
(آیات ۶ تا ۸)

مرموز ۵

اے خداوند مجھ پر رحم کر کیونکہ میں پژمردہ ہو گیا ہوں
(آیت ۲)

میں کراہتے کراہتے تھک گیا ہوں
میں اپنا پلنگ آنسوؤں سے بھگوتا ہوں
ہر رات میرا بستر تیرتا ہے
میری آنکھ غم کے مارے بیٹھی جاتی ہے
اور میرے سب مخالفوں کے سبب دھندلانے لگی
اے سب بدکردارو، میرے پاس سے دور ہو جاؤ،
کیونکہ خداوند نے میرے رونے کی آواز سن لی ہے
خداوند نے میری منت سن لی

Marfat.com

خداوند میری دُعا قبُول کرے گا
(آیات ۶ تا ۹)

- - - - - - - - - - - - - -

مرموز ۶

میری طرف متوجہ ہوا اور مجھ پر رحم کر
کیونکہ میں بیکس اور مصیبت زدہ ہوں
میرے دِل کے دُکھ بڑھ گئے ہیں
تو مجھے میری تکلیفوں سے رہائی دے
تو میری مصیبت اور جانفشانی کو دیکھ
اور میرے سب گناہ معاف فرما
میرے دشمنوں کو دیکھ کیونکہ وہ بہت ہیں
اور ان کو مجھ سے سخت عداوت ہے
میری جان کی حفاظت کر اور مجھے چُھڑا
مجھے شرمندہ نہ ہونے دے کیونکہ میرا توکل تجھ ہی پر ہے
دیانت داری اور راست بازی مجھے سلامت رکھیں
کیونکہ مجھے تیری ہی آس ہے
اے خدا! اسرائیل کو
اس کے سب دُکھوں سے چھڑا لے ''
(آیات ۱۶ تا ۲۲)

مرموز ۷

خداوند میری چٹان اور میرا قلعہ اور میرا چھڑانے والا ہے
میرا خدا، میری چٹان، جس پر میں بھروسہ رکھوں گا
میری سپر، اور میری نجات کا سینگ، میرا اُونچا بُرج ،

Marfat.com

میں خداوند کو جو ستائش کے لائق ہے پکاروں گا
یوں میں اپنے دشمنوں سے بچایا جاؤں گا "
(آیات ۲، ۳)

مزمور ۸

خداوند میرا چرپان ہے، مجھے کمی نہ ہوگی
وہ مجھے ہری ہری چراگاہوں میں بٹھاتا ہے
وہ مجھے راحت کے چشموں کے پاس لے جاتا ہے
وہ میری جان کو بحال کرتا ہے
وہ مجھے اپنے نام کی خاطر صداقت کی راہوں پر لے چلتا ہے
بلکہ خواہ موت کے سایہ کی وادی میں میرا گذر ہو
میں کسی بلا سے نہیں ڈروں گا کیونکہ تو میرے ساتھ ہے
تیرے عصا اور تیری لاٹھی سے مجھے تسلی ہے
(آیات ۱ تا ۴)

مزمور ۹

اے خداوند میری فریاد سُن!
میری دُعا پر توجہ کر
میں اپنی افسردہ دلی میں زمین کی انتہا سے تجھے پکاروں گا
تو مجھے اس چٹان پر لے چل جو مجھ سے اُونچی ہے
کیونکہ تو میری پناہ رہا ہے
اور دشمن سے بچنے کے لیے اُونچا بُرج
میں ہمیشہ تیرے خیمہ میں رہوں گا
میں تیرے پروں کے سایہ میں پناہ لوں گا ، (رسالہ ۵)

Marfat.com

کیونکہ اے خدا، تو نے میری منتیں قبول کی ہیں
تو نے مجھے ان لوگوں کی سی میراث بخشی ہے جو تیرے نام سے ڈرتے ہیں
(آیات ۱ تا ۵)

مرموز ۱۰

اے میری جان، خدا ہی کی آس رکھ
کیونکہ اسی سے مجھے اُمید ہے
وہی اکیلا میری چٹان اور میری نجات ہے
وہی میرا اُونچا بُرج ہے، مجھے جُنبش نہ ہوگی
میری نجات اور میری شوکت خدا کی طرف سے ہے
خدا ہی میری قوت کی چٹان اور میری پناہ ہے
اے لوگو اس پر توکل کرو
اپنے دِل کا حال اِس پر کھول دو
خدا ہماری پناہ گاہ ہے (سِلاہ)
(آیات ۵ تا ۸)

مرموز ۱۱

میں اپنے پورے دِل سے خداوند کی شکر گزاری کروں گا
میں تیرے سب عجیب کاموں کا بیان کروں گا
میں تجھ میں خوشی مناؤں گا اور مسرور ہوں گا
اے حق تعالیٰ میں تیری ستائش کروں گا
جب میرے دُشمن پیچھے ہٹتے ہیں
تو میری حضوری کے سبب سے لغزش کھاتے اور ہلاک ہو جاتے ہیں''
(آیات ۱ تا ۳)

Marfat.com

مرموز ۱۲

تونے مجھ کو اپنی نجات کی سپر بخشی
اور تیرے داھنے ہاتھ نے مجھے سنبھالا
اور تیری نرمی نے مجھے بزرگ بنایا
تونے میرے نیچے میرے قدم کشادہ کر دیئے
اور میرے پاؤں نہیں پھسلے

(آیات ۳۵ تا ۳۶)

اس لیے اے خداوند! میں قوموں کے درمیان تیری شکر گزاری اور تیرے نام کی مدح سرائی کروں گا" (آیات ۴۹)

مرموز ۱۳

اے خداوند! اپنے نام کی خاطر
میری بدکاری کو معاف کر دے کیونکہ وہ بڑی ہے
وہ کون ہے جو خداوند سے ڈرتا ہے ؟
خداوند اُس کو اُسی راہ کی تعلیم دے گا جو اُسے پسند ہے
اُس کی جان راحت میں رہے گی
اور اس کی نسل زمین کی وارث ہو گی
خداوند کے راز کو وہی جانتے جو اس سے ڈرتے ہیں
وہ اپنا عہد ان کو بتائے گا

مرموز ۱۴

اے خدا! اپنی شفقت کے مطابق مجھ پر رحم کر
اپنی رحمت کی کثرت کے مطابق میری خطائیں مٹا دے

Marfat.com

میری بدی کو مجھ سے دھو ڈال
اور میرے گناہ سے مجھے پاک کر
کیونکہ میں اپنی خطاؤں کو مانتا ہوں
اور میرا گناہ ہمیشہ میرے سامنے ہے
میں نے فقط تیرا ہی گناہ کیا ہے
اور وہ کام کیا جو تیری نگاہ میں بُرا ہے
تاکہ تو اپنی باتوں میں راست ٹھہرے
اور اپنی عدالت میں بے عیب رہے
دیکھ، میں نے بدی میں صورت پکڑی
اور میں گناہ کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پڑا
دیکھ تو باطن کی سچائی پسند کرتا ہے
اور باطن ہی میں مجھے دانائی سکھائے گا
زوفے سے مجھے پاک کر تو میں پاک ہوں گا
مجھے دھو، اور میں برف سے زیادہ صاف ہوں گا
- - - - - - (آیات ۱ تا ۷)
میرے گناہوں کی طرف سے اپنا منہ پھیر لے
اور میری بدکاری مٹا ڈال
اے خدا! میرے اندر پاک دل پیدا کر
اور میرے باطن میں اَز سرِ نو مستقیم روح ڈال
مجھے اپنے حضور سے خارج نہ کر
- - - - - - - (آیات ۹ تا ۱۱)
شکستہ رُوح خدا کی قربانی ہے
اے خدا! تو شکستہ اور خستہ دل کو حقیر نہ جانے گا "
- - - - - - - آیت ۱۷)

Marfat.com

مرموز ۱۶

لیکن میں تو خدا کے گھر میں زیتون کے ہرے درخت کی مانند ہوں
میرا توکل ابدالآباد خدا کی شفقت پر ہے۔
میں ہمیشہ تیری شکرگزاری کرتا رہوں گا کیونکہ تو ہی نے یہ کیا ہے اور مجھے
تیرے ہی نام کی آس ہو گی کیونکہ وہ تو تیرے مقدسوں کے نزدیک خوب ہے"

--- (آیات ۸ تا ۹)

مرموز ۱۷

خداوند کا شکر کرو کیونکہ وہ بھلا ہے
کہ اس کی شفقت ابدی ہے
انہوں کے خدا کا شکر کرو
کہ اس کی شفقت ابدی ہے۔
مالکوں کے مالک کا شکر کرو
کہ اس کی شفقت ابدی ہے
اسی کا جو اکیلا بڑے عجیب کام کرتا ہے
کہ اس کی شفقت ابدی ہے

--- (آیات ۱ تا ۴)

حضرت داؤدؑ کے مرموز بارگاہ الٰہی میں اپنے عجز و تصور کے اعترافات اور احسانات و انعامات الٰہی کی شکرگزاری کے جذبات سے معمور ہیں یہاں بخوف طوالت مزید اقتباسات پیش نہیں کیے گئے۔ البتہ توراۃ کی کتاب تواریخ اوّل سے اس سلسلہ کا ایک اہم اقتباس پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ حکومت و سلطنت اور شان و شوکت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچنے کے بعد حضرت داؤدؑ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں۔

"اے خداوند خدا! میں کون ہوں اور میرا گھرانا کیا ہے کہ

Marfat.com

تو نے مجھ کو یہاں تک پہنچایا، اور اے خدا تیری نظر
میں چھوٹی بات تھی بلکہ تو نے تو اپنے بندے کے گھر
کے حق میں آیندہ بہت دنوں کا ذکر کیا ہے، اور تو
نے اے خداوند خدا، مجھے ایسا مانا کہ گویا میں بڑا
منزلت والا آدمی ہوں، بھلا داؤدؑ تجھ سے اس اکرام کی
نسبت جو تیرے خادم کا ہوا اور کیا کہے، اے خداوند تو نے
اپنے بندہ کی خاطر اپنی ہی مرضی سے ان بڑے بڑے کاموں
کو ظاہر کرنے کے لیے اتنی بڑی بات کی، اے خداوند کوئی
تیری مانند نہیں اور تیرے سوا جسے ہم نے اپنے کانوں سے
سُنا ہے اور کوئی خدا نہیں۔"

حق ہے کہ یہ کردار اور یہ ظرف خدا کے ایک سچے اور جلیل القدر پیغمبر کا ہی ہو سکتا ہے اِن ہی مقامات کا مطالعہ کرنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کریم نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے اس وصف کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیوں کیا ہے۔
سورۂ نمل میں ہے۔

ترجمہ:۔

"اور ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم بخشا، اور اُنھوں نے
کہا، خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے مومن بندوں
پر فضیلت دی۔" (سورۂ نمل ۱۵)

مرموز ۱۸

اے خداوند! میرے خداوند! اگر میں نے یہ کیا ہو،
اگر میرے ہاتھوں سے بدی ہوئی ہو
اگر میں نے اپنے میل رکھنے والے سے بھلائی کے بدلے برائی کی ہو
(بلکہ میں نے تو اُسے جو ناحق میرا مخالف تھا، بچایا ہے)

- - - - - - - - - - - - - - - - -

Marfat.com

تو دشمن میری جان کا پیچھا کر کے اسے آ پکڑے
بلکہ وہ میری زندگی کو پامال کر کے مٹی میں
اور میری عزت کو خاک میں ملا دے (سلاہ)
- - - - - - - - - - - (آیات ۳ تا ۵)

مرموز ۱۹

اے خداوند! حق کو سُن، میری فریاد پر توجہ کر
میری دُعا پر جو بے ریا لبوں سے نکلتی ہے کان لگا
میرا فیصلہ تیرے حضور سے صادر ہو
تیری آنکھیں راستی کو دیکھیں
تو نے میرے دِل کو آزما لیا ہے، تو نے رات کو میری نگرانی کی
تو نے مجھے پرکھا اور کچھ کھوٹ نہ پایا
میں نے ٹھان لیا ہے کہ میرا منہ خطا نہ کرے
انسانی کاموں میں تیرے لبوں کے کلام کی مدد سے
میں ظالموں کی راہوں سے باز رہوں
میرے قدم تیرے راستوں پر قائم رہے ہیں
میرے پاؤں پھسلے نہیں
اے خدا! میں نے تجھ سے دُعا کی ہے کیونکہ تو مجھے جواب دیگا
میری طرف کان جُھکا اور میری عرض سُن لے
تو جو اپنے داھنے ہاتھ سے اپنے توکل کرنے والوں کو ان کے مخالفوں سے بچاتا ہے اپنی عجیب شفقت دکھا
مجھے آنکھ کی پُتلی کی طرح محفوظ رکھ
مجھے اپنے پروں کے سایہ میں چُھپا لے
(آیات ۱ تا ۹)

Marfat.com

مرموز ۲۰

--- --- میں خداوند کی راہوں پر چلتا رہا
اور شرارت سے اپنے خدا سے الگ نہ ہوا
کیونکہ اس کے سب فیصلے میرے سامنے رہے
اور میں اس کے آئین سے برگشتہ نہ ہوا
میں اس کے حضور کامل بھی رہا
اور اپنے کو اپنی بدکاری سے باز رکھا
خداوند نے مجھے میری راستی کے موافق
اور میرے ہاتھوں کو پاکیزگی کے مطابق، جو اس کے سامنے تھی، بدلہ دیا"
(آیات ۲۱ تا ۲۴) --- --- --- --- --- --- ---

مرموز ۲۱

اے خداوند میرا انصاف کر کیونکہ میں راستی سے چلتا رہا ہوں
اور میں نے اپنے خداوند پر بے لغزش توکل کیا ہے
اے خداوند مجھے جانچ اور آزما
میرے دل و دماغ کو پرکھ
کیونکہ تیری شفقت میری آنکھوں کے سامنے ہے
اور میں تیری سچائی کی راہ پر چلتا رہا ہوں
میں بیہودہ لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھا،
میں ریاکاروں کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گا
بدکرداروں کی جماعت سے مجھے نفرت ہے
میں شریروں کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا
میں بے گناہی میں اپنے ہاتھ دھوؤں گا
اور اے خداوند! میں تیرے مذبح کا طواف کروں گا

Marfat.com

تاکہ شکر گزاری کی آواز بلند کروں "

---------- (آیات ۱ تا ۷)

مرموز ۲۲

"اے خداوند! میں نے تیری دُہائی دی ہے، میری طرف جلد آ
جب میں تجھ سے دعا کروں تو میری آواز پر کان لگا
میری دعا تیرے حضور بخور کی مانند ہو
اور میرا ہاتھ اُٹھانا شام کی قربانی کی مانند
اے خداوند! میرے مُنہ پر پہرہ بٹھا
میرے لبوں کے دروازہ کی نگہبانی کر
میرے دِل کو کسی بُری بات کی طرف مائل نہ ہونے دے
کہ بدکاروں کے ساتھ مِل کر
شرارت کے کاموں میں مصروف ہو جائے "

---------- (آیات ۱ تا ۴)

مرموز ۲۳

(کافروں اور بدکاروں پر لعنت)

قومیں خود اس گڑھے میں گری ہیں جسے اُنہوں نے کھودا تھا
جو جال انہوں نے لگایا تھا اس میں ان ہی کا پاؤں پھنسا
خداوند کی شہرت پھیل گئی، اس نے انصاف کیا
شریر اپنے ہی ہاتھ کے کاموں میں پھنس گیا ہے (ہگایون سلاہ)
شریر پاتال میں جائیں گے
یعنی وہ سب قومیں جو خدا کو بھول جاتی ہیں " (آیات ۱۵ تا ۱۷)

مرموز ۲۴

خداوند صادق کو پرکھتا ہے

Marfat.com

پر شریر اور ظلم دوست سے اس کی رُوح کو نفرت ہے
وہ شریروں پر پھندے برسائے گا
آگ اور گندھک اور لو، ان کے پیالہ کا حصّہ ہو گا
کیونکہ خداوند صادق ہے، وہ صداقت کو پسند کرتا ہے
راستباز اس کا دِیدار حاصل کریں گے "
(آیات ۵ تا ۷)

مرموز ۲۵

اے بزرگو! کیا تم درحقیقت راست گوئی کرتے ہو؟
اے بنی آدم! کیا تم ٹھیک عدالت کرتے ہو؟
بلکہ تم دل ہی دِل میں شرارت کرتے ہو
اور زمین پر اپنے ہاتھوں سے ظلم پیمائی کرتے ہو،
شریر پیدائش ہی سے کجروی اختیار کرتے ہیں
وہ پیدا ہوتے ہی جھوٹ بول کر گمراہ ہو جاتے ہیں
ان کا زہر سانپ کا سا زہر ہے
(آیات ۱ تا ۴)

اے خدا! تو ان کے دانت ان کے منہ میں توڑ دے
اے خداوند! بر کے بچوں کی داڑھیں توڑ دے
(آیت ۶)

مرموز ۲۶

اے خداوند! اے ہماری سپر!
اپنی قدرت سے ان کو پراگندہ کر کے پست کر دے
وہ اپنے مُنہ کے گناہ اور اپنے ہونٹوں کی باتوں
اور اپنی لعن طعن اور جھوٹ بولنے کے باعث

Marfat.com

اپنے غرور میں پکڑے جائیں
قہر میں ان کو فنا کر دے، فنا کر دے تاکہ وہ نابود ہو جائیں
- - - - - - - - - - (آیات ۱۱ تا ۱۳)

مزمور ۲۷

اپنا غضب ان پر انڈھیل دے
اور تیرا شدید قہر ان پر آپڑے
ان کا مسکن اُجڑ جائے
ان کے خیموں میں کوئی نہ بسے
- - - - - - - - - - (آیات ۲۴ تا ۲۵)
ان کے نام کتاب سے مٹا دیئے جائیں
اور صادقوں کے ساتھ مندرج نہ ہوں
- - - - - - - - - - (آیت ۲۸)

مزمور ۲۸

جو درپردہ اپنے ہمسایہ کی غیبت کرے میں اُسے ہلاک کر ڈالوں گا
میں بلند نظر اور مغرور دل کو برداشت نہ کروں گا
ملک کے ایمانداروں پر میری نگاہ ہوگی تاکہ وہ میرے ساتھ رہیں
جو کامل راہ پر چلتا ہے وہی میری خدمت کرے گا
دغاباز میرے گھر میں نہ رہنے پائے گا
دروغگو کو میرے روبرو قیام نہ ہوگا
میں ہر صبح ملک کے سب شریروں کو ہلاک کیا کروں گا
تاکہ خداوند کے شہر سے بدکاروں کو کاٹ ڈالوں
(آیات ۵ تا ۸)

Marfat.com

مرموز ۲۹

اے خدا کاش کہ تو شریر کو قتل کرے

- - - - - - - - - - - - -

کیونکہ وہ شرارت سے تیرے خلاف باتیں کرتے ہیں
اور تیرے دشمن تیرا نام بے فائدہ لیتے ہیں
اے خداوند! کیا میں تجھ سے عداوت رکھنے والوں سے عداوت نہیں رکھتا؟
اور کیا میں تیرے مخالفوں سے بیزار نہیں ہوں؟
مجھے ان سے پوری عداوت ہے
میں ان کو اپنے دشمن سمجھتا ہوں

(آیات ۱۹ تا ۲۲)

زبور میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاف اور واضح پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ چنانچہ باوجود تحریف کے اب تک موجود زبور میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری پائی جاتی ہے۔

مثلاً مرموز ۱۱۸ میں ہے۔

"مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے" (آیت ۲۶)

مرموز ۶۸ میں ہے

خدا کے لیے گاؤ، اس کے نام کی مدح سرائی کرو (آیت ۴)
صحرا کے سوار کے لیے شاہراہ تیار کرو
خدا اپنے مقدس مکان میں (آیت ۵)
یتیموں کا باپ اور بیواؤں کا دادرس ہے
خدا تنہا کو خاندان بخشتا ہے (آیت ۶)
وہ قیدیوں کو آزاد کر کے اقبال مند کرتا ہے
لیکن سرکش خشک زمین میں رہتے ہیں

Marfat.com

اے خدا جب تو اپنے لوگوں کے آگے آگے چلا (آیت ۷)
جب تو بیابان میں سے گذرا (سلاہ)
تو زمین کانپ اُٹھی
خدا کے حضور آسمان گر پڑے "

اِس پیشین گوئی کو واضح طور پر سمجھنے کے لیے حسب ذیل تصریحات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے آیت ۴ میں "صحرا کے سوار" کے لیے شاہراہ تیار کرنے کے لیے کہا گیا ہے اِس لیے یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی نہیں ہوسکتی چونکہ آپ کا مولد بیت لحم تھا جو اپنی سرسبزی اور شادابی کے لیے آج بھی مشہور ہے، ظاہر ہے کہ یہاں تذکرہ صحرائے عرب کے شہسوارؐ ہی کا ہو رہا ہے۔ آیت ۵ میں یتیموں اور بیواؤں کی دادرسی کا ذکر ہے، حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملاکر ارشاد فرمایا "میں اور یتیموں کی کفالت کرنے والا (ان) دو انگلیوں کی طرح ہیں"۔ آیت ۶ میں "تنہا کو خاندان بخشنے" کا ذکر ہے۔ حضورؐ جب دُنیا میں تشریف لائے تو باپ کا سایہ سر پر نہ تھا، چھ برس کے تھے تو والدہ نے بھی ملک عدم کی راہ لی۔ علاوہ ازیں آپ کی کوئی بہن اور بھائی بھی نہ تھا، اس طرح آپ صحیح معنوں میں تنہا تھے اور پھر خدا نے آپ کو جیسا کچھ "خاندان" بخشا وہ ظاہر ہے۔ سورۂ الضحیٰ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

"بھلا کیا اس نے تم کو یتیم پاکر جگہ نہیں دی"

(الضحیٰ ۶)

"وہ قیدی کو آزاد کر کے سربلند کرتا ہے" ہجرت سے کچھ قبل آپ کی مکی زندگی قریب قریب نظر بندی کی حالت میں گذری ہے۔

"خشک زمین" سے وادئ مکہ مراد ہے، خود قرآن نے اس کا ذکر اسی نام سے کیا ہے۔ سورۃ ابراہیم رکوع ۶ میں اس کو "بن کھیتی کی (یعنی خشک) زمین" کہا گیا ہے اور آیت ۷ میں غزوات نبوی کا تذکرہ ہے۔

زبور میں اکثر "صیّون" ۱۵۸ سے استعمال ہوا ہے جس کے مفہوم کے تعین میں علمائے یہود و نصاریٰ مضطرب البیان نظر آتے ہیں، مگر جیسا کہ مولانا عبدالحق

Marfat.com

ودیار تھی نے تصریح کی ہے اور جیسا کہ زبور کے بغائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔
"صیون" سے مراد مکہ معظمہ ہے۔

مرموز ۴۸ میں ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوہ صیّون
جو بڑے بادشاہ کا شہر ہے۔
وہ بلندی میں خوشنما اور تمام زمین کا فخر ہے
اس کے محلوں میں خدا پناہ مانا جاتا ہے
کیونکہ دیکھو، بادشاہ اکٹھے ہوتے
وہ مل کر گزرے
وہ دیکھ کر دنگ ہو گئے
وہ گبھرا کر بھا گے
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیات ۲ تا ۵)

صیّون کے گرد پھرو اور اس کا طواف کرو
اس کے برجوں کو گنو
اس کے شہر پناہ کو خوب دیکھ لو
اس کے محلوں کو غور کرو
تاکہ تم آنے والی نسل کو اس کی خبر دے سکو"
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (آیات ۱۲، ۱۳)

مرموز ۸۴ میں وادی مکہ کا نام مذکور ہے، ارشاد ہوتا ہے

"مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں
وہ سدا تیری تعریف کریں گے (سلاہ)
مبارک ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے
جس کے دل میں صیّون کی شاہراہیں ہیں
وہ "وادی بکہ" (BACA) سے گذر کر اسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں بلکہ پہلی بارش اسے برکتوں پر طاقت پاتے ہیں۔

Marfat.com

ان میں سے ہر ایک صیہون میں خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے
(آیات ۴ تا ۷)

یہاں "وادی بکہ" کا ذکر ہوا ہے، مکہ کا پہلا نام بکہ ہی تھا، قرآن کریم نے بھی اس کا نام "بکہ" ہی بتایا ہے، سورۂ آل عمران میں ہے،

ترجمہ:۔

"پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا
وہی ہے جو بکہ میں ہے، بابرکت اور جہان کے لیے موجب
ہدایت ہے"
(آل عمران ۹۶)

آیت میں خدا کے حضور حاضر ہونے کا ذکر ہے جس سے مراد حج ہے۔

توراۃ کے بیان کے مطابق حضرت داؤدؑ آخری زمانہ میں بہت ضعیف اور کمزور ہو گئے تھے اور صاحب فراش رہنے لگے تھے اس موقع سے آپ کے بیٹے اُرد نیاہ نے جو آپ کی زوجہ حجیت کے بطن سے تھے، فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور کچھ اعیان مملکت اور دیگر خیر خواہوں کو جمع کیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کرنے کی فکر کرنے لگے، حضرت داؤدؑ پہلے ہی مشیت الٰہی کا اشارہ پا کر اپنے بعد بادشاہت کیلئے حضرت سلیمانؑ کے نام کا اعلان کر چکے تھے، اس واقعہ کی جب آپ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے اعیان مملکت، کاہن وقت، اور ناتن بنی طلب کیا اور فرمایا!

"تم اپنے مالک کے ملازموں کو اپنے ساتھ لو اور میرے بیٹے
سلیمانؑ کو میرے ہی خچر پر سوار کراؤ اور خچروں کو لے جاؤ
اور وہاں صدوق کاہن اور ناتن بنی اسے مسح کریں اور وہ
اسرائیل کا بادشاہ ہو اور تم نرسنگھا پھونکنا اور کہنا کہ سلیمانؑ
بادشاہ جیتا رہے، پھر تم اس کے پیچھے پیچھے چلے آنا اور وہ
آکر میرے تخت پر بیٹھے کیونکہ وہی میری جگہ بادشاہ ہوگا
اور خدا نے اسے مقرر کیا کہ وہ اسرائیل اور یہوداہ کا حکم ہو"

چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا گیا اور حضرت سلیمانؑ سریر آرائے سلطنت ہو گئے، اور سب امراء و اعیان سلطنت اور آپ کے دوسرے بھائی آپ کے

Marfat.com

مطیع ہو گئے ادونیاہ ڈر کر ہیکل میں پناہ گزین ہو گئے مگر حضرت سلیمانؑ نے ان کو معاف کر دیا۔ (سلاطین اوّل باب ۱)

جب حضرت داؤدؑ کا وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت سلیمان کو وصیت کی اور فرمایا۔

"میں اسی راستے جانے والا ہوں جو سارے جہان کا ہے، اس لیے تو مضبوط ہو اور مردانگی دکھا، اور جو موسیٰ کی شریعت میں لکھا ہے اس کے مطابق خداوند اپنے خدا کی ہدایت کو مان کر اس کی راہوں پر چل اور اس کے آئین پر اس کے فرمانوں اور حکموں اور شہادتوں پر عمل کر تاکہ جو کچھ تو کرے اور جہاں کہیں تو جائے سب میں تجھے کامیابی ہو اور خداوند اپنی اس بات کو قائم رکھے جو اس نے میرے حق میں کہی کہ اگر تیری اولاد اپنے طریق کی حفاظت کر کے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے میرے حضور راستی سے چلے تو اسرائیل کے تخت پر تیرے یہاں آدمی کی کمی نہ ہوگی"

اس کے بعد حضرت داؤدؑ کا وصال ہو گیا، توراۃ میں ہے۔

"اور داؤدؑ اپنے باپ دادا کے ساتھ سو گیا اور داؤدؑ کے شہر میں دفن ہوا"

آپ کی عمر توراۃ میں مذکور نہیں ہے اور دوسرے بیانات جن سے آپ کی عمر کا حساب لگایا جا سکتا ہے بظاہر متضاد نظر آتے ہیں مثلاً وفات سے کچھ پہلے توراۃ میں آپ کے متعلق ہے۔

"داؤدؑ بادشاہ بڈھا اور کہن سال ہوا اور وہ اسے کپڑے اڑھاتے پر وہ گرم نہ ہوتا تھا"

اس کی تائید اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔

"اور اس نے نہایت بڑھاپے میں خوب عمر رسیدہ اور دولت و عزت سے آسودہ ہو کر وفات پائی"

Marfat.com

اِس کے برخلاف دوسرے مقامات پر جو تصریحات ملتی ہیں اِن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف ستّر سال کی عُمر پائی۔

سلاطین اوّل باب ۲ میں جہاں حضرت داؤدؑ کی وفات کا تذکرہ ہوا ہے اسکے ساتھ یہ تصریح بھی ہے۔

"اور کُل مدت جس میں داؤدؑ نے اسرائیل پر سلطنت کی چالیس برس کی مدت کی تھی، سات برس تو اس نے حبرون میں سلطنت کی اور تینتیس برس یروشلم میں"

اِسی بات کا اعادہ تواریخ اوّل باب۳ آیت ۶، اور تواریخ اوّل باب۲۹ آیت ۲۷ میں ہوا ہے۔ اوّل الذکر مقام پر بیان میں صرف اتنا فرق ہے کہ یہاں حبرون میں آپ کی حکومت کی صحیح مدت "سات برس چھ مہینے" بتائی گئی ہے، یہی بیان سموئیل دوم باب۵ کی آیت ۵ میں بھی ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ یہاں ایک نہایت اہم اور کارآمد اضافہ یہ ہے۔

"اور داؤدؑ جب سلطنت کرنے لگا تو تیس برس کا تھا،،

اِن تصریحات سے دو باتیں واضح ہوگئیں، اوّل تو یہ کہ تخت نشینی کے وقت آپ کی عمر تیس سال تھی اور دوم یہ کہ آپ نے کل چالیس سال تک حکومت کی، اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی عُمر صِرف ستّر سال کی ہوئی اور ستّر سال ایسی عمر نہیں ہے جس میں حرارت غریزی تک جواب دینے لگے۔

توراۃ میں یروشلم کی مسجد کی آغاز تعمیر کی تاریخ یہ بتائی گئی ہے۔

"اور بنی اسرائیل کے ملک مصر سے نکل آنے کے بعد چار سو اسّیویں (۴۸۰) سال اسرائیل پر سلیمانؑ کی سلطنت کے چوتھے برس زیو کے مہینہ میں جو دوسرا مہینہ ہے ایسا ہوا کہ اس نے خداوند کا گھر بنانا شروع کیا"

چنانچہ یروشلم کی مسجد کی تعمیر کا آغاز سنہ ۹۶۰ ق م میں ہوا اور یہ حضرت سلیمانؑ کا حکومت میں چوتھا سال تھا۔

چنانچہ حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی کی تاریخ سنہ ۹۶۴ ق م ہے۔ یہی حضرت داؤدؑ کی وفات کی تاریخ ہے۔ حضرت داؤدؑ کی مدت حکومت چالیس سال ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

حضرت داؤد؈ کی تخت نشینی کا سن ۱۰۰۴ھ ق م ہے۔ تخت نشینی کے وقت حضرت داؤد؈ کی عمر تیس سال تھی چنانچہ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۰۳۴ھ ق م ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۰۳۴ھ ق م میں حضرت داؤد؈ تولد ہوئے اور ۹۶۴ھ ق م میں وفات پائی۔ حبرون میں آپ نے ۱۰۰۴ھ ق م سے ۹۹۶ھ ق م (نصف سال) تک حکومت کی۔ ۹۹۶ھ ق م آپ نے یروشلم کو دارالخلافہ قرار دیا اور وہاں آپ نے ۹۹۶ھ ق م تا ۹۶۴ھ ق م حکومت کی۔

حضرت داؤد؈ کی متعدد ازواج تھیں اور آپ نہایت کثیر الاولاد تھے۔ توراۃ میں آپ کی ازواج و اولاد کا متعدد مختلف مقامات پر ذکر ہوا جن میں سموئیل اوّل باب ۱۸ اور باب ۲۶، سیموئیل دوم باب ۳، باب ۵ اور باب ۱۱ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں مگر سب سے زیادہ مکمل اور مفصل تذکرہ تواریخ اول باب ۳ کی آیات ۱ تا ۹ میں ہوا ہے ہم ان تمام بیانات کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

آپ کی ازواج میں سے توراۃ میں نو کے نام مذکور ہیں جن میں سے سات سے اولاد ہوئی۔ اولاد میں سے ۱۹ بیٹوں اور ایک بیٹی کا نام مذکور ہے، ان میں سے چھ بیٹے اور ایک بیٹی حبرون میں پیدا ہو اور ۱۳ بیٹے یروشلم میں۔ ان کے علاوہ آپ کی بیویاں اتنی تھیں کہ دس حرموں میں تھیں اور ان حرموں میں سے اور اولاد بھی تھی مگر ان کے نام توراۃ میں مذکور نہیں ہیں۔

قرآن کریم میں آپ کے بہت سے فضائل مذکور ہوتے ہیں جن میں آپ کی نبوت، علم و حکمت فضل و بزرگی، عظمت اور رجوع الی اللہ اور مقام قرب کا ذکر ہوا ہے۔ سورۃ بقر میں ہے۔

ترجمہ:-

"اور اللہ نے ان کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا۔" (البقرا ۲۵)

سورۃ انبیاء میں حضرت داؤد؈ اور حضرت سلیمان کا تذکرہ ہے

ترجمہ:-

"اور ہم نے دونوں کو حکم اور علم بخشا تھا۔"
(انبیاء ۷۹)

Marfat.com

سورۂ سبا میں ہے ۔

ترجمہ :۔

" اور ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے فضل بخشا تھا "

(سبا ۱۰)

سورۂ ص میں ہے ۔

ترجمہ :۔

" اور ہمارے بندے داؤدؑ کو یاد کرو جو صاحبِ قوت تھے (اور) بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے ۔"

(ص ۱۷)

پھر اسی سورۃ میں ہے ۔

ترجمہ :۔

" اور ہم نے ان کی بادشاہی کو مستحکم کیا اور ان کو حکمت عطا کی اور (خصوصیت کی) بات کا فیصلہ (سکھایا) "

(ص ۲۰)

اور اس کے بعد اسی سورۃ میں ہے ۔

ترجمہ :۔

" اور بے شک ان کے لیے ہمارے یہاں قرب اور عمدہ مقام ہے "

(ص ۲۵)

صحیح بخاری ، کتاب الانبیاء میں حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ ابن العاص سے مروی ہے کہ حضورِ اقدسؐ نے ارشاد فرمایا ۔

" اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر روزہ اور نماز حضرت داؤدؑ کی تھی "

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام

توراۃ میں حضرت سلیمانؑ کی پیدائش کا ذکر سموئیل دوم (باب ۱۲ ۲۴) میں ہوا ہے، آپ کی تاجپوشی اور تخت نشینی کا حال سلاطین اول باب ۱ تا ۵۳، اور تواریخ اول (باب ۲۸، ۲۹) میں مذکور ہے، آپ کا نسل اور نسب کا بیان تواریخ اول (باب ۳ ۵ تا ۲۴) میں ہے اور آپ کی بادشاہت کا تفصیلی تذکرہ سلاطین اول (باب ۲ تا باب ۱۱) اور تواریخ دوم (باب ۱ تا باب ۹) میں ہوا ہے، ان کے علاوہ توراۃ کی کتاب "امثال" میں آپ کے زریں اقوال درج ہیں اور کتاب "غزل الغزلات" میں تمثیلی عشقیہ نظم ہے جو آپ سے منسوب ہے۔ قرآن کریم میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آپ کا نام سورۂ نساء (آیت ۱۶۳) اور سورۂ انعام (آیت ۸۴) میں آیا ہے، علاوہ ازیں آپ کا تذکرہ قرآن کریم میں حسب ذیل مقامات پر ہوا ہے۔

سورۂ بقر (آیت ۱۰۲) سورۂ انبیاء (آیات ۷۸، ۷۹، ۸۱ اور ۸۲) سورۂ نمل (آیات ۱۵ تا ۴۴) سبا (آیات ۱۲ تا ۱۵) اور ص (آیات ۳۰ تا ۴۰)۔

توراۃ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر بھی صرف ایک بادشاہ اور حکمران کی حیثیت سے کیا ہے اور اس زمانہ کے نبی کا نام اخیا سیلانی بتایا ہے۔ (ملاحظہ ہو سلاطین اول باب ۱۱ ۲۹) پھر بھی موجودہ توراۃ میں آپ کی شاہانہ عظمت کے اس بلند تصور کا شائبہ تک موجود نہیں جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے لیکن قرآن کریم نے توراۃ کی طرح آپ کا ذکر صرف ایک سلطان ہی کی حیثیت سے نہیں کیا بلکہ ایک عظیم المرتبت اور جلیل القدر پیغمبر کی حیثیت سے

Marfat.com

کیا ہے اور آپ کے منصب نبوت کی وضاحت بھی فرما دی ہے۔ سورۃ النساء میں دوسرے جلیل القدر انبیاء کرام کے ساتھ آپ کا نام مذکور ہوا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ان انبیاء کی طرح ہم نے آپ پر وحی نازل فرمائی ——— ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔

" (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور ان کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ اور عیسٰیؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤدؑ کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے بیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات بیان نہیں کیے اور موسٰیؑ سے تو خدا نے باتیں بھی کیں "

(النساء ۱۶۳ تا ۱۶۴)

اسی طرح سورۃ انعام میں دوسرے انبیاء کرام کے ساتھ آپ کا نام مذکور ہوا ہے اور اس کے بعد تصریح کے ساتھ یہ اعلان موجود ہے کہ ---- !

" یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم (شریعت) اور نبوت عطا فرمائی تھی "

(انعام ۸۹)

پیدائش:۔ توراۃ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ یروشلم میں بت سبع کے بطن سے پیدا ہوئے (سموئیل دوم باب ۱۲ ۲۴)۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں ہم یہ تحقیق پیش کر چکے ہیں کہ آپ ۱۰۴۰ قم میں بعمر ۳۰ سال سریر آرائے سلطنت ہوئے اور ساڑھے سات سال حبرون (HEBRON) میں آپ کا دارالخلافہ رہا۔ ۹۹۶ قم میں آپ دارالخلافہ تبدیل کر کے یروشلم منتقل ہو گئے اس وقت حضرت داؤدؑ کی عمر ساڑھے سینتیس سال تھی۔ غالباً ۹۹۵ قم میں آپ نے بت سبع سے نکاح کیا۔ ان سے پہلا بچہ پیدا

Marfat.com

ہو کر فوت ہو گیا پھر حضرت سلیمانؑ پیدا ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش غالباً ۹۹۲ ق م میں ہوئی ہوگی جبکہ حضرت داؤدؑ کی عمر تقریباً ۴۲ سال تھی۔

حضرت سلیمانؑ کی تخت نشینی:- حضرت داؤد علیہ السلام کے آخری ایام میں آپ کے بیٹے ادونیاہ نے جو آپ کی ایک اور بیوی حجیت کے بطن سے تھے، حصولِ تخت کی کوشش کی، حضرت داؤدؑ کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو آپ نے کاہنِ وقت اور اراکین سلطنت کو بلا کر حکم دیا کہ حضرت سلیمانؑ کو تخت پر بٹھا دیا جائے چنانچہ حضرت داؤد کے وصال سے کچھ پہلے ضروری رسوم کی ادائیگی کے بعد آپ سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ حضرت داؤدؑ کا وصال ۹۶۴ ق م ہوا۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ کا سن بھی ۹۶۴ قبل مسیح ہے۔ تخت نشینی کے وقت حضرت سلیمانؑ کی عمر کا انتیسواں سال تھا۔

حضرت سلیمانؑ کی فہم و دانش، علم و حکمت، قوتِ فیصلہ اور اصابت رائے کے سلسلہ میں توراۃ اور قرآن دونوں متفق البیان اور رطب اللسان ہیں۔

توراۃ میں ہے۔

"اور خدا نے سلیمانؑ کو بڑی حکمت اور دانش و بینش اور دل کی وسعت بھی عنایت کی۔ جیسی سمندر کے کنارے کی ریت ہوتی ہے اور سلیمانؑ کی حکمت سب اہل مشرق کی حکمت اور مصر کی ساری حکمت پر فوقیت رکھتی تھی۔"

قرآن کریم میں ہے۔

"اور ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا۔"

یہ علم و دانش اللہ تعالیٰ نے آپ میں بچپن ہی سے ودیعت کر دی تھی، چنانچہ شاہزادگی ہی کے عالم میں آپ کی اصابت رائے کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر پیچیدہ مقدمات کے فیصلوں میں خود حضرت داؤدؑ نے آپ کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دی۔ اس زمانہ کا ایک واقعہ قرآن کریم نے سورۃ انبیاء میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ:-

"اور داؤدؑ اور سلیمانؑ (کا حال بھی سن لو) جب وہ ایک کھیتی

Marfat.com

کا مقدمہ فیصل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات
کو چر گئی تھیں، اور ہم ان کے فیصلہ کے وقت موجود تھے، تو
ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریق) سلیمانؑ کو سمجھا دیا اور ہم نے
دونوں کو حکم اور علم بخشا تھا۔"

(انبیاء ۷۸، ۷۹)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت داؤدؑ کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت کچھ لوگوں کی بکریاں گھس آئیں اور کھیتی چر گئیں، حضرت داؤدؑ نے یہ دیکھ کر بکریوں کی قیمت فصل کے مالی نقصان کے برابر ہے یہ فیصلہ فرمایا کہ بکریاں کھیت والے کو دیدی جائیں۔

حضرت سلیمانؑ نے سنا تو فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ کھیت والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور ان کا دودھ اپنے کام میں لائے اور بکریوں والے کھیت میں کام کریں۔ اور اس کی آبپاشی کریں اور جب کھیتی اپنی پہلی حالت پر آجائے تو بکریاں ان کے مالکوں کو واپس لوٹا دی جائیں اس میں دونوں فریق میں سے کسی کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ سن کر تحسین فرمائی اور اپنے اجتہاد سے رجوع فرمایا اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے الفاظ میں "اصول فقہ کی اصطلاح میں سلیمان علیہ السلام کے استحسان کو اپنے قیاس کے مقابلہ میں قبول فرما لیا۔"

اسی زمانہ کا ایک واقعہ صحیح احادیث میں مذکور ہوا ہے جس میں دو عورتیں ایک بچہ پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتی ہوئی آئیں اور فیصلہ کی خواستگار ہوئیں۔ یہ واقعہ توراۃ میں بھی مذکور ہے مگر تفصیلات میں تحریف ہے۔ توراۃ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے۔

"حضرت داؤدؑ کے انتقال کے بعد حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں دو "کسبیاں" ایک بچہ کو لے کر حاضر ہوئیں اور کہا کہ ہم دونوں ایک ہی گھر میں رہتی ہیں۔ تین دن کے فصل سے ہم دونوں کے بچے پیدا ہوئے۔ ایک رات اس عورت کا بچہ مر گیا، اس نے مرے ہوئے بچے کو میرے پاس لٹا دیا اور میرا بچہ خود گود میں اٹھا لیا اور اب کہتی ہے کہ یہ بچہ اس کا ہے۔

Marfat.com

دوسری نے بھی یہی دعویٰ پہلی عورت کے خلاف کیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے ایک تلوار طلب کی اور فرمایا کہ بچہ کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا دونوں کو دیدو، یہ سُن کر ماں کی ممتا تڑپ اُٹھی اور وہ چیخ اٹھی کہ بچہ کو نہ ماریئے، وہ اسی عورت کا ہے اسی کو دے دیجئے یہ دیکھ کر حضرت سلیمانؑ سمجھ گئے کہ اصلی ماں کون ہے اور بچہ اس کو سپرد کر دیا۔ (سلاطین اوّل باب ۳ ۱۶ تا ۲۸)

لیکن اس بیان میں بہت سی غلطیاں ہیں، اوّل تو یہ واقعہ حضرت سلیمانؑ کی بادشاہت کے زمانہ کا نہیں، آپ کی شاہزادگی کے زمانہ کا ہے دراصل یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے دربار میں پیش ہوا تھا، دوسرے توراۃ میں ان عورتوں کو "کسبیاں" بتایا گیا ہے حالانکہ حدیث میں اسی قسم کا کوئی لفظ مذکور نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک بچہّ گھر میں مرا نہیں تھا بلکہ اس کو بھیڑیا لے گیا تھا، اس واقعہ کی صحیح اطلاع مخبر صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، صحیح بخاری، کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔

• حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں اور دونوں کے ساتھ ان کے لڑکے بھی تھے، ایک بھیڑیا آیا اور ایک لڑکے کو اٹھا کر لے گیا، ایک عورت کہنے لگی (میرے بچہ کو بھیڑیا نہیں لے گیا ہے) تیرے لڑکے کو لے گیا ہے۔ دوسری عورت بولی نہیں تیرے لڑکے کو لے گیا ہے۔ دونوں حضرت داؤدؑ کے پاس مقدمہ لے کر آئیں، حضرت داؤدؑ نے بڑی عمر والی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ فیصلہ کے بعد عورتیں حضرت سلیمانؑ کے پاس آئیں اور ان سے واقعہ بیان کیا، حضرت سلیمانؑ نے کہا مجھے چھری لا کر دو میں بچہّ دونوں کو آدھا آدھا تقسیم کر دوں گا، چھوٹی عمر والی عورت نے کہا، خدا آپ پر رحم کرے ایسا نہ کیجئے لڑکا اسی کا ہے اسی کو دے دیجئے، یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ نے لڑکا چھوٹی کو دلوا دیا۔"

Marfat.com

حضرت داؤدؑ کے انتقال کے بعد جب حضرت سلیمانؑ نے عنانِ حکومت سنبھالی تو حالات کچھ زیادہ سازگار نہ تھے۔ آپ کے بڑے بھائی (سوتیلے) ادونیاہ حضرت داؤدؑ کی حیات ہی میں آپ کی ولی عہدی اور تخت نشینی کے خلاف علم بغاوت بلند کر چکے تھے اور سردار لشکر یواب اور لوگوں کی ایک کثیر جماعت ادونیاہ کے ساتھ تھی، ابیاتر کاہن مخالفت و شرارت پر آمادہ تھا، ادھر قبیلۂ بن یمین کا ایک طاقت ور شخص نے جس کا نام سمعی بحوریمی بن جیرا تھا۔ حضرت داؤدؑ کی زندگی ہی میں ایک مشکل اور نازک وقت پر ان کی توہین کر کے اپنی مخالفت اور دشمنی کا اعلان کر دیا تھا۔ اور اس وقت اس کے لیے شرارت و بغاوت کا نہایت اچھا موقعہ تھا، اسی طرح کے کچھ اور مخالف عناصر تھے جو سر اٹھا رہے تھے اور ان سے حضرت سلیمانؑ کی حکومت اور سلطنت کو مستقل خطرہ تھا۔

حضرت سلیمانؑ نے ادونیاہ کو بغیر کسی باز پرس کے پیغمبرانہ عفو و درگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاف کر دیا تھا مگر اس کی گمراہی اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ کچھ ہی عرصہ بعد اس نے اپنی سوتیلی ماں اور حضرت داؤدؑ کی حسین بیوہ ابی شاگ شونمیت سے شادی کرنا چاہتی۔ اس حرکت پر حضرت سلیمانؑ اس قدر برافروختہ ہوتے کہ اسے قتل کروا دیا۔ رفتہ رفتہ بڑے بڑے دشمن یواب اور سمعی بھی مارے گئے۔ ابیاتر کو موقوف کر کے آپ نے صدوق کو باقاعدہ منصب کہانت پر فائز کیا، اس طرح کچھ ہی عرصہ میں آپ نے مخالف عناصر پر قابو پا کر لے کو نہایت مضبوط، متحد اور مستحکم بنا دیا، (سلاطین اوّل باب دوم)

توراۃ میں ہے کہ اس طرف سے اطمینان حاصل کر کے حضرت سلیمانؑ نے تاجدار مصر فرعون کی بیٹی سے شادی کر لی۔ یہ شادی سیاسی حیثیت سے نہایت اہم تھی۔ فرعون نے اسرائیل کے علاقہ پر جزر GEZER کے شہر کو فتح کر لیا تھا اور وہاں کے کنعانی باشندوں کو قتل کر کے شہر میں آگ لگا دی تھی۔ اب یہ شہر اس نے اپنی بیٹی کے جہیز کی صورت میں پھر حضرت سلیمانؑ کو واپس کر دیا (سلاطین اول باب ۹ ۱۶) جس کو آپ نے دوبارہ تعمیر کر کے تانبہ کا ایک کارخانہ قائم کیا تھا۔ جس کے آثار کھدائی کے بعد اب برآمد ہو چکے ہیں۔

اس وقت تک کا یہ زمانہ سخت آزمائش و ابتلا کا زمانہ تھا۔ اس نازک دور میں

Marfat.com

سلامت روی کے ساتھ گزرجانا آسان نہ تھا۔ اتنے مخالف عناصر کے درمیان میں کوئی حکمران بھی ہوتا تو اپنے آپ کو بے دست و پا سمجھنے پر مجبور ہو جاتا۔ مگر یہ تائیدِ ایزدی تھی جس نے حضرت سلیمانؑ کی دست گیری کی اور بالآخر وہ ایسی بادشاہت کے مالک ہوئے جو تاریخ عالم میں بے مثال تھی۔

قرآن کریم کی سورۃ ص میں حضرت سلیمانؑ کی ایک آزمائش اور اس کے فوراً بعد آپ کی ایک دُعا کا ذکر ہے جس کی ہمارے مفسرین نے عجیب عجیب توجیہیں کی ہیں، مگر ہوسکتا ہے کہ مذکورہ آزمائش کے تمثیلی پردے میں اسی دورِ ابتلاء کا ذِکر ہو۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قرآن کریم کے لفظوں میں اس آزمائش اور اس آزمائش پر حضرت سلیمانؑ کی دُعا کا ذِکر کردیا جائے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔

سورۂ صٓ میں ہے۔

ترجمہ:

"اور ہم نے سلیمانؑ کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا، پھر اُنہوں نے (خدا کی طرف) رجوع کیا (اور) دُعا کی کہ میرے پروردگار میری مغفرت کر اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔" (صٓ ۳۵)۔

قرآن کریم میں اس "آزمائش" کی تفصیل نہیں ہے۔ مفسرین نے ان آیات کی تفسیر تین طرح سے کی ہے۔

(۱) ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ آج کی شب میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک کے لڑکا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے، وقت مقررہ کے بعد صرف ایک بیوی کے ادھورا بچہ ہوا۔ دایہ نے لاکر تخت پر ڈال دیا۔ آپ کو تنبیہ ہوئی چنانچہ آپ نے مغفرت چاہی اور دُعا کی (ابوالسعود اور سید محمود آلوسی وغیرھم)۔

اِس تفسیر کا پہلا حِصّہ ایک صحیح اور مرفوع حدیث میں مذکور ہے مگر آخری حِصّہ حدیث کا ٹکڑا نہیں ہے اس لیے قابل سند نہیں۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں یہ حدیث

Marfat.com

حضرت ابوہریرہؓ سے اس طرح مروی ہے۔

"حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایک بار سلیمانؑ نے کہا کہ آج کی رات میں ستر عورتوں کا دورہ کرونگا اور ہر عورت حاملہ ہوکر ایک ایسا شہسوار پیدا کرے گی جو راہ خدا میں جہاد کرے گا، سلیمانؑ کے ساتھی (یعنی فرشتہ) نے کہا، انشاءاللہ کہو، لیکن سلیمانؑ نے نہ کہا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی صرف ایک عورت کے آدھا بچہ پیدا ہوا، حضورِ اقدسؐ نے فرمایا اگر سلیمانؑ انشاءاللہ کہہ دیتے تو سب (سوار پیدا ہوتے اور) راہ خدا میں جہاد کرتے۔"

۲۔ ایک مرتبہ آپ سخت علیل ہوئے، جب کچھ افاقہ ہُوا اور تخت پر بیٹھے، تو محسوس ہوا کہ ایک جسم ہے بے روح، پھر اللہ تعالیٰ نے صحت عطا کی۔ آپ نے مغفرت طلب کی اور دُعا مانگی (امام رازیؒ) یہ صحیح ہے کہ طلب مغفرت کے لیے ارتکاب گناہ ضروری نہیں، مگر کچھ بات بنتی معلوم نہیں ہوتی، نہ یہ کوئی ایسی بات تھی جس کو ایک خاص آزمائش کا واقعہ بتا کر قرآن کریم ذکر کرتا۔

۳۔ تیسرا مسلک یہ ہے کہ واقعہ کی تفصیلات میں جانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے اور اس کو ایسے ہی مبہم چھوڑ دینا چاہیئے جیسے کہ قرآن کریم نے کیا ہے۔ (حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ، ابن حزمؒ اور دوسرے جلیل القدر مفسرین)۔

جیسا کہ ہم اُوپر اشارہ کر چکے ہیں، غالباً تفسیر کی ایک راہ یہ بھی اختیار کی جا سکتی ہے کہ یہاں آزمائش سے مراد وہ دورِ ابتلاء ہے جس میں آپ تخت شاہی پر رونق افروز ہوئے مگر مخالف عناصر کے پیشِ نظر آپ نے اپنے آپ کو بے دست وپا "دھڑ" محسوس کیا۔ اس احساس کے پیدا ہوتے ہی آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور ایک مستحکم، عظیم الشان اور بے مثال بادشاہی کے لیے درگاہِ الٰہی میں دُعا کی (واضح رہے کہ مذکورہ بالا تفسیروں سے واقعہ آزمائش اور بادشاہی کی دُعا میں کوئی ربط اور تطبیق پیدا نہیں ہوتی) توراۃ میں ہے کہ بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہُوا۔

Marfat.com

"حکمت اور معرفت تجھے عطا ہوئی اور میں تجھے اس قدر دولت
اور مال اور عزت بخشوں گا کہ نہ تو ان بادشاہوں میں سے جو
تجھ سے پہلے ہوتے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ کسی کو تیرے بعد
نصیب ہوگی۔"

اِس دُعا کا نتیجہ تھا کہ آپ کی حکومت جن وانس، چرند و پرند سب پر حاوی تھی حتیٰ کہ ہوا تک آپ کے تابع کر دی گئی تھی۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔

"حضورِ اقدسؐ نے ایک بار ارشاد فرمایا، رات ایک خبیث
جن میرے آگے نماز توڑنے کے لیے گھس پڑا، خدا تعالیٰ
نے مجھے اس پر قابو عطا فرمایا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور ارادہ
یہ کیا کہ مسجد کے ستون سے اس کو باندھ دوں تاکہ تم سب
اِس کو دیکھ لو لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمانؑ کی وہ دُعا یاد آئی
جس میں انہوں نے کہا تھا کہ الٰہی مجھے ایسی حکومت عطا فرما
جو میرے بعد کسی کے لیے موزوں نہ ہو۔ لہٰذا میں نے دھکیل
کر اس کو نکال دیا۔"

لیکن اس تفسیر کا درجہ بھی رائے اور اجتہاد سے زیادہ نہیں اس لیے ہمارے نزدیک زیادہ احتیاط کی راہ وہی ہے جو ابن کثیرؒ، ابن حزمؒ اور دیگر جلیل القدر مفسرین نے اختیار کی ہے یعنی اس معاملہ کو اسی طرح مبہم چھوڑ دینا چاہیئے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے کیا ہے۔

<u>خصائص سلیمانی</u>:۔ سورۂ نمل میں ارشاد ہوا ہے۔

"اور سلیمانؑ، داؤد کے وارث ہوئے۔"

(نمل ۱۶)

حدیث قدسی میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت کا سلسلہ نہیں چلتا اس لیے ظاہر ہے کہ یہاں "وراثت" سے مالی وراثت مقصود نہیں بلکہ نبوت، حکومت

Marfat.com

دانش و خصائص کا تعلق ہے قرآن کریم میں آپ کے متعدد خصائص بیان ہوئے ان میں تسخیر طیور اور منطق الطیر تو وہی خصائص ہیں جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بھی خصائص تھے لیکن ان کے علاوہ آپ کے کچھ اور خصائص بھی مذکور ہوئے ہیں۔ جو آپ کی اس دُعا کی استجابت کا نتیجہ تھے جس کا ذکر ابھی اُوپر ہو چکا ہے۔ قرآن کریم نے آپ کے جن حقائق کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے۔

تسخیر ریاح و سرعت رفتار:- اللہ تعالیٰ نے ہوا آپ کے تابع کر دی تھی جو آپ کے تخت کو شام سے یمن اور یمن سے شام کو لیکر اُڑا کرتی تھی جیسے آجکل ہوائی جہاز ہوا میں اُڑا کرتے ہیں اور سُرعت رفتار کا یہ عالم تھا کہ جو منزل اس زمانہ میں ایک مہینے میں طے ہوا کرتی تھی وہ آدھے دن میں طے ہو جاتی تھی، سورۂ انبیاء میں ہے۔

"اور ہم نے ہوا سلیمانؑ کے تابع (فرمان) کر دی تھی جو ان کے حکم سے اس ملک میں چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی (یعنی شام) اور ہم ہر چیز سے خبردار ہیں۔ (انبیاء ۸۱)

سورۂ سبا میں ہے۔

"اور ہوا کو (ہم نے) سلیمانؑ کے تابع کر دیا تھا اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینہ بھر کی راہ ہوتی تھی۔" (سبا ۱۲)

"پھر ہم نے ہوا کو ان کے تصرف میں کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے تھے ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی تھی۔ (ص ۳۶)

تسخیر اجنّہ:- طاقتور اور سرکش جن بھی آپ کے تابع فرمان کر دیئے گئے تھے اور آپ کو ان پر ہر طرح کی قدرت حاصل تھی، وہ آپ کے لیے غواصی کر کے سمندر کی تہہ سے موتی اور جواہر لایا کرتے تھے۔ شہر اور شاندار عمارات تعمیر کرتے تھے اور تانبہ کی عظیم الشان دیگیں اور ظروف حضرت سلیمانؑ کے لیے بنایا کرتے تھے، غرض اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کو آپ کے قابو میں کر دیا تھا کہ آپ جس طرح چاہتے اُن سے کام لیتے اور ان میں سے جو سرکشی کرتا اس

Marfat.com

سو زنجیروں میں جکڑ دیا کرتے تھے۔ سورۃ انبیاء میں ہے۔

"اور شیاطین (یعنی سرکش جنوں) میں سے بعض ان کیلئے
غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ اور کام بھی کرتے
تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے" (انبیاء ۸۲)

توراۃ میں اس کے متعلق اتنا اشارہ ملتا ہے۔

"اور حیرام کا بیڑہ بھی جو اوفیر سے سونا لاتا تھا بڑی کثرت
سے چندن کے درخت اور بیش بہا جواہر اوفیر سے لایا"

سورۃ سبا میں ہے۔

"اور جنوں میں سے ایسے تھے جو ان کے پروردگار کے حکم
سے آگے کام کرتے تھے۔" (سبا ۱۲)

سورۃ ص میں ہے۔

"اور شیاطین (یعنی سرکش جنوں) کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا)
وہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ لگانے والے تھے
اور وہ بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوتے تھے۔"
(ص ۳۷، ۳۸)

اور آپ کو ان پر ہر طرح کا قبضہ اور اختیار سونپ دیا گیا تھا اور اس سلسلہ میں آپ سے کسی قسم کی کوئی بازپرس نہ تھی، ارشاد ہوتا ہے۔

"(ہم نے کہا) یہ ہماری بخشش ہے (چاہو) تو احسان کرو
یا (چاہو) تو رکھ چھوڑو (تم سے) کچھ حساب نہیں۔"
(ص ۳۹)

منطق الطیر:۔ حضرت داؤدؑ کی طرح حضرت سلیمانؑ کو بھی پرندوں اور جانوروں کی بولی کا علم عطا فرمایا گیا تھا۔ سورۃ نمل میں ہے۔

"اور سلیمانؑ، داؤدؑ کے وارث ہوئے اور کہنے لگے کہ لوگو!
ہمیں (خدا کی طرف سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور
ہر چیز عطا فرمائی گئی ہے، بے شک یہ (اس کا) صریح فضل ہے۔
(نمل ۱۶)

Marfat.com

جنّوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر:۔

حضرت سلیمانؑ کا لشکر نہایت زبردست اور پرشوکت تھا اور اس میں جن، انسان اور پرند سب شامل تھے اور ان کے علیحدہ علیحدہ دستے تھے، سورۂ ص میں ہے ۔

"اور سلیمانؑ کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے ۔" (ص ۱۷)

توراۃ میں اس خصوصیت کا ذکر تو موجود نہیں ہے البتہ آپ کے لشکر کی کثرت اور شان وشوکت کا ذکر ضرور ملتا ہے اس خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے یہاں جنگی رتھوں کے لیے چالیس ہزار تھان، بارہ ہزار سوار (سلاطین اوّل باب ۴ ۲۶، ۲۷) بے شمار مصری گھوڑے (سلاطین اوّل باب ۱۰ ۲۸) اور پانچ سو خاص منصب دار تھے ۔ (سلاطین اول باب ۹ ۲۹)

تانبے کے چشمے:۔

جس طرح حضرت داؤدؑ کے لیے لوہے کو نرم کردیا گیا تھا ۔ اسی طرح حضرت سلیمان کے لیے تانبہ کو پگھلا کر قابل استفادہ بنا دیا گیا تھا، سورہ سباء میں ہے ۔

"اور ان کے لیے ہم نے تانبہ کا چشمہ بہا دیا تھا" (سبا ۱۲)

ہمارے مفسر بتاتے ہیں کہ طرف اللہ تعالیٰ نے پگھلے ہوئے رقیق تانبہ کا ایک چشمہ نکال دیا تھا اور حضرت سلیمانؑ کے تصرف میں کر دیا تھا ۔ حضرت سلیمانؑ کو اپنی حکومت کے پہلے تین سال شورش و ہنگامہ کو فرو کرنے، مخالف عناصر کو دبانے، سلطنت کو وسیع و مستحکم کرنے اور ملک میں امن و امان قائم کرنے میں صرف کرنا پڑے، اس کے بعد آپ نے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی طرف توجہ کی ۔

صور (لبنان جس کو پہلے فینشیا بھی کہتے تھے) کے حکمران حیرام اور حضرت سلیمانؑ کے درمیان باہمی مصالحت اور دوستی کا عہد تھا، لبنان میں دیودار اور صنوبر کی لکڑی اور عمدہ قسم کا پتھر بہتات سے پایا جاتا تھا ۔ حضرت سلیمانؑ نے حیرام کے پاس پیغام بھیجا کہ عبادت الٰہی کے لیے میرا ارادہ مسجد اقصیٰ تعمیر کرنے کا ہے ۔ تم اس نیک کام میں میری مدد کرو اور میرے لوگوں کو اجازت دو کہ وہ تمہارے ملازموں کے ساتھ مل کر

Marfat.com

دیوار اور صنوبر کی لکڑی لبنان میں کاٹ کر برآمد کریں اور میں اس کام کے لیے جو معاوضہ تم چاہو دینے کے لیے آمادہ ہوں۔ حیرام نے یہ پیغام سُنا تو حضرت سلیمانؑ کی بڑی تحسین کی اور بجوشی ہر قسم کی مدد دینے پر تیار ہو گیا اور سونے چاندی اور پیتل کی صنعت کا ایک بہت بڑا ماہر بھی آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کا معاوضہ اس طرح ادا کیا کہ آپ سال بسال اس کو غذائی رسد فراہم کرتے رہے اور بعد میں گلیل کے بیس شہر آپ نے اس کو سونپ دیئے۔

خروج مصر کے چار سو اسّیویں سال اور اپنی حکومت کے چوتھے سال کے دوسرے مہینے میں حضرت سلیمانؑ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا آغاز کیا اس کام کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ توراۃ کے بیان کے مطابق اس کام پر تیس ہزار مزدور لگائے گئے تھے اور

> سلیمان کے ستّر ہزار بوجھ اُٹھانے والے اور اسی ہزار درخت کاٹنے والے پہاڑوں میں تھے۔"

بحری بیڑہ:- حضرت سلیمانؑ پہلے اسرائیلی حکمران ہیں جن کو ایک بحری بیڑے کی تشکیل کا خیال پیدا ہوا۔ اور آپ نے عصبون جابر میں جہازوں کا ایک بیڑہ بنایا اور صور (لبنان) کے حکمران حیرام اول (جو حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا معاصر اور حلیف تھا) کے تجربہ کار اور ہوشیار ملاح بھی اس بیڑے میں ملازم تھے۔ توراۃ میں ہے۔

> "پھر سلیمانؑ نے عصبون جابر میں جو ادوم کے ملک میں بحر قلزم کے کنارے ایلوت کے پاس ہے جہازوں کا بیڑہ بنایا اور حیرام نے اپنے ملازم سلیمانؑ کے ملازموں کے ساتھ اس بیڑے میں بھیجے، وہ ملاح تھے جو سمندر سے واقف تھے اور وہ اوفیر کو گئے اور وہاں سے چار سو بیس قنطار سونا لے کر اسے سلیمانؑ بادشاہ کے پاس لائے۔"

بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر جدید:- بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا خیال پہلے حضرت

Marfat.com

داؤدؑ کو پیدا ہوا تھا مگر وہ جنگی اور سیاسی مصروفیات کی بنا پر اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ چنانچہ آپ نے آخر وقت میں حضرت سلیمانؑ کو وصیت کی تھی کہ وہ اس کام کو انجام دیں۔ اور ان منصب داروں کی تعداد جو ان لوگوں کے کام کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ تین ہزار تھی۔ توراۃ نے تصریح کی ہے کہ یہ سب مزدور "پردیسی" تھے "اسرائیلی" نہ تھے۔ تواریخ سلاطین اول میں ان کو اموری، حتی، فرزی، حوی، اور یبوسی اقوام کے باقی ماندہ افراد بتایا گیا ہے اور تصریح کی ہے ان لوگوں کو

"سلیمانؑ نے غلام بنا کر بیگار میں لگایا۔"

اور ان کے حیرت ناک کام کے متعلق توراۃ میں ہے۔

"اس کی تعمیر کے وقت نہ مارتول نہ کلہاڑی نہ لوہے کی کسی قسم کی آواز اس گھر میں سنائی دی۔"

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ یہ انسان نہیں جن تھے جو حضرت سلیمانؑ کے تابع کر دیئے گئے تھے اور ان کے لیے سمندر میں غوطے لگاتے تھے اور ہر قسم کی عمارتیں بناتے تھے ——

•

سورۂ ص میں ہے۔

"اور شیاطین (یعنی سرکش جنوں) کو بھی (ان کے تابع کیا) وہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ لگانے والے تھے۔ (ص، ۳۷)

پہلے پوری عمارت، برآمدے اور بارہ دریاں دیوار اور صنوبر کی لکڑی کی بنائی گئی اور پھر ان کو خالص سونے سے منڈھا گیا۔ مقدس ترین مقام جو "عہد کے صندوق" کے لیے مخصوص تھا، صندل کی لکڑی سے بنایا گیا اس کی اونچائی، لمبائی اور چوڑائی ہر ایک بیس ہاتھ تھی۔ صرف اس مقام کو منڈھنے کے لیے جو سونا صرف میں آیا اس کا وزن توراۃ میں چھ سو قنطار (یعنی تقریباً ۲۰۰ من) بتایا گیا ہے۔ اس حصّہ کے لیے دو کروبیوں کی شبیہیں بھی تراش کر بنائی گئی تھی جن کے بازو بیس ہاتھ لمبے تھے۔ یہ کل عمارت سات سال اور چھ مہینے میں مکمل ہوئی۔

ہیکل کے لیے عجیب و غریب ظروف و سامان تیار کیا گیا تھا، کڑھاؤ کی طرح ایک بہت بڑا ڈھلا ہوا حوض تھا جس کا قطر دس ہاتھ، اونچائی پانچ ہاتھ اور گھیرا

Marfat.com

تیس ہاتھ تھا۔ یہ بارہ بیلوں کے اُوپر رکھا ہوا تھا جو اس کے ساتھ ہی ڈھالے گئے تھے ان کے علاوہ پیتل کی دس ڈھلی ہوئی کرسیاں تھیں جن میں سے ہر ایک کی لمبائی چار ہاتھ، چوڑائی چار ہاتھ، اور اُونچائی تین ہاتھ تھی اور یہ نہایت اعلیٰ صنعت کا نمونہ تھیں، ان کرسیوں کے نیچے پیتل کے پہیے لگے ہوتے تھے اور ہر کرسی کے سامنے چار ہاتھ کے ناپ کا ایک ڈھلا ہوا حوض تھا۔ ان کے علاوہ بہت سی بڑی بڑی دیگیں تھیں اور دیگر ظروف مثلاً بیلچے، کٹورے، چمچے، شمعدان، گلگیر، بخوردان وغیرہ، جو زیادہ تر خالص سونے کے تھے۔

قرآن کریم نے سورۂ سباء میں ان ہی چیزوں کا ذکر کیا ہے، قرآن کریم کی تصریح سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بڑی بڑی دیگیں اور ظروف غالباً پیتل سے نہیں بلکہ تانبہ سے ڈھال کر بنائے گئے تھے۔ اور ان کو بھی جنوں نے بنایا تھا۔

محل کی تعمیر:- اس سے فارغ ہو کر حضرت سلیمان ؑ نے یروشلیم میں ایک شاندار محل تعمیر کیا۔ جس کی لمبائی سو ہاتھ، چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی، یہ نہایت بیش قیمت تراشے ہوئے پتھروں کا بنا تھا اور اس کی بنیادیں میں آٹھ آٹھ اور دس دس ہاتھ کے پتھر لگے تھے۔ عمارات میں دیوار کی لکڑی استعمال ہوتی تھی۔ قرآن کریم نے سورۂ نمل میں جو ملکۂ سباء کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے اس محل کے ایک حصّہ میں اس قسم کا بلوریں فرش تھا کہ اس پر پانی کا گمان ہوتا تھا۔ اسی کو پانی سمجھ کر ملکۂ سبا نے اپنے پائنچے چڑھا لیے تھے کہ بھیگ نہ جائیں۔ توراۃ کا بیان ہے کہ اس محل کی تیاری میں تیرہ سال کا عرصہ لگا، فرعون کی بیٹی جو آپ کی زوجہ تھیں اب تک حبرون میں رہتی تھیں، جب یہ محل تیار ہو گیا تو آپ انہیں بھی حبرون سے یروشلم لے آئے۔

مزید تعمیرات:- حضرت سلیمان علیہ السلام کو تعمیرات کا شوق تھا اور آپ کے زمانہ میں اس قدر تعمیرات ہوئیں کہ کسی اسرائیلی حکمران کے زمانہ میں نہیں ہوئی تھیں، بیت المقدس، مسجد اقصیٰ، اور محل شاہی کی تعمیر سے فارغ ہو کر آپ نے یروشلم کی شہر پناہ تعمیر کی اور پھر بہت سے دوسرے شہر تعمیر کیے۔ ان میں سے ملو، حصور، مجدّد، جزر، بہت حورون اسفل اور تمر کے نام توراۃ میں مذکور ہیں

Marfat.com

ان کے علاوہ کچھ اور شہروں کا بھی ذکر ہے جو آپ نے اپنے رتھوں اور سواروں کے لیے تعمیر کیے تھے، مگر ان کے نام نہیں بتائے گئے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ کا دور:۔ حضرت سلیمانؑ کا دور ایسی خوشحالی کا دور تھا کہ جس کی مثال اس سے پہلے اسرائیلی تاریخ میں نہیں ملتی آپ کے زمانہ میں تجارت کو بہت فروغ ہوا، یہ تجارت بری اور بحری راستوں سے ہوتی تھی، آپ کا بحری بیڑا، حیرام کے بیڑے کے ساتھ ترسیس کو جاتا تھا اور تین سال میں ایک بار واپس آتا تھا اور ترسیس سے سونا، چاندی، ہاتھی دانت اور بندر مور لایا کرتا تھا۔ مصر سے خاص طور پر گھوڑوں کی تجارت کا سلسلہ تھا۔ تاجر مصر سے کثیر تعداد میں گھوڑے لاتے تھے۔ مصری گھوڑا یروشلم میں تقریباً ڈیڑھ سو مثقال میں بکتا تھا۔ لوگ آسودہ حال اور خوشحال تھے اور ملک میں مال و دولت کی فراوانی تھی۔

اس افراط کی وجہ یہ تھی کہ ہر سال باہر سے جو آپ کے پاس سونا آتا تھا اس کی مقدار ۶۶۶ قنطار تھی۔ موجودہ حساب سے اس کا وزن ۱۰۸۰۱ من ۲۷ سیر ۷ چھٹانک بنتا ہے۔ توراۃ کا بیان ہے کہ:۔

> "علاوہ اس کے بیوپاریوں اور سوداگروں کی تجارت اور ملی جلی قوموں کے سب سلاطین اور ملک کے صوبہ داروں کیطرف سے بھی سونا آتا تھا۔"

زر و جواہر اور مال و دولت کی اس افراط و فراوانی کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی شان و شوکت اور تزک و احتشام کا جواب اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ اس کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے دو سو ڈھالیں اور تین سو سپریں خالص سونے کی بنوائی تھیں ان میں سے ہر ایک ڈھال میں چھ مثقال سونا اور ہر سپر میں ڈیڑھ سیر سونا لگا تھا، محل میں کھانے پینے کے تمام برتن سونے کے تھے۔

آپ کا تخت ہاتھی دانت کا تھا اور اس پر نہایت اعلیٰ قسم کا خالص سونا منڈھا ہوا تھا، اس تخت میں چھ سیڑھیاں تھیں اور تخت کے اوپر کا حصہ پیچھے سے گول تھا۔ پشت کے پاس دو شیر کھڑے تھے اور ان چھ سیڑھیوں کے دونوں طرف بارہ شیر کھڑے تھے تخت کا پائیدان خالص سونے کا تھا۔ اتنا شاندار تخت اس زمانہ میں

Marfat.com

کہیں موجود نہ تھا۔
آپ کے عہد میں سلطنت کو بڑی وسعت و عظمت حاصل ہوئی۔ آپ کی مملکت شمال مشرق میں دریائے فرات تک، جنوب مشرق میں یمن تک، مغرب میں فلسطینوں کے ملک اور بحر روم تک، شمال میں گلیلی تک اور جنوب میں مصر کی حدود تک پھیلی ہوئی تھی۔
جس عظیم الشان حکومت کی بنیاد میں حضرت داؤدؑ نے استوار کی تھیں یہ اس کے عروج کا زمانہ تھا اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ حکومت اقوام سامیہ کی واحد متحدہ سلطنت تھی جو جدید فلسفہ تاریخ اقوام کے مطابق صرف وحدت عرب ہی نہیں بلکہ وحدت اقوام سامیہ کی حکومت بھی کہی جا سکتی ہے۔
ایک مشہور امریکی مستشرق سیلو وٹمیر بیرن (SOLOMTIMAYER BARON)
اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "یہود کی سماجی اور مذہبی تاریخ"
(A SOCIAL AND RELIGIOUS HISTORY OF THE JEWS)
میں لکھتا ہے۔

"اس کے بعد ایک منظم شخصی حکومت کا ارتقاء ہوا جو برابر طاقت میں بڑھتی گئی، حضرت سلیمان علیہ السلام سے بیشتر اسرائیلی سلاطین کے زمانہ کا اختصاص یہ رہا کہ شاہی طاقت و اختیارات طبقاتی اور اندرونی طور پر سرعت کے ساتھ بڑھتے گئے۔ آبادی میں نہایت کثیر اضافہ ہوا اور معلوم ہوتا ہے آبادی فی مربع میل ڈھائی سو افراد تک پہنچ چکی تھی۔ شہر اور بستیاں جو کنعانی دور ہی میں کافی تعداد میں تھیں۔ اب وسعت اور دولت میں بڑھ گئیں اور نئے شہر اور بستیاں وجود میں آگئیں، قرب و جوار کے تمام قبیلے، جنوب میں بحر قلزم سے لیکر شمال میں لبنان اور اس سے آگے غالباً دریائے فرات تک تمام علاقہ باجگزار بنا لیا گیا، فنیقی شہر ٹائر اپنے وسائل بحریہ کے ساتھ بحر قلزم کے دروازہ کے مالک حضرت سلیمان

Marfat.com

علیہ السلام کے دوستانہ معاہدہ نے حوصلہ مند فنیقی اور اسرائیلی تاجروں کے لیے یمن، مشرقی افریقہ اور ہندوستان کا ایک راستہ کھول دیا۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حیرام اول کی اعانت کی قیمت گلیلی کے بیس شہروں کی صورت میں ادا کرنا پڑی۔ آپ کو مصر کی دوبارہ بڑھی ہوئی شاہانہ ہوس کا جزر کو شکار ہوتے ہوتے بھی دیکھنا پڑا، گو جلد ہی آپ نے اپنی مصری بیوی کے جہیز کی صورت میں اس کو واپس حاصل کر لیا۔"

قرآن کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جو خصائص بیان فرمائے ہیں ان میں ایک خصوصیت منطق الطیر بھی ہے یعنی آپ کو جانوروں کی بولیوں کے فہم کا علم عطا فرمایا گیا تھا (سورۂ نمل ۱۶) علاوہ ازیں جن وانس وطیور آپ کے تابع تھے، آپ جب کسی طرف کوچ فرماتے تو جن وانس وطیور کے لشکروں میں سے حسب ضرورت ساتھ لے لیتے تھے۔

جہاں چیونٹیاں مل کر خاص سلیقہ سے اپنا گھر یا بستی بناتی ہیں اسے عربی میں "قریۃ النمل" کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ان ہی لشکروں کے ساتھ کوچ فرما رہے تھے کہ آپ کا گذر چیونٹیوں کی ایک بستی پر ہوا۔ آپ کے لشکر کو آتا دیکھ کر ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ تم سب اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمھیں پامال کر دے۔ چیونٹی کی آواز انسان نہیں سن سکتا مگر آپ پیغمبر تھے اور بارگاہ ایزدی سے آپ کو مخصوص طور پر جانوروں کی بولیوں کا علم عطا ہوا تھا۔ اس لیے آپ نے اس کی بات سمجھ لی اور اللہ تعالیٰ کی اس عظیم الشان نعمت کا جو اُن کو عطا کی گئی تھی شکر بجالاتے اور اس کی بارگاہ میں دست بدعا ہو گئے۔

سورۂ نمل میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے:

ترجمہ:۔

"اور سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور کہنے لگے کہ لوگو! ہمیں (اللہ کی جانب سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے

Marfat.com

"اور سلیمانؑ کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے تھے۔
اور ہر چیز عطا فرمائی گئی ہے بیشک یہ (اس کا) صریح فضل
ہے، اور قسم وار کیے جاتے تھے، یہاں تک کہ جب چیونٹیوں
کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو!
اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اسکے
لشکر تم کو کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو، تو وہ اس بات کو
سُن کر ہنس پڑے اور بولے کہ اے پروردگار! مجھے توفیق
عطا فرما کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے
ہیں ان کا شکر کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے
خوش ہو جاۓ اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں
میں داخل فرما۔"

(سورۃ نمل ۱۶ تا ۱۹)

حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سبا:- قرآن کریم اور توراۃ دونوں میں حضرت سلیمانؑ کے حالات میں ملکہ سبا کا ذکر ہوا ہے توراۃ تو صرف ملکہ سبا کی آمد کا ذکر کر کے خاموش ہو جاتی ہے مگر قرآن نے نے اپنے مقصد رشد و ہدایت کے پیش نظر اس سلسلہ میں نہایت اہم امور پر روشنی ڈالی ہے اس واقعہ سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سبا SHEBA کے متعلق کچھ ضروری معلومات پیش کر دی جائیں۔

قوم عاد میں حضرت ہود علیہ السلام کا ظہور ہوا تھا، آپ حضرت نوحؑ کی پانچویں پُشت میں تھے سلسلہ نسب یہ ہے۔ حضرت ہودؑ بن سلح بن ارفکسد بن سام بن حضرت نوحؑ (ملاحظہ ہو توراۃ کتاب پیدائش باب ۱۰ اور تواریخ اول باب ۱) حضرت ہودؑ کے دو بیٹے تھے فلج (PELEG) اور یقطان (JOKTAN) جس کو اہل عرب قحطان کہتے ہیں۔ قحطان کے تیرہ بیٹوں میں سے دسویں بیٹے کا نام سباء (SHEBA) تھا۔ یہ بہت بہادر اور صاحب ہمت تھا اس نے بڑی فتوحات حاصل کیں اور حکومت سباء کی بنیاد ڈالی اور اسی کی نسل تاریخ میں سباء کے نام سے مشہور ہوئی، بنی قحطان میں یہ سب سے پہلی قوم ہے جو تاریخ میں نمایاں ہوتی ہے۔ ان

Marfat.com

کی حکومت یمن کے جنوبی حصہ پر تھی جو بعد میں وسیع ہو کر حضر موت اور حبش تک پھیل گئی تھی، اس کا دارالحکومت مآرب تھا جس کو شہر سباء بھی کہتے تھے۔

معاصر یونانی اور رومی مؤرخین کے بیانات اور موجودہ زمانہ میں برآمد ہونے والے کتبات اور اثری شہادتوں سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سباء کی حکومت دو طبقات پر منقسم تھی۔ اور ہر طبقہ دو ادوار پر مشتمل تھا۔

طبقہ اولیٰ کا پہلا دور تقریباً ۱۱۰۰ ق م سے شروع ہو کر ۵۵۰ ق م پر ختم ہوتا ہے۔ سب سے پہلے سباء کا ذکر زبور میں حضرت سلیمانؑ کے مزامیر میں ہوا ہے،

"سباء اور سیبا کے بادشاہ ہدیے لائیں گے"

ان کے عروج کا زمانہ تقریباً ۹۵۰ ق م سمجھا گیا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کی ملکہ سباء کا تعلق اسی دور سے ہے، اس زمانہ میں شاہان سبا کا لقب "مکارب سبا" تھا۔

طبقہ اولیٰ کا دوسرا دور ۵۵۰ ق م سے شروع ہو کر ۱۱۵ ق م پر ختم ہوتا ہے۔ جیسا کہ علم الآثار سے ثابت ہے، سیل عرم اور سباء کا انتشار اسی دور سے متعلق ہے جس کا تفصیلی ذکر قرآن کریم نے سورۂ سباء میں کیا ہے۔ یمن میں کھدائی میں جو قدیم کھنڈرات برآمد ہوئے ہیں اور جو کتبات پائے گئے ہیں ان سے قرآن کریم کے بیانات کی حرف بحرف تصدیق ہو گئی ہے یہ لوگ پہاڑی چشموں پر بند باندھ کر پانی کو آبپاشی کے کام میں لاتے تھے۔ سب سے بڑا بند دارالحکومت میں تھا جس کا نام "سد مآرب" تھا اس کے دونوں طرف میووں اور خوشبودار درختوں کے سرسبز باغات تھے جن کو قرآن کریم نے "جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ" - کہا ہے۔ جب ان لوگوں کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو ان پر عذاب آیا، بند ٹوٹ گیا، بستی اجڑ گئی۔ باغ ویران ہو گئے اور ان کی جگہ جنگلی خاردار پیڑ اُگ آئے اور اہل سبا منتشر ہو گئے۔ اس زمانہ میں سبا کے حکمران "ملوک سبا" کہلاتے تھے، اس بند کے کچھ باقی ماندہ حصے اب کھدائی میں برآمد ہو گئے ہیں۔

طبقہ ثانی کا دوسرا دور ۳۰۰ ق م سے شروع ہو کر ۵۲۵ ھ پر ختم ہوتا ہے اس دور میں اہل حبش آخری مرتبہ یمن پر قابض ہوئے۔ بالآخر ظہور اسلام کے بعد اس کی صداقت

Marfat.com

سے متاثر ہو کر سارا یمن ایک ہی دن ایمان لے آیا۔

سبا کی تہذیب و تمدّن :۔ سباء اپنے عظیم الشان قلعوں اور عمارتوں کے لیے مشہور ہیں۔ سباء ایک تاجر قوم تھی اور تجارت کی بناء پر بہت متمول ہو گئی تھی۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں۔

"عرب میں سونے اور جواہرات کی بکثرت کانیں موجود ہیں اور ان اور ان کا بلشیتر حصّہ ان ہی کے رقبہ میں موجود تھا۔۔۔حضرموت اور یمن کا علاقہ خوشبودار اشیاء کی پیداوار کے لیے مشہور تھا اور اب بھی ہے، عمان اور بحرین میں موتیوں کے خزانے ہیں جن سے آج بھی تمام دُنیا میں بیش قیمت موتی جاتا ہے، خود یمن کے ساحل ہندوستان اور حبش کی پیداوار کے لیے منڈی تھے اور شام، مصر اور یورپ اور ہندوستان و حبش کے درمیان جو درآمد برآمد ہوتی اور تجارتی کاروبار ہوتا تھا اس زمانہ میں سباء ہی اس کے واحد اجارہ دار تھے اور اس کی وجہ سے ان کے تمدن کی عظمت کے بکثرت تذکرے پائے جاتے ہیں"۔

یہ قوم مشرک و بُت پرست تھی ان کا سب سے بڑا دیوتا آفتاب تھا۔ قرآن مجید ملکۂ سباء کے تذکرہ میں ہُدہُد کی زبانی کہتا ہے۔

"میں نے دیکھا کہ وہ (ملکہ سبا۔) اور اس کی قوم خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال انھیں آراستہ کر دکھاتے ہیں اور ان کو راستہ سے روک رکھا ہے۔ پس وہ راستہ پر نہیں آتے"

(سورۂ نمل ۲۴)

یونانی مؤرخ تھیوفرستیفس جو حضرت عیسیٰؑ سے ۲۱۳ برس پہلے اور اسلام سے تقریباً ۹۰۰ سال بلشیتر اور سباء کا معاصر تھا، بخورات کے ذکر میں لکھتا ہے۔

"یہ ملک سباء سے متعلق ہے جو بخورات کی بڑی حفاظت

Marfat.com

کرتے ہیں ان بخورات ڈھیر آفتاب کے ہیکل میں لایا جاتا ہے
جو اس ملک میں نہایت مقدس سمجھا جاتا ہے۔"

آج کل یمن کے آثار قدیمہ کی جو تحقیقات ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آفتاب کے علاوہ اور ستاروں کی بھی پرستش ہوتی تھی، کتبوں میں جا بجا ان معبودوں کے نام ہیں۔"

جیساکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ سباء قوم عاد کی ایک شاخ تھے۔ قوم عاد کی زبان قدیم آرامی عربی تھی۔ سباء کی زبان اسی قدیم زبان کی کچھ بدلی ہوئی شکل تھی جس کو سبائی زبان کہتے ہیں۔ یہ قدیم جنوبی عربی یا قحطانی زبان کی ایک شاخ تھی، سباء ہی کے دوسرے قبیلے حمیر کی زبان حمیری تھی۔ قرآن کریم میں سبائی حمیری زبان کا ایک لفظ "عرم"، سورۂ سباء میں اب تک محفوظ ہے۔

حضرت سلیمانؑ اور ہدہد پرندہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام انسانوں جنوں اور پرندوں کے لشکروں کے ساتھ جب وادی نملہ سے گذرے تو چیونٹیوں کے اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے آپ نے لشکر کا معائنہ فرمایا اور پرندوں کی فوج سے ہُدہُد کو غائب پاکر آپ برہم ہوتے۔ آج ہدہد نظر نہیں آتا، کیا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے وہ اپنی بے قصوری کی دلیل صریح پیش کرے، ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہُدہُد آموجود ہُوا اور کہنے لگا کہ مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں۔ میں آپ کے پاس سباء سے ایک سچی خبر لے کر آیا ہوں میں نے ایک عورت دیکھی جو ان پر حکومت کرتی ہے اور ہر چیز اُسے میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اور اُس کی قوم خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ نے جب یہ حالات سُنے اور آپ کو اہل سبا کی اس گمراہی کی اطلاع ملی تو آپ نے ملکہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس میں اس کو توحید کی تعلیم اور اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور ہدہد سے فرمایا۔

"ہم دیکھیں گے تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے ۔ یہ
میرا خط لے جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔"
(سورۂ نمل ۲۷، ۲۸)

Marfat.com

ترسیل خطوط کا یہ نہایت قدیم طریقہ ہے اور اکثر و بیشتر پچھلے زمانہ میں کبوتروں کے ذریعہ خطوط بھیجے جاتے رہے ہیں، یہ کام حضرت سلیمانؑ نے کبوتر کی بجائے ہُد ہُد سے لیا جو خط لے کر روانہ ہوا اور اس کو ملکہ کے آگے ڈال کر واپس آ گیا، ملکہ حضرت سلیمانؑ کا نام اور ان کی شہرت سُن چکی تھی، اُس نے خط پڑھا تو سمجھ گئی یہ بات کوئی اتفاقیہ حادثہ یا معمولی واقعہ نہیں ہے اِس نے اراکین سلطنت کو طلب کیا، خط لیکر دربار میں پہنچی اور بولی۔

"دربار والو! میری طرف ایک نامۂ گرامی ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور مضمون یہ ہے، شروع خدا کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد (مسلمان) ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔" (نمل ۲۹ تا ۳۱)

ایسا مختصر، جامع اور پُر عظمت خط شاید ہی دنیا میں کبھی کسی نے لکھا ہو۔ اس مختصر سے ایک جملہ میں تہدید و تنبیہہ بھی ہے اور تبلیغ و ہدایت بھی، مطلب یہ تھا کہ اللہ کے رسول کے مقابلہ میں تمہارا دنیاوی ساز و سامان اور زور و قوت کام نہ دے سکیں گے اس لیے اس پر اترانا بے سُود ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم اور تمہاری قوم شرک و گمراہی کو ترک کر کے خدائے واحد کے آگے سرِ تسلیم خم کر دو اور اسلام قبول کر کے میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ ورنہ سرکشی اور گمراہی کے نتائج کے لیے تیار ہو جاؤ، جو ہولناک ہوں گے، یہ ہزاروں سال پرانا نامۂ شاہی آج تک قرآن کے صفحات میں موجود ہے۔

ملکۂ سبا کا اہلِ دربار سے مشورہ:- ملکہ کا دستور تھا کہ ہر اہم کام اپنے مشیروں اور درباریوں کے مشورہ سے کیا کرتی تھی۔ خط کا مضمون سنانے کے بعد اُس نے اس معاملہ میں بھی دربار والوں سے مشورہ طلب کیا اور کہا۔

"اے دربار والو مجھ کو میرے کام میں مشورہ دو، جب تک تم حاضر نہ ہو میں کوئی کام طے نہیں کرتی۔ (سورۂ نمل ۳۲)

Marfat.com

سردارانِ سبا نے جن کو اپنی قوتِ بازو اور سازوسامان پر پورا بھروسہ تھا ملکہ کو حضرت سلیمانؑ سے جنگ کا مشورہ دیا اور بولے۔

"وہ بولے کہ ہم بڑے زور آور اور سخت جنگجو ہیں اور حکم آپ کے اختیار میں ہے جو حکم آپ دیں اس پر غور کر لیجئے۔"

(سورۂ نمل ۳۳)

ملکہ نہایت بالغ نظر اور دانشمند عورت تھی اور اس میں سیاسی سوجھ بوجھ بہت تھی۔ علاوہ ازیں وہ حضرت سلیمانؑ کی شہرت و عظمت اور آپ کے عجیب و غریب طریقہ سے بھیجے ہوئے خط کی جامعیت و شوکت سے بھی مرعوب ہو چکی تھی اور جانتی تھی کہ ایسے جلیل القدر اور پُرعظمت حکمران سے مقابلہ کرنا کھیل نہیں ہے چنانچہ اُس نے درباریوں کی تعجیل کو نامناسب سمجھتے ہوئے ایک درمیانی صورت اختیار کی کہ کچھ قاصد قیمتی تحائف و ہدایا لے کر حضرت سلیمانؑ کے پاس بھیجے جائیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ عام دنیاوی حکمرانوں کی طرح ان کو زر و مال کی ہوس ہے یا معاملہ اس سے مختلف ہے علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہو سکے کہ ان کا اصل مقصد کیا ہے، پھر قاصد خود اپنی نظر سے دیکھ کر ان کی قوت و طاقت اور شوکت و عظمت کا بھی صحیح اندازہ کر سکیں گے اور اس وقت ہمیں یہ طے کرنا آسان ہو جائے گا کہ ان سے مقابلہ کرنا مناسب ہے کہ نہیں۔ رہا جنگ کا معاملہ تو جنگ میں فتح و شکست دونوں کا امکان ہوتا ہے اس لیے یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ باوجود اپنی جوانمردی اور سازوسامان کے ہم ہی فتح مند ہوں گے اور اگر وہ غالب آ گئے جیسا کہ قرائن اور ان کے اندازِ تخاطب سے معلوم ہوتا ہے تو عام ملوک و سلاطین کی عادت کے موافق وہ ہمارے شہروں ہمارے نظامِ حیات اور ہماری معیشت و معاشرت کو تہ و بالا کر ڈالیں گے، دُنیا میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے اور وہ انقلاب ایسا انقلاب ہوگا جس میں خواجہ غلام اور غلام خواجہ بن جائیں گے اور بڑے بڑے عزت والے سرداروں کو ذلیل و خوار ہونا پڑے گا لہٰذا میرے نزدیک بہتر یہی ہے کہ ہم جنگ میں عجلت نہ کریں اور اگر صرف کچھ تحائف و ہدایا ء سے آنے والی مصیبت کو ٹال سکیں تو ٹال دیں۔ چنانچہ بیش قیمت تحفے اور ہدیے دے کر قاصد حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ قاصد نے جب دربار میں حاضر ہو کر تحفے پیش کیے تو آپ فراستِ پیغمبری سے

Marfat.com

فوراً اُن کا حقیقی مطلب تاڑ گئے۔ اور فرمایا کہ کیا تم مجھے محض ایک دنیوی بادشاہ سمجھ کر مال و دولت کا لالچ دینے آئے ہو، یہ تحفے تم کو مبارک ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جو روحانی اور مادی دولت عطا فرائی ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اس حیلہ سازی اور دفع الوقتی سے کام نہ چلے گا اگر اہل سبا اپنے شرک و گمراہی سے تائب ہو کر اسلام نہ لائے تو ان پر اس قدر شدید حملہ کیا جائے گا جس کے مقابلہ کی ان میں تاب نہ ہوگی اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔

قاصد نے واپس پہنچ کر ملکہ سبا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغام پہنچا دیا، ملکہ سمجھ گئی کہ طمع دولت اور جوع الارض نہیں اور یہ معاملہ کسی دُنیاوی حکمران کا معاملہ نہیں ہے اس لیے جنگ و مقابلہ سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وہ حضرت سلیمانؑ کے مکتوب میں "مسلمین" کا مطلب "مطیع و منقاد" سمجھی تھی چنانچہ اظہار اطاعت کے لیے یمن سے بڑی شان و شوکت اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ قافلہ لاتعداد اُونٹوں پر مشتمل تھا اور اونٹ شاہی ساز و سامان، تحائف، سونے اور خوشبودار اشیاء سے لدے ہوتے تھے۔ یمن میں ملکہ کا تخت نہایت شاندار، مکلف و مرصع تھا اور اس میں بیش قیمت زر و جواہر جڑے ہوتے تھے، ہُد ہُد اس کا ذکر حضرت سلیمانؑ سے پہلے ہی کر چکا تھا، ملکہ سباء جب یروشلم کے قریب پہنچی تو حضرت سلیمانؑ نے چاہا کہ اس کو اپنی پیغمبرانہ صداقت دکھا کر متاثر کیا جائے تاکہ قبول حق میں اس کو زیادہ پس و پیش نہ رہے۔ چنانچہ آپ نے درباریوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ تم میں کوئی ہے جو ان لوگوں کے یہاں آنے سے پہلے ملکہ سباء کا تخت یہاں لا سکے؟

یہ سُن کر ایک نہایت عظیم القامت اور طاقتور جن اُٹھا اور اس کام کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ جن نے کہا۔

"قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں میں اس کو آپ کے پاس حاضر کرتا ہوں۔"

(سورۂ نمل ۳۹)

یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ کے درباریوں میں سے کتاب الٰہی کے ایک عالم نے کہا کہ میں اس کو آنکھ جھپکنے میں حاضر کر سکتا ہوں۔

Marfat.com

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں اس عالم کا نام آصف بن برخیاہ بتایا ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ حضرت سلیمانؑ کا کاتب (وزیر) اور معتمد خاص تھا، وہب بن منبہؒ، مجاہدؒ اور محمد بن اسحاقؒ لکھتے ہیں۔ یہ شخص اسم اعظم سے واقف تھا۔

اور واقعی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے تخت آموجود ہوا۔ حضرت سلیمانؑ جو حضرت داؤدؑ کی طرح قدم قدم پر شکر الٰہی ادا کرتے رہتے تھے، تخت کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ کے انعامات خصوصی کا شکر بجالاتے۔

"جب سلیمانؑ نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا (تو کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے پروا (اور) کرم کرنے والا ہے۔"

(سورۂ نمل ۴۰)

حضرت سلیمانؑ نے تخت کی ظاہری وضع و ہیئت کو تبدیل کرا دیا اور اس سے مقصود ملکۂ سباء کی عقل و فہم کو آزمانا تھا کہ اس میں ہدایت قبول کرنے کی استعداد و صلاحیت کہاں تک موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"ملکہ کے امتحانِ عقل کے لیے اس تخت کی صورت بدل دو دیکھیں کہ سمجھتی ہے یا ان لوگوں میں ہے جو سمجھ نہیں رکھتے۔"

(سورۂ نمل ۴۱)

ملکۂ سباء جب حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے پہلے اسی تخت کے متعلق سوال کیا۔

"کیا تمہارا تخت بھی اسی طرح کا ہے؟"

(سورۂ نمل ۴۲)

ملکہ نے ٹھیک ٹھیک حقیقت بیان کر دی، یعنی تخت وہی ہے مگر اوصاف میں کچھ تبدیلی ہے ـــــ بولی "یہ تو گویا وہی ہے۔"

Marfat.com

ملکہ سمجھ گئی کہ اس تخت کی یہاں موجودگی حضرت سلیمانؑ کے پیغمبرانہ اعجاز کا ایک کرشمہ ہے اور کہنے لگی کہ اس معجزہ کی ضرورت نہ تھی ہمیں پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ دنیا کے دوسرے بادشاہوں کی طرح صرف ایک بادشاہ نہیں ہیں اور اسی لیے ہم مطیع و منقاد ہو کر حاضر ہو گئے ہیں۔

اب تک ملکہ سباء حضرت سلیمانؑ کے مکتوب کے لفظ "مسلمین" کا مطلب غلط سمجھ رہی تھی یعنی بجائے مسلمان ہونے کے وہ اس کا مطلب مطیع ہونا سمجھ رہی تھی، بالآخر حضرت سلیمانؑ نے صاف صاف اور واضح الفاظ میں توحید کی تعلیم دی اور شرک و بُت پرستی سے منع فرمایا۔

"اور وہ جو خدا کے سوا اور کی پرستش کرتی تھی سلیمانؑ نے اس کو اس سے منع کیا۔ اس سے پہلے البتہ وہ کافروں میں تھی۔"

ملکہ کو گو حضرت سلیمانؑ کی صداقت کا اجمالی علم پہلے بھی ہو چکا تھا اور اب خود آنکھوں سے دیکھ کر بھی ہو گیا تھا مگر ایک عمر کی گمراہی اور قوم کا خیال ابھی اعلانیہ قبول ایمان میں مانع تھا اس لیے خاموش رہی۔

حضرت سلیمانؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو تعلیم حقّہ کا دوسرا طریقہ اختیار فرمایا۔ آپ کے محل میں جو دیوان خانہ تھا اس میں شیشہ کا فرش تھا۔ اور غالباً اس شیشہ کے نیچے پانی کی نہر یا حوض تھا۔ چنانچہ دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ پانی بہہ رہا ہے۔ آپ محل میں دیوان خانے میں تشریف لے گئے۔ اور ملکہ سباء کو وہاں طلب فرمایا ملکہ جب وہاں پہنچی اور دیوان خانہ میں داخل ہونے لگی تو وہاں بہتا ہوا پانی دیکھ کر اس میں داخل ہونے کیلئے اپنے پائینچے چڑھا لیے حضرت سلیمانؑ اسی موقع کے منتظر تھے آپ نے اس کو ٹوکا اور اس کی غلط فہمی پر اس کو مطلع فرماتے ہوئے بتایا کہ دراصل یہ پانی نہیں شیشہ کا فرش ہے۔

ملکہ نہایت سمجھ دار تھی۔ اس معاملہ میں اپنی عقل کے قصور پر نظر کر گئی تو سمجھی کہ دین کے معاملہ میں بھی اسی طرح مجھ سے لغزش ہوئی ہے۔ یقیناً سورج اور ستاروں کی چمک پر مفتون ہو کر انہیں خدا سمجھ لینا ایسی ہی غلطی اور دھوکہ ہے جیسے ابھی میں نے شیشوں کی چمک سے دھوکہ کھا کر پانی سمجھ لیا، اس حقیقت کا واضح ہونا تھا کہ وہ بے اختیار ایمان لے آئی۔ بولی۔

Marfat.com

"وہ سچی خبر تھی جو میں نے تیرے کاموں اور تیری حکمت کی
بابت اپنے ملک میں سُنی تھی، تو بھی میں نے وہ باتیں باور نہ
کیں جب تک خود آکر اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ نہ لیا اور مجھے
تو آدھا بھی نہیں بتایا گیا تھا کیونکہ تیری حکمت اور اقبال مندی
اس شہرت سے جو میں نے سُنی بہت زیادہ ہے۔ خوش نصیب
ہیں تیرے لوگ اور خوش نصیب ہیں تیرے یہ ملازم جو برابر
تیرے حضور کھڑے رہتے اور تیری حکمت سُنتے ہیں۔"

ملکہ سباء حضرت سلیمانؑ کے لیے اپنے ملک سے تحفے بھی لائی تھی، توراۃ میں ہے۔

"اور اس نے بادشاہ کو ایک سو بیس قنطار سونا اور مصالح کا بہت
بڑا انبار اور بیش بہا جواہرات، اور جیسے مصالح سباء کی ملکہ
نے سلیمانؑ بادشاہ کو دیئے ویسے پھر کبھی ایسی بہتات کے
ساتھ نہ آئے۔"

ہمارے مفسرین نے ملکہ سباء کا نام "بلقیس" بتایا ہے، عرب یہود کی اسرائیلی داستانوں میں اس کا نام یہی مذکور ہوا ہے۔ اہل حبش جن کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ ملکہ سباء اور حضرت سلیمانؑ کی نسل سے ہیں اپنی زبان میں ملکہ کا نام "ماکدہ" بتاتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرہ میں قرآن کریم میں گھوڑوں کا ایک اور واقعہ مذکور ہوا ہے۔ سورۂ صٓ میں ہے۔

"جب ان کے سامنے شام کو خاصے کے گھوڑے پیش کیے
گئے تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہوکر)
مال کی محبت اختیار کی، یہاں تک کہ (آفتاب) پردے میں
چھپ گیا (بولے) کہ ان کو میرے پاس واپس لاؤ پھر ان کی
ٹانگوں اور گردنوں کو جھاڑنے لگے۔" (صٓ ۳۱ تا ۳۳)

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے تین راہیں اختیار کی ہیں۔

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی تفسیر کے مطابق آپ کی عصر کی نماز جہاد کے گھوڑوں کے معائنہ میں اتفاقاً قضا ہوگئی جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز غزوہ خندق

Marfat.com

کے موقع پر مصروفیاتِ جنگ کی بناء پر اضطراراً قضا ہوگئی تھی، حضرت سلیمانؑ کو جب تنبیہ ہوئی تو ان گھوڑوں کو واپس بلا کر ذبح کر ڈالا گویا مالی کی محبت کو محبت الٰہی پر قربان کر دیا۔ ابن کثیرؒ اور اکثر سلف صالحینؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک اور روایت جو بسند حضرت حسن بصریؒ منقول ہے، اس میں واقعہ یہی ہے لیکن آخر میں گھوڑوں کی ذبح کرنے کا ذکر نہیں، تھپتھپانا مذکور ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک اور روایت جو بسند علی بن ابی طلحہؓ منقول ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے جہاد کے گھوڑوں کا معائنہ فرمایا، آپ نے فرمایا کہ ان گھوڑوں سے میری یہ محبت ایسی مالی محبت میں شامل ہے جو پروردگار کے ذکر ہی کا ایک شعبہ ہے چونکہ ان گھوڑوں کا تعلق جہاد سے تھا۔ ابن جریر طبریؒ اور امام رازیؒ نے اس تفسیر کو اختیار کیا ہے۔

لیکن بات اگر صرف اتنی ہی ہوتی تو شاید اس قدر اہمیت کے ساتھ ایک علیحدہ واقعہ کے طور قرآن کریم میں اس طرح بیان نہ ہوتی، حضرت ؓعلی کی تفسیر بے نفسی، ایثار اور محبت الٰہی پر ہر دنیاوی محبت کو قربان کر دینے کے سبق رکھتی ہے اور قرآن کے تذکروں میں جو رشد و ہدایت کا پہلو غالب ہے اس کے پیش نظر وہی زیادہ قرین قیاس اور راجح معلوم ہوتی ہے۔ اس کی تائید ایک مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے جو طبرانی نے باسناد حسن ابی بن کعب سے روایت کی ہے۔ یہاں ایک بات اور سمجھ لینا ضروری ہے کہ جیسے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تصریح کی ہے لیعنی یہ لازم نہیں آتا کہ سب گھوڑوں کو ذبح کر ڈالا محض اتنا ہے کہ یہ کام شروع کر دیا۔

موجودہ توراۃ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً محرفین توراۃ نے اس بات کا عہد کر لیا تھا کہ اپنے کسی بھی جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبر کے دامن عصمت کو داغدار کیے بغیر نہ چھوڑیں گے چنانچہ انہوں نے تقریباً ہر نبی معصوم پر طرح طرح کے لغو اور بیہودہ اتہامات لگائے ہیں اور ہر ہر موقع پر قرآن نے آگے بڑھ کر نبی کی عصمت و برأت کا اعلان کیا ہے، اس قسم کے اکثر واقعات گذشتہ صفحات میں مختلف انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سیرت پاک پر محرفین توراۃ نے (عیاذاً باللہ) سحر و

Marfat.com

کفر و شرک کے الزامات عائد کیے ہیں۔ توراۃ میں ہے۔

"جب سلیمانؑ بڑھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا کہ اس کے باپ دادا کا دل تھا۔ کیونکہ سلیمانؑ صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر سلیمانؑ نے موآبیوں کے نفرتی کموس کے لیے اس پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے ہے اور عمون کے نفرتی مولک کے لیے بلند مقام بنا دیا۔"

یہ اس قسم کے اتہامات ہیں جن کو پڑھ کر ایک صاحب ایمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جائے شکر ہے کہ قرآن نے ایک جملہ ارشاد فرما کر لغویت کی اس ساری عمارت کو یکسر منہدم کر کے رکھ دیا ہے۔

سورۂ بقر میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔

"اور سلیمانؑ نے مطلق کفر کی (کوئی) بات نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (سورۃ بقر ۱۰۲)

اور اس الزام کا جواب کہ "اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا کہ اس کے باپ دادا کا دل تھا،، قرآن نے یہ دیا ہے۔

ترجمہ:۔

"اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث (قائم مقام) ہوئے۔"

(سورۃ نمل ۱۶)

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ نبی کی مالی وراثت کا سلسلہ نہیں چلتا، یہ وراثت ایمان و نبوت کی وراثت تھی، قرآن کریم نے آپ کی فضیلت و توصیف ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

ترجمہ:۔

بہت خوب بندے تھے (اور) وہ (خدا کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔"

(ص ۳۰)

Marfat.com

اور اعلان فرما دیا کہ :-

ترجمہ :-

"اور بے شک ان کے لیے ہمارے یہاں قرب اور عمدہ مقام ہے" (صٓ ۴۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عقل وعلم اور حکمت و دانش کی تعریف قرآن کریم نے بھی کی ہے اور توراۃ نے بھی۔ آپ سے بہت سے اقوال زریں منقول ہیں۔ آپ کے یہ اقوال توراۃ کی کتاب "امثال PROVERBS میں محفوظ ہیں، یہ کتاب ۳۱۔ ابواب پر مشتمل ہے پہلے ۲۹۔ ابواب میں حضرت سلیمانؑ کے پندرہ نصائح ہیں تیسویں باب میں اجُور بن یاقہ کے اقوال ہیں اور اکتیسویں باب میں سموایل بادشاہ کے اقوال ہیں۔

غزل الغزلات :- توراۃ کی بائیسویں کتاب کا نام "غزل الغزلات" SONG OF SOLOMON (SONG OF SOLOMON) ہے۔ اس میں ایک اعلیٰ پایہ کی تمثیلی عشقیہ نظم ہے جو حضرت سلیمانؑ سے منسوب ہے۔ یہ نظم آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ نظم کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے ایک حسینہ اپنے محبوب کے فراق میں نغمہ طرازہ ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا آخری دور :- حضرت سلیمان علیہ السلام کے آخری دور میں توراۃ کے بیان کے مطابق مختلف گوشوں میں بغاوتیں رونما ہوئیں، پہلی بغاوت ہدد ادومی نے کی۔ حضرت داؤدؑ نے جب ادوم پر حملہ کیا تو ہدد جو ہنوز کمسن تھا۔ وہاں سے بھاگ گیا اور اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر مدین کے راستہ سے مصر پہنچا۔ فرعون مصر نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی، اس کو منصب اور جاگیر عطا کی اور پھر اپنی سالی ملکہ تحفینس کی بہن سے اس کی شادی کر دی اب وہ فرعون سے اجازت لے کر واپس آیا اور اس نے ملک میں بغاوت کی۔

(سلاطین اول باب ۱۱ ۱۴ تا ۲۲)

دوسری بغاوت کی ابتداء دمشق سے ہوئی رزون بن الیدع ضوباہ کے حکمران ہدد عزر کا ملازم تھا، حضرت داؤدؑ نے جب ضوباہ پر فوج کشی کی تھی تو رزون ایک فوج کا سردار ہو گیا تھا اور بھاگ کر دمشق آ گیا تھا اور وہاں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔ یہ ہمیشہ اسرائیل کے

Marfat.com

خلاف شرارت پر آمادہ رہا اور اب ایک منظم بغاوت اس کی سرگردگی میں رونما ہوئی۔
(سلاطین اوّل باب ۱۱ ۲۳ تا ۲۵)

تیسری بغاوت یربعام نے کی جو حضرت سلیمانؑ کا ملازم (سلاطین اول باب ۱۵ ۲) اور افرائیم کے قبیلہ کا ایک فرد تھا۔ توراۃ کا بیان ہے کہ سیلانی اخیاہ نبی نے اس کو بتایا تھا کہ حضرت سلیمانؑ کے بعد تو بنی اسرائیل کے دس قبیلوں کا حکمران ہوگا۔ لیکن حضرت سلیمانؑ سے مقابلہ کی تاب نہ لاکر یہ مصر سے بھاگ گیا۔ (سلاطین اول باب ۱۱ ۲۶ تا ۴۰)

ان بغاوتوں کا نتیجہ توراۃ میں مذکور نہیں ہے لیکن اتنا ثابت ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی حیات تک کوئی بغاوت کامیاب نہ ہوسکی اور سلطنت کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔

توراۃ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے یروشلم میں چالیس سال تک بنی اسرائیل پر حکومت کی۔ اور اس کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا اور آپ حضرت داؤدؑ کے شہر میں دفن ہوتے (سلاطین اول باب ۱۱ ۴۲، ۴۳ اور تاریخ دوم باب ۹ ۳۰، ۳۱)

لیکن قرآن کریم نے آپ کی وفات کا ایک خاص واقعہ بیان کیا ہے جس سے توراۃ کے صفحات خاموش ہیں، سورۃ سبا میں ہے۔

ترجمہ:۔

"پھر جب ہم نے ان (یعنی سلیمانؑ) کے لیے موت کا حکم صادر کیا تو کسی چیز سے ان کا مرنا معلوم نہ ہوا مگر گھن کے کیڑے سے جو ان کے عصاء کو کھاتا رہا، جب عصاء گر پڑا تب جنوں کو معلوم ہوا (اور وہ کہنے لگے) کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔" (سورۃ سبا ۱۴)

ہمارے مفسرین کے بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ جن آپ کے تابع تھے اور آپ ان سے تعمیرات اور دوسرے مشکل اور محنت کے کام لیتے تھے، جب آپ کو معلوم ہوا کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا تو آپ جنوں کو کام کی تفصیلات بتاکر ایک شیشہ کے مکان میں آگئے، دروازہ بند کرلیا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے، آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی حالت میں جبکہ آپ عصا کے سہارے کھڑے ہوتے تھے آپ کی وفات ہوگئی لیکن کسی کو اس کا علم نہ ہوسکا اور

Marfat.com

جن آپ کو شیشے کے مکان میں عصا کے سہارے کھڑا دیکھتے رہے وہ بدستور اپنے کاموں میں مشغول رہے، ایک مدت کے بعد جب آپ کے بتائے ہوتے سب کام مکمل ہو گئے تو عصاء میں گھن لگ گیا اور وہ گر پڑا، تب آپ کی وفات کا حال معلوم ہوا، اس سے خود جنوں اور ان کے معتقد انسانوں پر یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ غیب کا علم بجز خدا کے کسی کو نہیں، اگر جن حضرت سلیمانؑ کی وفات پر بروقت مطلع ہو جاتے تو کیوں بعد تک اس ذلت آمیز تکلیف میں مبتلا رہتے۔ وہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کی خبر پاتے ہی کام چھوڑ دیتے اور آزاد ہو جاتے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

"اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ شیاطین وغیرہ کی تسخیر کچھ حضرت سلیمانؑ کا کسبی کمال نہ تھا محض فضل ایزدی تھا جو اللہ چاہے تو موت کے بعد ایک لاش کے حق میں بھی قائم رکھ سکتا ہے۔ نیز سلیمانؑ پر زندگی میں جو انعامات ہوئے تھے یہ اس کی تکمیل ہوئی کہ موت کے بعد بھی ایک ضروری حد تک انہیں جاری رکھا گیا اور بتلا دیا کہ پیغمبروں کے اُٹھائے ہوئے کاموں کو اللہ تعالیٰ کس کس تدبیر سے پورا کراتا ہے۔"

توراۃ نے آپ کی ازواج کی تعداد سات سو اور حرموں کی تعداد تین سو بتائی ہے ان ازواج میں فرعون مصر کی بیٹی کے علاوہ موابی، عمونی، ادومی، صیدانی اور حتی عورتیں بھی شامل تھیں۔ توراۃ میں ہے۔

"اور اس کے پاس سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔"

لیکن احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً آپ کی بیگمات کی تعداد ستر تھی۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایک بار سلیمانؑ نے کہا کہ آج رات میں ستر عورتوں کا دورہ کروں گا۔"

توراۃ میں مذکور ہے کہ آپ کی اولاد میں آپ کے ایک بیٹے رحبعام (REHOBOAM)

Marfat.com

اور دو لڑکیوں طافت (TAPHATH) اور بسمت (BASMATH) ہیں۔ (ملاحظہ ہو سلاطین اوّل باب ۴ ۱۱، ۱۵، ایضاً باب ۲ ، تواریخ اول باب ۳ ۱۰ وغیرہ) رُجعام حضرت سلیمانؑ کے بعد تخت نشین ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام نعمہ تھا جو ایک عمونی خاتون تھیں۔ تخت نشینی کے وقت ان کی عمر ۴۱ سال تھی۔ اُنہوں نے کل سترہ سال حکومت کی اور ۵۸ سال کی عمر میں وفات پائی اُن کے دوران حکومت میں فرعون مصر سیسق نے یروشلم پر حملہ کر کے اس کو تاراج کر دیا۔ ان کے زمانہ میں یربعام نے (جو حضرت سلیمانؑ کے عہد میں ان کے ڈر سے مصر بھاگ گیا تھا) مصر سے آکر بغاوت کی اور بنی اسرائیل کے دس قبیلوں پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس طرح سلطنت کا زوال ہو گیا۔ (سلاطین اول باب ۱۴ ، ۱۵) ان کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے ابیام بادشاہ ہوئے۔

حضرت سلیمانؑ کی بیٹی طافتہ؛ دور (DOR) کے مرتفع علاقہ کے سردار بن ابینداب کی زوجیت میں تھیں اور آپ کی بیٹی بسمت کا عقد اخیمعض (AHIMAAZ) سے ہُوا تھا جو نفتالی کے علاقہ میں رہتے تھے۔

Marfat.com

حضرت ایوّب علیہ السلام

قرآن کریم میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر چار سورتوں میں آیا ہے۔ سورۃ نساء۔ سورۃ انعام۔ سورۃ انبیاء۔ سورہ ص۔ سورۃ انعام میں تو انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں فقط نام مذکور ہے۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ حضرت ایوب بنت لوط علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ اور قاضی بیضاوی نقل کرتے ہیں کہ وہ لیا بنت یعقوبؑ یا ماخیر بنت میشا بن یوسفؑ یا رحمت بنت افرائیم بن یوسفؑ سے ہیں۔

فرشتوں نورانی محفل میں انسانوں کی سعادت و عبادت کا ذکر ہو رہا تھا۔ ان میں سے ایک فرشتے نے کہا۔

"آج تمام روئے زمین پر ایک انسان بھی حضرت ایوب کے پایہ کا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مومن، زاہد، عابد اور ساجد ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے ان کی روزی بہت وسیع اور عمر بڑی دراز کی ہے۔ لیکن انہوں نے اپنے مال میں سائل و محروم کا ایک حق مقرر کر دیا ہے۔ اور اپنی عمر کے دنوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بے شمار نعمتوں کے شکرانہ کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی حق گزاری اور شکرانہ کو مال دار لوگوں کے لیے ایک روشن مثال بنا دیا ہے۔"

شیطان فرشتوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ حضرت ایوبؑ کے اوصاف حسنہ اور عبادت و شکر گزاری کی داستان سن کر سخت متاثر ہوا۔ اور پریشان ہو گیا کیونکہ وہ تو ہر وقت اسی کام پر لگا ہوا ہے کہ نیک بندوں کو گمراہ کرے۔ لہذا وہ فوراً حضرت ایوبؑ کے پاس پہنچا کہ کسی نہ کسی

Marfat.com

صورت سے ان کو گمراہ کرے۔

شیطان نے دیکھا کہ حضرت ایوب بڑے مالدار ہیں۔بڑی شان و شوکت اور عظمت و عزت کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔لیکن ان نعمتوں کو سرکشی اور کفران نعمت سے بچاتے ہوتے ہیں۔عیش و آرام اور مال و دولت ان کو خدا کی یاد سے غافل اور حق کے راستے سے ہٹا نہیں سکتے۔ان کی زبان ہر وقت یاد خدا میں مصروف رہتی ہے۔اور ان کا ہاتھ غربا و مساکین کی حاجت روائی میں ہمیشہ کشادہ رہتا ہے۔ان سب باتوں کے علاوہ آپ کی سب سے بڑی کارگزاری یہ ہے کہ ظالم لوگوں کو تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔جاہل و نادان لوگوں کو علم و عرفان بخشتے ہیں اور عام لوگوں کو تبلیغ حق و صداقت کرتے ہیں۔

شیطان نے حضرت ایوب کو بہکانے کی کوشش کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچا اور بارگاہ خداوندی میں مودب کھڑے ہو کر عرض کی۔

"اے پروردگار! تیرا بندہ ایوب جو تیری عبادت و تسبیح میں ہر وقت مصروف رہتا ہے اور اس کا دل ہر وقت تیری عبادت و تقدس میں لگا ہوا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب خلوص کی بنا پر نہیں بلکہ وہ صرف تیری عطا کردہ نعمتوں کی وجہ سے قربت چاہتا ہے۔اور تیری نعمتوں کے بدلے میں عبادت کر رہا ہے کہ تو یہ نعمتیں اور جاہ و حشمت برقرار رکھے اور ہمیشہ ہمیشہ وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"ایوب مومن بندہ ہے۔اس کا ایمان ہر شک و شبہ سے مبرا ہے۔ وہ میری صرف اس لیے عبادت کرتا ہے کہ میں عبادت کے لائق ہوں۔اس کی عبادت و ریاضت دنیا کی محبت اور آلودگی سے پاک ہے۔ وہ کسی غرض و لالچ میں ایسا نہیں کرتا۔لیکن تو اگر شک و شبہ کرتا ہے تو جا میں اس کے مال و منال پر تجھے اختیار دیتا ہوں۔ تو اور تیرے ساتھی سب جمع ہو کر اس کو بہکانے کی لاکھ کوشش کر لیں۔میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے ایمان پر قائم رہے گا۔تو جس

Marfat.com

صورت سے چاہے اس کی آزمائش کرے "۔

شیطان اپنی خباثت وشرارت کے مظاہرے کے لیے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ان کو جمع کیا اور ہر ایک کو حضرت ایوبؑ کی دولت وحشمت پر مقرر کر دیا۔ اس نے ایک ایک چیز پر ایک ایک شیطان کی ڈیوٹی لگا دی کہ کم سے کم مدت میں آپ کے تمام چوپایوں، مال و دولت نوکر چاکر اور تری وخشکی میں جس قدر بھی ملکیت جاندار یا بے جان، ہے کسی کو بھی نہ چھوڑیں، یہاں تک حضرت ایوب بالکل تنگ دست اور محتاج ہو جائیں۔ چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں حضرت ایوب مفلس ومحتاج ہو گئے ۔

پھر شیطان ایک بوڑھے دانا کی شکل میں ہمدرد دوست کی سی صورت بنا کر حضرت ایوبؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا ۔

"آپ کی تمام جائداد واملاک میں آگ لگ گئی ہے ۔اور سب کچھ برباد ہو گیا۔ آپ کی کھیتیاں زہریلی ہواؤں نے جلا ڈالیں، بکریاں، گائیں، بیل، بھینسیں، گھوڑے اور اونٹ غرض کہ تمام چوپائیں ہلاک ہو گئے ۔ لوگوں کو اس ناگہانی اور اتنی بڑی آفت کے آجانے سے بڑی حیرانی ہوتی ہے ۔ہر شخص تعجب کر رہا ہے جتنے منہ اتنی ہی باتیں ۔ کوئی گالیاں دے رہا ہے ۔کوئی کہتا ہے کہ ایوب کی عبادت غرور کی عبادت تھی ۔اس کی نمازیں اور زکوٰۃ ریاکاری کا نتیجہ تھیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اللہ نے یہ بلائیں ۔ ایوب پر نازل کی ہیں کہ اس کے دشمن خوش ہوں ۔ اور دوست وغمخوار ملول ہوں "۔

شیطان یہ سمجھ رہا تھا کہ اس وحشت انگیز اور دردناک خبر کو سن کر حضرت ایوبؑ کا ایمان وسکون متزلزل ہو جائے گا ۔اور آپ کا دل بے قابو ہو جائے گا ۔لیکن حضرت ایوب کا ایمان بے حد قوی تھا ۔ دل تقویٰ کی گہرائی سے مضبوط تھا ۔اس لیے آپ نے شیطان کی ان باتوں کے جواب میں فرمایا ۔

"یہ تمام عارضی چیزیں تھیں جو خدا نے عارضیتاً دی تھیں اور اسی کی امانت تھیں جو ہمارے قبضے میں اس نے اپنے کرم سے دی تھیں ۔ اب واپس لے لیں ۔ہم نے عرصہ تک ان سے فائدہ اٹھایا ۔اس

Marfat.com

لیے ہم پر فرض ہے کہ اب جبکہ اس نے اپنی امانتیں ہم سے لے لیں۔
ہیں تو ہم پر فرض ہے کہ اب اس بلا و مصیبت میں صبر کریں۔ کیونکہ
وہ مالک الملک ہے جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس سے
چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس
کو چاہتا ہے خوار کرتا ہے۔"

یہ کہہ کر حضرتِ ایوب سجدہ میں گر گئے۔ اور شیطان شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ اور دوبارہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا۔ اور چاہا کہ بداندیشی اور حیلہ سازی کا کوئی نیا جال فراہم کرے۔ اس نیت سے عرض کیا۔

"اے پروردگار! ایوب نے اگرچہ نعمت کے مقابلہ میں شکر ادا کیا اور مصیبت کے مقابلہ میں صبر کر لیا لیکن اس کا یہ صبر و شکر اپنی اولاد کی تقویت پر ہے۔ اسے پتہ ہے کہ وہ صاحب اولاد ہے۔ اس کی مصیبت میں اولاد اس کا ہاتھ بٹائے گی۔ اس کو کوئی رنج نہیں پہنچنے دے گا۔ اور اپنی محنت و مشقت سے نقصانات کو پورا کرے گی۔ اگر تو مجھے اس کی اولاد کی جان پر اختیار دے دے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ یقیناً کفر و انکار میں مبتلا ہو جائے گا۔ کیونکہ اولاد کی مصیبت سے زیادہ اور کوئی مصیبت نہیں ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"جا ایوب کے بچوں پر بھی تجھے اختیار دیا۔ لیکن تو مطمئن رہ کر تو اس طرح بھی اس کے ایمان کے پہاڑ سے ایک ذرہ بھی کم نہیں کر سکے گا۔ اور اس کے صبر و ضبط کے دریا کے ایک قطرہ کو بھی کم نہ کر پائے گا۔"

دوبارہ شیطان نے اپنے مددگاروں اور دوستوں کو جمع کیا۔ اور ان کو ساتھ لے کر اس عالی شان محل کی طرف روانہ ہو گیا جہاں حضرت ایوب کے لڑکے عیش و آرام کی زندگی گزار رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر شیطانوں نے محل کی بنیادوں کو اس طرح ہلا دیا کہ تمام چھتیں یک لخت گر گئیں۔ اور حضرت ایوب کے تمام بیٹے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

جب شیطان نے حضرت ایوب کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو ایک آدمی کی شکل

Marfat.com

میں حضرت ایوب کے پاس پہنچا اور کہا۔

"اگر تو اس جگہ موجود ہوتا اور اپنی آنکھوں سے دیکھتا کہ کسی طرح تیرے عزیز فرزندوں کی ہڈیاں چھتوں اور دیواروں کے گرنے سے پس گئیں اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے جان بحق ہو گئے تو تجھے اندازہ ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری تمام عمر کی عبادت کو بھی کچھ نہ سمجھا اور تیرے حق کی کوئی بھی رعایت نہیں کی۔"

حضرت ایوب اس خبر کو سن کر رو پڑے لیکن اس کے جواب میں فرمایا۔

"اللہ نے سب کچھ دیا تھا۔ اسی نے واپس لے لیا۔ اس کے بخشنے، واپس لے لینے، خوشی غم اور نفع نقصان پر میں اس کا شکر گزار ہوں۔"

اس کے بعد آپ سجدے میں گر گئے اور شیطان غم و غصہ سے تلملاتا چھوڑ دیا۔

شیطان اب پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا اور کہا۔

"اے پروردگار! ایوب کا مال اور اولاد دونوں فنا ہو گئے۔ لیکن وہ خود ابھی تک تندرستی و صحت مندی کی دولت سے مالا مال ہے اس لیے تیری عبادت میں مصروف ہے کہ ایک نہ ایک روز عبادتوں کی وجہ سے تو مہربان ہو ہی جائے گا اور تمام نقصانات کی تلافی ہو جائے گی۔ اس طرح وہ دوبارہ مال حاصل کرے گا۔ اور دوسرے بچے پیدا کرے گا۔ اب اگر تو مجھے اس کی صحت اور بدن پر اختیار دے تو میں اس کو بیماری اور تکلیف میں مبتلا کر دوں۔ مجھے یقین واثق ہے کہ وہ تیری عبادت چھوڑ دے گا۔ اطاعت کا رشتہ توڑ دے گا۔ اور اپنے علاج کی فکر میں مبتلا ہو کر وہ تیری یاد سے غافل ہو جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس لیے کہ کامل ایمان، بندگی اور صبر و رضا کا نمونہ حضرت ایوب کی داستان مصیبت زدہ لوگوں کی تسلی کا باعث بنے شیطان سے فرمایا۔

"جا ایوب کے بدن پر بھی تجھ کو اختیار دیا لیکن خبردار اس کی زبان دل اور عقل و شعور کے قریب بھی نہ جانا۔ کیونکہ یہ مقامات علم و

Marfat.com

عرفان کے ہیں اور سربمہر کر دیتے گئے ہیں "

شیطان نے حضرت ایوب کو ذاتی طور پر تکلیف و ایزا دینی شروع کر دی اور آپ پر ایک زہریلی ہوا چھوڑ دی جس کی وجہ سے آپ پر متعدد بیماریاں طاری ہو گئیں۔ آپ کا جسم مبارک بے حد کمزور ہو گیا۔ ایک مدت اس بیماری اور تکلیف میں گزار گئی۔ آپ کے چہرہ پر زردی چھا گئی۔ آپ کی طویل بیماری نے آپ کے تمام ماننے والوں کو آپ سے دور کر دیا عزیز و اقربا تمام کے تمام ساتھ چھوڑ گئے۔ صرف آپ کی بیوی تنہا آپ کی تیمارداری کے لیے رہ گئیں۔

اس دفعہ شیطان اپنے تمام حربے آزمانے اور اُن کے بیکار جانے سے سخت عاجز و حیران ہو چکا تھا۔ حضرت ایوب کے ایمان و ایقان کو دیکھ دیکھ کر وہ بے پناہ رنج و الم کے طوفان میں غوطے کھا رہا تھا۔ اس نے اپنے حیلہ باز دوستوں کو اکٹھا کیا اور حضرت ایوب کے معاملہ میں اپنی شکست کا اظہار کیا۔

دوسرے شیطانوں نے کہا۔

"تو سینکڑوں حیلے بہانے، مکر و فریب اور چالاکی و چالبازی جانتا ہے۔ تیرا وہ تمام مکر و فن آخر کدھر گیا کہ آج تو اس طرح بے بس اور عاجز ہو گیا ہے"

شیطان نے کہا۔

"میرے ترکش میں جتنے تیر تھے ایک ایک کر کے ایوبؑ پر چھوڑ چکا۔ لیکن ایک بھی نشانہ پر نہیں بیٹھا۔"

ایک شیطان نے پوچھا۔

"جس وقت تو نے آدم کو جنت سے نکلوایا تھا۔ تو اس وقت کس دھوکے سے کام لیا تھا؟"

شیطان نے کہا۔

"میں نے آدم کو اس کی بیوی کے ذریعے بہکایا اور متعوب کرایا تھا۔"

شیطان نے کہا۔

"پھر اب بھی تو اسی وسیلہ سے کام کیوں نہیں لیتا؟"

شیطان یہ بات سُن کر ایک نیا حیلہ ہاتھ آنے کی وجہ سے بے حد خوش ہوا۔ اسے پھر امید

Marfat.com

بندھ گئی اور وہ حضرت ایوب کی بیوی کے پاس ایک آدمی کی شکل بنا کر پہنچا اور کہا۔

"تیرا شوہر کہاں ہے ؟"

آپ کی بیوی نے آپ کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔

"وہ ہیں میرے شوہر جو ضعف و ناتوانی کی شدت سے ٹیک لگائے جاں بلب ہو رہے ہیں۔ کئی سال گزر گئے کہ اسی طرح بیماری اور پریشانی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ نہ تو وہ مردہ ہیں جن کو میں رو دھو کر بیٹھ رہوں اور نہ ہی زندوں میں ان کا شمار ہے کہ بچنے کی کوئی توقع کروں۔"

شیطان آپ کی بی بی کی یہ باتیں سن کر دل میں سوچنے لگا کہ اس کو کس طرح گمراہ کیا جائے۔ یہ ٹھان کر اس نے سابقہ تمام نعمتوں اور آرام و آسائش کے وقت کا ذکر کیا۔ بچوں کی یاد دلا کر ان پر رقت طاری کر دی۔

آپ کی بیوی شیطان کی باتیں سُن کر آپ کے قریب گئیں۔ اور کہنے لگیں۔

"کب تک آپ کا پروردگار آپ کو اس تکلیف و درد میں مُبتلا رکھے گا ؟ وہ تمام دولت کہاں گئی ؟ آپ کے جوان بیٹے کدھر گئے۔ دوست آشنا اور ماننے والے کدھر غارت ہو گئے۔ جوانی، عزت اور وہ جاہ و جلال کہاں گیا ؟"

حضرت ایوبؑ نے فرمایا۔

"تجھ کو شیطان نے وسوسوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ کیا تو گئی ہوئی عزت اور مرے ہوئے بیٹوں پر افسوس کر رہی ہے ؟"

بیوی نے کہا۔

"آپ اپنے رب سے کیوں عرض نہیں کرتے کہ مصیبت و پریشانی کے ان تاریک بادلوں کو آپ کی زندگی کے افق سے دور کر دے۔ اور آپ کو اس بلا کے بھنور سے نکال دے۔"

حضرت ایوبؑ نے فرمایا۔

"عزت و سلامتی کا زمانہ کتنے برس قائم رہا تھا ؟"

Marfat.com

بیوی نے کہا۔

"اسیؒ سال"

حضرت ایوب نے فرمایا۔

"تو کتنے سال سے رنج، بلا اور مصیبت میں لبسر کر رہی ہے؟"

بیوی نے کہا۔

"سات سال سے"

حضرت ایوب نے کہا۔

"مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جب تک ناز و نعمت کے زمانے کے برابر مصیبت کا زمانہ ہو جائے اس سے پہلے میں اپنی گرفتاری سے رہائی کے لیے خداوند قدوس سے دعا کروں مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا ایمان کمزور ہو گیا اور تیرا دل اللہ تعالیٰ کی مشیت کو برداشت کرنے سے تنگ آ گیا ہے جس روز بھی میں ان تکلیفوں سے رہائی پاؤں گا۔ میری طاقت واپس آ جائے گی تو تجھے سو چھڑیاں ماروں گا۔ آج سے میرے لیے تیرے ہاتھ کا کھانا پینا حرام ہے۔ اب میں تجھے کسی کام کے لیے نہیں کہوں گا۔ اسی وقت میرے سامنے سے چلی جا"

جب حضرت ایوب بے یار و مددگار ہو گئے تو آپ نے محسوس فرمایا کہ آپ کی تکلیفیں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ آپ نے عجز و نیاز سے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ــــ اور عرض کی ــــ

"بار الہا! رنج و درد اور مصیبتوں نے مجھے گھیر لیا ہے۔ اور تو بڑا رحمان و رحیم ہے"

آپ نے صبر و ضبط کے ساتھ بلاؤں اور آزمائشوں کا زمانہ پورا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ آپ کی طرف وحی بھیجی۔

"ایوبؑ اپنے پاؤں کو زمین پر مارو تاکہ ٹھنڈا اور خوشگوار پانی کا چشمہ پھوٹے۔ اس سے اپنے جسم کو صاف کرو۔ اور اس کا پانی پیو۔ صحت و طاقت واپس آ جائے گی"

Marfat.com

حضرت ایوب نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل فرمایا۔ اور اچانک آپ کے تمام زخم بھر گئے۔ صحت و تازگی آپ کے تمام اعضا میں پیدا ہو گئی۔ اور بیماری و کمزوری کا ذرا سا بھی اثر آپ پر باقی نہ رہا۔

اسی اثناء میں آپ کی بی بی جو آپ کے خفا ہو جانے اور سختی سے منع کر دینے سے آزردہ نہ ہوئی تھیں بلکہ اسی طرح آپ کی تیمارداری و خدمت گزاری میں مصروف تھیں آپ کے قریب آئیں تاکہ آپ کی خدمت کریں تو انہوں نے حضرت ایوب کو صحت مند اور طاقتور دیکھا پہلی نظر میں آپ انہیں پہچان نہ سکیں۔ لیکن چند ہی لمحوں کے بعد آپ کو پتہ چل گیا تو ان کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اس رحمت و لطف پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

آپ چونکہ حضرت ایوب کے ذمہ ایک عہد کا پورا کرنا تھا یعنی بیماری کے دوران میں جو بیوی کو سزا دینے کے بارے میں آپ نے عہد کیا تھا کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو تجھے سو چھڑیاں ماروں گا۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا۔

"سو تیلیاں لے کر ان کو ایک جگہ کرو اور نہایت آہستگی اور نرمی سے
اپنی بیوی کے جسم پر مارو تمہارا عہد پورا ہو جائے گا"

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کے صبر و شکر کے صلے میں تمام مال و منال آپ کو دوبارہ عنایت فرما دیا۔ بلکہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ چڑھ کر اور آپ کے فرزندوں کو زندہ فرما دیا۔

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام

شہر نینوا میں جبکہ چاروں طرف جہالت و بت پرستی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی حضرت یونس ؑ ایمان کی مشعل روشن کیے ہوئے تھے۔ آپؑ کا ذکر قرآن کریم کی سورۂ صافات اور سورۂ انبیا میں ہے۔

آپ اپنی جہالت و گمراہی میں ڈوبی ہوئی قوم سے کہتے تھے کہ تم اپنی عقلوں کو بتوں کی عبادت سے بچاؤ۔ بتوں کے سامنے سجدہ کر کے اپنی عزت و انسانیت کو پامال نہ کرو۔ ایک لمحہ کے لیے ہی سہی ذرا اپنے درجے اور مقام کو تو سمجھو۔ شاید تم پر یہ حقیقت روشن ہو جائے کہ یہ سب کچھ خدا کی عظیم الشان ذات اور اس کی کبریائی کا ایک مظہر ہے جو واحد و یکتا ہے۔ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ عبادت اسی کے لیے مخصوص ہے۔ اس نے مجھے تمہاری ہدایت کے لیے اپنے لطف و کرم سے تم پر پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ تمہارے دلوں کو اس کی طرف پھیر دوں۔ تمام معاملات دین و دنیا میں تمہاری رہبری کروں اور دلوں کی تاریکی سے تم کو نجات دلاؤں۔

قوم اس نئی منطق کے سننے سے کہ خدا ہے اور وہ ایک ہے، حیران و ششدر رہ گئی۔ ان کے لیے یہ بات بڑی مشکل ہو گئی کہ ایک شخص کو اپنے سے برتر مان لیں۔ اور انھیں کی قوم میں کا ایک شخص رسالت و پیغمبری کی خصوصیات سے ممتاز و سرفراز ہو جائے۔ اسی وجہ سے انہوں نے حضرت یونس سے کہا۔

"یہ کیا دیوانگی کی باتیں کر رہے ہو۔ اور کیسی تہمت تراش رہے ہو۔ معبود تو یہ بت ہیں کہ جن کو قدیم زمانے سے ہمارے باپ دادا اور بزرگ مانتے اور ان کی پرستش کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ہم بھی انھیں کی پیروی میں ان بتوں کی پرستش کر رہے ہیں۔ ہم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تیری بتائی ہوئی اس بدعت کو اختیار

Marfat.com

کرلیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

حضرت یونسؑ نے فرمایا۔

" اے قوم! تقلید کے پردوں کو اپنی آنکھوں کے آگے سے ہٹا دو۔ اپنی عقلوں کو وہم و گمان کی قید سے آزاد کر لو۔ تھوڑا سا غور کرو اور سوچو کہ کیا یہ بت جن کو تم صبح و شام پوجتے ہو اور ان سے مُرادیں مانتے ہو تم کو کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ کیا یہ کسی مردہ کو زندہ کر سکتے ہیں۔ کیا یہ بیماروں کو اچھا کر سکتے ہیں یا کسی کو گمراہ یا کسی کو ہدایت کر سکتے ہیں۔ اور کیا اگر کوئی ہتھوڑے سے ان پر ضرب لگا کر ان کو توڑ دے تو یہ دوبارہ خود بخود از سرِنو قائم ہو سکتے ہیں ؟ پھر کس لیے تم اس دین سے جس کی طرف میں تم کو بُلا رہا ہوں۔ منہ پھیرتے ہو ؟ حالانکہ یہ دین تمہارے کاروبار کو سدھارنے اور بنانے والا ہے۔ تمہارے طور طریقوں کو منظم کرنے والا ہے۔ تم کو پسندیدہ کاموں پر لگانے والا ہے۔ بُرے کاموں کے کرنے سے روکنے والا ہے۔ اور عدل و انصاف کی تائید کرنے والا ہے۔ یہ دین تمہیں امن و سلامتی کا تحفہ دے گا۔"

حضرت یونسؑ اسی طرح دل سوزی و خیر خواہی کے ساتھ قوم کو نصیحت کرتے رہے لیکن قوم نہ مانی۔ آپ کی حکمت و مصلحت بھری باتوں کو سُن کر قوم نے کہا۔

"تم تو ہماری طرح کے ایک عام آدمی ہو۔ ہم تمہاری پیروی کس طرح کریں۔ اور تمہاری دعوت کو کیوں قبول کریں۔ ہمارے پاس ایسی باتیں سننے والے کان نہیں ہیں۔ لہٰذا تم ہمیں معاف ہی رکھو۔ جو کچھ کرنا ہے اپنے آپ ہی کرتے رہو۔ کیونکہ تم کو ہم سے موافقت و ہمراہی کی توقع نہ رکھنا چاہیئے۔"

حضرت یونسؑ نے فرمایا۔

" میں تو قوم کو بھلائی اور بہبودی کی طرف بلا رہا ہوں۔ اگر تم لوگ میری دعوت قبول کر لو گے اور دل کے کانوں سے میری نصیحت سنو

Marfat.com

گے تو جس فلاح و بہبودی کی میں تم کو خبر دے رہا ہوں اسے حاصل
کر لو گے ۔ ورنہ میں تم کو خداوند تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں کہ
اس کے قہر اور آسمانی بلا سے ڈرو۔"

قوم نے کہا ۔

"اے یونسؑ ! ہم تیری دعوت قبول کرنے کو تیار نہیں اور تیرے
ڈرانے سے ہم ڈرنے والے نہیں ۔ اگر ایسے ہی سچے ہو تو جس عذاب
سے تم ہم کو ڈراتے ہو اس عذاب کو ہم پر لے آؤ۔"

حضرت یونسؑ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ۔ لہٰذا آپ غصہ میں بھرے ہوتے ان کے شہر سے باہر چلے گئے ۔ کیونکہ آپ نے دیکھ لیا تھا کہ جس قدر بھی آپ ان کو دعوت دیتے تھے وہ قبول نہ کرتے تھے ۔ آپ کے دلائل کے مقابلہ میں مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ۔

حضرت یونس شہر سے ابھی زیادہ دور نہ گئے تھے کہ قوم پر عذاب کی علامتیں ظاہر ہو گئیں ۔ فضا تاریک اور غبار آلود ہو گئی ۔ ان کے چہروں کے رنگ بدل گئے ۔ ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں ۔ اور وہ خوف زدہ ہو گئے ۔ اس وقت ان کی سمجھ میں آیا کہ حضرت یونسؑ کی دعوت اور ان کا کہنا حق بجانب تھا ۔

ان کے دل یک لخت اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہو گئے ۔ وہ لوگ ایمان لے آئے اور توبہ استغفار کرنے لگے ۔ اس کے بعد وہ لوگ پہاڑوں اور دروں کی طرف نکل گئے ۔ بچے ماؤں سے بچھڑ گئے ۔ جنگلوں کی وسعتیں ان کے شور و غوغا سے پُر ہو گئیں ۔ مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان پر اپنا سایہ ڈال دیا ۔ عذاب کے آثار دُور ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی ۔ وہ لوگ امن و امان کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹ آتے ۔ اور تمنا کرنے لگے کہ کاش حضرت یونسؑ ان کی طرف دوبارہ لوٹ کر آ جائیں تاکہ قوم میں رسالت و ہدایت کی تعلیم قائم ہو جائے ۔

حضرت یونسؑ مایوسی اور غصہ کی حالت میں شہر سے نکل گئے تھے ۔ آپ چلے جا رہے تھے ۔ یہاں تک کہ آپ دریا کے کنارے پہنچے وہاں آپ نے ایک گروہ کو کشتی میں بیٹھے دیکھا جو سفر پر جانے کے لیے تیار تھے ۔ آپ نے ان سے خواہش ظاہر کی کہ آپ کو بھی کشتی میں بٹھا لیں ۔ لوگوں نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو بھی کشتی میں بٹھا لیا ۔ اور پھر جب کشتی

Marfat.com

منجدھار میں پہنچی۔ چاروں طرف سے طوفانی لہریں اُٹھنے لگیں۔ کشتی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مسافروں کو غرقابی کا یقین ہو گیا۔ سب پر وحشت طاری ہو گئی۔ اپنے بچاؤ کے لیے ان کے پاس سوائے اس کے کوئی تدبیر نہ تھی کہ کشتی کا بوجھ ہلکا کریں۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ وزن کو کس طرح کم کریں۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ قرعہ اندازی کریں اور جس کے نام کا بھی قرعہ نکلے اس آدمی کو دریا میں ڈال دیں۔

قرعہ حضرت یونسؑ کے نام پر نکلا۔ اس دفعہ بھی قوم نے آپ کی شان اور بزرگی کو دیکھ کر مناسب نہ سمجھا کہ آپ کو دریا میں ڈال دیں۔ تیسری مرتبہ قرعہ پھر پھینکا گیا تو تیسری مرتبہ بھی حضرت یونس ہی کا نام نکلا۔ حضرت یونسؑ نے سمجھ لیا کہ اس میں کچھ راز ہے۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آنے سے پہلے شہر نینوا کو چھوڑ کر بڑی غلطی کی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی آپ فوراً دریا میں کود پڑے۔ اپنے آپ کو طوفانی لہروں کے سپرد کر دیا اور گردابوں کی گود میں پہنچ گئے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی مچھلی کو حکم دیا کہ حضرت یونس کو نگل لے اور اپنے پیٹ میں محفوظ رکھے۔ اس طرح کہ نہ تو آپ کا گوشت کھائے اور نہ ہی آپ کی ہڈیوں کو توڑے۔ بلکہ حکم ثانی تک اللہ تعالیٰ کی امانت کی طرح آپ کو محفوظ رکھے۔

حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ مچھلی دریا کے سینے کو چیرتی، موجوں کو پھاڑتی دریا کی گہرائیوں میں چلی جا رہی تھی۔ حضرت یونس کا دم گھٹنے لگا۔ مچھلی کے پیٹ کا دباؤ آپ کے لیے سخت تکلیف دہ ثابت ہوا۔ آپ خدائے مہربان کے حضور میں توبہ فرمانے لگے۔ تاریکیوں میں آپ نے فریاد کی۔

"اے خدائے سبحان! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے
بارے میں خود اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کی دعا قبول فرمائی۔ اور مچھلی کو حکم دیا کہ ہماری امانت کو دریا کے کنارے پر چھوڑ دے۔ کیونکہ ان کی قید کا زمانہ پورا ہو چکا ہے۔ لہٰذا مچھلی نے آپ کو بیماری اور لاغری کی حالت میں ساحل پر اگل دیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور ایک عمدہ قسم کی بیل آپ کے پاس اگا دی تاکہ اس کے سایہ میں آرام کریں۔ اس سے غذا حاصل کریں۔ جب حضرت یونسؑ کی طاقت بحال ہو گئی اور آپ اپنی اصلی حالت پر

Marfat.com

واپس آگئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ اپنے شہر کو لوٹ اور اپنی قوم وقبیلہ میں پہنچ جائیں۔ کیونکہ اب وہ سب لوگوں یمان لے آئے ہیں۔ حضرت یونسؑ اپنے شہر کی طرف لوٹے اور حیران ہوئے کہ لوگ آپ کی ہجرت کے وقت تک تو بت پرست تھے مگر اب سب کے سب اپنی زبانوں سے خدا کا ذکر کر رہے تھے۔

Marfat.com

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

توراۃ میں حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر موجود نہیں ہے، قرآن کریم میں دوسرے انبیاءؑ کرام کے ساتھ صرف آپ کا نام اور فضیلت سورۂ انبیاء آیت ۸۵۔ اور سورۂ صٓ آیت ۴۸ میں مذکور ہوئی ہے۔ احادیث صحیحہ بھی آپ کے ذکر میں ساکت ہیں۔

حضرت ذوالکفلؑ اور ہمارے مؤرخین :- علامہ ابن جریرؒ نے مشہور تابعی مجاہدؒ کے واسطہ سے حضرت ذوالکفلؑ کے متعلق جو واقعات نقل کیے ہیں اُنھیں پڑھا جائے تو ان میں آپ کو حضرت الیسعؑ کا خلیفہ اور جانشین بتایا گیا ہے، ابن ابی حاتمؒ نے بھی اسی کے قریب قریب بعض آثار حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے نقل کیے ہیں مگر بیشتر یہ روایتیں منقطع ہیں یعنی درمیان کے ایک یا چند راوی مذکور ہونے سے رہ گئے ہیں اس لیے یہ روایتیں بھی غیر مستند اور ساقط الاعتبار ہیں۔

امام طبریؒ نے آپ کو حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتایا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ آپ کا نام بشر، اور لقب ذوالکفلؑ تھا۔ آپ نے پچہتر ۷۵ سال کی عمر پائی اور ایک شخص کا ضامن بن کر برسوں قید و مشقت برداشت کی۔ آپ کے بیٹے کا نام عبدان تھا۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

مسند امام احمد حنبلؒ اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عُمرؓ سے ایک حدیث منقول ہے جس میں ایک فاسق و فاجر شخص کا واقعہ مذکور ہے جو پہلے سخت بدکار تھا لیکن بعد میں تائب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی بشارت اسی دُنیا میں لوگوں کو سُنا دی، حدیث میں اس کا نام "کفل" مذکور ہوا ہے "ذوالکفل" نہیں۔ اس لیے یہ حضرت

Marfat.com

ذوالکفلؑ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے۔ اس مغالطہ کی کوئی گنجائش خصوصاً اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ حدیث میں جس شخص "کفل" کا ذکر ہوا ہے اس کو ابتداءً سخت بدکار اور فاسق و فاجر بتایا گیا ہے مگر قرآن مجید نے حضرت ذوالکفلؑ کو بالتصریح نبی اور صالح فرمایا ہے اور نبی سے عمر کے کسی حصہ میں فسق و فجور کا صدور ممکن نہیں ہے اس لیے حدیث کے "کفل" اور قرآن مجید کے "ذوالکفل" دو مختلف اور جداگانہ شخصیتیں ہیں۔

بعض معاصرین کا خیال ہے کہ ذوالکفلؑ حضرت حزقیلؑ کا لقب ہے، اس سلسلہ میں ایک معاصر مفسر نے نہایت دلچسپ خیال کا اظہار کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ "ذوالکفلؑ" گوتم بدھ کا لقب ہے، وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ گوتم بدھ کا دارالحکومت "کپل" تھا جس کا معرب "کفل" ہے اس رعایت سے ان کا لقب "ذوالکفل" ہوا۔ یہ خیال دلچسپ ضرور ہے مگر قرآن و حدیث کی تصریح کی غیر موجودگی میں قابل اعتبار و لائق استناد نہیں۔

خلاصۂ بیان:- اُوپر ہم نے اسلاف اور معاصرین کے بیانات کا جو خلاصہ پیش کیا ہے ان کے لیے نص قرآنی یا حدیث نبوی کی کوئی سند موجود نہیں ہے اس لیے ان اقوال کا درجہ ان حضرات کے ذاتی خیالات سے زیادہ نہیں۔ البتہ ان سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ذوالکفلؑ نبی برحق تھے ان کے زمانے اور مقام کے متعلق ضروری معلومات موجود نہیں ہیں ان میں سے اکثر اقوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بعثت غالباً حضرت الیسعؑ کے بعد ہوئی۔

حضرت ذوالکفلؑ اور قرآن:- سب سے پہلے حضرت ذوالکفلؑ کے نسب کے متعلق قرآن کریم سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ سورۃ عنکبوت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں یہ تصریح ملتی ہے۔

علتیاہ سے امصیاہ تک (یعنی ۸۲۴ھ ق م تا ۷۶۲ھ ق م) شاہانِ یہوداہ اور یاہو سے یہواس تک (۸۳۴ھ ق م تا ۷۶۰ھ ق م) شاہان اسرائیل کا ذکر ہم حضرت الیسعؑ کے تذکرہ میں اوپر کر چکے ہیں۔ ذیل میں ہم تسلسل کے خیال سے عہد سلاطین کے آغاز سے اختتام تک شاہان یہوداہ اور شاہان اسرائیل کے نام پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے دوران حکومت کے متعلق توراۃ کی تصریحات بھی اشارۃً پیش کر دی گئی ہیں اور ان تصریحات کی مدد

Marfat.com

سے حساب لگا کر ان کی جو تاریخیں برآمد ہوتی ہیں وہ بھی پیش کر دی گئی ہیں تاکہ کسی شخصیت یا واقعہ کے زمانے کے تعین میں مدد مل سکے۔

(الف) شاہان بن یمین

۱۔ حضرت طالوت

یہ بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ ہیں جن کو حضرت سموئیلؑ نے بحکم الٰہی نامزد کیا تھا، آپ کے جالوت کی افواج کو شکست دی اور آپ کی سرکردگی میں بنی اسرائیل نے بڑی فتوحات حاصل کیں۔ آپ نے ارض مقدس میں بنی اسرائیل کی ایک مستحکم سلطنت قائم کر دی۔

(سموئیل اول باب ۸ تا سموئیل باب ۲ دوم)

(ب) شاہان یہوداہ — (ج) شاہان اسرائیل

۱۔ حضرت داؤدؑ (۱۰۰۴ تا ۹۶۴ ق م) DAVID

جس سلطنت کی داغ بیل حضرت طالوت نے ڈالی تھی حضرت داؤدؑ نے اپنی فتوحات اور حسنِ انتظام سے اسے وسیع تر اور مستحکم تر بنا دیا، مدتِ حکومت ۴۰ سال۔

(سموئیل اول باب ۱۶ تا باب ۳۱ و سموئیل دوم)

۲۔ حضرت سلیمانؑ SOLOMON

(۹۶۴ ق م تا ۹۲۴ ق م)

حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں یہ سلطنت اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گئی، آپ کی حکومت صرف وحدتِ عرب ہی نہیں بلکہ وحدتِ اقوام سامیہ کی حکومت تھی۔ مدت حکومت ۴۰ سال۔

(سلاطین اول باب ۲ تا باب ۱۱ و تواریخ دوم باب ۱ تا باب ۹)

Marfat.com

(ب) شاہان یہوداہ

۳۔ رجبعام REHOBOAM

(۹۲۴ ق م تا ۹۰۸ ق م)

مدتِ حکومت ۱۷ سال۔ ان کے زمانہ میں سلطنت دو حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ان کی حکومت صرف بنی یہوداہ پر رہ گئی۔ باقی دس قبیلوں کا بادشاہ یربعام ہوا۔ اس کے حکمران شاہان اسرائیل کہلاتے۔

(سلاطین اول باب ۱۲، ۱۴، ۲۱، باب ۱۵، ۲)

۴۔ ابیام ABIJAM

(۹۰۸ ق م تا ۹۰۶ ق م)

یہ رجبعام کے بیٹے اور حضرت سلیمانؑ کے پوتے تھے۔ انہوں نے صرف تین سال حکومت کی۔ (سلاطین اوّل باب ۱۵)

۵۔ آسا بن ابیام ASA

(۹۰۶ ق م تا ۸۶۶ ق م)

نہایت زبردست اور صالح حکمران تھا۔ مدت حکومت ۴۱ سال۔

(سلاطین اوّل باب ۱۵، ۹ تا ۱۵)

۶۔ یہوسفط بن آسا JEHOSHAPAT

(۸۶۶ ق م تا ۸۴۲ ق م)

یہ نہایت صالح اور موحد حکمران تھے ان میں اور شاہ اسرائیل بعشا میں مستقل جنگ رہی مدت حکومت ۴۱ سال۔

شاہان اسرائیل

۱۔ یربعام JEROBOAM

(۹۲۴ ق م تا ۹۰۳ ق م)

۹۲۴ ق م میں یربعام نے رجبعام کے خلاف بغاوت کر کے حکومت اسرائیل کی بنیاد ڈالی جو ساتویں صدی کے اواخر تک قائم رہی۔

(سلاطین اول باب ۱۲ تا باب ۱۴)

۲۔ ندب NADAB

(۹۰۳ ق م تا ۹۰۲ ق م)

یربعام کا بیٹا تھا، مدت حکومت دو سال۔

(سلاطین اوّل باب ۱۵، ۲۵)

۳۔ بعشا بن اخیاہ BAASHA

(۹۰۲ ق م تا ۸۷۹ ق م)

بعشا نے ندب کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا اور ۲۴ سال حکومت کی۔

(سلاطین اول باب ۱۵، ۲۵ تا ۳۴)

۴۔ ایلہ بن بعشا ELAH

(۸۷۹ ق م تا ۸۷۸ ق م)

بدکردار اور شرابی تھا۔ مدت حکومت ۲ سال۔

(سلاطین اول باب ۱۶)

۵۔ زمری (ZIMRI) ۸۷۸ ق م۔

یہ ایلہ کا خادم تھا، ایلہ کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا، سات دن کے بعد امیر لشکر عمری کی طاقت سے مغلوب ہو کر خودکشی کر لی۔

Marfat.com

شاہان یہوداہ

(سلاطین اول ب ۲۲ ۴۱ تا ۵۰)

۷۔ یہورام JEHORAM

(۸۴۲ ق م تا ۸۳۵ ق م)

یہوسقط کے بعد ان کے بیٹے یہورام تخت نشین ہوتے ان کی شادی شاہ اسرائیل اخی اب کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ مدت حکومت ۸ سال۔

(سلاطین دوم باب ۸، ۱۶ تا ۲۴)

۸۔ اخزیاہ بن یہورام AHAZIAH

(۸۳۵ ق م تا ۸۳۴ ق م)

ان کی والدہ علیتاہ بن عمری تھیں ایک سال حکومت کرنے کے بعد جنگ میں مارے گئے۔ (سلاطین دوم باب ۸، باب ۹)

۹۔ علتیا بنت عمری ATHALIAH

(۸۳۴ ق م تا ۸۲۹ ق م)

اخزیاہ کی وفات کے بعد ان کی ماں علیتاہ نے شاہی خاندان کے تمام افراد کو قتل کر کے خود تخت پر قبضہ کر لیا اور ۶ سال تک حکومت کی۔ (سلاطین دوم باب ۱۱ ا تا ۳)

۱۰۔ یواس بن اخزیاہ JOASH

(۸۲۹ ق م تا ۷۹۰ ق م)

اخزیاہ کے شیرخوار بچے یواس کو اس کی پھوپھی یہوسبع نے چھپا لیا تھا اپنی زندگی کے

شاہان اسرائیل

(سلاطین اول باب ۱۶)

۶۔ عمری OMRI

یہ اسرائیلی لشکر کا سالار تھا، اس نے زمری کو شکست دے کر تخت حاصل کیا، یہ بھی گمراہ تھا، مدت حکومت ۱۲ سال۔

(سلاطین اول باب ۱۶، ۲۵، ۲۶)

۷۔ اخی اب بن عمری AHAB

(۸۶۷ تا ۸۴۶ ق م)

سخت گمراہ اور بدکردار تھا، اس کے زمانہ میں حضرت الیاسؑ کا ظہور ہوا، مدت حکومت ۲۲ سال

(سلاطین اول باب ۱۶ تا باب ۲۱)

۸۔ اخزیاہ بن اخی اب AHAZIAH

(۸۴۶ ق م تا ۸۴۵ ق م)

یہ بھی اپنے باپ کی طرح مشرک تھا۔ مدت حکومت دو سال۔ (سلاطین دوم باب ۱)

۹۔ یورام بن اخی اب JEHOUAM

(۸۴۵ ق م تا ۸۳۴ ق م)

اس کے زمانہ میں حضرت الیسعؑ کا ظہور ہوا۔ مدت حکومت ۱۲ سال۔ (سلاطین دوم باب ۳ تا باب ۸)

۱۰۔ یاہو JEHU

(۸۳۴ ق م تا ۸۰۰ ق م)

یاہو اسرائیلی لشکر کا سردار تھا، حضرت الیسعؑ سے اپنی بادشاہت کی پیشنگوئی سن کر اس نے

Marfat.com

شاہان یہوداہ

کے ساتویں سال یہ تخت نشین ہوئے اور
۴۰ سال حکومت کی۔ (سلاطین دوم باب ۱۲)

۱۱۔ امصیاہ بن یواس AMZIAH
(۷۹۰ ق م تا ۷۶۲ ق م)
مدت حکومت ۲۹ سال۔ باغیوں کے
ہاتھوں قتل ہوئے۔ (سلاطین دوم باب ۱۴: ۱ تا ۲۰)

۱۲۔ عزریاہ بن امصیاہ (عزیاہ) AZARIAH (UZZIAH)
مدت حکومت ۵۲ سال (سلاطین دوم باب ۱۵: ۱)

۱۳۔ یوتام بن عزریاہ JOTHAM
(۷۱۱ ق م تا ۶۹۶ ق م)
مدت حکومت ۱۶ سال۔
(سلاطین دوم باب ۱۵: ۳۲ تا ۳۸، تواریخ ۲ ۲۷/۲۱)

۱۴۔ آخز بن یوتام AHAZ
(۶۹۶ ق م تا ۶۸۱ ق م)
یہ گمراہ تھا اس کے زمانہ میں شاہ ارام،
رضین اور شاہ اسرائیل فقح بن رملیاہ نے حملہ
کیا۔ آخز نے نذرانہ بھیج کر شاہ اسور (یعنی بابل
کے حکمران) تگلت پلاسر سے مدد طلب کی۔ اس
نے دمشق پر حملہ کر کے رضین کو قتل کر دیا اور
لوگوں کو قید کر کے بابل لے گیا۔ آخز نے ۱۶
سال حکومت کی۔ (سلاطین دوم باب ۱۶: ۱ تا ۲۰)

۱۵۔ حزقیاہ بن آخز HEZEKIAH
(۶۸۱ ق م تا ۶۵۳ ق م)

شاہان اسرائیل

بغاوت کر دی اور یورام کو قتل کر کے تخت چھین لیا
اس نے بعل کے مندروں کو توڑا اور ان کے
پجاریوں کو سزا دی۔ مدت حکومت ۲۸ سال
(سلاطین دوم باب ۹ و باب ۱۰)

۱۱۔ یہوآخز بن یاہو AHAZIAH
(۸۰۸ ق م تا ۷۹۱ ق م)
مدت حکومت ۱۷ سال (سلاطین دوم باب ۱۳)

۱۲۔ یہواس بن آخز JEHOAHAZ
(۷۹۱ ق م تا ۷۷۶ ق م)
مدت حکومت ۱۶ سال۔ اس نے شاہ ارام
کو تین مرتبہ شکست دیکر اسرائیلی علاقے واپس چھین
لیے۔ (سلاطین دوم باب ۱۳: ۱۰ تا ۲۲)

۱۳۔ یربعام بن یہواس JEROBOAM
(۷۷۶ ق م تا ۷۳۶ ق م)
مدت حکومت ۴۱ سال (سلاطین دوم باب ۱۴: ۲۳ تا ۲۹)

۱۴۔ زکریاہ بن یربعام ZACHERIAH
(۷۳۶ ق م)
صرف چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد قتل کر
دیا گیا۔ سلاطین دوم باب ۱۵: ۸ تا ۱۲)

۱۵۔ سلوم بن یبیس SHALLAM
(۷۳۶ ق م)
اس نے زکریاہ کو قتل کر کے تخت پر قبضہ
کیا تھا لیکن ایک ہی مہینہ بعد مناحم بن جادی

Marfat.com

شاہان یہوداہ

مدتِ حکومت ۲۹ سال۔ حزقیاہ نہایت راستباز اور موحد حکمران تھا۔ اس نے شاہ اسور (شاہ بابل) کی اطاعت قبول نہ کی اس کے زمانہ میں شاہِ اسور سنجرب نے حملہ کرکے تمام فصیل دار شہروں پر قبضہ کرلیا اور حزقیاہ سے خراج وصول کیا۔ لیکن اس کے بعد پھر یروشلم پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ حزقیاہ نے حضرت یسعیاہؑ سے دعا کرنے کی درخواست کی، حضرت یسعیاہؑ نے دعا کی اور شاہ اسور ایک افواہ سن کر اپنے ملک کو لوٹ گیا اور وہاں قتل کر دیا گیا۔

(سلاطین دوم ۱۸/۱تا۸، ۱۳تا۳۷، ۱۹/۱تا۳۷، ۲۰/۱تا۲۱)

۱۶۔ منسّی بن حزقیاہ MANASSEH

(۶۵۳ سنہ ق م تا ۵۵۹ سنہ ق م)

مدتِ حکومت ۵۵ سال۔ اس نے گمراہی اختیار کی۔

(سلاطین دوم باب ۲۱/ ۱تا۱۸ و تواریخ دوم باب ۳۳/ ۱)

۱۷۔ امون بن منسّی AMON

(۵۹۹ سنہ ق م تا ۵۹۸ سنہ ق م)

اس نے بھی اپنے باپ کی طرح گمراہی اور بُت پرستی اختیار کی۔ دو برس بعد قتل ہوا۔

(سلاطین دوم باب ۲۱/ ۱۹تا۲۴)

۱۸۔ یوسیاہ بن امون JOSIAH

شاہان اسرائیل

نے اس کو قتل کر دیا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔

(سلاطین دوم باب ۱۵/ ۱۳، ۱۴)

۱۶۔ مناحم بن جادی MENAHEM

(۷۳۵ سنہ ق م تا ۷۲۶ سنہ ق م)

مدت حکومت ۱۰ سال اس کے زمانہ میں شاہ اسور (شاہ بابل) پول (PUL) نے اس کے علاقہ پر حملہ کیا۔ مناحم نے ہزار قنطار چاندی نذرانہ میں دے کر اس کو واپس لوٹ جانے پر رضامند کرلیا (سلاطین دوم باب ۱۵/ ۱۶تا۲۲)

۱۷۔ فقیحیاہ بن مناحم PAKAIAH

(۷۲۶ سنہ ق م تا ۷۲۵ سنہ ق م)

مدت حکومت ۲ سال، اس کو اس کے سردار فقح بن رملیاہ نے قتل کرکے خود تخت پر قبضہ کرلیا۔ (سلاطین دوم باب ۱۵/ ۲۳تا۲۶)

۱۸۔ فقح بن رملیاہ (PEKAH)

(۷۲۵ سنہ ق م تا ۷۰۶ سنہ ق م)

مدت حکومت ۲۰ سال اس کے زمانہ میں شاہِ بابل تگلت پلاسر نے حملہ کرکے نفتالی کے سارے علاقہ کو فتح کرلیا اور لوگوں کو قید کرکے بابل لے گیا۔ (سلاطین دوم باب ۱۵/ ۲۷تا۳۱)

۱۹۔ ہوسیع بن ایلہ HOSEA

(۷۰۶ سنہ ق م تا ۶۹۸ سنہ ق م)

مدت حکومت ۹ سال۔ اس نے زمانہ میں

Marfat.com

شاہان یہوداہ

(۵۹۸ ق م تا ۵۶۸ ق م)

۸ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا اور ۳۱ سال حکومت کی۔ یہ نیکو کار تھا، اس کے زمانہ میں حضرت موسیٰؑ کے عہد کا توراۃ کا نسخہ برآمد ہوا۔ جس کی تعلیمات کو لوگ بھول چکے تھے۔ اس نے استحکام توحید کی سعی بلیغ کی۔ تمام اونچے مقامات کو ڈھا دیا۔ بتوں کو جلا ڈالا، بت پرستوں اور لوطیوں کے مکانات منہدم کرا دیئے۔ بت پرست کاہنوں کو قتل کر دیا اور توراۃ کے احکام نافذ کیے۔ آخر ایام میں فرعون مصر نکوہ نے شاہ اسور پر حملہ کیا۔ یوسیاہ نے نکل کر مقابلہ کیا مگر مجدو میں قتل ہوا۔ اور یروشلم لا کر دفن کیا گیا۔

(سلاطین دوم باب ۲۲ ۱ تا ۲۰ باب ۲۳ ۱ تا ۳۰)

۱۹ یہوآخز بن یوسیاہ (JEHOAHAZ)

(۵۶۸ ق م)

۲۳ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اور صرف ۳ مہینے حکومت کی یہ گمراہ تھا، فرعون مصر نکوہ نے حملہ کرکے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور قید کرکے مصر لے گیا۔ اس نے مصر ہی میں وفات پائی۔ فرعون نے اس کے بھائی اور یوسیاہ کے دوسرے بیٹے الیاقیم

شاہان اسرائیل

شاہ بابل سلمنسر (SHAL-MA-NESER) نے تقریباً ۷۰۰ ق م میں حملہ کیا۔ ہوسیع اس کا مطیع اور باجگذار بن گیا۔ کچھ عرصہ بعد ہوسیع نے فرعون مصر سو سے ساز باز کرکے سلمنسر سے بغاوت کرنا چاہی مگر اس کی اطلاع پاکر سلمنسر نے حملہ کرکے ہوسیع کو قید کر لیا اور بنی اسرائیل کو قید کرکے اسیر بابل (باجل) لے گیا۔

(سلاطین دوم باب ۱۷ ۱ تا ۲۳)

اور اس طرح اسرائیل حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

Marfat.com

شاہانِ یہوداہ	شاہانِ اسرائیل
کو اس کی جگہ تخت پر بٹھایا۔ (سلاطین دوم ۲۳/۳۱ تا ۳۵) **۲۰ یہویقیم بن یوسیاہ** JEHOIAKIM (۶۰۸ھ ق م تا ۵۵۸ھ ق م) فرعون نے الیاقیم کا نام بدل کر یہویقیم رکھا۔ اس نے ۱۱ سال حکومت کی، یہ بھی گمراہ تھا۔ اس کے زمانہ میں بنوکدنصر شاہ بابل نے اپنی حکومت کے پہلے سال حملہ کیا یہویقیم نے اطاعت قبول کر لی اور تین سال تک مطیع رہا مگر پھر منحرف ہو گیا۔ (سلاطین دوم باب ۲۳ ۳۵ تا ۳۷) بنوکدنصر اپنے ساتھ جن قیدیوں کو بابل لے گیا تھا ان میں حضرت دانیالؑ بھی تھے۔ (دانی ایل باب ۱ تا ۶) **۶۱ یہویاکین** JEHOIACHIN (۵۵۸ھ ق م) ۱۸ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اور صرف تین مہینے حکومت کرنے پایا تھا کہ بنوکدنصر نے حملہ کر کے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ یہویاکین گرفتار ہو گیا، بنوکدنصر نے شہر اور مسجد اقصیٰ کو تباہ و برباد کر دیا اور نہایت کثیر تعداد میں لوگوں کو گرفتار کر کے بابل لے گیا۔	

Marfat.com

شاہان یہوداہ	شاہان اسرائیل
(سلاطین دوم باب ۲۴ ۸ تا ۱۷)	

۲۲۔ صدقیاہ بن یوسیاہ ZEDEKIAH
(۵۹۸ ق م تا ۵۸۶ ق م)

بنوکد نصر نے یہویاکین کی جگہ اس کے چچا متنیاہ (MATTANIAH) بن یوسیاہ کو تخت پر بٹھا دیا اور نام بدل کر صدقیاہ رکھا اس وقت صدقیاہ کی عمر ۲۱ سال تھی اس نے ۱۱ سال تک حکومت کی۔ یہ بھی گمراہ تھا کچھ عرصہ بعد یہ شاہ بابل کی اطاعت سے منحرف ہوگئے۔ بنوکد نصر نے اس کی حکومت کے نویں سال کے دسویں مہینے میں پوری قوت سے یروشلم پر حملہ کیا، تقریباً دو سال تک شہر کا محاصرہ رہا اس دوران یروشلم میں سخت قحط پڑا، بالآخر شہری رات کے وقت شہر سے نکل کر بھاگے۔ بابلی فوجوں نے تعاقب کیا، صدقیاہ گرفتار ہوگیا۔ بنوکد نصر نے اس کے بیٹوں کو اس کے سامنے ذبح کروا دیا اور اس کی آنکھیں نکال کر اور زنجیروں میں جکڑ کر بابل لے گیا اور اس طرح بنی یہوداہ کی سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

بنوکد نصر کی حکومت کے اُنیسویں سال اس کے ایک سردار نبوزرادان نے یروشلم آکر شہر کو آگ لگا دی، فصیل توڑ ڈالی

Marfat.com

شاہان یہوداہ	شاہان اسرائیل
اور جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان سب کو قید کر کے اور ہیکل کے تمام سامان زر و نقرہ کو لوٹ کر بابل لے گیا جہاں بالآخر وہ قتل کر دیئے گئے۔ بنوزرادان نے چلتے وقت جدلیاہ بن اخی قام بن سافن کو شہر کا حاکم مقرر کر دیا۔ (سلاطین دوم باب ۲۵ ۸ تا ۲۲) **۵۴۷ سنہ ق م** اسمٰعیل بن الیسمع نے جو شاہی نسل سے تھا۔ لوگوں کو ملا کر بغاوت کی۔ جدلیاہ اور ان تمام بابلیوں کو جو اس کے ہمراہ تھے قتل کر دیا مگر پھر شاہ بابل کے انتقام سے ڈر کر مصر بھاگ گیا۔ نوٹ:۔ ۵۲۲ سنہ ق م میں بنوکدنصر کے بعد اویل مردوک (EVILMERODACH) اس کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنی سلطنت کے پہلے ہی سال یہویاکین کو قید خانہ سے نکال کر اپنے دربار میں باعزت جگہ دی مگر بنی اسرائیل پھر بھی ستر سال تک بابل میں اسیر رہے بالآخر فارس میں سائرس (یا کیخسرو) کا ظہور ہوا جنھوں نے بابل پر حملہ کر کے بنی اسرائیل کو دوبارہ آزادی دلائی اور وہ پھر بیت المقدس میں آکر آباد ہوئے۔ مولانا ابو الکلام آزاد کی تحقیق کے مطابق	

Marfat.com

شاہان اسرائیل	شاہان یہوداہ
	قرآن کریم نے "ذوالقرنین" کے لقب سے جس شخصیت کا ذکر کیا ہے وہ یہی سائرس یا کیخسرو ہیں۔

شام و فلسطین پر بابلی حملے:

شام و فلسطین پر بابلی حملوں کی ابتداء شاہِ اسرائیل مناحم (۷۳۵ ق م تا ۷۲۶ ق م) کے زمانہ سے ہوئی۔ سب سے پہلے مناحم پر شاہ بابل پول PUL نے فوج کشی کی مگر مناحم نے نذرانہ دے کر جان چھڑالی اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اس کے بعد شاہِ اسرائیل فقح (PEKAH) ۷۲۵ ق م تا ۷۰۶ ق م) کے زمانہ میں شاہ بابل تگلت پلاسر نے حملہ کر کے نفتالی کے پورے علاقہ کو فتح کر لیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے گیا۔

پھر شاہ یہوداہ آخز (AHAZ) بن یوتام (۶۹۶ ق م تا ۶۸۱ ق م) نے شاہ بابل تگلت پلاسر کو اپنے دشمن رضین شاہ ارام پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ تگلت پلاسر نے دشمن پر حملہ کر کے سخت خونریزی کی اور رضین کو قتل کر دیا۔

شاہ اسرائیل ہوسیع (HOSEA) (۷۰۶ ق م تا ۶۹۸ ق م) کے عہد میں شاہ بابل سلمنسر (SHAL-MA-NESER) نے حملہ کیا۔ ہوسیع نے اطاعت قبول کر لی اور باجگذار بن گیا مگر کچھ عرصہ بعد فرعون سے مل کر شاہ بابل سے بغاوت کرنا چاہی۔ سلمنسر کو اطلاع ہوئی تو وہ ایک لشکر جرار لے کر چڑھ آیا، ہوسیع کو قید کر لیا اور بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے بابل لے گیا اور اس طرح تقریباً ۶۹۸ ق م میں اسرائیل حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کے بعد شاہ یہوداہ حزقیاہ (HESEHISH) بن آخز (۶۸۱ ق م تا ۶۵۲ ق م) کے ایام میں شاہ بابل سنحرب (SAN-NACHE-RIB) نے حملہ کر کے سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا اور خراج وصول کیا۔ لیکن اس کے بعد پھر بیت المقدس پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگا۔ حزقیاہ نے حضرت یسعیاہؑ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی۔ سنحرب ایک افواہ سن کر اپنے ملک کو واپس لوٹا اور وہاں قتل کر دیا گیا۔

Marfat.com

بیت المقدس پر حملے :- مصر اور بابل میں سیاسی مخاصمت اور سیاسی غلبہ کے لیے مسابقت تھی، شاہ یہوداہ یوسیاہ کے زمانہ میں فرعون مصر نکوہ نے شاہِ بابل پر حملہ کر دیا۔ یوسیاہ چونکہ شاہ بابل کا حلیف تھا اس نے نکل کر مدافعت کی مگر مارا گیا۔ یوسیاہ کے بعد اس کا بیٹا یہوآخز تخت پر بیٹھا مگر فرعون نے اس پر حملہ کر کے اس کو گرفتار کر لیا اور مصر لے گیا اور اس کی جگہ اس کے بھائی الیاقیم کو بادشاہ بنا دیا، اور اس کا نام بدل کر یہویقیم رکھا۔ اس ہی زمانہ میں بابل میں بنوکد نصر (CHADNEZZAR NEBU) تخت پر بیٹھا یہ نہایت طاقتور اور سخت ظالم اور جابر حکمران تھا۔ اس نے اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال یہویقیم پر حملہ کیا۔ یہویقیم نے خوفزدہ ہو کر اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس وقت بنوکد نصر جن لوگوں کو گرفتار کر کے بابل لے گیا ان میں حضرت دانیالؑ اور حضرت عزیرؑ بھی تھے۔

یہویقیم تین سال تک شاہِ بابل کا مطیع رہا مگر پھر منحرف ہو گیا اس کے بعد اس کا بیٹا یہویاکین تخت نشین ہوا۔ مگر تین ہی ماہ بعد بنوکد نصر نے دوبارہ حملہ کیا۔ شہر کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ لوگوں کو قتل کیا اور بڑی کثیر تعداد میں قیدیوں کو بابل لے گیا۔ ان اسیروں میں حضرت حزقیلؑ بھی تھے۔ بنوکد نصر نے یہویاکین کی جگہ اس کے چچا متنیاہ بن یوسیاہ کو حکمران نامزد کیا اور اس کا نام بدل کر صدقیاہ رکھ دیا۔

صدقیاہ بھی کچھ عرصہ بعد شاہ بابل سے منحرف ہو گیا۔ چنانچہ اس کی سرکوبی کے لیے بنوکد نصر نے بڑی شدومد سے حملہ کیا اور بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا جو تقریباً دو سال تک قائم رہا۔ اس دوران میں شہر میں رسد ختم ہو گئی اور لوگ بھوکوں مرنے لگے بالآخر ایک رات کو شہر سے بھاگے مگر بابلی فوجوں نے تعاقب کیا۔ بے شمار لوگ ہلاک ہوئے۔ صدقیاہ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بیٹوں کو اس کے سامنے ذبح کر ڈالا گیا اور پھر اس کی آنکھیں پھوڑ کر زنجیروں میں جکڑ کر بابل لے گئے۔

بیت المقدس میں جو کچھ باقی رہ گیا تھا وہ اگلے سال بنوکد نصر کے ایک سردار بنوزرادان (NEBUZARADAN) نے آکر ختم کر دیا۔ تمام شہر کو مسمار کر کے آگ لگا دی باقی ماندہ لوگوں کو گرفتار کر کے بابل لے گیا اور وہاں پہنچ کر قتل کر دیا۔ اس طرح بیت المقدس کی تباہی کی تکمیل اور یہوداہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ ان حملوں میں توراۃ کے تمام نسخے بھی جلا کر

Marfat.com

خاکستر کر دیئے گئے۔

عہد سلاطین کے انبیاءِ کرام :- عہد سلاطین میں غیر معروف انبیاء کے علاوہ جن کا تذکرہ توراہ کے صفحات میں ہوا ہے، حسب ذیل مشہور انبیاءِ کرام کا ظہور ہوا۔

۱۔ حضرت سموئیل SAMUEL (بـــ۱۱۰۰ـــہ ق م)

آپ سے اس دور کی ابتدا ہوتی ہے، آپ ہی نے بنی اسرائیل کی درخواست پر حکمِ الٰہی پاکر حضرت طالوت رضؓ (SAUL) کو بنی اسرائیل کا پہلا سلطان مقرر کیا تھا۔ (سموئیل اوّل)۔

۲۔ حضرت داؤد۔ DAVID ۔ سـ۱۰۳۴ـنہ ق م تا سـ۹۹۴ـنہ ق م)

(سموئیل اوّل باب ۱۶ تا باب ۲۱ وسموئیل دوم)

۳۔ حضرت سلیمانؑ ۔ SOLOMON (سـ۹۹۲ـنہ ق م تا سـ۹۲۴ـنہ ق م)

اپنے زمانہ کے زبردست بادشاہ ہونے کے علاوہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ اپنے اپنے وقت کے اولوالعزم اور جلیل القدر پیغمبر بھی تھے۔ توراۃ میں آپ دونوں کا ذکر صرف بادشاہوں کی حیثیت سے ہوا ہے مگر قرآن کریم نے آپ دونوں کی پیغمبرانہ عظمت کو واضح کیا ہے۔ (سلاطین اول باب ۲ تا باب ۱۱ وتواریخ دوم باب ۱ تا ۹)۔

۴۔ حضرت الیاسؑ (ELIJAH) (سـ۹ـنہ ق م تا سـ۸۴۵ـنہ ق م)

آپ کا ظہور شاہ اسرائیل اخی اب کے زمانہ میں ہوا آپ نے بعل کی پرستش سے لوگوں کو روکا اور استحکام توحید کی سعی بلیغ فرمائی۔ (سلاطین اول باب ۱۷ تا باب ۲۲ وسلاطین دوم باب ۱ تا ۲)

۵۔ حضرت الیسعؑ (ELISHAH) (سـ۸۷۵ـنہ ق م تا سـ۸۰۷ـنہ ق م)

حضرت الیاسؑ کے خلیفہ و جانشین تھے۔ حضرت الیاسؑ کے پردہ کر جانے کے بعد بنی ہوئے آپ نے حضرت الیاسؑ کے مشن کی تبلیغ کی، آپ کا ظہور شاہ اسرائیل یورام کے زمانے میں ہوا اور آپ نے شاہ اسرائیل یہواس کے عہد میں وفات پائی۔

(سلاطین اول باب ۱۹، سلاطین دوم باب ۲ تا ۹ باب ۱۳)

۶۔ حضرت یسعیاہؑ (ISAIAH) بن آموص۔ آپ کے ظہور کا زمانہ شاہان یہوداہ عزیاہ، یوتام، آخز اور خزقیاہ کا عہد (سـ۷۶۲ـنہ ق م تا سـ۶۵۳ـنہ ق م) ہے۔ آپ نے بنی اسرائیل کو ان کی بدکرداری پر متنبہ کیا اور بنوکد نصر کے حملوں اور پیش آنیوالی تباہی اور

Marfat.com

بربادی سے خبردار کیا۔ (صحیفہ یسعیاہؑ)۔

۷۔ **حضرت ہوسیعؑ** (HOSEA) آپ کا ظہور بھی شاہان یہوداہ عزیاہ یوتام اور حزقیاہ اور شاہ اسرائیل یربعام بن یواس کے زمانہ ۷۶۲ء ق م تا ۶۵۳ء ق م میں ہوا۔ چنانچہ آپ حضرت یسعیاہؑ کے ہمعصر تھے۔ (صحیفہ ہوسیعؑ)

۸۔ **حضرت عاموسؑ** (AMOS)۔ آپ تقوع کے چرواہے تھے۔ آپ پر شاہ یہوداہ عزیاہ اور شاہ اسرائیل یربعام (۷۶۲ء ق م تا ۷۱۱ء ق م) کے زمانہ میں کلام الٰہی نازل ہوا۔ (صحیفہ عاموس) یہ بھی حضرت یسعیاہؑ اور حضرت ہوسیعؑ کے ہمعصر تھے۔

۹۔ **حضرت میکاہؑ مورشتی** (MICAH) آپ کا ظہور شاہان یہوداہ یوتام و آخز و حزقیاہ (۷۱۱ء ق م تا ۶۵۳ء ق م) کے ایام میں ہوا۔ اس لیے آپ بھی حضرت یسعیاہؑ، حضرت ہوسیعؑ اور حضرت عاموسؑ کے ہمعصر تھے۔

۱۰۔ **حضرت صفنیاہؑ** (ZEPHANIA) بن کوشی بن جدلیاہ بن امریا بن حزقیاہ آپ کا ظہور یوسیاہ بن امون کے زمانہ (۵۹۸ء ق م تا ۵۶۹ء ق م) میں ہوا۔ آپ نے بھی بنی اسرائیل کو آنے والی مصیبت سے متنبہ کیا تھا۔ (صحیفہ۔ صفنیاہ)

۱۱۔ **حضرت یرمیاہؑ بن خلقیاہ** (JEREMIAH) آپ کا ظہور بنی بن یمین کے علاقہ میں عنتونی کاہنوں میں ہوا۔ آپ پر شاہ یہوداہ یوسیاہ بن امون (۵۹۸ء ق م تا ۵۶۹ء ق م) کے تیرھویں سال یعنی ۵۸۶ء ق م سے وحی نازل ہونا شروع ہوئی اور یہ سلسلہ صدقیاہ (۵۵۸ء ق م تا ۵۴۸ء ق م) کے گیارھویں سال یعنی ۵۴۸ء ق م تک جاری رہا۔ حضرت یرمیاہؑ نے نہایت تفصیل سے شاہ بابل کے حملہ اور بیت المقدس کی اسیری کی پیشین گوئیاں کیں اور ان کی ایک کتاب میں محفوظ کر دیا۔ بنی اسرائیل نے ان پیشین گوئیوں کی بناء پر آپ کو قید کر دیا تھا۔ بنوکدنصر نے جب یہ سنا تو آپ کو زندان سے نکالا اور آپ سے بات چیت کر کے بہت متاثر ہوا اور آپ سے بابل ہمراہ چلنے کی درخواست کی مگر قوم کی بربادی اور اسیری کے پیش نظر آپ اس پر آمادہ نہ ہوتے اور وہیں مقیم رہے۔

۱۲۔ **حضرت دانیالؑ** (DANIEL) شاہ یہوداہ یہویقیم (۵۶۹ء ق م تا ۵۵۸ء ق م) کی حکومت کے تیسرے سال بنوکدنصر نے حملہ کیا اور ہیکل کے ظروف لوٹ کر اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے گیا، ان جنگی اسیروں میں حضرت دانیالؑ اور حضرت عزیرؑ ۔۔۔

Marfat.com

۱۳۔ حضرت عزراؑ (EZRA) بھی جو اس وقت کمسن تھے شامل تھے۔ بابل پہنچ کر اُس نے آپ دونوں کو دوبار میں طلب کیا اور آپ کی دانشمندی سے متاثر ہو کر آپ کو الطافِ شاہی سے نوازا۔ اُس نے حضرت دانیالؑ کا نام بدل کر بیلطیشفر (TE-SHAZZAR-BEL) رکھا اور حضرت عزریہؑ کا نام عبدنجو (ABEDNEGO) رکھا۔ ستر سال کی اسیری کے بعد سائرس (کیخسرو) شاہ فارس و میڈیا نے ۵۱۷ ق م بنی اسرائیل کو بابل کی غلامی سے نجات دلائی۔ اور ان کو دوبارہ آزادی نصیب ہوئی۔ سائرس نے حضرت دانیالؑ کو بنی اسرائیل کا سردار بنا کر بیت المقدس واپس کر دیا اور بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر شروع کرا دی۔ بیت المقدس کی بربادی میں توراۃ کے تمام نسخے جل کر تباہ ہو گئے تھے۔ آزادی کے بعد حضرت عزریہؑ نے اپنے حافظہ سے اس کو دوبارہ مرتب کیا۔ (صحیفہ دانی ایل) دارا نے حضرت دانیالؑ کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔ آپ کے دشمنوں نے ایک مرتبہ آپ کو شیروں کے کٹہرے میں ڈلوا دیا تھا مگر خدا نے آپ کی حفاظت کی۔ دارا نے تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو اپنے منصب پر واپس کیا اور آپ کے دشمنوں کو شیروں کے سامنے ڈال دیا۔

۱۴۔ حضرت حزقیلؑ (EZEKIEL) بن بودی۔ آپ کا ظہور شاہ یہویاکین (۵۵۸ ق م) کے زمانہ میں ہُوا۔ (صحیفہ حزقی ایل)

۱۵۔ حضرت حبقوقؑ (HABAKKUK) آپ کا ظہور بنوکدنصر کے حملہ سے پہلے ہُوا۔ آپ نے بھی اس کے حملہ کی پیشین گوئی کی تھی۔ (صحیفہ حبقوق)۔

۱۶۔ حضرت عبدیاہؑ (OBADIAH) آپ ادوم کی طرف مبعوث ہوئے اور ادومیوں کے اس جرم پر کہ وہ بنی اسرائیل کی بربادی اور اسیری پر خوش ہوئے تھے اور دشمنوں کی مدد کی تھی ان پر غضب الٰہی کے نزول کی پیشین گوئی کی تھی۔ آپ کا ظہور بنوکدنصر کے حملہ کے بعد ہوا۔ (صحیفہ عبدیاہ)۔

۱۷۔ حضرت یونسؑ (JONAH) آپ کا ظہور غالباً بنوکدنصر کے حملہ سے پہلے ہوا۔ آپ شہر نینوا کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ (صحیفہ یوناہ)

۱۸۔ حضرت ناحومؑ القوشی (NAHUM) آپ شہر نینوا کی طرف مبعوث ہوئے تھے آپ نے شاہ بابل اور شہر نینوا کی بربادی کی پیشین گوئی کی تھی۔ (صحیفہ ناحوم)

۱۹۔ حضرت یوائیلؑ (JOEL) آپ کا ظہور غالباً بنوکدنصر کے حملہ کے بعد اور بنی اسرائیل

Marfat.com

کی آزادی سے پہلے ہوا۔ آپ نے بنی اسرائیل کی رہائی کی پیشین گوئی کی تھی۔ (صحیفہ یوائیل ۱)

۲۰۔ حضرت ملاکیؑ (MALACHI) آپ کا صحیح زمانہ معلوم نہیں لیکن غالباً آپ کی بعثت بھی بنوکد نصر کے حملہ کے بعد ہوئی (صحیفہ ملاکی) آپ نے ایک "نبی موعود" کی آمد کی پیشین کی تھی (ملاکی باب ۳ آیا ۲) اس کے علاوہ آپ نے حضرت الیاسؑ کے بارے میں دوبارہ تشریف آوری کی بھی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ (ملاکی باب ۴ تا ۶)

۲۱۔ حضرت حجیؑ (HAGAI) آپ کی بعثت بنی اسرائیل کی آزادی کے بعد شاہ فارس دارا کی حکومت کے دوسرے سال ہوئی۔ توراۃ میں ہے!

"دارا بادشاہ کی سلطنت کے دوسرے برس کے چھٹے مہینے کی پہلی تاریخ کو یہوداہ کے ناظم زربابل بن سیالتی ایل اور سردار کاہن یشوع بن یہوصدق کو حجی نبی کی معرفت خدا کا کلام پہنچا۔
(صحیفہ حجی باب ۱)

۲۲۔ حضرت زکریاؑ (ZACHARIAH) آپ بھی حضرت حجیؑ کے ہم عصر تھے۔ توراۃ میں ہے۔

"دارا کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینے میں خداوند کا کلام زکریاہ نبی بن برکیاہ بن عِدّو پر نازل ہوا۔" (صحیفہ زکریاؑ)

واضح رہے کہ یہ وہ حضرت زکریاؑ نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم نے حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے سلسلہ میں کیا ہے۔

حضرت حزقیلؑ کا زمانہ: توراۃ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حزقیلؑ پر کلام الٰہی شاہ یہوداہ یہویاکین کی اسیری کے پانچویں سال سے نازل ہونا شروع ہوا۔ اور پچیسویں سال تک نازل ہوتا رہا۔

توراۃ میں ہے۔

"اس مہینے کی پانچویں کو یہویاکین بادشاہ کی اسیری کے پانچویں برس میں خداوند کا کلام بوذی کاہن کے بیٹے حزقی ایل کاہن پر جو کسدیوں کے ملک میں نہر کباء کے کنارے پر تھا، نازل ہوا۔"

(صحیفہ حزقی ایل باب ۲، ۳)۔

Marfat.com

اور آخر میں ہے ۔

"ہماری اسیری کے پچیسویں برس کے شروع میں اور مہینے کی دسویں تاریخ کو جو شہر کی تسخیر کا چودھواں سال تھا اسی دِن خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا ۔" (صحیفہ حزقی ائیل باب ۴۰ : ۱)

یہویاکین کی اسیری ۵۹۸ ق م میں پیش آئی چنانچہ حضرت حزقیل ؑ پر نزول وحی کا زمانہ ۵۹۴ ق م تا ۵۱۸ ق م معلوم ہوتا ہے ۔

حضرت حزقیل ؑ جن قبائل اور اقوام کی طرف مبعوث ہوئے :-

حضرت حزقیل ؑ کی بعثت صرف بنی اسرائیل ہی کی طرف نہیں ہوئی بلکہ مختلف قبائل اور اقوام کی طرف مبعوث ہوئے جن میں بنی عمون، مواب، شعیر، ادوم، صور (شام)، صیدا، مصر، اور جوج قابل ذکر ہیں۔ اس سلسلہ میں توراۃ کی حسب ذیل تصریحات قابلِ غور ہیں ۔

بنی اسرائیل :- "اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد! اسرائیل کے پہاڑوں کی طرف منہ کر کے ان کے خلاف نبوت کر ۔" (صحیفہ حزقی ایل باب ۶ : ۱)

بنی عمون :- "اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد بنی عمون کی طرف متوجہ ہو اور ان کے خلاف نبوت کر ۔" (حزقی ایل باب ۲۵ : ۱، ۲)

مواب و شعیر :- "خداوند یوں فرماتا ہے کہ چونکہ مواب اور شعیر کہتے ہیں کہ بنی یہوداہ تمام قوموں کی مانند ہیں اس لیے دیکھ میں مواب کے پہلو کو اس کے شہروں سے اس کی سرحد کی شہروں سے جو زمین کی شوکت ہیں ۔ بیت یسیموت اور بعل معون اور قریتائم سے کھول دوں گا ۔" (حزقی ایل باب ۲۵ : ۸، ۹)

"اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد! کوہ شعیر کی طرف متوجہ ہو اور اس کے خلاف نبوت کر ۔" (حزقی ایل باب ۳۵ : ۱)

ادوم (EDOM)

Marfat.com

"خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں ادوم پر ہاتھ چلاؤں گا اس کے انسان اور حیوان کو نابود کروں گا اور تیمان سے لے کر اُسے ویران کروں گا اور وہ ددان تک تلوار سے قتل ہوں گے۔"

(حزقی ایل باب ۲۵ ۱۳)

فلستی (PHILISTINES) اور کریتی (CHRETHIMES)

"اس لیے خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں فلستیوں پر ہاتھ چلاؤں گا اور کریتیوں کو کاٹ ڈالوں گا اور سمندر کے ساحل کے باقی لوگوں کو ہلاک کروں گا۔" (حزقی ایل باب ۲۵ ۱۶)

صور (TYRUS)

"پھر خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد! والیٔ صور سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے۔" (حزقی ایل باب ۲۸ ۱، ۲)

صیدا (ZIDON)

"پھر خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہو کہ اے آدم زاد صیدا کا رُخ کر کے اس کے خلاف نبوت کر۔" (حزقی ایل باب ۲۸ ۲۱)

مصر (EGYPT)

"دسویں برس کے دسویں مہینے کی بارھویں تاریخ کو خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد تو شاہ مصر فرعون کے خلاف ہو اور اس کے تمام ملک مصر کے خلاف نبوت کر۔" (حزقی ایل باب ۲۹ ۱)

جوج (GOG)

"اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد فوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور مسک (MESHEEH) اور توبل (TUBAL) کا فرمانروا ہے متوجہ ہو اور اس کے خلاف نبوت کر۔"

(حزقی ایل باب ۳۸ ۱، ۲)

حضرت حزقیل ؑ کی پیشین گوئیاں:-

حضرت حزقیل ؑ نے بنوکد نصر کے بڑے حملہ اور بیت المقدس کی مکمل تاراجی و بربادی کی بہت

Marfat.com

کثرت سے پیشین گوئیاں فرمائیں ۔ جو صحیفہ حزقی ایل میں محفوظ ہیں ۔ ہم سطور ذیل میں آپ کی ایک صاف اور واضح پیشین گوئی پیش کرتے ہیں ۔

" خداوند یوں فرماتا ہے کہ ایک بلا یعنی بلائے عظیم! دیکھ وہ آتی ہے ، خاتمہ آیا ، خاتمہ آیا ، وہ تجھ پر آپہنچا ، دیکھ وہ آپہنچا ، اے زمین پر بسنے والے تیرے شامت آگئی ۔ وقت آپہنچا ، ہنگامہ کا دن قریب ہوا ، یہ پہاڑوں پر خوشی کی للکار کا دن نہیں ، اب میں اپنا قہر تجھ پر انڈیلنے کو ہوں اور اپنا غضب تجھ پر پورا کروں گا اور تیری روش کے مطابق تیری عدالت کروں گا اور تیرے سب گھناؤنے کاموں کی سزا تجھ پر لاؤں گا ۔ میری آنکھ رعایت نہ کرے گی اور میں ہرگز رحم نہ کروں گا ۔ میں تجھے تیری روش کے مطابق سزا دوں گا اور تیرے گھنونے کاموں کے انجام تیرے درمیان ہوں گے اور تم جانو گے کہ میں خداوند سزا دینے والا ہوں ، دیکھ وہ دن ، دیکھ وہ آپہنچا ہے ، تیری شامت آگئی ، عصا میں کلیاں نکلیں ، غرور میں غنچے نکلے ، ستمگری نکلی کہ شرارت کے لیے چھڑی ہو ۔ کوئی ان میں سے نہ بچے گا ، نہ ان کے انبوہ میں سے کوئی اور نہ ان کے مال میں سے کچھ اور ان پر ماتم نہ ہو گا ، وقت آگیا ، دن قریب ہے ، نہ خریدنے والا خوش ہو ، نہ بیچنے والا اداس کیونکہ ان کے تمام انبوہ پر غضب نازل ہونے کو ہے کیونکہ بیچنے والا بکی ہوئی چیز تک پھر نہ پہنچے گا اگرچہ وہ ہنوز زندوں کے درمیان ہوں کیونکہ یہ رؤیا ان کے تمام انبوہ کے لیے ہے ، ایک بھی نہ لوٹے گا اور نہ کوئی بدکرداری سے اپنی جان کو قائم رکھے گا ۔ نرسنگھا پھونکا گیا اور سب کچھ تیار ہے لیکن کوئی جنگ کو نہیں نکلتا کیونکہ میرا غضب ان کے انبوہ پر ہے باہر تلوار ہے اور اندر وبا اور قحط ہیں ، جو کھیت میں ہے تلوار سے قتل ہو گا اور جو شہر میں ہے قحط اور وبا اسے نگل جائیں گے لیکن جو ان میں بھاگ جائیں گے وہ بچ نکلیں گے اور دلدلوں

Marfat.com

کے کبوتروں کی مانند پہاڑوں پر رہیں گے اور سب کے سب نالہ
کریں گے، ہر ایک اپنی بدکرداری کے سبب، سب ہاتھ ڈھیلے
ہوں گے اور سب گھٹنے پانی کی مانند کمزور ہو جائیں گے، وہ ٹاٹ
سے کمر کسیں گے اور ہول ان پر چھائے گا۔ اور سب کے منہ پر
شرم ہو گی اور ان سب کے سروں پر چندلاپن ہو گا۔ وہ اپنی چاندی
سڑکوں پر پھینک دیں گے اور ان کا سونا ناپاک چیز کی مانند ہو گا۔ خداوند
کے غضب کے دن ان کا سونا چاندی ان کو نہ بچا سکے گا۔ ان کی جانیں
آسودہ نہ ہوں گی اور ان کے پیٹ نہ بھریں گے کیونکہ انہوں نے
اسی سے ٹھوکر کھا کر بدکرداری کی تھی اور ان کے خوبصورت زیور
شوکت کے لیے تھے۔ پر انہوں نے ان سے اپنی نفرتی مورتیں اور مکروہ
چیزیں بنائیں اس لیے میں نے ان کے لیے ان کو ناپاک چیز کی مانند
کر دیا اور میں ان کو غنیمت کے لیے پردیسیوں کے ہاتھ میں اور لوٹ
کے لیے زمین کے شریروں کے ہاتھ میں سونپ دوں گا۔ اور وہ
ان کو ناپاک کریں گے اور میں ان سے منہ پھیر لوں گا اور وہ میرے
خلوت خانے کو ناپاک کریں گے، اس میں غارت گر آئیں گے اور
اسے ناپاک کریں گے۔ زنجیر بنا کر کیونکہ ملک خونریزی کے گناہوں
سے پُر ہے اور شہر ظلم سے بھرا ہے پس میں غیر قوموں میں سے
بدترین کو لاؤں گا اور وہ ان کے گھروں کے ملک ہوں گے اور
میں زبردستوں کا گھمنڈ مٹاؤں گا اور ان کے مقدس مقام ناپاک
کیے جائیں گے، ہلاکت آتی ہے اور وہ سلامتی کو ڈھونڈیں گے
پر نہ پائیں گے، بلا پر بلا آئے گی اور افواہ پر افواہ ہو گی، تب وہ
نبی سے رویا کو تلاش کریں گے لیکن شریعت کاہن سے اور مصلحت
بزرگوں سے جاتی رہے گی اور رعیت کے ہاتھ کانپیں گے
میں ان کی روش کے مطابق ان سے سلوک کروں گا اور ان کے
اعمال کے مطابق ان پر فتویٰ دوں گا تاکہ وہ جانیں کہ خداوند میں

Marfat.com

ہوں"
(صحیفہ حزقی ایل باب ۲۵ تا ۲۷)

اسی طرح آپ نے قرب و جوار کی تمام قوموں جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے۔ کی تباہی و بربادی کی بھی پیشین گوئیاں کیں۔

بنی اسرائیل کے بارے میں پیشین گوئی :-

آپ نے بنی اسرائیل کی طویل اسیری اور ذلت و رسوائی کے بعد ان کی رہائی اور آزادی کی بھی پیشین گوئی فرمائی۔ توراۃ میں ہے۔

"لیکن خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اب میں یعقوب کی اسیری کو موقوف کروں گا اور تمام بنی اسرائیل پر رحم کروں گا اور مقدس نام کے لیے غیور ہوں گا اور وہ اپنی رسوائی اور تمام خطا کاری جس سے وہ میرے گناہ گار ہوتے برداشت کریں گے جب وہ اپنی سرزمین میں امن سے بود و باش کریں گے تو کوئی ان کو نہ ڈرائے گا۔ جب میں ان کو اُمتوں میں سے واپس لاؤں گا۔ اور ان کے دشمنوں کے ملکوں سے فراہم کروں گا اور بہت سی قوموں کی نظروں میں ان کے درمیان میری تقدیس ہوگی۔ تب وہ جانیں گے کہ میں خداوند ان کا خدا ہوں۔ اس لیے کہ میں نے ان کو اقوام کے درمیان اسیری میں بھیجا اور میں ہی نے ان کو ان کے ملک میں جمع کیا اور ان میں سے ایک کو بھی وہاں نہ چھوڑا اور میں پھر کبھی ان سے مُنہ نہ چھپاؤں گا کیونکہ میں نے اپنی رُوح بنی اسرائیل پر نازل کی ہے، خداوند خدا فرماتا ہے۔"

(صحیفہ حزقی ایل باب ۳۹ ۲۵ تا ۲۹)

حضرت حزقیلؑ اور قرآن کریم :-

قرآن کریم میں حضرت حزقیلؑ کا نام مذکور نہیں ہے مگر سورۃ بقرہ میں بنی اسرائیل کا ایک خاص واقعہ بیان ہوا ہے جس کا تعلق بروایت سلف صالحین حضرت حزقیلؑ سے بتایا جاتا ہے۔ واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے جہاد سے انکار کیا اور جان بچانے کے لیے ایک وادی میں پناہ گزین ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی مگر پھر حضرت حزقیلؑ کی دُعا پر ان کو دوبارہ زندگی عطا فرما دی گئی۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے

Marfat.com

ترجمہ:-

" بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (شمار میں) ہزاروں
ہی تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے
تھے، تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ مر جاؤ۔ پھر ان کو زندہ بھی کر دیا۔
کچھ شک نہیں کہ خدا لوگوں پر مہربانی رکھتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ
شکر نہیں کرتے " (سورۂ بقر ۲۴۳)

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے کہ یہ اسرائیلی جماعت داور دان کی باشندہ تھی جو شہر واسط کے قریب اس زمانہ کی مشہور آبادی تھی اور یہ لوگ بھاگ کر اینح کی وادی میں چلے گئے تھے۔ وہیں ان پر موت طاری ہوئی اور وہیں وہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھائے گئے۔

توراۃ میں اس واقعہ کا ذکر:- توراۃ میں کچھ تحریف کے ساتھ یہ واقعہ اب بھی موجود ہے۔ (صحیفہ حزقیل ۳۷ میں ہے۔)

" خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اس نے مجھے اپنی روح میں اٹھایا اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے پُر تھی مجھے اُتار دیا، اور مجھے ان کے آس پاس چوگرد پھرایا اور دیکھ وہ وادی کے میدان میں بکثرت اور نہایت سوکھی تھیں اور اس نے مجھے فرمایا کہ اے آدم زاد، کیا یہ ہڈیاں زندہ ہو سکتی ہیں؟ میں نے جواب دیا اے خداوند خدا تو ہی جانتا ہے، پھر اس نے مجھے فرمایا تو ان ہڈیوں پر نبوت کر اور ان سے کہہ اے سوکھی ہڈیو، خداوند کا کلام سُنو۔ خداوند، خدا ان ہڈیوں کو یوں فرماتا ہے کہ میں تمہارے اندر روح ڈالوں گا اور تم زندہ ہو جاؤ گی اور تم پر نسیں پھیلاؤں گا اور گوشت چڑھاؤں گا اور تم کو چمڑہ پہناؤں گا۔ اور تم کو چمڑہ پہناؤں گا اور تم میں دم پھونکوں گا اور تم زندہ ہو جاؤ گی اور جانو گی کہ میں خداوند ہوں۔ پس میں نے حکم کے مطابق نبوت کی اور جب میں نبوت کر رہا تھا تو ایک شور ہوا اور دیکھ، زلزلہ آیا اور ہڈیاں آپس میں مل گئیں، ہر ایک ہڈی اپنی ہڈی سے، اور میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ نسیں اور گوشت ان پر چمڑے کی پوشش ہو گئی،

Marfat.com

پران میں دم نہ تھا، تب اس نے مجھے فرمایا کہ نبوت کر، تو ہوا سے نبوت کر، اے آدم زاد! اور ہوا سے کہہ خدا یوں فرمایا ہے کہ اے دم تو چاروں طرف سے آ اور ان مقتولوں پر پھونک کہ زندہ ہو جائیں، پس میں نے حکم کے مطابق نبوت کی اور ان میں دم آیا اور وہ زندہ ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئیں، ایک نہایت بڑا لشکر، تب اس نے مجھے فرمایا کہ اے آدم زاد! یہ ہڈیاں تمام بنی اسرائیل کی ہیں، دیکھ یہ کہتے ہیں کہ ہماری ہڈیاں سوکھ گئیں اور ہماری امید جاتی رہی اور ہم تو بالکل فنا ہوگئے۔ اس لیے تو نبوت کر اور ان کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اے میرے لوگو! دیکھو میں تمہاری قبروں کو کھولوں گا۔ اور تم کو ان سے باہر نکالوں گا اور اسرائیل کے ملک میں لاؤں گا۔ اور اے میرے لوگو! جب میں تمہاری قبروں کو کھولوں گا اور تم کو ان سے باہر نکالوں گا تب تم جانو گے کہ خداوند میں ہوں، اور میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا اور تم زندہ ہو جاؤ گے تب تم جانو گے کہ میں (خداوند) نے فرمایا اور پورا کیا خداوند فرماتا ہے۔"

(صحیفہ حزقی ایل باب ۳۷، ۱ تا ۱۴)

Marfat.com

حضرت عُزیر علیہ السلام

حضرت عزیرؑ کا ابتدائی تذکرہ صحیفہ دانی ایل باب ۶ تا ۹۔ اور باب ۳، ۴ میں ہوا ہے۔ علاوہ ازیں توراۃ میں آپ کے نام سے ایک پورا صحیفہ "صحیفہ عزرا" (EZRA) موجود ہے جو دس ابواب پر مشتمل ہے۔ قرآن کریم میں آپ کا ذکر سورۂ بقر کی آیت ۲۵۹ میں ہوا ہے اور آپ کا نام سورۃ توبہ کی آیت ۳۰ میں آیا ہے۔

نسب: حضرت عزیرؑ ہارون علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں اور آپ کا ظہور حضرت ہارونؑ کی سولہویں پشت میں ہوا۔ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان ہوا ہے۔

"عزراؑ بن سرایاہ بن عزریاہ بن خلقیاہ بن سلوم بن صدوق بن اخیطوب
بن امریاہ بن عزریاہ بن مرایوت بن زراخیاہ بن عزی بن بقی ابیسوع
بن فیخاس بن الیعزر بن ہارونؑ سردار کاہن"

حضرت عزیرؑ کا زمانہ: توراۃ کے بیان کے مطابق شاہ یہوداہ یہویقیم کی سلطنت کے تیسرے سال (۵۹۶ ق م) میں بنوکدنصر (بخت نصر) نے بیت المقدس پر حملہ کر کے شہر کو لوٹا اور بہت سے لوگوں کو قید کر کے بابل لے گیا ان شہریوں میں حضرت دانیالؑ اور حضرت عزیرؑ بھی شامل تھے۔ (دانی ایل باب) شاہ فارس سائرس (کیخسرو) نے بنی اسرائیل کی ستر سالہ غلامی کے بعد بنوکدنصر کے بیٹے بیلشفر (ایل شاہ زادہ) کو شکست دے کر رہائی دلائی اور ان کو دوبارہ ارضِ مقدس میں آباد کیا۔ فارس سائرس کے بعد دارا اور دارا کے بعد ارتخششتا (اردشیر) تخت پر بیٹھے، اس درمیانی مدت میں شاہانِ فارس کی اجازت اور مدد سے دارا کی حکومت کے چھٹے سال بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر مکمل ہوتی رہی اسی درمیانی مدت میں حضرت حجیؑ اور حضرت ذکریاؑ کا ظہور ہوا اور آپ دونوں نے بیت المقدس کی تعمیر جدید کی تکمیل

Marfat.com

میں نمایاں حصہ لیا۔ ارد شیر کی حکومت کے ساتویں سال حضرت عزیرؑ بیت المقدس میں تشریف لائے۔ توراۃ میں حضرت عزیرؑ کا اس درمیانی مدت کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ غالباً یہ وہ ہے جب جب بیانِ قرآن آپ پر سو سال کی مدت کے لیے موت طاری کر دی گئی تھی۔

توراۃ میں آپ کی اسیری سے پہلے کے واقعات مذکور نہیں ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ابتدائی زندگی حضرت دانیالؑ کی معیت میں بسر ہوئی اور آپ ان ہی کے ہمراہ قید کر کے بابل لائے گئے۔

توراۃ میں ہے کہ بنوکد (NEBUCHADNEZZAR) نے بابل پہنچنے پر خواجہ سراؤں کے سردار اسپنز کو حکم دیا کہ اسرائیلی اسیروں میں سے چند عالی خاندان صاحب علم و دانش افراد کو شاہی دربار میں شریک ہونے کے لیے منتخب کر لیا جاتے ان کو بابلی زبان سکھائی جائے اور ان کو شاہانہ غذا بہم پہنچائی جاتے تاکہ ان کے چہروں پر رونق آجائے۔ اسپنز نے بہت غور و فکر کے بعد اس کام کے لیے بنی اسرائیل میں سے چار افراد کو منتخب کیا، یہ حضرت دانیالؑ حضرت عزیرؑ، حنیاہ اور میسائل تھے، اس نے ان سب کے نام بدل کر رکھے۔ حضرت دانیالؑ کا نام بیلطشفر، حضرت عزیرؑ کا عبدنجو، حنیاہ کا سدرک اور میسائل کا میسک رکھا گیا۔ ان کو کلدانی (CHALDEAN) زبان سکھائی گئی۔ زرق برق لباس پہنائے گئے اور شاہی غذا ان کو دی گئی لیکن چونکہ اس میں شراب بھی شامل تھی حضرت دانیالؑ نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے اس کو کھانے سے انکار کر دیا۔ آپ نے اسپنز سے فرمایا کہ شاہی غذا دینے کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگوں کے چہروں پر رونق آجائے تو دس دن تک ہمیں صرف ساگ پات پر گذارا کر لینے دے اور دیکھ کہ جو شاہی غذا استعمال کرتے ہیں ان کے چہروں پر زیادہ رونق اور تازگی نظر آتی ہے یا ہمارے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دس دن بعد ان مقدس چہروں سے زیادہ حسین اور شگفتہ چہرے کہیں نظر نہ آسکے بالآخر یہ چاروں بنوکدنضر کے سامنے دربار میں پیش کیے گئے۔ توراۃ کا بیان ہے کہ

> "اور بادشاہ نے ان سے گفتگو کی اور ان میں (یعنی درباریوں میں) سے دانی ایلؑ اور حنیاہ اور میسا ایل اور عزریاؑ کی مانند کوئی نہ تھا اس لیے وہ بادشاہ کے حضور کھڑے رہنے لگے اور ہر طرح کی

Marfat.com

خردمندی اور دانشوری کے باب میں جو کچھ بادشاہ نے ان سے پوچھا ان کو تمام فالگیروں اور نجومیوں سے جو اس کے ملک میں تھے دس درجہ بہتر پایا۔"

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت عزیرؑ اس وقت کمسن تھے پھر بھی آپ دس بارہ سال کے بچے نہیں ہو سکتے، چونکہ بادشاہ کی مصاحبی کے لیے آپ کو انتہائی دانشمند سمجھ کر منتخب کیا گیا تھا۔ قیاس کہتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر کم از کم بیس پچیس سال ہونا چاہیئے۔

رُشد و ہدایت :- بنوکدنصر (بخت نصر) نے ایک شب ایک عجیب و غریب خواب دیکھا جس کی تعبیر سے دربار کے تمام نجومی اور ساحر قاصر رہے۔ خواب یہ تھا کہ ایک نہایت بلند و مضبوط درخت ہے جس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ تمام جانور اس کے سایہ میں اور طائر اس کی شاخوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ اتنے میں آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے حکم دیا کہ اس درخت کو کاٹ ڈالا جائے اور اس کی جڑ کو زمین کے برابر چھوڑ دیا جائے تاکہ آسمان سے اس پر شبنم گرے اور زمین کی گھاس اس کے ساتھ اُگے یہاں تک کہ سات دور اس پر گذر جائیں۔ بالآخر اس کی تعبیر کے لیے حضرت دانیالؑ کو طلب کیا گیا اور آپ نے تعبیر بیان کی۔ آپ نے بنوکدنصر سے فرمایا، یہ درخت تو ہے۔ تو لوگوں میں سے نکال دیا جائے گا اور جنگل کی گھاس کھائے گا اور آسمان کی شبنم سے تر ہو گا۔ اس طرح تجھ پر سات دور گزریں گے۔

"تب تجھ کو معلوم ہو گا کہ حق تعالیٰ انسان کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے اور اُسے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔"

اور پھر اس کے بعد تو اپنی سلطنت پھر حاصل کر لے گا۔

چنانچہ حرف بحرف ایسا ہی ہوا۔ اس بادیہ نوردی کے دور کے متعلق خود بنوکدنصر کے جو الفاظ توراۃ میں محفوظ ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت دانیالؑ اور حضرت عزیرؑ کی رُشد و ہدایت کس پایہ کی تھی اور اس کا ایک جابر و قاہر اور مشرک و کافر مطلق العنان بادشاہ پر بھی کتنا اثر ہوا تھا، اپنی بادیہ گری کا ذکر کرنے کے بعد بنوکدنصر کہتا ہے۔

"اور ان ایام کے گذرنے کے بعد میں بنوکدنصر نے آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھائیں اور میری عقل مجھ میں پھر آئی اور میں نے حق تعالیٰ کا شکر

Marfat.com

کیا اور اس حی القیوم کی حمد و ثنا کی جس کی سلطنت ابدی اور جس کی مملکت پشت ہے اور زمین کے تمام باشندے ناچیز گنے جاتے ہیں اور وہ آسمانی لشکر اور اہل زمین کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ روک سکے یا اس سے کہے کہ تو کیا کرتا ہے اسی وقت میری عقل مجھ میں پھر آئی اور میری سلطنت کی شوکت کیلئے میرا رعب اور دبدبہ پھر مجھ میں بحال ہو گیا اور میرے مشیروں اور امیروں نے مجھے پھر ڈھونڈا اور میں اپنی مملکت میں قائم ہوا اور میری عظمت میں افزونی ہوئی، اب میں بنوکدنصر آسمان کے بادشاہ کی ستائش اور تکریم و تعظیم کرتا ہوں کیونکہ وہ اپنے سب کاموں میں راست اور اپنی سب راہوں میں عادل ہے اور جو مغروری میں چلتے ہیں ان کو ذلیل کر سکتا ہے۔"

اس طرح دوسرے مواقع پر بھی حضرت دانیالؑ نے بنوکدنصر کے مشکل خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی اور گاہ بگاہ اس کی رشد و ہدایت کرتے رہے۔ ان باتوں کی وجہ سے بنوکدنصر آپ بچاروں اور خصوصاً حضرت دانیالؑ کی حد درجہ تعظیم و تکریم کرنے لگا تھا، ایسے ہی ایک موقع پر توراۃ میں ہے۔

"تب بنوکدنصر بادشاہ نے مُنہ کے بل گِر کر دانی ایل کو سجدہ کیا اور حکم دیا کہ اسے ہدیہ دیں، اور اس کے سامنے بخور جلائیں، بادشاہ نے دانی ایل سے کہا فی الحقیقت تیرا خدا معبودوں کا معبود اور بادشاہوں کا خداوند اور بھیدوں کا کھولنے والا ہے کیونکہ تو اس راز کو کھول سکا، تب بادشاہ نے دانی ایل کو سرفراز کیا اور اس کو بابل کے تمام صوبہ پر فرمانروائی بخشی اور بابل کے تمام حکیموں پر حکمرانی عنایت کی۔ تب دانی ایل نے بادشاہ سے درخواست کی اور اس نے سدرک اور میسک اور عبدنجو (حضرت عزیرؑ) کو بابل کے صوبہ کی کارپردازی پر مقرر کیا، لیکن دانی ایل بادشاہ کے دربار میں رہا۔"

Marfat.com

آزمائش آتش اور حضرت عزیرؑ:- بنو نصر بہر حال کافر تھا اور شرک اس کی گھٹی میں پڑا تھا اس نے سونے کا ایک بُت بنوایا جس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی چھ ہاتھ تھی (دانی ایل باب ۳ آیت ۱) اور اس کو صوبہ بابل میں نصب کروایا اور اعلانِ عام کروا دیا کہ جب پُوجا کے ساز بجائے جائیں تو ہر شخص کو لازم ہے کہ اس بُت کو سجدہ کرے، جو انحراف کریں گے ان کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا لیکن محال تھا کہ اللہ کی بارگاہ میں جھکنے والے سر غیر اللہ کے سامنے جُھک سکیں چنانچہ بنوکدنصر کے پاس شکایت پہنچی کہ عبدنجو (حضرت عزیرؑ) اور سدرک اور میسک نے شاہی فرمان سے انحراف کیا اور بُت کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، بنوکدنصر نے غضب ناک ہو کر ان تینوں کو طلب کیا اور بگڑ کر حکم دیا کہ ان تینوں کو زبردست آگ میں ڈال دیا جائے۔ آگ اتنی تیز تھی کہ جن لوگوں نے ان کو اٹھا کر آگ میں ڈالا وہ خود شعلوں سے جل کر مر گئے لیکن تائید ایزدی سے حضرت عزیرؑ اور آپ کے دونوں ساتھی بالکل محفوظ رہے بنوکدنصر نے نظر اُٹھائی تو تینوں کو آگ میں چلتے پھرتے دیکھا، یہ دیکھ کر وہ گھبرایا ہوا آگ کے قریب آیا اور۔

"بنوکدنصر نے پکار کر کہا کہ سدرک اور میسک اور عبدنجو (حضرت عزیرؑ) کا خدا مبارک ہو جس نے اپنا فرشتہ بھیج کر اپنے بندوں کو رہائی بخشی جنھوں نے اس پر توکل کر کے بادشاہ کے حکم کو ٹال دیا اور اپنے بدنوں کو نثار کیا کہ اپنے خدا کے سِوا کسی دوسرے معبود کی عبادت اور بندگی نہ کریں اس لیے میں یہ حکم جاری کرتا ہوں کہ جو قوم یا امت یا اہل لُغت سدرک اور میسک اور عبدنجو کے خدا کے حق میں کوئی نامناسب بات کہیں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے اور ان کے گھر مزبلہ ہو جائیں گے کیونکہ کوئی دوسرا معبود نہیں جو اس طرح رہائی دے سکے، پھر بادشاہ نے سدرک اور میسک اور عبدنجو کو صوبہ بابل میں سرفراز کیا۔"

بنی اسرائیل کی رہائی:- شاہ فارس سائرس (کیخسرو) کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو ستر سالہ اسیری کے بعد دوبارہ رہائی اور آزادی نصیب ہوئی اور یہ دوبارہ اپنے آبائی وطن کو واپس گئے۔ توراۃ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ بابل سے ارض مقدس کو واپس گئے ان کی کل تعداد ۴۹۸۹۷ یا تقریباً پچاس ہزار

Marfat.com

تھی۔ان کی تفصیل یہ ہے۔بنی اسرائیل ۴۲۳۶۰۔لونڈی غلام ۷۳۳۷۔موسیقاروں کی جماعت ۲۰۰ (عزرا باب ۲ ۶۴-۶۵) ان واپس آنے والوں کے ساتھ ۸۱۳۶ یا تقریباً آٹھ ہزار جانور بھی تھے جن کی تفصیل یہ ہے۔گھوڑے ۷۳۶۔ خچر ۲۴۵۔ گدھے ۶۷۲۰۔ اونٹ ۵۔ (عزرا باب ۲ ۶۶-۶۷)

حضرت عزیرؑ اور واقعہ مذکورۂ قرآن :- اس وقت سے لے کر ارتخشستا (شاہ فارس اردشیر) کی حکومت کے ساتویں سال تک توراۃ میں حضرت عزیرؑ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔فارس میں سائرس (کیخسرو) کے بعد دارا اور دارا کے بعد ارتخشستا (اردشیر) سریر آرائے سلطنت ہوتے، اس درمیانی مدت میں شاہان فارس کی مدد اور زرباِبل بن سیالتی ایل، یشوع بن یوصدق، حضرت یحییٰؑ اور حضرت زکریاؑ کی قیادت میں بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر شروع ہوئی۔یہ کام سائرس کے زمانہ سے شروع ہوا اور دارا کی حکومت کے چھٹے سال مکمل ہوا۔(عزرا باب ۶ ۱۵) اور اس دوران میں شہر جو بنوکدنصر کے حملوں سے بالکل ویران اور برباد ہو گیا تھا دوبارہ پہلے کی طرح آباد ہو گیا۔توراۃ میں ہے کہ اس کے بعد ارتخشستا کی حکومت کے ساتویں سال حضرت عزیرؑ بیت المقدس میں تشریف لائے (عزرا باب ۷) معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے آپ کا جو واقعہ بیان کیا ہے وہ اسی درمیانی مدت سے متعلق ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ میں احیاء موتی کی تمثیل کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک بزرگ کا گذر ایک آبادی پہ ہوا جو ویران پڑی تھی اس کی بربادی کو دیکھ کر ان کو خیال ہوا کہ خدا مُردوں کو کیونکر زندہ کرے گا اور یہ کیسے آباد ہو سکے گی۔سفر سے تھک کر اُنہوں نے اپنے گدھے کو پیڑ سے باندھا۔کھانا سرہانے رکھا اور خود پیڑ کے سایہ میں لیٹ کر سو گئے۔جب بیدار ہوئے تو پوچھا گیا کہ کتنی دیر سوتے رہے جس وقت آپ سونے کو لیٹے تھے دن کچھ چڑھا تھا اور جب بیدار ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی۔اس لیے عرض کیا کہ ایک دن یا اس سے کچھ کم۔ارشاد ہوا نہیں، تم سو برس تک مردہ رہے ہو، اپنے گدھے اور کھانے کو دیکھو، کھانا ویسا ہی تازہ تھا مگر گدھا مر چکا تھا اور اس کی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔آپ کے گدھے کو آپ کی نظروں کے سامنے دوبارہ زندہ کیا گیا جس سے آپ کو احیاء موتیٰ کا عین الیقین حاصل ہوا اور آپ خدا کا شکر بجا لائے اس دوران میں بنی اسرائیل آزاد ہو

Marfat.com

کر بیت المقدس میں دوبارہ آباد ہو چکے تھے اور ہر طرف زندگی کی رونق موجود تھی۔ قرآن کریم میں ہے۔

ترجمہ:۔

"یا اسی طرح (تم نے) اس شخص کو (نہیں دیکھا) جسے ایک بستی میں جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی. گذرنے کا اتفاق ہوا تو اس نے کہا خدا اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکہ زندہ کریگا تو خدا نے اس کی روح قبض کر لی (اور) سو برس تک اُس کو مُردہ رکھا) پھر اس کو جلا اُٹھایا اور پوچھا، تم کتنے عرصے (مرے) رہے ہو، اُس نے جواب دیا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم، خدا نے فرمایا (نہیں) بلکہ سو برس مرے رہے ہو اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ (اتنی مدت میں مطلق) سڑی بسی نہیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو جو مرا پڑا ہے غرض ان باتوں سے یہ ہے کہ ہم تم کو لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں اور (گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم ان کیونکر جوڑے دیتے ہیں اور ان پر (کس طرح) گوشت چڑھائے دیتے ہیں، جب یہ واقعات اس کے مشاہدہ میں آئے تو بول اُٹھا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ خدا ہر چیز پہ قادر ہے"

(البقرہ ۲۵۹)

سورۃ بقرہ کی اس آیت کے متعلق وہب بن منبہؒ اور عبداللہ بن عبیدؒ کا رجحان یہ ہے کہ مذکورہ شخص حضرت یرمیاہؑ تھے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت قتادہؒ حضرت سلمانؓ اور حضرت حسنؓ سے منقول ہے کہ یہ واقعہ حضرت عزیرؑ سے متعلق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۳۱۴، و تاریخ ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۳) مولانا ابوالکلام آزاد نے اس واقعہ کو حضرت حزقیلؑ سے متعلق بتایا ہے۔ (ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۲۰۰) مگر ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ (جن کو خود رسول خدا نے "باب العلم" فرمایا ہے) کے قول کی موجودگی میں دوسرے اقوال قابل قبول نہیں ہیں۔

Marfat.com

چنانچہ اس آیت میں جس شخص کا ذکر ہوا ہے وہ عزیر علیہ السلام ہیں، اور جس بستی کا ذکر ہے وہ غالباً بیت المقدس ہے اور غالباً یہی وجہ ہے اس درمیانی سو سالہ عرصہ میں آپ کے ذکر سے توراۃ خاموش ہے۔

ناظم اعلیٰ کا منصب:- توراۃ کا بیان ہے کہ حضرت عزیرؑ جب بیت المقدس تشریف لائے تو شاہ فارس ارتخششتا (اردشیر) نے ایک شاہی فرمان جاری کیا جس میں مملکت کے خزانچیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ بیت المقدس کے لیے جتنے روپے اور سامان کی ضرورت ہو بلا توقف حضرت عزیرؑ کو دیا جائے۔ فرمان میں ہے۔

"میں ارتخششتا بادشاہ خود دریا پار کے سب خزانچیوں کو حکم کرتا ہوں کہ جو کچھ عزرا کاہن آسمان کے خدا کی شریعت کا فقیہ تم سے چاہے بلا توقف کیا جائے یعنی سو قنطار چاندی اور سو کُر گیہوں اور سو بیت مے اور سو بیت تیل اور نمک بے اندازہ۔"

علاوہ ازیں اسی فرمان میں آپ کو ارض مقدس کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا اور آپ کو حاکموں اور قاضیوں کے تقرر کا اختیار دیا گیا تھا اور آپ کے احکام کی تعمیل سب کے لیے ضروری قرار دی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں فرمان کے الفاظ یہ ہیں۔

"اے عزراؑ تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق جو تجھ کو عنایت ہوئی حاکموں اور قاضیوں کو مقرر کر تاکہ دریا پار کے سب لوگوں کا جو تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں انصاف کریں اور تم اس کو جو نہ جانتا ہو سکھاؤ اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے اس کو بلا توقف قانونی سزا دی جائے خواہ موت یا جلاوطنی یا مال کی ضبطی یا قید کی۔"

توراۃ کی جدید تالیف:- بنو کد نصر (بخت نصر) کے حملوں میں توراۃ کے تمام نسخے جل کر ختم ہو گئے تھے۔ بنی اسرائیل جب قید بابل سے چھوٹ کر آئے تو اُن کے پاس توراۃ کا کوئی نسخہ نہ تھا۔ اور ان کی نئی نسل عبرانی زبان سے بھی ناآشنا ہو چکی تھی، حضرت عزیرؑ توراۃ کے حافظ، شریعت موسوی کے ماہر اور زبردست فقیہ تھے۔

Marfat.com

آپ نے یہ حالت دیکھی تو کلدانی حروف (CHAL DEANSCRIPT) میں اور ایسی عبرانی زبان میں جو کلدانی زبان سے مخلوط تھی۔ از سرِ نو توراۃ کے صحائف کو مرتب کیا اور یہی اصل نسخہ کا بدل سمجھا گیا۔ بعض اسرائیلی روایات میں ہے کہ یروشلم میں جب آپ نے لوگوں کو جمع کیا تو دو تابندہ شہاب اُترے اور آپ کے سینہ میں سما گئے، تب حضرت عزیرؑ نے بنی اسرائیل کو از سرِ نو توراۃ مرتب کر کے عنایت فرمائی۔

حضرت عزیرؑ اور یہود کا عقیدہ ابنیت :- چونکہ حضرت عزیرؑ نے توراۃ کو از سرِ نو تالیف کیا اور شریعت کو دوبارہ مرتب کیا اور اسیری کے بعد بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک نئے دور کے بانی ہوئے۔ اس لیے یہودیوں میں ان کی شخصیت بہت مقدس مانی گئی یہاں تک کہ یہود کا ایک طبقہ آپ کو "ابن اللہ" کہنے اور ماننے لگا۔ سورۃ توبہ میں قرآن کریم نے عیسائیوں کے عقیدۂ ابنیت کے ساتھ یہود کے اسی عقیدۂ ابنیت کا تذکرہ کیا ہے۔

ترجمہ :-

"اور یہود کہتے ہیں کہ عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیحؑ خدا کے بیٹے ہیں یہ ان کے مُنہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ یہ بھی انہی کی ریس کرنے لگے ہیں، خدا ان کو ہلاک کرے۔ یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔

(سورۃ توبہ ۳۰)

فلسطین کے نواح میں آج بھی یہودیوں کا وہ فرقہ آباد ہے جو عزیر علیہ السلام کو "خدا کا بیٹا"، مانتا ہے اور مردمن کیتھولک عیسائیوں کی طرح آپ کا مجسمہ بنا کر اس کی پرستش کرتا ہے۔

سورۃ توبہ کی اس آیت کے سلسلہ میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

"معترضین اسلام کا بیان ہے کہ یہودیوں میں عزیرؑ کی ابنیت کا کوئی عقیدہ نہیں ہے اس لیے قرآن کا یہ دعویٰ سراسر خلاف واقعہ ہے، اس اعتراض کا سرسری جواب تو جیسا بیضاوی نے لکھا ہے یہ ہے کہ قرآن نے اپنی یہ آواز مدینہ میں یہودیوں کے مجمع کے اندر بلند کی اور کہیں سے اس کی تکذیب اور خلاف واقفیت کی صدا نہ اُٹھی۔ اس سے

Marfat.com

یہ معلوم ہوا کہ یہودیوں میں یہ اعتقاد موجود تھا، ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ مدینہ میں اس اعتقاد کے چند لوگ موجود تھے۔ ابن حزم نے ملل میں لکھا ہے کہ یہودیوں کا صدوقی فرقہ جو یمن میں تھا اسی اس عقیدہ کا تھا۔

میرے نزدیک اصل یہ ہے کہ یہودیوں میں ابنیت کا تخیل نہایت قدیم ہے۔ تکوین کے چھٹے باب میں ہے کہ۔

"خدا کے بیٹوں نے دیکھا کہ انسان کی بیٹیاں خوب صورت ہیں"
"ابن اللہ" کے معنی عبرانیوں کے محاورہ میں خدا کے محبوب اور پیارے کے تھے۔ اسی لیے مسلمانوں کے مقابلہ میں عرب کے یہودیوں اور عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ

ترجمہ:۔

"ہم خدا کے فرزند ہیں اور اس کے چہیتے ہیں۔" (مائدہ ۱۸)

ایسی حالت میں یہود عرب اگر عیسائیوں کے مقابلہ میں ان کا غرور توڑنے کیلئے حضرت عزیرؑ کو حضرت عیسیٰؑ کا مماثل اور ہمسر قرار دیتے ہیں تو کیا عجب جز و رہا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں نے جس قوم سے اس عقیدہ کو حاصل کیا وہ اہل مصر ہیں اور یہودی فرقہ نے عیسائیوں کی دیکھا دیکھی یہ کلمہ مُنہ سے نکالا۔"

فضائل:۔ حضرت عزیرؑ ایک بلند پایہ نبی، زبردست عالم اور ماہر فقیہہ تھے۔ تائید ایزدی ہر موقعہ پر ایک شامل حال رہی، آپ کی دانشمندی کی بنا پر شروع ہی میں بنوکد نصر کے دربار کے لیے آپ کا انتخاب ہوا۔ پھر آپ بابل کے صوبہ کے حاکم مقرر ہوئے، آزادی کے بعد اردشیر شاہ فارس نے آپ کی قابلیت کی بناء پر نوازشات خسروانہ سے آپ کو نوازا اور آپ کو فلسطین کا ناظم اعلیٰ مقرر کر کے حاکموں اور قاضیوں کے تقرر کے اختیارات آپ کو سونپ دیے، آپ حافظ توراۃ تھے اور شریعت کے حامل تھے، توراۃ میں آپ کی صفات اس طرح بیان ہوئی ہیں۔

"یہی عزرا بابل سے گیا اور وہ موسیٰؑ کی شریعت میں جسے خداوند اسرائیل کے خدا نے دیا تھا ماہر فقیہہ تھا۔" (عزرا باب ۶)۔

"اس کے خدا کی شفقت کا ہاتھ اس پر تھا" ۔۔۔۔۔۔عزرا

Marfat.com

آمادہ ہو گیا تھا کہ خداوند کی شریعت کا طالب ہو اور اس پر
عمل کرے اور اسرائیل میں آئین و احکام کی تعلیم دے۔"
(عزرا باب ۹، ۱۰)

قبر مبارک:- ابن کثیرؒ نے وہب بن منبہؒ، کعب احبارؒ اور عبداللہ بن سلامؓ کی ایک روایت کے مطابق عراق میں دیر حزقیل کے قریب قریہ سائر آباد میں آپ کی قبر بتائی ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد دوم صفحہ ۴۵) دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ بعض آثار میں مذکور ہے کہ آپ کی قبر دمشق میں ہے یہی دوسرا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت زکریا علیہ السلام

قرآن عزیز میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر چار سورتوں آل عمران، انعام مریم اور انبیاء میں ہے۔ سورۂ انعام میں تو صرف فہرست انبیاء میں نام ذکر کیا گیا ہے اور باقی تین سورتوں میں مختصر تذکرہ منقول ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی حیات طیبہ کے حالات تفصیل سے معلوم نہیں لیکن جس قدر قرآن عزیز اور سیر و تاریخ کی قابل اعتماد روایات سے معلوم ہو سکے ہیں وہ یہ ہیں کہ بنی اسرائیل میں کاہن ایک معزز مذہبی عہدہ تھا۔ اور اس کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ وہ ہیکل یعنی صخرہ بیت المقدس کی مقدس رسوم ادا کیا کرے اس کے لیے مختلف قبائل میں سے الگ کاہن منتخب ہوتے اور اپنی اپنی نوبت پر اس کی خدمت انجام دیا کرتے۔

چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل میں معزز کاہن بھی تھے اور جلیل القدر پیغمبر بھی زکریاؑ سلالہ داؤدؑ سے تھے اور ان کی زوجہ مطہرہ الیشاع حضرت ہارون علیہ السلام کی ذریت ہی سے تھیں۔ ان ہی کے خاندان یعنی سلیمان بن داؤدؑ کی نسل میں سے عمران بن ناشی اور اس کی بیوی حنّہ بنت فاقود نیک نفس انسان تھے۔ اور پارسائی کی زندگی بسر کرتے تھے مگر لاولد تھے۔ حنّہ کی دُعا سے ان کے گھر میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام انہوں نے مریم رکھا اور حنّہ نے اپنی منت کے مطابق مریمؑ کو ہیکل کی نذر کر دیا۔

جب حضرت مریم سمجھدار ہو گئیں تو زکریاؑ نے ان کے لیے ہیکل کے قریب ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔ جہاں وہ دن میں عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں اور رات اپنی خالہ کے پاس گزارتی تھیں۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے حجرہ میں داخل ہوتے تو دیکھتے کہ ان کے پاس غیر موسمی پھل رکھے ہیں۔ ایک مرتبہ تعجب سے زکریا علیہ السلام نے دریافت کیا۔

"مریم! یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں؟"

Marfat.com

مریم علیہ السلام نے کہا۔ "یہ خدا کی جانب سے ہیں۔"

اب حضرت زکریا کی پریشانی دور ہوئی۔ لیکن آپ ایک اور ہی فکر میں ڈوب گئے۔ غور و فکر کے بعد آپ کی ناامیدی امید سے بدل گئی اور حضرت مریم کی باتوں سے آپ کے دل کو ایک گونہ تسلی ہوگی۔ آپ نے سوچا کہ مریم سچ کہتی ہیں۔ خدا کی قدرت اسباب و علل کی محتاج نہیں۔ اس لیے کیا تعجب ہے کہ اس بڑھاپے میں میری آرزو بھی بر آئے اور میری زندگی کو اولاد سے رونق بخشے۔ یہ ٹھیک ہے کہ میرے اعصاب سے زندگی کی قوتیں زائل ہو گئی ہیں اور بڑھاپے سے میری قوتیں بے حد کمزور ہو گئی ہیں۔ فطری اصول کے مطابق ہم، بوڑھے میاں بیوی سے اولاد کے پیدا ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی لیکن خدا کو ہر کام پر قدرت حاصل ہے۔ جس طرح وہ جاڑوں میں ہر صبح و شام گرمیوں کے میوے مریم کے لیے بھیجتا ہے۔ اسی طرح میرے نخل مراد کو بھی ہرا کر سکتا ہے۔ مجھے چاہیئے کہ میں عاجزی کا ہاتھ خدا کے حضور اٹھاؤں اور اس کے بے پایاں کرم کے دامن رحمت کو تھام لوں۔ حضرت زکریاؑ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا۔

"اے پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ۔"

حضرت زکریاؑ کی دُعا اس قابل تھی کہ اس کو رد نہ کیا جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مایوس نہ کیا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عین نماز کی حالت میں فرشتوں نے ندا دی

" اے زکریا! اللہ تعالیٰ آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتا ہے
اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اور یہ نام اس سے پہلے کسی کا نہیں ہوا۔"

حضرت زکریاؑ اس آواز کو سُن کر حیران رہ گئے۔ مگر آپؑ کی یہ مدہوشی تعجب یا بعید از قیاس امکان کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ مسرّت و خوشی کی شدّت کی بنا پر تھی۔

حضرت زکریاؑ نے مزید یقین حاصل کرنے اور اطمینان کے لیے خدا سے پوچھا۔

"مجھے فرزند کس طرح عطا کیا جائے گا۔ حالانکہ میں اور میری بیوی
بہت ہی بوڑھے ہو چکے ہیں اور میری بیوی بھی اولاد کے قابل
نہیں ہے۔"

یہ سوال اسی نوعیت کا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اطمینان کے لیے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ مُردوں کو کس طرح جلائے گا۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کو دخل نہیں

Marfat.com

فرشتوں نے حضرت زکریا کے جواب میں کہا۔

"کیا وہ خدا جس نے مجھ کو عدم سے عالم وجود میں بھیجا اس بات پر قادر نہیں کہ بڑھاپے کے عالم میں خلاف عادت و فطرت تجھے فرزند عطا کر دے"

حضرت زکریا نے اللہ تعالیٰ سے خواہش ظاہر کی کہ اس عطا سے قبل اس کی کوئی نشانی مجھے بتا دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔

"ہمارے وعدہ کی تکمیل کی نشانی یہ ہوگی کہ اس سے تین دن پہلے تیری زبان بند ہو جائے گی۔ اس بات سے تو اپنی مراد کے حصول کا یقین کر لینا"

اللہ تعالیٰ نے عین بڑھاپے اور ناامیدی کی حالت میں حضرت زکریاؑ کو یحییٰ نام کا ایک پاکیزہ فرزند عطا فرمایا۔ اور کم عمری کی حالت ہی میں حضرت یحییٰؑ کو عقل و حکمت اور وحی و نبوت سے سربلند فرمایا۔ حضرت یحییٰ عبادت کے اس قدر شائق تھے کہ تہجد کی کثرت سے بہت دُبلے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے علم و عرفان سے تورات کے مشکل مقامات کو بڑی آسانی سے حل فرما دیتے تھے۔ انھیں اس کے احکام کے تمام پہلوؤں پر عبور تھا۔ لہٰذا سب کے اتفاق رائے سے آپ تورات کے احکام کا اجرا کرنے، فتویٰ دینے اور مقدموں کے فیصل کرنے پر مامور کر دیئے گئے۔ لوگوں میں آپ کی شہرت ہو گئی کہ آپ تورات کے احکام بڑی جرأت و ہمت کے ساتھ جاری فرماتے ہیں اور باطل کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے میں بہت سخت ہیں۔ احکام خداوندی کے نفاذ میں کسی کا خوف نہیں کھاتے اور کسی بھی بڑے سے بڑے ظالم کی شان و شوکت سے مرعوب نہیں ہوتے۔

مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن میں جمہور کی تفسیر سے جُدا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام سے کہا گیا کہ تم بنی اسرائیل کے روزوں کی طرح تین دن کھانے پینے وغیرہ سے باز رہنے کے ساتھ ساتھ خاموشی بھی اختیار کیے رہو تو موعودہ بشارت کا وقت شروع ہو جائے گا۔

چنانچہ لوقا کی انجیل کا مسطورہ بالا حوالہ نقل کر کے فرماتے ہیں:۔
قرآن حکیم نے یہ نہیں کہا ہے کہ حضرت زکریا گونگے ہو گئے۔ یہ

Marfat.com

یقیناً بعد کی تعبیرات ہیں جو حسب معمول پیدا ہو گئیں۔ صاف بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت زکریاؑ کو روزہ رکھنے اور مشغول عبادت رہنے کا حکم ہوا۔ اور یہودیوں کے یہاں روزہ کے اعمال میں ایک عمل خاموشی بھی تھی۔

"اَن لَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ" کے بارے میں سلف صالحین کی یہ رائے ہے کہ حضرت زکریاؑ مرض خرس (گونگا ہونا) میں مبتلا نہیں کیے گئے تھے بلکہ زبان میں قوت گویائی کے صحیح و سالم رہنے کے باوجود علامت کے طور پر خاموش رہے۔ منجانب اللہ زبان میں حصر یعنی رکاوٹ پیدا ہو گئی۔

Marfat.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن عزیز میں ان ہی سورتوں میں آیا ہے جن میں حضرت ذکریاؑ کا ذکر ہے یعنی سورۂ آل عمران۔ سورۂ انعام۔ سورۂ مریم اور سورۂ انبیاء۔

حضرت یحییٰؑ حضرت زکریاؑ کے بیٹے اور ان کی پیغمبرانہ دعاؤں کا حاصل تھے۔ اور ان کا نام بھی اللہ تعالیٰ کا فرمودہ تھا۔ ایسا نام اس سے پہلے ان کے خاندان میں کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔

حضرت مالک بن انسؓ فرماتے ہیں کہ یحییٰؑ بن زکریاؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کا رحم مادر میں استقرار ایک ہی زمانہ میں ہوا۔ اور لوقا کی انجیل میں ہے کہ جب زکریاؑ کی بیوی الیشع کو حاملہ ہوتے چھ ماہ گزر گئے تو حضرت جبریلؑ حضرت مریم پر ظاہر ہوئے اور انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ان کو بشارت دی۔

"اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشع کے بھی بڑھاپے میں بیٹے ہونے والا ہے۔ اور اب اس کو جو بانجھ کہلاتی تھی۔ چھٹا مہینہ ہے"۔

جب حضرت ذکریا علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے دُعا کی تھی تو اس میں کہا تھا کہ وہ "ذریت طیبہ" ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا منظور کر لی تھی۔ چنانچہ یحییٰؑ نیکوں کے سردار اور زہد و ورع میں بے مثال تھے۔ نہ انہوں نے شادی کی اور نہ ان کے قلب میں کبھی گناہ کا سایہ پیدا ہوا۔ اپنے والد ماجد کی طرح وہ بھی خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بچپن ہی میں علم و حکمت سے معمور کر دیا تھا۔

علماء سیر نے اسرائیلیات سے نقل کیا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کی زندگی کا بہت بڑا حصہ صحرا میں بسر ہوا۔ وہ جنگلوں میں خلوت نشین رہتے اور درختوں کے پتے اور ٹڈیاں ان کی خوراک تھیں ا[illegible] سلام نازل ہوا۔ تب انہوں نے دریائے یردن کے نواح

Marfat.com

میں دین الٰہی کی منادی شروع کر دی اور عیسیٰؑ کے ظہور کی بشارت دینے لگے۔ لوقا کی انجیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

- اس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے یوحنا (یحییٰؑ) پر اترا اور وہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کے بپتسمہ (اصطباغ) کی منادی کرنے لگا۔

حضرت یحییٰؑ پر خدا کی خشیت اس درجہ تھی کہ وہ اکثر روتے رہتے تھے حتیٰ کہ ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کے والد زکریا علیہ السلام نے جب ان کو جنگل میں تلاش کر کے پا لیا تو ان سے فرمایا۔

"بیٹا! ہم تو تیری یاد میں مضطرب تجھ کو تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں آہ و گریہ میں مشغول ہے۔"

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔

"اے باپ! تو نے مجھے بتایا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق و دق میدان ہے جو خدا کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا۔"

یہ سن کر حضرت زکریاؑ بھی رونے لگے۔!

حضرت یحییٰ نے جب خدا کے دین کی منادی شروع کر دی اور لوگوں کو یہ بتانے لگے کہ مجھ سے بڑھ کر ایک اور خدا کا پیغمبر آنے والا ہے تو یہودیوں کو ان کے ساتھ دشمنی اور عداوت پیدا ہو گئی۔ اور ان کی برگزیدگی اور منادی کو برداشت نہ کر سکے اور ایک دن ان کے پاس جمع ہو کر آئے اور ان سے دریافت کیا۔

"کیا تو مسیح ہے؟"

حضرت یحییٰ نے کہا۔ "نہیں۔"

یہودیوں نے کہا۔ "کیا تو ایلیا نبی ہے؟"

حضرت یحییٰ نے کہا۔ "نہیں۔"

یہودیوں نے کہا۔ "پھر تو کون ہے جو اس طرح منادی کرتا اور ہم کو دعوت دیتا ہے؟"

حضرت یحییٰؑ نے جواب دیا۔ "میں جنگل میں پکارنے والے کی ایک آواز ہوں۔ جو حق کے

Marfat.com

لیے بلند کی گئی ہے"۔

یہ سن کر یہودی بھڑک اُٹھے۔ قرآن کریم نے متعدد جگہ یہود کی فتنہ پردازیوں اور باطل کوششوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ انہوں نے اپنے نبیوں اور پیغمبروں کو بھی قتل کیے بغیر نہیں چھوڑا۔

بخاری نے یحییٰ علیہ السلام کے ذکر میں صرف اسراء کی حدیث کے اس ٹکڑے کو بیان کیا ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرے آسمان پر ان کے ساتھ ملاقات کرنا مذکور ہے۔ روایت میں ہے۔

"پس جب میں دوسرے آسمان پر پہنچا تو دیکھا کہ یحییٰ اور عیسیٰ موجود ہیں۔ اور یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا تو ان دونوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور پھر دونوں نے کہا۔ آپ کا آنا مبارک ہو اے ہمارے نیک بھائی اور نیک پیغمبر"۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعات میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یحییٰؑ کی والدہ الیشع اور مریمؑ کی والدہ حنہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ اس لیے حدیث معراج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ مجاز متعارف کے اصول پر ہے۔

ایک دن حضرت یحییٰ کو اطلاع ملی کہ فلسطین کا حاکم ہیرودت اپنے سگے بھائی کی بیٹی ہیرودیا پر عاشق ہو گیا ہے جو اس کے سگے بھائی کی بیٹی ہے۔ اس کے حسن و جمال نے ہیرودت کے حسن و جمال کو لبھا لیا۔

حضرت یحییٰ نے اعلان فرما دیا کہ یہ نکاح شریعت تورات کی رو سے ناجائز اور مخالفِ احکام تورات ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں اس نکاح کی صریحاً مخالفت کروں گا اور اس پر سخت اصرار کروں گا۔ حضرت یحییٰؑ کی مخالفت کے چرچے ہر انجمن و محفل میں ہونے لگے۔ یہ بات اس لڑکی ہیرودیا کے کانوں میں بھی پڑی۔ وہ حضرت یحییٰ کی سخت مخالف ہو گئی اور اس بات کا کینہ اس کے دل میں بیٹھ گیا۔ کبھی کبھی غم و غصّہ سے اس کا حال بہت برا ہو جاتا۔ کیونکہ اس کو خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ ہیرودت یحییٰؑ کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کے ساتھ شادی کرنے کے خیال کو کہیں دل و دماغ سے نہ نکال دے۔

Marfat.com

آخر اس نے ارادہ کر لیا کہ اس قضیہ میں وہ اپنے حسن و جمال سے پورا پورا فائدہ اٹھائے گی تاکہ اپنی آرزو کو حاصل کر سکے۔ لہٰذا اس خوب آرائش و زیبائش کی اور بہترین شوخ و شنگ قسم کا لباس زیب تن کر کے بہترین جواہرات سے اپنے آپ کو آراستہ کیا اور خلوت میں ہیرودت کے پاس پہنچی جو کہ اس وقت شراب کے نشے میں دھت ہو رہا تھا۔

ہیرودیا نے اسے اپنے رقص و سرود سے محظوظ کیا۔ اس کو اپنی زیبائی و رعنائی کے دام میں اس طرح پھنسا لیا کہ وہ بے اختیار کہہ اٹھا۔

"تیری جو آرزو ہو بیان کر۔ میں ہر قیمت پر اس کو پورا کروں گا۔ کیونکہ میں تو تیرے حسن و جمال کا ایک ادنیٰ غلام ہوں"

ہیرودیا مسکرائی۔ اور کہا۔

"اگر یہ سچ ہے تو میں زکریا کے بیٹے یحییٰؑ کا سر چاہتی ہوں۔ وہ مجھے بڑا بدنام کر رہا ہے۔ وہ میرا دشمن ہے"

ہیرودت جو کہ ہیرودیا پر دل و جان سے فریفتہ تھا۔ اس کی بات مان گیا۔ اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹنے کا حکم دے دیا۔ لہٰذا حضرت یحییٰ کا سر کاٹ کر ہیرودت کے سامنے لایا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ سر ہیرودیا کو پہنچا دیا جائے۔ شاہی اہلکاروں نے حضرت یحییٰ کے کٹے ہوئے سر کو ایک طشت میں سجا کر ہیرودیا کو پیش کیا تو وہ پیغمبر کے کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔ ابن عساکرؒ سے روایت ہے کہ حضرت یحییٰ کو اس وقت قتل کیا گیا جبکہ وہ مسجد جبرون میں نماز میں مشغول تھے۔

بعض علماءِ سیر و تاریخ کا رس میں اختلاف ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا واقعہ شہادت بیت المقدس میں ہیکل سلیمان اور قربان گاہ کے درمیان پیش آیا۔ اس جگہ ستر انبیاء اس سے پہلے شہید کیے جا چکے تھے۔

حضرت زید بن واقد یہ کہتے ہیں کہ دمشق میں جب عمود سکاسکہ کے نیچے ایک مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا جا رہا تھا تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے یہ کہ شرقی جانب محراب کے قریب ایک ستون کی کھدائی میں یحییٰ علیہ السلام کا سر برآمد ہوا اور چہرہ مبارک حتیٰ کہ بالوں تک میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور خون آلود ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ ابھی کاٹا گیا ہو۔

الحاصل اس بارہ میں کوئی فیصلہ کن شہادت مہیا نہیں ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا مقتل کونسا

Marfat.com

مقام ہے جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ شہادت کے ضمن میں بھی علماء سیر و تاریخ کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے کہ زکریا علیہ السلام کی وفات طبعی موت سے واقع ہوئی یا وہ شہید کیے گئے۔ جبکہ وہب بن منبہ سے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہودی حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کو بھی قتل کریں۔ لیکن وہ وہاں سے فرار ہو گئے تاکہ ان کے ہاتھ نہ لگ سکیں۔ سامنے ایک درخت آ گیا تو وہ اس کے شگاف میں گھس گئے۔ یہودی تعاقب کر رہے تھے۔ انہوں نے زکریاؑ کو درخت کے شگاف سے باہر نکالنے کے بجائے درخت پر آرہ چلا دیا۔ جب آرہ حضرت زکریا تک پہنچا تو خدا کی وحی آئی۔ زکریا علیہ السلام سے کہا گیا کہ اے زکریا تو نے درخت کی پناہ لی اور ہم سے پناہ نہ مانگی۔ بول اب اگر تو آہ و زاری کرے تو ہم ابھی اس زمین کو تہہ و بالا کر دیں۔ اور اگر تو صبر سے کام لے تو ہم بھی ان یہودیوں کو کچھ نہ کہیں۔ چنانچہ زکریا علیہ السلام نے صبر سے کام لیا اور یہود نے درخت کے ساتھ ان کو بھی کاٹ دیا۔ بہرحال ان کی شہادت یا طبعی موت کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام

موجودہ اناجیل اربعہ یعنی انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا اور انجیل یوحنا، آپ ہی کے حالات پر مشتمل ہیں. گو یہ چاروں اناجیل آپ کے بہت بعد لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ عہد نامہ جدید (NEW TESTAMENT) کی بقیہ تئیس۲۳ کتابوں میں بھی جگہ جگہ آپ کا تذکرہ اور آپ کے حالات کے متعلق اشارے موجود ہیں لیکن یہ تمام بیانات آپ کے بعد قائم و رائج ہونے والے عقائد و روایات کے دھندلکوں میں اسی طرح مستور ہیں کہ ان سے آپ کی شخصیت آپ کی تعلیمات اور آپ کے حالات کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں البتہ قرآنِ پاک نے نازل ہو کر آپ کے صحیح حالات سے دنیا کو مطلع کیا. مغربی محققین کی جدید تحقیقات بھی اب قرآن کریم کے بیانات سے قریب تر آتی جارہی ہیں۔

قرآن کریم میں آپ کا تذکرہ بارہ سورتوں میں ہوا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بقرہ آیات ۸۷، ۲۵۳، (۲) آل عمران آیات ۴۵ تا ۶۲ (۳) نساء آیات ۱۵۷ تا ۱۵۹، ۱۶۳، ۱۷۱، ۱۷۲، (۴) مائدہ آیات ۱۷، ۴۶، ۷۸، ۷۲ تا ۸۶ - اور ۱۱۰ تا ۱۱۸ (۵) انعام آیت ۸۶ (۶) توبہ آیات ۳۰، ۳۱، (۷) مریم آیات ۱۹ تا ۳۴ (۸) انبیاء آیت ۹۱ (۹) مومنون آیت ۵۰، (۱۰) زخرف آیات ۵۷ تا ۶۴ (۱۱) حدید آیت ۲۷، اور (۱۲) صف آیات ۶، ۱۴۔

یوں تو موجودہ اناجیل اور مسیحی روایات آپ کے حالات سے معمور ہیں لیکن جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ ان واقعات کی حیثیت بعد میں رائج ہونے والی روایات اور سُنی سنائی باتوں سے زیادہ نہیں پھر ان بیانات میں بھی اس قدر تحریف ہو چکی ہے کہ اب خود مسیحی دنیا کے بالغ نظر نقاد اور متبحر عالم موجود توراۃ اور انجیل کے مطالعہ سے معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے کہ مختلف زمانوں میں متعدد انبیاء کرام نے حضرت مسیحؑ کے ظہور کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔

حضرت موسیٰؑ کی پیشنگوئی:۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی وفات سے کچھ قبل بنی اسرائیل کے سرداروں کو جمع کر کے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس کی ابتداء میں یہ الفاظ ہیں۔

"خداوند سینا سے آیا،
اور کوہ سے ان پر آشکارا ہوا
وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا"

سینا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو نبوت اور پھر دیدار الٰہی کا شرف عطا ہوا، شعیر وہ پہاڑ ہے جس کے پہلو میں بیت اللحم کا شہر واقع ہے۔ اس جگہ حضرت مسیحؑ کی ولادت ہوئی اور فاران مکہ کا پہاڑ ہے جہاں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدا کی طرف پکارا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے ان الفاظ میں دو گرامی قدر انبیائے کرام کے ظہور کی پیشنگوئی ہے۔ ایک حضرت مسیحؑ اور دوسرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) حضرت یسیاہؑ (ISAIAH) اور حضرت میکاہؑ (MICAH) آخری امام کے متعلق پیشنگوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"شریعت صیون سے اور خداوند کا کلام یروشلم سے صادر ہوگا۔"

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ فرشتہ نے جب حضرت مریمؑ کو حضرت مسیحؑ کی پیدائش کی بشارت دی تو آپ کو "اللہ کا کلمہ" ہی کہا تھا۔ سورۃ ال عمران میں ہے۔

ترجمہ:۔

"اے مریمؑ اللہ بشارت دیتا ہے تم کو اپنے کلمہ (حکم) کی۔
(ال عمران ۴۵)

۳۔ حضرت یسیاہؑ کی ایک اور واضح پیشنگوئی یہ ہے۔ "بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ درست کرو" یہاں "بیابان میں پکارنے والے" سے حضرت یحییٰؑ مراد ہیں اور "خداوند کی راہ" سے مراد حضرت مسیحؑ کی دعوت حق ہے۔

۴۔ حضرت یرمیاہؑ (GEIREIMIAH) جن کا ظہور حضرت یسیاہؑ اور حضرت میکاہؑ کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد ہوا،

Marfat.com

ارشاد فرماتے ہیں۔

"دیکھ وہ دن آتے ہیں، خداوند فرماتا ہے، جب میں اسرائیل کے گھرانے اور یہوداہ کے گھرانے کے ساتھ نیا عہد باندھوں گا، اس عہد کے مطابق نہیں جو میں نے ان کے باپ دادا سے کیا جب میں نے ان کی دستگیری کی تاکہ ان کو ملک مصر سے نکال لاؤں اور انہوں نے میرے اس عہد کو توڑا اگرچہ میں ان کا مالک تھا خداوند فرماتا ہے بلکہ یہ وہ عہد ہے میں جو ان دنوں کے بعد اسرائیل کے گھرانے سے باندھوں گا، خداوند فرماتا ہے میں اپنی شریعت اُن کے باطن میں رکھوں گا اور ان کے دِل پر اسے لکھوں گا اور میں ان کا خدا ہوں گا اور وہ میرے لوگ ہوں گے۔"

پیشینگوئی اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہے کہ اس کی تشریح کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ توراۃ کے بیانات کے مطابق بنی اسرائیل سے پہلا عہد الٰہی تو وہ تھا جو حضرت ابراہیمؑ سے ہوا (کتاب پیدائش باب ۱۳ ۱۵) اور جس کا ذکر قرآن میں سورۃ بقرکی آیت ۱۲۴ میں ہوا ہے۔ اس عہد کی تجدید حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ سے ہوتی رہی اور پھر اس کی تکمیل حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ پر ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد صرف حضرت مسیحؑ نے آکر شریعت میں کچھ ترمیم و تنسیخ کی اور آپ کے ذریعہ بنی اسرائیل سے نیا عہد الٰہی ہوا یہی وجہ ہے کہ آج تک توراۃ اور اس کی متعلقہ کتب کو "عہد عتیق" (OLD TESTAMENT) اور اناجیل اربعہ اور ان کی متعلقہ کتب کو "عہد جدید" (NEW TESTAMENT) کہا جاتا ہے۔

رہا اس پیشگوئی کا پہلا جملہ جس میں "اسرائیل کے گھرانے" اور "یہوداہ کے گھرانے" کا الگ الگ ذکر ہوا ہے اور دونوں کے ساتھ ایک نیا عہد باندھے جانے کی بشارت ہے تو اس کو سمجھنے کے لیے یہ بات پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل دو حصوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ ایک بنی یہوداہ جو "یہوداہ کا گھرانہ" کہلاتا تھا اور دوسرا حصہ باقی تمام اسرائیلی قبیلوں پر مشتمل تھا جو "اسرائیل کا گھرانا" کہلاتا تھا۔

Marfat.com

حضرت سلیمانؑ کے بیٹے رجعام کے زمانہ سے ان کی الگ الگ سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں اور سیاسی و معاشی اعتبار سے یہ دونوں ایک دوسرے کے حریف تھے۔

اسی تفریق کو حضرت مسیحؑ نے مٹایا جو بنی اسرائیل کے طرف پیغمبر بن کر آئے۔ آپ کی بعثت و تعلیم بنی اسرائیل کے کسی ایک طبقہ یا فرقہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی آپ کے مخاطب تمام بنی اسرائیل تھے چاہے وہ یہوداہ کے قبیلہ کے ہوں یا کسی اور قبیلہ کے۔

۵۔ حضرت یوائیلؑ (JOEL) فرماتے ہیں۔

"خداوند صیون سے نعرہ مارے گا اور یروشلم سے بلند ہوئی حضرت مسیحؑ ہی کی آواز تھی۔

۶۔ حضرت ملاکیؑ (MALACHI) اس ارشاد باری کا اعلان فرماتے ہیں کہ

" دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے وہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا، ہاں عہد کا رسول جس کے دن کی کس میں تاب ہے اور جب اس کا ظہور ہوگا تو کون کھڑا رہ سکے گا؟ کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابون کی مانند بیٹھے گا اور نبی ہوگا اور وہ چاندی کو تانبے سے پاک صاف کرنے والے کی مانند بیٹھے گا اور بنی لاوی کو سونے اور چاندی کی مانند پاک صاف کرے گا تاکہ وہ راست بازی سے خداوند کے حضور ہدیے گذرانیں، تب یہوداہ اور یروشلم کا ہدیہ خداوند کو پسند آئے گا۔ جیسا ایام قدیم اور گذشتہ زمانہ میں"

اس پیشین گوئی کا آخری حصہ دلالت کر رہا ہے کہ یہ بشارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہوسکتی چونکہ اس میں صرف بنی اسرائیل کے قبیلوں اور یروشلم کا ذکر ہوا ہے اور آپؐ کی بعثت عام تھی اور صرف بنی اسرائیل ہی کو نہیں تمام اقوام عالم کو "پاک و صاف" کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس کا منطوق بعد میں آنے والا کوئی بنی اسرائیل ہی کا جلیل القدر پیغمبر ہوسکتا ہے اور ظاہر ہے یہ جلیل القدر پیغمبر حضرت مسیحؑ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

اس بشارت کے پہلے جملہ میں "آگے راہ درست کرنے والے رسول" سے مراد حضرت یحییٰؑ ہیں، جو حضرت عیسیٰؑ کے منادی تھے اور "خداوند" جو ہیکل میں ناگہاں آموجود ہوگا، خدا نہیں"

Marfat.com

[...]ہدکا رسول" ہے جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۷۔ متی نے اپنی انجیل میں بنی اسرائیل کے ایک نبی کی یہ پیشین گوئی نقل کی ہے۔

"نبی کی معرفت یوں لکھا ہے کہ:

اے بیت لحم یہوداہ کے علاقے

تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں

کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا

جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔"

واضح رہے کہ بیت لحم ہی وہ جگہ ہے جہاں اناجیل اربعہ کے بیان کے مطابق حضرت مسیحؑ [...]ی ولادت ہوئی۔

۸۔ حضرت یحییٰؑ تو مخصوص طور پر آپ کے منادی تھے، قرآن نے بھی آپ کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے چنانچہ سورۂ آل عمران کی آیت ۳۹ میں ہے کہ جس وقت حضرت ذکریاؑ کی دعا کے جواب میں ان کو حضرت یحییٰؑ کی پیدائش کی بشارت دی گئی اسی وقت یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ آپ حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق کریں گے۔ چنانچہ اس کی تفصیل چاروں انجیلوں میں موجود ہے۔ جب یہود کے نمائندے آپ سے یہ پوچھنے گئے کہ آپ کون ہیں تو آپ نے فرمایا!

"میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔"

حضرت مسیحؑ کے متعلق آپ نے فرمایا۔

"جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے، میں اس کی جوتیاں اُٹھانے کے لائق نہیں۔"

انجیل یوحنا میں ہے کہ آپ نے فرمایا!

"تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔"

معاصر ہونے کے باوجود "بعد میں آنے والا" اس لیے کہا کہ حضرت مسیحؑ کی دعوت عامہ کی ابتدا حضرت یحییٰؑ کی شہادت کے بعد سے ہوئی۔ انجیل یوحنا میں یہ بھی ہے کہ دو موقعوں پر

Marfat.com

حضرت مسیحؑ کو دیکھ کر حضرت یحییٰؑ نے آپ کی تصدیق ان الفاظ میں کی !

"دیکھو، یہ خدا کا برّہ (THE LAMB OF GOD) ہے"۔

قرآن کریم نے حضرت مسیحؑ کے ظہور کا ذکر دو جگہ زیادہ تفصیل سے کیا ہے۔ ایک سورۃ مریم کی آیات ۱۶ تا ۳۴ میں اور دوسرے سورۂ آل عمران کی آیات ۳۵ تا ۶۳ میں، سورۃ مریمؑ میں یہ ذکر حضرت زکریاؑ کی دعا اور حضرت یحییٰؑ کی پیدائش کے واقعہ سے شروع ہوتا ہے اناجیل اربعہ میں لوقا کی انجیل حضرت مسیحؑ کے ظہور کا ذکر ٹھیک اسی طرح کرتی ہے۔ لیکن سورۃ آل عمران میں یہ تذکرہ اس سے بھی پہلے حضرت مریمؑ کی پیدائش اور مسجد اقصیٰ میں آپ کی پرورش کے واقعہ سے شروع ہوا ہے اور یہاں چاروں موجودہ اناجیل خاموش ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :

"انیسویں صدی میں متروک اناجیل کا جو نسخہ ویٹیکان کے کتب خانہ سے برآمد ہوا، اس نے حضرت مریمؑ کی پیدائش کا یہ مفقود ٹکڑا مہیا کر دیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم چوتھی صدی عیسوی کے اوائل تک سرگزشت کا یہ ٹکڑا بھی اسی طرح الہامی یقین کیا جاتا تھا جس طرح بقیہ ٹکڑے یقین کیے جاتے ہیں۔"

سرگزشت کا یہ حصہ یعنی حضرت مریمؑ کی پیدائش اور آپ کی پرورش کا واقعہ، ہم تفصیل کے ساتھ اُوپر حضرت زکریاؑ کے تذکرہ میں پیش کر چکے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ایک بزرگ کاہن تھے جن کا نام عمران تھا اور ان کی بیوی کا نام حنہ بنت فاقوذ تھا، حنہ کی بہن ایشیع حضرت زکریاؑ کی زوجہ اور حضرت یحییٰؑ کی والدہ تھیں۔

عمران (حضرت مریمؑ کے والد)

حنہ بنت فاقوذ (زوجہ عمران) — ایشیع { ہمشیرہ حنہ بنت فاقوذ و زوجہ حضرت زکریاؑ

حضرت مریمؑ — حضرت یحییٰؑ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حنہ بنت فاقوذ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے منت مانی کہ میرے اولاد ہو تو میں اس

Marfat.com

کو ہیکل کی خدمت کے لیے وقف کر دوں گی جو یہودیں ایک نہایت مقدس رسم تھی، آپ کی دُعا مقبول ہوئی اور آپ کے بطن سے حضرت مریمؑ تولد ہوئیں۔ یہودیں رسم تھی کہ ہیکل کی خدمت کے لیے صرف لڑکے وقف کیے جا سکتے تھے۔ اس لیے حنہ دلگیر ہوئیں مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو حسن قبول عطا فرمایا اور بذریعہ قرعہ آپ کی کفالت حضرت زکریاؑ کے سپرد ہوئی۔ آپ بچپن ہی سے نہایت پاکیزہ صفات اور عابدہ وزاہدہ تھیں۔ مسجد کا ایک حجرہ آپ کی رہائش کے لیے مخصوص تھا اور آپ ہر وقت اس میں مشغول عبادت رہتیں۔ حضرت زکریاؑ جب آپ کے حجرہ میں داخل ہوتے تو بے موسم کے پھل رکھے ہوئے پاتے اور ان کو دیکھ کر حیران ہوتے، ایک مرتبہ آپ نے حضرت مریمؑ سے پوچھا کہ تمھارے پاس یہ پھل کہاں سے آتے ہیں تو انہوں نے کہا "اللہ کی طرف سے"۔

حضرت مریم نبی تھیں ؟

انجیل اور قرآن سے حضرت مریمؑ پر فرشتوں کا نازل ہونا اور آپ سے کلام کرنا ثابت ہے اس لیے اکثر علماء آپ کی نبوت کے قائل ہیں ان میں محمد بن اسحاقؒ شیخ ابوالحسن اشعریؒ۔ قرطبی اور ابن حزمؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ابن حزمؒ نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ حوا، سارہ، ہاجرہ، ام موسیٰؑ آسیہ زن فرعون اور مریمؑ سب نبی تھیں۔

لیکن خواجہ حسن بصریؒ، امام الحرمین شیخ عبدالعزیزؒ اور قاضی عیاضؒ وغیرہ کا خیال ہے کہ عورت نبی نہیں ہو سکتی اور وہ قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

ترجمہ:۔

"اور تم سے پہلے ہم نے مردوں ہی کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے"۔ (نمل ۴۳)

مگر جو لوگ عورت کی نبوت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے عورت کی رسالت کی نفی ہوتی ہے نبوت کی نہیں مگر جمہور کا مسلک غالباً یہی ہے کہ نبی صرف مرد ہی ہو سکتا ہے اور حضرت مریمؑ نبی نہیں ولی تھیں۔

حضرت مریمؑ کی فضیلت اور حضرت مسیحؑ کی بشارت :

قرآن کریم میں آپ کی فضیلت اس طرح مذکور ہوئی ہے۔

Marfat.com

ترجمہ :۔

"اور جب فرشتوں نے کہا کہ مریم! خدا نے تم کو برگزیدہ
کیا ہے اور پاک بنایا ہے اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا
ہے۔" (آل عمران ۴۲)

صحیح بخاری میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنے زمانہ میں
سب عورتوں سے افضل مریمؑ تھیں اور خدیجہؓ اپنے زمانہ کی عورتوں
سے افضل ہیں۔"

لوقا کا بیان ہے کہ بالغ ہونے پر حضرت مریمؑ بیت المقدس سے ہجرت فرما کر گلیل کے شہر ناصرہ میں چلی گئی تھیں اور آپ کی منگنی یوسف نجار سے ہوگئی تھی۔ (انجیل لوقا باب ۲۶) لیکن رخصتی یا خلوت صحیحہ سے پیشتر ایک دن ایک فرشتہ نازل ہوا۔ پیکرِ عفت ایک اجنبی مرد کو اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا اُٹھیں لیکن فرشتہ نے کہا۔

"اے مریم! خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے
اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا اس کا نام یسوعؑ رکھنا"

حضرت مریمؑ نے استعجاب و تحیر سے پوچھا۔

"یہ کیونکر ہوگا جب کہ میں مرد کو نہیں جانتی"؟

فرشتہ نے جواب دیا!

"روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔"
ڈالے گی۔"

قرآن کریم میں اس واقعہ کا ذکر دو جگہ ہوا ہے، سورۃ مریم اور سورۃ آل عمران میں سورۃ مریمؑ میں یہ بیان نسبتاً زیادہ تفصیل سے ہوا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ :۔

"جب مریمؑ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں
تو انہوں نے اُن کی طرف سے پردہ کر لیا (اس وقت) ہم نے ان
کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل)

Marfat.com

بن گیا"۔ (مریم ۱۷)

"مشرق کی سمت"، غالباً اسی وجہ سے عیسائیوں نے مشرق کو قبلہ قرار دیا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں۔

"مشرق کی طرف" کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ ہیکل چھوڑ کر جہاں ان کی پرورش ہوئی تھی۔ اپنے آبائی وطن ناصرہ چلی گئی تھیں، یہ یروشلم کے شمال مشرق میں واقع ہے اور باشندگان یروشلم کے لیے مشرق کا حکم رکھتا ہے، انجیل سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ وہ اس معاملہ کا محل وقوع ناصرہ ہی بتلاتے ہیں"۔

"تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا" ہمارے مفسر بتاتے ہیں کہ آپ حیض سے فارغ ہو کر غسل کے لیے پردہ میں تشریف لے گئی تھیں۔ یہ آپ کا پہلا حیض تھا اور اس وقت آپ کی عمر تیرہ یا پندرہ سال تھی۔ آپ نے جب ایک مرد کو تنہائی میں اپنے قریب دیکھا تو آپ قدرتی طور پر گھبرا گئیں اور اس سے اللہ کی پناہ چاہی۔ بولیں۔

"اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں"۔ (مریم ۱۸)

یہ الفاظ آپ کی عفت اور پاکیزگی کردار کے کس درجہ آئینہ دار ہیں، فرشتہ نے کہا کہ آپ کا خوف بلاوجہ ہے اس لیے کہ میں انسان نہیں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو ایک فرزند صالح کی بشارت دوں۔

یہ سُن کر حضرت مریمؑ کو سخت حیرت ہوئی کہ جو عفیفہ مرد سے ناواقف ہو۔ اس کے لڑکا کیسے ہو گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"میرے لڑکا کیونکر ہو گا۔ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں"۔ (مریم ۲۰)

فرشتہ نے جواب دیا:

"یوں ہی (ہو گا) تمہارے پروردگار نے فرمایا، کہ یہ مجھے آسان ہے اور (میں اسے اسی طریق پر پیدا کروں گا) تاکہ اس کو لوگوں کے لیے اپنی طرف سے نشانی اور (ذریعہ) رحمت بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے"۔ (مریم ۲۱)

Marfat.com

سورۃ آل عمران میں ہے ۔

ترجمہ :۔

"جب فرشتوں نے کہا، مریمؑ! خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض (کلمہ) کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیحؑ عیسیٰ بن مریمؑ ہوگا۔ (اور جو) دنیا اور آخرت میں باآبرو اور (خدا کے) مقربوں میں سے ہوگا اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں ہوگا، مریمؑ نے کہا پروردگار، میرے بچہ کیونکر ہوگا؟ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ فرمایا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے۔ پیدا کرتا ہے جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔"

(آل عمران ۴۵ تا ۴۷)

اسی سورۃ آل عمران کی چند آیتوں کا قبل ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت ذکریاؑ کو جب حضرت یحییٰؑ کی پیدائش کی بشارت ملی تو گو وہ اس سے کم حیرت کا موقعہ تھا پھر بھی آپ نے پوچھا تھا کہ بارالہا! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے پھر میرے اولاد کیونکر ہوگی ؟ جواب ملا تھا،

"اسی طرح خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" (آل عمران ۴۰)

حضرت مریمؑ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے

"اس بچہ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لے کر ایک دور جگہ چلی گئیں۔"

(مریم ۲۲)

یہ استقرار حمل، حضرت یحییٰؑ کے حمل میں آنے کے ٹھیک چھ ماہ بعد ہوا تھا۔ (انجیل لوقا باب ۳۶) لوقا نے دوران حمل کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ اس دوران میں ایک مرتبہ حضرت مریمؑ یہوداہ کے علاقہ میں تشریف لائیں اور اپنی خالہ الیشبع سے ملنے گئیں اور ان کو سلام کیا۔ فی الفور حضرت یحییٰؑ جو ہنوز تولد نہیں ہوئے تھے۔ الیشبع کے پیٹ میں اچھل پڑے اور الیشبع پر ایک ملکوتی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ بولیں۔

"تو عورتوں میں مبارک ہے اور تیرے پیٹ کا پھل مبارک ہے۔"

انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو قیصر اگوستس

Marfat.com

CAESAR. AUGUSTUS کی طرف سے ایک فرمان جاری ہوا کہ تمام لوگوں پر ٹیکس عائد کیا جائے۔ اس وقت شام کا رومی حاکم کورنیس (CYRENIUS) تھا۔ چنانچہ تمام گردونواح کے لوگ اسم نویسی کے لیے چند مخصوص مقامات پر بلائے گئے۔ یوسف نجار اور حضرت مریمؑ بھی اپنے شہر ناصرہ سے روانہ ہو کر بیت لحم میں اس غرض سے آئے جو ناصرہ سے دور جگہ تھی۔

حضرت عیسیٰؑ کی ولادت: انجیل لوقا کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت مریمؑ اور یوسف نجار اسم نویسی کے لیے بیت لحم آتے ہوئے تھے تو وضع حمل کا وقت آپہنچا اور حضرت مریمؑ کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ تولد ہوئے۔ (انجیل لوقا باب ۲ ا تا ۷) یہ بیان ان تمام لطیف تفصیلات سے عاری ہے جو قرآن کریم نے اس سلسلہ میں پیش کی ہیں۔

سورۂ مریمؑ میں ہے کہ جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو آپ شرم و حیا کی بنا پر سب سے الگ ہو کر ایک علیحدہ مقام پر چلی گئیں اور ایک بلند جگہ پہ ایک کھجور کے تنے کا سہارا لیکر بیٹھ گئیں۔

"پھر دردِ زہ اُن کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا" (مریم ۲۳)

اس وقت ایک تو دردِ زہ کی جسمانی تکلیف تھی اور دوسری اس سے کہیں زیادہ روحانی تکلیف یہ تھی کہ قوم جب بچہ کو دیکھے گی تو دریدہ دہن کیا کیا کچھ نہ کہیں گے اور میری عصمت و عفت کے خلاف کیا کیا کچھ الزام نہ گھڑے جائیں گے اس خیال سے آپ اس درجہ مضطرب و بے قرار ہوئیں کہ بے اختیار آپ کی زبان سے نکلا۔

"کاش میں اس سے پہلے مرچکتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی"

(مریم ۲۳)

اس وقت پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین خاطر فرمائی اور اس مرتفع مقام کے نیچے سے جہاں آپ تشریف رکھتی تھیں پھر اسی فرشتہ کی آواز سنائی دی کہ غمگین نہ ہوا اور اطمینان رکھو، خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھو کہ اس نے تمہارے لیے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا۔ جہاں پہلے سے سوتہ موجود نہیں اور اس پیڑ کو ہلاؤ اس سے تمہاری طرف تازہ کھجوریں گریں گی جو اب تک خشک تھا، اس ہے وہ بدوں اتصال مرد تمہارے بطن سے لڑکا پیدا کر رہا ہے اس میں تحیر و ملال کی بات کیا ہے، اس محترم بچے کو دیکھو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو اور قوم اگر تم سے

Marfat.com

اس بارے

غرض وضع حمل کے بعد جب آپ اس محترم بچے کو گود میں لے کر قوم کی طرف واپس لوٹیں۔ وہ سخت حیران ہوتے اور کہا کہ تم تو عفت وپاکیزگی کا مجسمہ تھیں، تمھارے تو خاندان میں آج تک کسی نے بدکاری نہ کی تھی، تم تو اب تک ناکتخدا ہو، پھر یہ بچہ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا۔

" مریم! یہ تو تو نے بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی بداطوار آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکردار تھی۔"

(مریم ۲۷، ۲۸)

یہ سُن کر حسب ہدایت حضرت مریمؑ خاموش رہیں آپ نے ہاتھ سے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا، قوم نے کہا کہ کیا ہمیں بے وقوف سمجھتی ہو یا ہمارا مذاق اُڑانا چاہتی ہو، ہم ایک شیر خوار بچہ سے جو گود میں ہے کیا پوچھیں اور کیونکر بات کریں؟

وہ ابھی یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت مسیحؑ نے حضرت مریمؑ کی گود سے تخاطب فرمایا،

" انی عبد اللہ۔ میں خدا کا بندہ ہوں "

یہ آپ کی وہ شان وصفت ہے جس کی اطلاع آپ کی ولادت سے پیشتر ہی حضرت مریمؑ کو دے دی گئی تھی چنانچہ سورۃ ال عمران میں ہے کہ جب فرشتہ نے حضرت مریمؑ کو آپ کی پیدائش کی بشارت دی تو ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا تھا یہ بچہ بڑا محترم اور مقرب بارگاہِ الٰہی ہوگا۔

" اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور نیکو کاروں میں ہوگا۔"

(سورۃ ال عمران ۴۶)

حدیث میں بھی آپ کے تکلم فی المہد کا ذکر ہوا ہے، صحیح بخاری کی حدیث میں جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین بچوں کا مہد میں کلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے ان میں ایک حضرت مسیحؑ اور دو اسرائیلی بچے ہیں۔ انجیلی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بارہ سال کی عمر میں بیت المقدس کے ہیکلوں کے راہبوں اور کاہنوں جو گفتگو فرمائی اس نے انہیں ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔

آپ کا نام اور لقب: آپ کا نام عیسیٰؑ اور لقب مسیحؑ تھا انجیل اور قرآن سے

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت سے پیشتر ہی یہ نام اور لقب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر فرما دیا گیا تھا۔

انجیل میں ہے کہ جب فرشتہ نے حضرت مریمؑ کو آپ کی ولادت کی بشارت دی تو کہا۔

"دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا، اس کا نام یسوعؑ رکھنا"

(لوقا باب ۱ ۳۱)

قرآن کا بیان بھی یہی ہے۔ چنانچہ سورۂ آل عمران میں ہے کہ ولادت کی بشارت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ۔

"اس کا نام مسیحؑ، عیسیٰؑ ابن مریمؑ ہوگا" (آل عمران ۴۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نام (عیسیٰؑ) ہی نہیں بلکہ لقب (مسیحؑ) بھی پہلے سے مقرر کر دیا گیا تھا "عیسیٰ" اصل عبرانی میں "ایشوع" ہے جو بگڑ کر "یسوع" اور معرب ہو کر "عیسیٰ" بن گیا، عبرانی میں اس کے معنی "سید" یا "سردار" کے ہیں۔

"مسیح" اصل عبرانی میں "ماشیح" یا "مشیحا" ہے جو عبرانی لفظ "مشح" (عربی میں مسح) سے مشتق ہے اس لیے "ماشیح" یا "مشیحا" کا لفظی مطلب ہے "ممسوح" دراصل یہود کا عقیدہ تھا۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک زبردست ہادی ہوگا اور نجات دہندہ آنے والا ہے جو ظاہر ہو کر ان کو مصیبتوں سے چھٹکارا دلائے گا، بنی اسرائیل میں قاعدہ تھا کہ نبی، حکمران یا کاہن کی نامزدگی یا تقرر کے وقت عیسائیوں کے بپتسمہ کی طرح ان کو برکت دینے کے لیے ایک مذہبی رسم ادا کی جاتی تھی جس کو "مسح" کہتے تھے، ہوتا یہ تھا کہ دعا دے کر اس شخص پر تیل کی مالش کر دی جاتی تھی یا پانی سے بھگو دیا جاتا تھا یا بعض اوقات صرف اس کو ہاتھ سے چھو لیا جاتا یا اس پر کوئی کپڑا ڈال دیا جاتا تھا اور اس کے بعد وہ شخص "ممسوح" (ANOINTED) یا متبرک و مبارک ہو جاتا تھا، توراۃ میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں مثلاً حضرت الیاسؑ جب کوہ حورب کے غار میں معتکف تھے تو حسب بیان توراۃ آپ کو حکم ہوا کہ دمشق کو واپس جا اور

حزائیل کو مسح کر کہ ارام کا بادشاہ ہو اور نمسی کے بیٹے یاہو کو مسح کر کہ اسرائیل کا بادشاہ ہو اور رابیل محولہ کے الیشعؑ (حضرت الیشعؑ) بن سافط کو مسح کر کہ تیری جگہ نبی ہو"

یہ رسم اس وقت کا نبی یا سب سے بڑا کاہن ادا کرتا تھا۔ اور اس کے بعد وہ شخص

Marfat.com

مبارک سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ یہود کو جس اولوالعزم پیغمبر بنی اسرائیل کی آمد کا انتظار تھا وہ اس کو "مشیحا" یا میسحا (MESSIAH) کہنے لگے تھے۔ جس کا مطلب تھا "ممسوح الہٰی" یا وہ مبارک ہستی جس کو خود خدا نے برکت دی ہو اور بنی اسرائیل کا نجات دہندہ بنایا ہو، یہی وجہ ہے کہ جب تک حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی نبوت کا اعلان فرماتے رہے یہود خاموش رہے مگر جب آپ نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ بگڑ اٹھے اور دشمن بن گئے۔

کچھ علماء نے مسیحؑ کے معنی "سیاح" کے بھی بتاتے ہیں جس کا کوئی مستقل گھر نہ ہو۔ اور حضرت مسیحؑ کی ساری زندگی جگہ جگہ جا کر تبلیغ کرتے ہوئے بسر ہوئی ؟ آپ کا کوئی مستقل گھر نہ تھا، چنانچہ انجیل میں لکھا ہے۔

"جب وہ راہ میں چلے جاتے تھے تو کسی نے ان سے کہا، جہاں کہیں تُو جائیگا۔ میں تیرے پیچھے چلوں گا، یسوعؑ نے اس سے کہا کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کے لیے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔"

سلسلۂ نسب:۔ چونکہ آپ کا باپ کوئی نہیں تھا اور یہی وہ نکتہ ہے جس کی وجہ سے قرآن نے تقریباً آپ کو "عیسیٰؑ ابن مریمؑ" کہا ہے۔ مسلمان مورخین میں سے محمد بن اسحاقؒ صاحب مغازی نے حضرت مریمؑ کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت مریمؑ بنت عمران بن ہاشم، بن حزقیاہ بن ابراہیم بن عزریاہ بن ناوش بن آخز بن یہواہ بن نازم بن مقاسط بن الیشا بن ایاز بن رخیعم (رحبعام) بن حضرت سلیمانؑ بن حضرت داؤدؑ۔

محمد بن حبیبؒ المتوفی ۲۴۵ھ نے اپنی کتاب "المُحبّر"، (مطبع حیدر آباد دکن ۱۹۴۲ء) میں صفحہ ۳۸۹ تا ۳۹۰ حضرت مریمؑ کا نسب اس طرح پیش کیا ہے۔ مریمؑ بنت عمران بن فاتان بن العاذر بن شلتائیل بن یوحینا بن یاشیا بن راحبعم بن سلیمانؑ بن داؤدؑ حافظ ابن عساکرؒ نے "البدایۃ والنہایۃ" (جلد دوم صفحہ ۵۶) اور امام طبریؒ نے اپنی تاریخ (عربی سلسلہ اول صفحہ ۷۱۲) میں مختلف نام بیان کیے ہیں لیکن یہ دونوں بزرگ اور اکثر مسلمان مورخین اس امر پر متفق نظر آتے ہیں کہ حضرت مریمؑ حضرت داؤدؑ ہی کے سلسلہ سے تھیں۔ لیکن قرآن کریم نے سورۃ مریم میں بیان کیا ہے کہ وضع حمل کے بعد جب حضرت عیسیٰؑ کو گود میں لے کر واپس تشریف لائیں تو قوم نے کہا،

Marfat.com

"اے اُختِ ہارون" (ہارون کی بہن) نہ تو تیرا باپ ہی بداطوار تھا نہ تیری ماں ہی بدکردار تھی (مریم ۲۸)

علی بن ابی طلحہ اور اسدی فرماتے ہیں کہ ہارون کی بہن اس لیے کہا گیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ کی نسل سے تھیں اور عرب کی عادت ہے کہ جو شخص جس قوم اور قبیلے کا ہوتا ہے اس کو اس قوم اور قبیلہ کا بھائی کہہ کر پکارتے ہیں۔ جیسے تیمی کو یا اخا تمیم" اور مضری کو "یا اخا مضر" کہتے ہیں، اسی طرح یہاں بھی حضرت مریمؑ کو حضرت ہارونؑ کی بہن کہہ کر پکارا۔ اس نظریہ کی انجیل و توراۃ کے اکثر بیانات سے تائید ہوتی ہے مثلاً حضرت زکریاؑ کی زوجہ اور حضرت یحییٰؑ کی والدہ جناب الیشع (جو حضرت مریمؑ کی خالہ تھیں) ان کے متعلق انجیل لوقا میں یہ صراحت موجود ہے۔

"زکریاؑ نام کا ایک کاہن تھا اور اس کی بیوی ہارونؑ کی اولاد میں سے تھی اور اس کا نام الیشع تھا۔"

علاوہ ازیں قرائن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، توراۃ کے بیان کے مطابق سب سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام اور آپ کے بیٹے منصب کہانت پر فائز کیے گئے (خروج باب ۲۵، ۱، وگنتی باب ۳، ۱۰) اور اس کے بعد یہ منصب آپ کی اولاد اور نسل کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اور حسب بیان انجیل حضرت مریمؑ کے والد عمران ایک بڑے درجہ کے کاہن تھے چنانچہ قیاس کہتا ہے کہ آپ حضرت ہارونؑ ہی کی نسل سے ہوں گے۔

خاتم الانبیاء بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جس وقت ظہور ہوا یہود کا مذہبی اور اخلاقی انحطاط اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا، اس وقت مذہبی اعتبار سے ان کے چار طبقے تھے اور یہ چاروں گمراہ ہو چکے تھے۔

(۱) صندوقی (SADDUCEES) یہ یہود کا وہ فرقہ تھا جو قیامت، آخرت، جزاو سزا اور حشر ونشر کا قائل نہ تھا یہ کہتے تھے کہ انسان کے اعمال کا بدلہ اس کو اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔

۲۔ "فریسی" (PHARASEES) یہ قیامت، حشر ونشر اور جزا وسزا کے تو قائل تھے مگر حصول نجات کے لیے ترکِ دُنیا اور رہبانیت کو ضروری سمجھتے تھے، لیکن یہ ہر قسم کی گمراہی اور معصیت میں مُبتلا تھے اور ان کی زندگی مستقل ریا تھی۔

Marfat.com

۳- "کاہن" (PRIESTS) اس جماعت کے سپرد مذہبی رسوم کی ادائیگی اور ہیکل کی خدمت تھی انہوں نے ان خدمات کو روپیہ کمانے کا ذریعہ بنا لیا تھا اور دولت کی طمع میں اس قدر بہک چکے تھے کہ احکام شریعت تک میں تحریف کر دیا کرتے تھے
۴- "احبار" یا فقیہہ" (SCRIBES) یہ جماعت باقی جماعتوں پر غالب اور مذہب کی اجارہ دار تھی انہوں نے عوام میں یہ عقیدہ پیدا کر دیا تھا کہ اعتقادات، اصول دین اور حقیقت لے کر پروانۂ نجات فروخت کرتے تھے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا ڈالتے تھے۔

غرض یہ قوم تھی، جس کی طرف حضرت مسیحؑ مبعوث ہوتے اور اس کی مذہبی و اخلاقی حالت یہ تھی جس کی اصلاح کے لیے آپ تشریف لائے۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ آپ صرف ایک قوم بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور ان ہی کے احیاء دین و اخلاق کے لیے بھیجے گئے تھے چنانچہ خود حضرت مسیحؑ نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ انجیل متی میں آپ کا یہ ارشاد اب بھی موجود ہے۔

> " یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔"

اور اسی لیے آپ نے اپنے حواریوں کو تبلیغ کے لیے باہر بھیجتے وقت خاص طور پر ان کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ ---------

> " غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔"

انجیل نے تو اس سلسلہ میں اس قدر مبالغہ کیا ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے معجزات کی خبر سن کر ایک کنعانی (بقول متی) یا یونانی (بقول مرقس) ایک مصیبت زدہ عورت آپ کے پاس آئی تو آپ نے اس کی فریاد سننے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ کے

Marfat.com

خلاق عظیمہ اور شفقت عامہ کے پیش نظر یہ واقعہ قابل یقین معلوم نہیں ہوتا (متی باب ۱۵ ۲۲ و مرقس باب ۲۵، ۳۰) انجیل لوقا میں ہے کہ جب آپ کے شاگردوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا (اور درایتاً اس روایت کا صرف یہی ٹکڑا صحیح معلوم ہوتا ہے) کہ

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔"

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے آپ کے متعلق یہ تصریح کی ہے۔

"اور بنی اسرائیل کے پیغمبر" (ال عمران ۴۹)

بوقت و مابعد ولادت کے واقعات ا-

انجیل لوقا میں ہے کہ جس جگہ آپ کی ولادت ہوئی تھی اس علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔ رات کو ان کو بشارت ہوئی کہ آج بیت لحم میں حضرت مسیحؑ کی ولادت ہوئی ہے اور کی پہچان یہ ہے کہ تم ایک بچہ کو گہوارہ میں پڑا ہوا پاؤ گے چنانچہ صبح کو وہ بیت لحم میں آتے اور آپ کو دیکھ کر تعظیم و تکریم بجا لاتے (لوقا باب ۲ ۸ تا ۱۸)

شریعت موسوی کے مطابق آٹھویں دن آپ کا ختنہ ہوا اور آپ کا نام عیسیٰؑ رکھا گیا۔ اس کے بعد آپ ضروری مراسم کی ادائیگی کے لیے یروشلم لاتے گئے۔ یہاں ایک راستباز شخص تھا جس کا نام شمعون (SIMEON) تھا۔ اس کو اطلاع دیدی گئی تھی کہ مرنے سے پیشتر اس کو حضرت مسیحؑ کے دیدار کا شرف حاصل ہوگا۔ اس نے جب اس مقدس بچہ کو دیکھا تو آپ کو گود میں لے کر خدا کی حمد کی اور کہا۔

" اے مالک اب تو اپنے غلام کو اپنے قول کے موافق سلامتی سے رخصت کرتا ہے۔
کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے - - - - - - - - - - - - - - -
جو تو نے سب اُمتوں کے روبرو تیار کی ہے - - - - - - - - - - - - - - - - -
تاکہ غیر قوموں کو روشنی دینے والا نور - - - - - - - - - - - - - - - - - -
اور تیری امت اسرائیل کا جلال بنے"

متی نے لکھا ہے کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو مشرق کے ملک میں تین مجوس آسمان پر ایک ستارہ دیکھ کر سمجھے کہ یہودیوں کا بادشاہ پیدا ہوا ہے اور وہ آپ کو تلاش کرتے ہوتے یروشلم آتے، وہاں کے حاکم ہیرودیس نے جب یہ خبر سُنی کہ یہودیوں کا بادشاہ پیدا

Marfat.com

ہوا ہے تو وہ ڈر گیا اور اُس نے کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کر کے پوچھا کہ پیشین گوئیوں کے مطابق مسیحؑ کا ظہور کس جگہ ہونا چاہیئے انہوں نے بیت اللحم کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ ہیرودیس نے مجوسیوں کو بیت اللحم روانہ کیا اور تاکید کی کہ جب تمہیں وہ بچہ مل جائے تو مجھے خبر کرنا۔ اس کا ارادہ تھا کہ جب آپ کا پتہ ونشان صحیح معلوم ہو جائے تو آپ کو قتل کروا دے تاکہ اس کا خدشہ جاتا رہے۔ مجوسی بیت اللحم پہنچے، آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور نذر گذاری لیکن خواب میں ہدایت پاکر ہیرودیس کو اطلاع کیے بغیر اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔

(متی باب ۲ ا تا ۱۲)

متی ہی کا بیان ہے کہ یوسف نجار کو خواب میں حکم ہوا کہ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کو لے کر مصر روانہ ہو جائے اور جب تک دوبارہ حکم نہ ملے واپس نہ آئے، یوسف نجار رات ہی میں دونوں ماں بیٹوں کو لیکر مصر روانہ ہو گیا اور خود حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ ہیرودیس کے مرنے تک مصر ہی میں مقیم رہے۔ ادھر جب مجوسی ہیرودیس کے پاس واپس نہیں پہنچے تو وہ سخت برہم ہوا اور بیت اللحم میں جتنے بچے دو سال یا اس سے کم عمر کے تھے ان سب کو قتل کروا دیا۔ (متی باب ۲ ۱۳ تا ۱۸)۔

قرآن کریم میں اس واقعہ کا کوئی واضح ذکر موجود نہیں ہے، البتہ سورۃ مومنون میں آپ کے تذکرہ میں ایک آیت یہ آئی ہے۔

"اور ہم نے مریمؑ کے بیٹے اور ان کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنایا تھا اور ان کو ایک اونچی جگہ پر جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں جہاں پانی جاری تھا پناہ دی تھی۔ (مومنون ۵۰)

اس آیت میں "اونچی جگہ" کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ بعض نے اس سے مراد شام و فلسطین لیا ہے، بعض نے وہ ٹیلہ جس پر آپ کی ولادت ہوئی تھی لیکن عام طور پر مفسرین نے اس سے مراد مصر کا ملک لیا ہے۔

فلسطین میں آنا:- جب ہیرودیس مرگیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ارخلاوس (ARCHLAUS) یہودیہ کا حاکم مقرر ہوا تو خواب میں بشارت پاکر حضرت مریمؑ آپ کو لے کر مراجعت فرمائے وطن ہوئیں۔ (متی باب ۲ ۱۹-۲۳)

فلسطین میں آکر جب حضرت مریمؑ نے دیکھا کہ یہودیہ کے علاقہ میں ہیرودیس کا بیٹا

Marfat.com

بیٹا حکمران ہے تو آپ نے اس علاقہ کو حضرت مسیحؑ کے قیام اور سلامتی کے لیے مناسب نہ سمجھا اور اپنے آبائی وطن ناصرہ کو چلی گئیں جہاں آپ نے لڑکپن اور جوانی کا زمانہ گذارا، اسی شہر ناصرہ کی مناسبت سے آپ کو مسیحؑ ناصری اور آپ کے پیروؤں کو نصاریٰ کہا گیا ہے۔

جب آپ بارہ سال کے ہوتے اور حضرت مریمؑ عید فسخ کے موقع پر آپ کو لے کر بیت المقدس گئیں تو واپس روانہ ہوتے وقت آپ ان کو نہیں ملے۔ حضرت مریمؑ ایک منزل واپس آچکی تھیں پھر آپ کو تلاش کرتی ہوئی بیت المقدس پہنچیں، دیکھا تو آپ ہیکل میں علماء کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے اُن سے سوالات فرما رہے تھے۔

چنانچہ حضرت مریمؑ پھر آپ کو ہمراہ لے کر واپس ہوئیں۔

پھر ایک اور موقعہ پر لوقا آپ کے متعلق لکھتا ہے۔

"اور وہ ناصرہ میں آیا جہاں اس نے پرورش پائی تھی۔"

اس سے واضح ہے کہ آپ جوانی کی عمر میں نہیں بچپن ہی میں ناصرہ واپس آگئے تھے اور یہیں آپ کی پرورش ہوئی۔

اس زمانے کے متعلق ہمیں لوقا کے یہ بیانات ملتے ہیں۔

"اور وہ لڑکا بڑھتا اور قوت پاتا گیا اور حکمت سے معمور ہوتا گیا اور خدا کا فضل اس پر تھا۔"

یسوعؑ حکمت اور قد و قامت میں اور خدا کی اور انسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا۔"

مسیحؑ اور یحییٰؑ:- تبریس (TIBERIUS) قیصر کی حکومت کے پندرھویں سال (لوقا باب ۳، ۱) یعنی تقریباً ۲۸ء میں آپ حضرت یحییٰؑ سے ملاقات کے لیے ناصرہ سے بیرون تشریف لائے جہاں حضرت یحییٰؑ دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو بپتسمہ دیا کرتے تھے۔ حضرت مسیحؑ نے بھی حضرت یحییٰؑ سے اس کی خواہش کی تو حضرت یحییٰؑ نے فرمایا۔

"میں آپ تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔"

لیکن پھر آپ کے اصرار آپ کو بپتسمہ دیا۔

یوحنا کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰؑ نے پہلے دن جب حضرت مسیحؑ کو اپنی طرف آتے

Marfat.com

دیکھا تو جب آپ دوسرے دن قریب سے گذرے تو اپنے شاگردوں سے فرمایا۔

"دیکھو، یہ خدا کا برّہ ہے"۔

آزمائش شیطان :- اس کا ذکر متی (باب ۴ ا تا ۱۱) (باب ۱۲ ا ر ۱۳) اور لوقا (باب ۴ ا تا ۱۳) تینوں نے کیا ہے، مرقس کے اجمالاً اس کی طرف اشارہ کیا ہے مگر متی اور لوقا کا بیان تفصیلی ہے، متی اور مرقس کی تصریحات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت یحییٰؑ سے ملاقات کے فوراً ہی بعد پیش آیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت یحییٰؑ سے بپتسمہ لینے کے فوراً ہی بعد آپ سواحل یرؔدن کے جنگلوں میں تشریف لے گئے اور وہاں چالیس روز تک روزہ سے رہے۔ یہ زمانہ آپ کی تبلیغ وارشاد کے آغاز سے فوراً پہلے کا ہے، ان چالیس دنوں میں اس بیابان میں شیطان کے ذریعہ آپ کی شدید آزمائش کی گئی جس میں آپ کامیاب ثابت ہوتے۔

شیطان نے آپ سے کہا کہ اگر آپ ہادی برحق اور محبوب الٰہی ہیں تو حکم دیجئے کہ یہ پتھر روٹیاں بن جائیں چونکہ آپ بہت دن سے بھوکے ہیں۔ اور اس طرح ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے"۔

ابلیس پھر آپ کو بیت المقدس لے گیا اور ہیکل کے کنگرہ پر کھڑا کر کے کہا کہ اگر آپ محبوب الٰہی ہیں تو اپنے آپ کو نیچے گرا دیجئے۔ اگر آپ مرسل برحق ہیں تو حق تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ آپ کو ہاتھوں پہ اٹھا لیں گے، حضرت مسیحؑ نے فرمایا۔

"لکھا ہے کہ تو خداوند خدا اپنے خدا کی آزمائش نہ کر"،،

پھر ابلیس آپ کو ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا اور آپ کو دنیا کی سلطنتیں اور ان کی شان و شوکت دکھائی اور کہا کہ اگر آپ مجھے سجدہ کریں تو یہ سب آپ کی ہیں"۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اے شیطان دُور ہو، کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر۔

یہ سُن کر ابلیس آپ کو چھوڑ کر چلا گیا اور فرشتے خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی مومنین اور مخلصین کے متعلق ابلیس سے فرمایا تھا کہ

Marfat.com

"جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں
ہاں بدراہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے۔ (الحجر ۴۲)

معجزۂ مسیحؑ:- قرآن کریم نے آپ کا پہلا معجزہ تکلم فی المھد بتایا ہے۔ چاروں انجیلیں اس سلسلہ میں خاموش ہیں۔ انجیل یوحنا (باب ۲ تا ۱۲) میں آپ کا معجزہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ قانائی گلیل (CANA OE GAULEE) میں ایک شادی تھی جس میں حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ مدعو تھے۔ صاحب خانہ کے پاس ضیافت کے لیے تھوڑی سی شراب تھی جو پہلے ہی دور میں ختم ہو گئی، حضرت مریمؑ نے آپ سے کہا کہ ان کے پاس شراب نہیں رہی، آپ نے پہلے تو فرمایا، "ابھی میرا وقت نہیں آیا" لیکن پھر خادموں سے فرمایا کہ مٹکوں کو پانی سے بھر دیں۔ وہاں یہودیوں کی تہارت کے دستور کے مطابق پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور ان میں دو دو تین تین من کی گنجائش تھی۔ جب وہ بھر گئے تو آپ نے خادموں کو حکم دیا کہ اب اس میں سے نکال کر میر مجلس کے پاس لے جاؤ۔ وہ پانی اتنی اعلیٰ درجہ کی شراب بن گیا تھا کہ میر مجلس نے جب اُسے چکھا تو دولھا کو بلا کر کہا،

"ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب پی کر بہک گئے۔ مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔

دعوت و تبلیغ:- انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حضرت یحییٰؑ عوام میں تبلیغ وارشاد فرماتے رہے حضرت مسیحؑ خاموش رہے لیکن اس دوران میں حضرت یحییٰ گرفتار کر لیے گئے آپ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ گلیل سے روانہ ہوئے اور ناصرہ کو چھوڑ کر کفر نحوم میں فروکش ہو گئے اور یہیں سے آپ کی دعوت و تبلیغ کی ابتداء ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔ انجیل متی میں ہے۔

"اس وقت یسوعؑ نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی قریب آگئی ہے"

حضرت مسیحؑ نے شادی نہیں کی۔ نہ کسی خاص جگہ گھر بنا کر رہے۔ اس وقت سے آخر تک آپ شہر شہر اور گاؤں گاؤں جا کر تبلیغ فرماتے رہے، جہاں کچھ مل جاتا کھا لیتے، جہاں

Marfat.com

رات ہو جاتی، وہیں شب بسر کر لیتے، غرض بقیہ تین سال تک آپ کی مستقل یہی کیفیت رہی ۔

اپنی سہ سالہ دعوت و تبلیغ کے دوران آپ نے جو سفر اختیار فرمائے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے ۔

بیت اللحم ۔ مصر ۔ ناصرہ ۔ یردن ۔ کفرنحوم ۔ صور ۔ گینسرت ۔ صیدا ۔ گلیل کی جھیل ۔ مگدون کی سرحد ۔ قیصر فلپی کا علاقہ ۔ گلیل ۔ سرحد یہوداہ ۔ یریحو ۔ یروسلم ۔ بیت عنیاہ کوہ زیتون پر

آپ جہاں جاتے لوگوں کا ہجوم آپ کے ساتھ ہوتا، ہادئ برحق کے الفاظ دلوں اور آنکھوں پر پڑے ہوئے پردوں کو چیر کر ضمیر کی گہرائیوں میں اُتر جاتے اور لوگ بے اختیار آپ پر ایمان لے آتے جن میں زیادہ تر تعداد غرباء و مساکین کی تھی ۔ یہود کے اُمراء اور عُلماء جو غرور و تکبر سے آپ پر ایمان نہ لاتے وہ بھی دل میں آپ کی صداقت کے قائل ہو جاتے ۔ اسی دعوت و تبلیغ کے دوران آپ سے بے شمار معجزات صادر ہوئے ۔

حضرت مسیحؑ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے لیکن جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اُس وقت توراۃ کی اصل تعلیمات بھلائی جا چکی تھیں اور شریعت موسوی مسخ ہو چکی تھی ۔ علماء سے لیکر عوام تک گمراہی عام تھی ۔ بدلتے ہوئے زمانہ نے شریعت موسوی کو نسیان، تحریف و تغافل کی گرد و غبار میں چھپا دیا تھا ۔ علاوہ ازیں آپس کے جھگڑوں، گمراہیوں اور فرقہ بندیوں نے دین و شریعت کے معاملات میں بہت سے اختلافات پیدا کر دیے تھے اور ضرورت تھی کہ ان کا فیصلہ کر کے حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دیا جاتے ۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ کی بعثت کے دو مقصد یہی تھے ایک توراۃ اور اس کی تعلیمات کی تصدیق اور دوسرے شریعت موسوی کی تکمیل اور یہود کے اختلافات کا فیصلہ،

قرآن کریم نے آپ کے اِس مشن کا ذکر خود آپ ہی کی زبان سے اِس طرح کیا ہے ۔

ترجمہ :-

"اور مجھ سے پہلے جو توراۃ (نازل ہوئی) تھی اس کی تصدیق کرتا ہوں اور (میں) اس لیے بھی (آیا ہوں) کہ بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں ان کو تمہارے لیے حلال کر دوں اور میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لیکر آیا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو"

Marfat.com

(سورۃ ال عمران ۵۰)

انجیل سے بھی آپ کی بعثت کے ان دونوں مقصدوں، یعنی توراۃ کی تصدیق اور شریعت کی تکمیل کی تائید ہوتی ہے، لوقا نے آپ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان وزمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"

اس کے علاوہ آپ کی بعثت کا ایک تیسرا مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دینا بھی تھا جس کا ذکر سورۂ صف (آیت ۶) میں ہوا ہے اور جس پر ہم آگے چل کر روشنی ڈالیں گے۔

آپ کی تعلیمات میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت چار چیزوں کو حاصل تھی۔
(۱) توحید کا استحکام (۲) توراۃ کی تعلیمات کا احیاء (۳) معاصر یہود کی اخلاقی اور معاشرتی اصلاح (۴) شفقت نرمی اور محبت کی تلقین، آپ کی تعلیمات کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں۔

جو تم سے عداوت رکھیں ان کا بھلا کرو، جو تم پر لعنت کریں ان کے لیے برکت چاہو، جو تمہاری بے عزتی کریں اُن کے لیے دُعا کرو، جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دُوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور جو تیرا چوغہ لے اس کو کُرتہ بالینے سے بھی منع نہ کر، جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تیرا مال لے لے اس سے طلب نہ کر، اور جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کرو، اگر تم اپنے محبّت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی اپنے محبّت رکھنے والوں سے محبّت رکھتے ہیں، اور اگر تم ان ہی کا بھلا کرو جو تمہارا بھلا کریں تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور اگر تم ان ہی کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی اُمید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ گنہگار بھی گنہگاروں کو قرض دیتے ہیں تاکہ پورا وصول کر لیں، مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر نااُمید ہوتے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خدا تعالیٰ کے بیٹے ٹھہرو گے کیونکہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے، جیسا تمھارا باپ رحیم ہے تم بھی رحمدل ہو، عیب جوئی نہ کرو، تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی۔ مجرم نہ ٹھہراؤ۔ تم بھی مجرم نہ

Marfat.com

ٹھہراتے جاؤ گے، خلاصی دو تم بھی خلاصی پاؤ گے، دیا کرو تمھیں بھی دیا جائے گا۔ اچھا پیمانہ داب داب کر اور ہلا ہلا کر اور لبریز کر کے تمہارے پلے میں ڈالیں گے کیونکہ جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے لیے ناپا جائے گا۔

خطبۂ کوہ :- یوں تو اناجیل اربعہ میں آپ کے بہت سے خطبات مذکور ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اپنی نوعیت، جامعیت اور شوکت کے اعتبار سے خطبہ کوہ (SERMON ON THE MOUNT) اپنا جواب نہیں رکھتا۔ یہ صحیح ہے کہ انجیل کے دوسرے حصّوں کی طرح یہ خطبہ بھی تحریر و تحریف کی منزلوں سے بارہا گذر چکا ہے مگر پھر بھی اس میں حقیقت و اصلیت کی جھلک اب تک موجود ہے۔

حضرت مسیحؑ نے یہ خطبہ کفر نحوم (CAPERNAUM) کے راستہ میں پہاڑ پر ایک ایسے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جس میں گلیل (GALILEE) اور ڈکپلس (DECAPOLIS) اور یروشلم (JERUSALEM) اور یہودیہ (JUDAEA) اور یردن (JORDON) کے پار کے علاقوں کے لوگ موجود تھے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

"مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کے لیے ہے، مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہونگے۔

مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے مبارک ہیں وہ جو رحمدل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔

مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔

مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب سے ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے، جب میرے سبب سے لوگ تم کو لعن وطعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بُری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو تم مبارک ہو گے، خوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تمھارا اجر بڑا ہے اس لیے کہ لوگوں نے نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا۔

تم زمین کے نمک ہو لیکن اگر نمک کا مزہ جاتا رہے تو وہ کس چیز سے نمکین کیا جائیگا؟

Marfat.com

روندا جاتے۔
پھر وہ کسی کام کا نہیں سوا اس کے کہ باہر پھینکا جائے اور آدمیوں کے پاؤں تلے
تم دنیا کے نور ہو جو شہر پہاڑ پر بسا ہے وہ چھپ نہیں سکتا اور چراغ جلا کر پیمانہ کے نیچے نہیں
بلکہ چراغ دان پر رکھتے ہیں تو اس سے گھر کے سب لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے، اسی طرح تمہاری
روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو
آسمان پر ہے تمجید کریں۔ یہ نہ سمجھو، کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں،
منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان
اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب
کچھ پورا نہ ہو جاتے، پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور
یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو ان پر
عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا کیونکہ میں تم سے
کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راست بازی فقیہوں اور فریسیوں کی راست بازی سے زیادہ نہ ہو گی تو
تم آسمان کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہو گے۔
تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا اور جو کوئی خون کرے گا، وہ عدالت
کی سزا کے لائق ہو گا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہو گا وہ عدالت کی
سزا کے لائق ہو گا اور جو کوئی اپنے بھائی کو پاگل کہے گا وہ صدر عدالت کی سزا کے لائق ہو گا اور
جو کوئی اس کو احمق کہے گا وہ آگ کے جہنم کا سزاوار ہو گا پس اگر تو قربان گاہ پر اپنی نذر گذارتا
ہو اور وہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو مجھ سے کچھ شکایت ہے تو وہیں قربانگاہ کے آگے
اپنی نذر چھوڑ دے اور جا کر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر تب آ کر اپنی نذر گذران۔
جب تک تو اپنے مدعی کے ساتھ راہ میں ہے اس سے جلا صلح کرے ایسا نہ ہو کہ مدعی
تجھے منصف کے حوالہ کر دے اور منصف تجھے سپاہی کے حوالہ کر دے اور تو قید خانہ میں ڈالا
جائے، میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک تو کوڑی کوڑی ادا نہ کر دے گا وہاں سے ہرگز نہ
چھوٹے گا۔
تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے
کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر
کھلاتے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے

Marfat.com

اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ جائے، یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ لکھ دے لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی بیوی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔ پھر تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھانا بلکہ اپنی قسمیں خداوند کے لیے پوری کرنا لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا۔ نہ تو آسمان کی کیونکہ وہ خدا کا تخت ہے اور نہ زمین کی کیونکہ وہ اس کے پاؤں کی چوکی ہے، نہ یروشلم کی کیونکہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے، نہ اپنے سر کی قسم کھانا کیونکہ تو ایک بال کو بھی سفید یا کالا نہیں کر سکتا بلکہ تمھارا کلام ہاں ہاں یا نہیں نہیں ہو کیونکہ جو اس سے زیادہ ہے وہ بدی ہے۔

تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔

لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دُوسرا بھی اس کیطرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لے لینے دے، اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا، جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تجھ سے قرض لینا چاہے اُس سے مُنہ نہ موڑ۔

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دُشمن سے عداوت، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے بھی محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا کرو تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سُورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے کیونکہ اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمھارے لیے کیا اجر ہے؟ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی کو سلام کرو تو کیا زیادہ کرتے ہو؟ کیا غیر قوموں کے لوگ بھی ایسا نہیں کرتے؟ پس چاہیئے کہ تم کامل ہو، جیسا تمھارا آسمانی باپ کامل ہے ——

خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لیے نہ کرو نہیں تو تمھارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمھارے لیے کچھ اجر نہیں،

پس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگھا نہ بجوا۔ جیسا ریاکار عبادت خانوں

Marfat.com

اور کُوچوں میں کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی بڑائی کریں، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے، بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا ہے اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔

اور جب تم دُعا کرو تو ریاکاری کی مانند نہ ہو کیوں کہ وہ عبادت خانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دُعا کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں دیکھیں، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے بلکہ جب تو دُعا کرے تو اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کرکے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دُعا کر، اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا اور دعا کرتے وقت غیر قوموں کے لوگوں کی طرح بک بک نہ کرو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بہت بولنے کے سبب ہماری سُنی جائے گی پس ان کی مانند نہ بنو کیونکہ تمہارا باپ مانگنے سے پہلے ہی جانتا ہے کہ تم کن کن چیزوں کے محتاج ہو پس تم اسی طرح دُعا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہی آئے تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے، زمین پر بھی پُوری ہو، ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ بُرائی سے بچا۔ (کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال تیرے ہی ہیں) اس لیے کہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہیں معاف کرے گا اور تم اگر آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا باپ بھی تمہارا قصور معاف نہ کرے گا۔

اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اُداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا مُنہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ ان کو روزہ دار جانیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے، بلکہ جب تُو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور مُنہ دھو تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے۔ تجھے روزہ دار جانے اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔

اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں بلکہ اپنے لیے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی رہے گا بدن کا چراغ آنکھ ہے پس اگر تیری آنکھ درست ہو تو تیرا سارا بدن روشن

Marfat.com

ہوگا، اور اگر تیری آنکھ خراب ہو تو تیرا سارا بدن تاریک ہوگا، پس اگر وہ روشنی جو تجھ میں ہے تاریک ہو تو تاریکی کیسی بڑی ہوگی کوئی آدمی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے؟ اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ کیا جان، خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمھارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کرکے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ اور پوشاک کے لیے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں، وہ نہ محنت کرتے ہیں نہ کاتتے ہیں تو بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمانؑ بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے ان میں سے کسی کی مانند ملبس نہ تھا، پس خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو! تم کو کیوں نہ پہنائے گا اس لیے فکرمند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا کیا پہنیں گے؟ کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں اور تمھارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان چیزوں کے محتاج ہو بلکہ تم پہلے اس کی بادشاہی اور اس کی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ چیزیں بھی تم کو مل جائیں گی، پس کل کے لیے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لیے آپ فکر کرے گا آج کے لیے آج ہی کا دکھ کافی ہے۔

عیب جوئی نہ کرو کہ تمھاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح تمھاری بھی عیب جوئی کی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے۔ کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں؟

اے ریاکار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ بھال کر نکال سکے گا۔

پاک چیزیں کتوں کو نہ دو اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو، ایسا نہ ہو کہ وہ ان کو پاؤں تلے روندیں اور پلٹ کر تم کو پھاڑیں،

Marfat.com

مانگو تو تم کو دیا جائے گا، ڈھونڈو تو پاؤ گے، دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا تم میں ایسا کون سا آدمی ہے کہ اگر اس کا بیٹا اس سے روٹی مانگے تو وہ اسے پتھر دے؟ یا اگر مچھلی مانگے تو اُسے سانپ دے؟ پس جبکہ تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا؟ پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی ان کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔

تنگ دروازہ سے داخل ہو کیونکہ وہ دروازہ چوڑا ہے اور وہ راستہ کشادہ ہے جو ہلاکت کو پہنچاتا ہے اور اس میں داخل ہونے والے بہت ہیں کیونکہ وہ دروازہ تنگ ہے اور وہ راستہ سکڑا ہے جو زندگی کو پہنچاتا ہے اور اس کے پانے والے تھوڑے ہیں۔

جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیئے ہیں، ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے، کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں؟ اسی طرح ہر اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور بُرا درخت بُرا پھل لاتا ہے۔ اچھا درخت بُرا پھل نہیں لا سکتا نہ بُرا درخت اچھا پھل لا سکتا ہے جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے، پس ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے جو مجھ سے اے خداوند کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک آسمانی بادشاہی میں داخل نہ ہو گا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ اس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے۔ اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی! اور تیرے نام سے بدرُوحوں کو نہیں نکالا؟ اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے؟ اس وقت میں ان سے صاف کہہ دوں گا کہ میری تم سے کبھی واقفیت نہ تھی، اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ، پس جو کوئی میری یہ باتیں سُنتا اور ان پر عمل کرتا ہے وہ اس عقلمند آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر پر ٹکریں لگیں لیکن وہ نہ گرا، کیونکہ اس کی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی تھی اور جو کوئی میری یہ باتیں سُنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا وہ اس بے وقوف آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر کو صدمہ پہنچایا اور وہ گر گیا اور بالکل برباد ہو گیا۔"

Marfat.com

اناجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے خطابات بیشتر تمثیل و استعارہ میں ہوا کرتے تھے (انجیل متی باب ۱۳ ۱۰) اور انجیل مرقس باب ۴ ۱۱) میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے حواریوں نے دریافت کیا کہ تمثیل میں خطاب کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

"اس لیے کہ تم کو آسمان کی بادشاہی کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے مگر ان کو نہیں دی گئی کیونکہ جس کے پاس ہے اُسے زیادہ دیا جائے گا اور اس کے پاس زیادہ ہو جائے گا اور جس کے پاس نہیں ہے اس سے وہ بھی لے لیا جائے گا۔ جو اس کے پاس ہے میں ان سے تمثیلوں میں اس لیے باتیں کرتا ہوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سُنتے ہوئے نہیں سُنتے اور نہیں سمجھتے۔"

قرآن میں مذکور معجزاتِ مسیحؑ:- حضرت مسیحؑ کی کوئی مستقل قیام گاہ نہ تھی، آپ آخر وقت تک جگہ جگہ تشریف لے جا کر تبلیغ فرماتے اور دعوتِ حق دیتے رہے۔ جہاں آپ جاتے آپ سے مختلف معجزات اور نشاناتِ الٰہی کا ظہور ہوتا۔ قرآن کریم میں آپ کے حسب ذیل معجزات کا ذکر ہوا ہے۔

(۱) بن باپ کے پیدائش (۲) تکلم فی المهد (۳) مٹی سے طائر بنا کر اپنے نفس سے اس کو زندہ کر دینا (۴) اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دینا (۵) مردے کو زندہ کر دینا (۶) یہ بتا دینا کہ کس نے کیا کھایا، کیا خرچ کیا اور کیا جمع کیا۔

انجیل میں مذکور معجزات:- معجزات متذکرہ قرآن میں سے بن باپ کی پیدائش، اندھے اور ابرص کو اچھا کر دینا، اور مردے کو جلا دینے کا ذکر انجیل میں بھی موجود ہے کہ آپ دِلوں کا حال معلوم کر لیتے تھے علاوہ ازیں انجیل میں آپ کے اور بہت سے معجزات بھی مذکور ہیں۔ انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جہاں تشریف لے جاتے اپاہجوں، مریضوں اور ضرورتمندوں کا ایک جم غفیر آپ پر ٹوٹ پڑتا اور کبھی کبھی تو ہجوم کی یہ کیفیت ہو جاتی کہ اس کا خطرہ پیدا ہو جاتا کہ کہیں آپ دب نہ جائیں، آپ پہلے تبلیغ و ارشاد فرماتے تھے پھر ان کو باذن اللہ شفا بخشتے۔ آپ کے مواعظ حسنہ کو سُن کر اور ان نشاناتِ الٰہی کو دیکھ کر بہت سے لوگ ایمان لے آتے لیکن ہادیٔ برحق کی اس کامیابی پر یہود کے بر خود غلط علماء فقہا کا بغض و عناد بڑھتا جاتا، معجزات متذکرۂ انجیل کی تفصیل یہ ہے۔

Marfat.com

انجیل یوحنا میں آپ کا سب سے پہلا معجزہ یہ بیان ہوا ہے کہ قانائی گلیل میں آپ نے ایک شادی کے موقعہ پر پانی کو شراب میں تبدیل کر دیا تھا، اس کا تذکرہ ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں آپ کے دوسرے معجزات جو اناجیل اربعہ میں بیان ہوتے یہ ہیں ۔

بدروحوں کو نکالنا :- چاروں انجیلوں میں کثرت سے اس قسم کے واقعات مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں پر بُری روحوں کا اثر اور سایہ ہوتا تھا آپ باذن اللہ ان کو اچھا کر دیتے تھے ۔

(۱) جب آپ بغرض تبلیغ کفرنحوم میں تشریف لاتے تو وہاں کے عبادت خانوں میں آپ کو ایک شخص ملا جس پر ایک خراب روح کا اثر تھا وہ آپ کو دیکھ کر چیخنے لگا اور بولا ۔

"اے یسوع ناصری! ہمیں تجھ سے کیا کام ؟ کیا تو ہم کو ہلاک کرنے آیا ہے ؟
میں تجھے جانتا ہوں کہ تو کون ہے ؟ خدا کا قدوس ہے"

آپ نے ڈانٹ کر حکم دیا کہ وہ نکل جاتے ۔

"پس وہ ناپاک رُوح اسے مروڑ کر اور بڑی آواز سے چلا کر اس میں سے نکل گئی"

یہ دیکھ کر لوگ سخت حیران ہوتے اور آپ کی شہرت گلیل کے اس تمام گرد و نواح کے علاقہ میں پھیل گئی ۔

(۲) جب آپ گلیل کی جھیل کے پار گراسینیوں کے علاقہ میں پہنچے تو کشتی سے اُترتے ہی آپ کو ایک شخص ملا جس پر بہت سی ناپاک روحوں کا اثر تھا، یہ شخص قبروں میں رہا کرتا تھا بار ہا اس کو زنجیروں میں جکڑ کر رکھنے کی کوشش کی گئی مگر یہ ہر دفعہ زنجیروں کو توڑ توڑ کر نکل جاتا تھا، پہاڑوں پہ چیختا چلاتا اور پتھروں سے اپنے آپ کو زخمی کرتا رہتا ۔ یہ اس قدر خوفناک تھا کہ کوئی شخص ادھر سے راستہ نہ نکل سکتا تھا، وہ آپ کو دیکھ کر چیخنے اور چلانے لگا، آپ نے جھڑک کر ان بدروحوں کو نکل جانے کا حکم دیا، قریب میں سوروں کا ایک گلہ چر رہا تھا وہ روحیں اُس آدمی میں سے نکل کر اُن سوروں میں داخل ہو گئیں ۔ اور وہ غول جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا ۔ اور اس میں ڈوب گیا اور اس وہ آدمی بالکل اچھا ہو گیا ۔

(۳) بہت صیدا میں آپ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص روتا پیٹتا آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ میرا ایک اکلوتا بیٹا ہے اُس پر کسی بُری رُوح کا اثر ہے وہ رُوح اُس کو پکڑ لیتی

Marfat.com

ہے تو اس کو مروڑ ڈالتی ہے۔ وہ چیختا ہے اور اس کے مُنہ سے کف بہنے لگتا ہے اور مرگی کے دورہ کی سی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے، مَیں نے آپ کے حواریوں کی مِنت کی مگر وہ اس کو نکال نہ سکے، آپ نے فرمایا،

" اے بے اعتقاد اور کج رو نسل! میں کب تک تمہارے ساتھ رہونگا"

پھر آپ نے اُس لڑکے کو بلایا اور جھڑک کر اُس بَدرُوح کو نکال دیا اور وہ لڑکا اچھا ہوگیا شاگردوں نے خلوت میں آپ سے پوچھا کہ ہم اس کو کیوں اچھا نہیں کر سکے تو آپ نے فرمایا۔

" اپنے ایمان کی کمی کے سبب سے کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لیے ناممکن نہ ہوگی "

معاصر یہود نے جب آپ کے یہ معجزات دیکھے تو بجائے آپ پر ایمان لانے کے کہنے لگے (العیاذ باللہ) یہ شیاطین اور بدرُوحوں کے سردار بعلزبول کی مدد سے بَدرُوحوں کو نکالتے ہیں۔ مگر آپ نے ان کے ان خیالات کو معلوم کر کے جواباً ارشاد فرمایا۔

"جس سلطنت میں پھُوٹ پڑے وہ ویران ہو جاتی ہے اور جس گھر میں پھُوٹ پڑے وہ برباد ہو جاتا ہے اور اگر شیطان بھی اپنا مخالف ہو جائے تو اس کی سلطنت کس طرح قائم رہے گی؟ کیونکہ تم میری بابت کہتے ہو کہ یہ بدرُوحوں کو بعلزبول کی مدد سے نکالتا ہے اور اگر میں بدرُوحوں کو بعلزبول کی مدد سے نکالتا ہوں تو تمہارے بیٹے کس کی مدد سے نکالتے ہیں؟ پس وہی تمہارے منصف ہوں گے، لیکن اگر مَیں بدرُوحوں کو خدا کی قدرت سے نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے قریب آ پہنچی "

اندھے کو بینا کر دینا:۔ آپ کا ایک اور مخصوص معجزہ اندھے کو بینا کر دینا تھا جس کا ذکر قرآن کریم نے بھی خصوصیت کے ساتھ کیا ہے، اناجیل میں اس قسم کے واقعات کے سلسلہ میں حسب ذیل مقامات خاص طور پر قابل مراجعت ہیں۔ انجیل متی باب ۹، ۲۷ تا ۳۱، باب ۲۰، ۲۹ تا ۳۴، انجیل مرقس باب ۸، ۲۲ تا ۲۶، باب ۱۰، ۴۶ تا

Marfat.com

۵۲، انجیل لوقا باب ۱۸ ۳۵ تا ۴۳، انجیل یوحنا باب ۹ ۱ تا ۳۴ - ان میں سے چند ایک واقعات یہ ہیں -

(۱) جب آپ اریحا شہر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے تو لوگوں کا ایک ہجوم آپ کے ساتھ تھا، وہاں برتمائی نام کا ایک اندھا فقیر راستے کے کنارے بیٹھا ہوا تھا، اس کو جب آپ کی آمد اطلاع ہوئی تو وہ چیخ مار کر آپ کو پکارنے اور رحم کی درخواست کرنے لگا لیکن لوگوں نے ڈانٹ کر اس کو خاموش کر دیا، حضرت مسیح نے اس کی طرف دیکھا اور اس کو قریب بلانے کا حکم دیا جب وہ حاضر ہوا تو اس سے پوچھا، کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا،

"ربونی! یہ کہ میں بینا ہو جاؤں" آپ نے ارشاد فرمایا "جا تیرے ایمان نے تجھے اچھا کر دیا" اور وہ فی الفور بینا ہو گیا (انجیل متی باب ۲۰ ۲۹ تا ۳۴، مرقس باب ۱۰ ۴۶ تا ۵۲ اور لوقا باب ۱۸ ۳۵ تا ۴۳)

(۲) جب آپ نے بیت صیدا میں ورود فرمایا تو لوگ ایک اندھے کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس کو اپنے ہمراہ گاؤں سے باہر لے گئے۔ اپنا لب اس کی آنکھوں پر لگایا اور پوچھا، کچھ نظر آتا ہے، اس نے عرض کیا، آدمی چلتے پھرتے نظر آتے ہیں مگر ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے درخت، (یعنی صاف دکھائی نہیں دیتے) آپ نے دوبارہ اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے اور اس کو ہر چیز صاف نظر آنے لگی۔ (انجیل مرقس باب ۸ ۲۲ تا ۲۶)

(۳) آپ بیت المقدس (یروشلم) میں تشریف فرما تھے کہ ایک دن ہیکل سے واپس ہوتے وقت ایک فقیر نظر پڑا جو پیدائشی اندھا تھا اور ہیکل کے دروازہ پر بھیک مانگا کرتا تھا، شاگردوں نے اس کو دیکھ کر آپ سے دریافت کیا۔

"اے ربی! (اے استاد) کس نے گناہ کیا تھا جو یہ اندھا پیدا ہوا، اس شخص نے یا اس نے یا اس کے ماں باپ نے ؟"

آپ نے ارشاد فرمایا!

"نہ اس نے گناہ کیا تھا، نہ اس کے ماں باپ نے، بلکہ یہ اس لیے ہو کہ خدا کے کام اس میں ظاہر ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے۔ ہمیں اس کے کام دن ہی دن کو کرنا ضرور ہے، وہ رات آنے والی ہے جس میں کوئی شخص کام نہیں کر سکتا۔ جب تک میں دنیا میں

Marfat.com

ہوں دنیا کا نور ہوں "

پھر آپ نے اپنے لب میں کچھ مٹی نم کرکے اس کی آنکھوں پر لگا دی اور حکم دیا "جا شیلوخ کے حوض میں دھولے" اس نے تعمیل حکم کی اور آنکھیں دھوتے ہی وہ بینا ہو گیا۔ اس کے ساتھی فقیروں اور دوسرے لوگوں نے، جنھوں نے اسے جنم سے اندھا دیکھا تھا، اس سے پوچھا کہ وہ کس طرح بینا ہوا، اس نے پورا واقعہ سُنایا، اس کا چرچا یہود کے عُلماء اور فریسیوں تک ہوا۔ جو حضرت مسیحؑ سے عداوت رکھتے تھے انہوں نے اس کے ماں باپ کو بُلا کر پوچھا کہ کیا یہی تمھارا بیٹا ہے اور کیا یہ واقعی اندھا پیدا ہوا تھا؟ انہوں نے اس کی تصدیق کی پھر اس سے پوچھا کس نے تجھے بینا کیا؟ اس نے حضرت مسیحؑ کا نام لیا۔ اور برہم ہو کر حضرت مسیحؑ کو بُرا بھلا کہنے لگے اور بولے۔

"ہم تو موسیٰؑ کے شاگرد ہیں، ہم جانتے ہیں کہ خدا نے موسیٰؑ کے ساتھ کلام کیا ہے مگر اس شخص کو نہیں جانتے کہ کہاں کا ہے؟"

اس شخص نے جواب دیا!

"یہ تو تعجب کی بات ہے کہ تم نہیں جانتے کہ وہ کہاں کا ہے، ہم جانتے ہیں کہ خدا گنہ گاروں کی نہیں سنتا لیکن اگر کوئی خدا پرست ہو اور اس کی مرضی پر چلے تو وہ اس کی سُنتا ہے، دنیا کے شروع سے کبھی سُننے میں نہیں آیا کہ کسی نے جنم کے اندھے کی آنکھیں کھولی ہوں اگر یہ شخص خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو کچھ نہ کر سکتا "

یہ جواب سُن کر وہ کھسیانے ہو گئے اور بولے۔

"تو، تو بالکل گناہوں میں پیدا ہوا، تو ہم کو کیا سکھاتا ہے"

اور یہ کہہ کر اس کو باہر نکال دیا۔

بہرے اور ہکلے کا اچھا ہونا: جب آپ صور وصیدا سے نکل کر دکپلس کی حد سے ہوتے ہوئے گلیل کی جھیل پر پہنچے تو لوگ ایک شخص کو خدمت میں لاتے جو بہرا اور ہکلا تھا آپ اس کو بھیڑ سے الگ لے گئے اور ۔۔۔ ۔۔۔ اپنی انگلیاں اس کے کانوں میں ڈالیں اور تھوک کر اس کی زبان چھوئی اور آسمان کی طرف نظر کرکے ایک آہ بھری اور اس سے کہا "افتح" یعنی کھل جا، اور اس کے کان کھل گئے۔

Marfat.com

اور اس کی زبان کی گرہ کھل گئی اور وہ صاف بولنے لگا۔"
اور آپ نے اس شخص سے تاکید کی اس کا ذکر کسی سے نہ کرے لیکن جس قدر آپ ان باتوں کو چھپانے کی تاکید فرماتے اسی قدر ان کا چرچا اور شہرت ہوتی۔

گونگے کا ٹھیک ہونا: کفر نحوم میں لوگ ایک گونگے کو آپ کے پاس لاتے، آپ نے اس پر نظر عنایت فرمائی اور وہ گونگا ٹھیک ہوگیا۔

مبروص کا تندرست ہونا: یہ آپ کا مخصوص اعجاز تھا جس کا ذکر قرآن کریم نے بھی کیا ہے اناجیل میں اس قسم کے واقعات کے سلسلہ میں حسبِ ذیل مقامات خاص طور پر قابل مراجعت ہیں۔ انجیل متی باب ۸ ا تا ۴، انجیل مرقس باب ۱، ۴۰، ۴۴، انجیل لوقا باب ۵، ۱۲ تا ۱۶، باب ۱۷، ۱۱ تا ۱۹ وغیرہ۔ ان میں دو واقعات یہ ہیں۔

۱۔ خطبہ کوہ کے بعد جب آپ پہاڑ سے نیچے تشریف لائے تو ایک آدمی جو کوڑھ سے بھرا ہوا تھا۔ حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اچھا ہو سکتا ہوں۔ آپ نے دستِ مبارک بڑھا کر اس کو چھوا اور فرمایا "میں چاہتا ہوں کہ تو اچھا ہو جائے" اور فوراً اس کا کوڑھ جاتا رہا۔ آپ نے حسبِ دستور اس کو بھی اخفا کی تاکید فرمائی، مگر اس واقعہ کی بڑی شہرت ہوئی اور کثرت سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

۲۔ سامریہ اور گلیل کے درمیان یروشلم کے راستہ میں ایک گاؤں میں داخل ہونے وقت آپ کو دس کوڑھی ملے جنھوں نے آپ کو دیکھ کر فریاد کی، آپ نے ان پر نظر عنایت فرمائی اور وہ سب اچھے ہوگئے۔ ان میں سے ایک شفا پانے کے بعد خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوا واپس لوٹا اور آپ کے قدموں سے لپٹ گیا۔ یہ شخص سامری نسل کا تھا، باقی تو جو اسرائیلی تھے ویسے ہی چلے گئے۔ یہ دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

"کیا دسوں پاک صاف نہ ہوئے؟ پھر وہ نو کہاں ہیں؟ کیا اس پردیسی کے سوا اور نہ نکلے جو لوٹ کر خدا کی تمجید کرتے؟"

اور پھر اُس سامری سے فرمایا:

"اُٹھ کر چلا جا، تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا۔"

مفلوج کا صحت مند ہونا: اناجیل میں آپ کے اکثر ایسے واقعات مذکور ہیں جن میں سے سب سے عجیب واقعہ یہ ہے کہ کفر نحوم

Marfat.com

میں جس مکان میں آکر آپ مقیم ہوتے اس کے چاروں طرف لوگوں کا اس قدر اژدھام ہو گیا کہ بالکل راستہ باقی نہ رہا۔ لوگ ایک مفلوج کو چارپائی پر ڈال کر لاتے مگر جب جانے کا کسی طرح راستہ نہ ملا تو چھت پر چڑھ کر کھپریل میں سے چارپائی سمیت اس کو نیچے اُتار دیا، حضرت مسیح علیہ السلام نے اسے دیکھا تو فرمایا،

"تیرے گناہ معاف ہوتے"

حالانکہ ان الفاظ سے کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے اِس معافی کی نسبت اپنی طرف کی ہو پھر بھی یہ سُن کر کج فہم فقیہوں اور فریسیوں نے دِل میں کہا،

"یہ کون ہے جو کفر بکتا ہے؟ خدا کے سوا اور کون گناہ مُعاف کر سکتا ہے؟"

آپ نے اپنی پیغمبرانہ فراست سے ان کے خیالات کا اندازہ کر لیا اور فرمایا:

"تم اپنے دلوں میں کیا سوچتے ہو؟ آسان کیا ہے، یہ کہنا کہ تیرے گناہ معاف ہوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور چل پھر؟"

اور پھر آپ نے اس مفلوج سے جو ہل جُل نہیں سکتا تھا مخاطب ہو کر فرمایا:

"میں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ اور اپنا کھٹولا اٹھا کر گھر جا"

اور وہ اُسی وقت اُٹھ کھڑا ہوا اور چارپائی اُٹھا کر خدا کی حمد و ثناء کرتا ہُوا اپنے گھر روانہ ہو گیا۔

دائم المریض کا تندرست ہونا:- اسی قسم کا ایک عجیب و غریب واقعہ ایک دائم المریض کا ہے جو انجیل یوحنا میں مذکور ہوا ہے۔

یروشلم کے ایک دروازہ کے پاس ایک حوض تھا جس کو عبرانی زبان میں بیت حسدا کہتے تھے۔ یہاں مریضوں کا ہجوم رہا کرتا تھا، یہودیوں میں یہ روایت مشہور تھی کہ فرشتہ آکر اس کے پانی کو ہلاتا ہے اور پانی ہلتے ہی جو مریض سب سے پہلے اس میں اُترے وہ شفا پاتے گا، ایک دن حضرت مسیح علیہ السلام کا اِدھر سے گزر ہُوا تو آپ نے ایک خستہ حال مریض کو ایک چارپائی پر پڑے دیکھا جو اڑتیس سال سے صاحب فراش تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر آپ کو ترس آیا اور آپ نے اس سے دریافت فرمایا "کیا تو تندرست ہونا چاہتا ہے؟" وہ سمجھا کہ کوئی رحمدل انسان ہے جو پوچھ رہا ہے، حسرت سے کہنے لگا کہ تندرست ہونا تو چاہتا ہُوں مگر کیا کروں

Marfat.com

خود اُٹھ نہیں سکتا، کوئی اور آدمی میرے ساتھ نہیں کہ جب پانی ہلے تو مجھے پہلے حوض تک پہنچا دے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے دن اور مریض پانی میں پہنچ جاتا ہے اور میں یونہی رہ جاتا ہوں، آپ نے اس سے فرمایا:

"اُٹھ اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چل پھر"

اور وہ مریض فوراً تندرست ہو گیا اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چلا گیا۔ یہ سبت کا دن تھا اور سبت کے دن یہودیوں میں کام کرنا منع ہے اس لیے علماء یہود نے اعتراض کیا کہ سبت کے دن تجھے چارپائی نہیں اُٹھانا چاہیئے۔ اور جب اُس نے پورا ماجرا بیان کیا تو وہ حضرت مسیحؑ کے دُشمن ہو گئے اور آپ کے قتل کی کوشش کرنے لگے۔

سوکھا ہوا ہاتھ اچھا ہو جانا:۔ سبت ہی کا دن تھا کہ ایک مرتبہ آپ کفرنحوم کے عبادت خانہ میں داخل ہوتے تو درمیان میں ایک آدمی کو کھڑے ہوتے دیکھا جس کا ایک ہاتھ بالکل سُوکھ گیا تھا، اور یہودی اس تاک میں تھے کہ اگر آپ سبت کے دن اس کو اچھا کر دیں تو آپ پر یہ الزام لگائیں گے کہ آپ سبت کی حرمت کا خیال نہیں کرتے۔ حضرت مسیحؑ نے ان کے خیالات کو تاڑ لیا اور ان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

"سبت کے دن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا؟ جان بچانا یا قتل کرنا؟"

لوگ جواب نہ دے سکے۔ حضرت مسیحؑ نے - - - - - - - - - - ان کی سخت دلی کے سبب سے غمگین ہو کر اور چاروں طرف ان پر غصہ سے نظر کر کے اس آدمی سے کہا اپنا ہاتھ بڑھا، اس نے بڑھایا اور اس کا ہاتھ درست ہو گیا۔

تپ زدہ کا تندرست ہونا:۔ کفرنحوم میں جب آپ اپنے حواری پطرس (شمعون) کے گھر تشریف لائے تو پطرس کی ساس تپ میں پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کا ہاتھ چھُوا اور فرمایا "کھڑی ہو جا" اس کا بخار فوراً اُتر گیا اور وہ اُٹھ کر آپ کی خدمت کرنے لگی۔

جلندر کے مریض کو اچھا کرنا:۔ سبت کے دن یروشلم میں آپ ایک فریسی کے یہاں کھانے پر مدعو تھے وہاں آپ کو

Marfat.com

ایک آدمی نظر آیا جو جلندر کا مریض تھا، آپ نے یہودی علماء سے فرمایا!

" سبت کے دن شفا بخشنا روا ہے یا نہیں "

وہ خاموش رہے۔ آپ نے اس شخص کو بلا کر اس کو مس کیا، اور وہ تندرست ہو گیا، علماء یہود کے دل میں جو خیال پیدا ہوا ہے اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے ان سے فرمایا:

" تم میں ایسا کون ہے جس کا گدھا یا بیل کنوئیں میں گر پڑے اور وہ سبت کے دن اس کو فوراً نہ نکال لے "

جریان خون کی مریضہ کا صحت مند ہونا:- اس واقعہ کا ذکر متی باب ۹ ۲۰ تا ۲۲) مرقس (باب ۵ ۳۵ تا ۳۴) اور لوقا باب ۸ ۴۳ تا ۴۸) تینوں نے کہا ہے، حضرت مسیحؑ جب گراسینیوں کے علاقہ سے واپس تشریف لے جا رہے تھے تو ایک بھیڑ آپ کے ساتھ تھی، اس بھیڑ میں ...

.... ایک عورت نے جس کے بارہ برس سے خون جاری تھا اور اپنا .... سارا مال حکیموں پر خرچ کر چکی تھی اور کسی کے ہاتھ سے اچھی نہ ہو .... سکی تھی اس کے پیچھے آ کر اس کی پوشاک کا کنارہ چھوا۔ ....۔ چونکہ وہ کہتی تھی کہ اگر میں صرف اس کی پوشاک ہی چھوؤں گی تو اچھی ہو جاؤں گی اور فی الفور اس کا خون بہنا بند ہو گیا "

حضرت مسیحؑ نے پیچھے مڑ کر دریافت فرمایا۔

" وہ کون ہے جس نے مجھے چھوا ؟

سب انکار کرنے لگے اور آپ کے حواری پطرس اور دوسرے ساتھیوں نے کہا۔

" اب صاحب لوگ تجھے دباتے اور تجھ پر گرے پڑتے ہیں "

مگر آپ نے ارشاد فرمایا!

" کسی نے مجھے چھوا تو ہے کیونکہ میں نے معلوم کیا ہے کہ قوت مجھ سے نکلی ہے "

جب اس عورت نے دیکھا کہ یہ بات چھپ نہیں سکتی تو وہ ڈرتی اور کانپتی ہوئی آگے بڑھی اور آپ کے قدموں میں گر کر سارا ماجرا بیان کر دیا، آپ نے واقعہ سن کر ارشاد فرمایا!

Marfat.com

"بیٹی! تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا ہے، سلامت چلی جا"

مُردوں کو زندہ کرنا:- یہ آپ کا بہت بڑا اعجاز تھا جس کا ذکر قرآن کریم نے بار بار کیا ہے۔ آپ کے اس قسم کے معجزات چاروں انجیلوں میں مذکور ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انجیل متی باب ۹ ۱۸ تا ۲۶، انجیل مرقس باب ۵ ۲۱ تا ۲۴، ۳۴ تا ۴۳، انجیل لوقا باب ۷ ۱۱ تا ۲۰، باب ۸ ۴۱، ۴۲، ۴۹ تا ۵۶ اور انجیل یوحنا باب ۱۱ ۱۷ تا ۴۷ خاص طور پر قابل مراجعت ہیں۔ اس قسم کے تین واقعات یہ ہیں۔

(۱) خطبہ کوہ کے بعد جب آپ اپنے شاگردوں کے ہمراہ یہودیہ کے علاقہ میں نائن (NAIN) نامی شہر میں داخل ہو رہے تھے تو شہر کے پھاٹک سے آپ نے ایک جنازہ نکلتے ہوئے دیکھا۔ یہ ایک بیوہ کا اکلوتا جوان بیٹا تھا جو مر گیا تھا، آپ کو ماں کی آہ و بکا پر ترس آیا اور آپ نے اس کو تسلی و تشفی دی۔ پھر آپ نے لاش کو چھو کر ارشاد فرمایا! "قم باذنی"

"میں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ"

مُردہ فوراً زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا اور آپ نے اس کو اس کی ماں کو سونپ دیا، یہ دیکھ کر سب پر دہشت چھا گئی اور وہ خدا کی تمجید کر کے کہنے لگے کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہوا ہے اور خُدا نے اپنی اُمت پر توجہ کی ہے۔

(۲) آپ گراسینیوں کے علاقہ دکپلس DECAPOLIS سے واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ عبادت خانہ کا ایک سردار جس کا نام یائیری TAIRU تھا خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بارہ برس کی ایک لڑکی ہے جو قریب المرگ ہے، آپ اس کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ اس کے گھر سے کچھ آدمیوں نے آکر اطلاع دی کہ

"تیری بیٹی مر گئی، اب استاد کو کیوں تکلیف دیتا ہے؟"

حضرت مسیحؑ نے اس سردار سے فرمایا!

"خوف نہ کر، فقط اعتقاد رکھ"

آپ نے سب لوگوں کو پیچھے روک دیا اور صرف اپنے تین حواریوں پطرس، یعقوب اور یوحنا کو ہمراہ لیکر اس کے گھر پہنچے۔ لوگ رو پیٹ رہے تھے اور ایک شور برپا تھا آپ نے سب کو خاموش کیا اور فرمایا!

"لڑکی مری نہیں بلکہ سوتی ہے"

Marfat.com

اس پر لوگ طنزاً ہنسنے لگے۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا!

"تلیتا قومی" (میں تجھ سے کہتا ہوں، اُٹھ)

اور فی الفور وہ لڑکی اُٹھ کر چلنے پھرنے لگی۔ آپ نے تاکید فرمائی کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے اور لڑکی کو کچھ کھانے کو دیا جائے۔

(۳) یہودیہ کے علاقہ میں بیت عنیاہ BETHANY میں مریم MARY اور مرتھا MARTHA نامی دو بہنیں اور ان کا ایک بھائی لعزر LAZARUS حضرت مسیحؑ کے معتقد تھے اور اور آپ ان تینوں کو عزیز رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یہودیہ کے لوگ آپ کی دشمنی پر آمادہ اور آپ کی جان کے درپے تھے۔ اس وقت اتفاقاً لعزر سخت بیمار پڑ گیا، مریم اور مرتھا نے حضرت مسیحؑ کے پاس پیغام بھیجا، اطلاع ملنے کے تیسرے دن آپ نے شاگردوں سے ارشاد فرمایا۔

"آؤ، پھر یہودیہ کو چلیں"

اُنہوں نے حیرت سے کہا۔

"اے ربی! ابھی تو یہودی تجھے سنگسار کرنا چاہتے تھے اور تُو پھر وہاں جاتا ہے؟"

آپ نے جواب میں کچھ بلیغ جملے ارشاد فرمانے کے بعد کہا۔

"ہمارا دوست لعزر سو گیا ہے، لیکن میں اسے جگانا چاہتا ہوں"

یہ سُن کر آپ کے حواری آپ کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ بیت عنیا یروشلم سے دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا، جب آپ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ لعزر کو قبر میں دفن کیے چار دن ہو چکے ہیں، مرتھا آپ کی آمد کی اطلاع پا کر دوڑی ہوئی آئی اور قدموں سے لپٹ کر فریاد کرنے لگی۔

"اگر تو یہاں ہوتا تو میرا بھائی نہ مرتا"

آپ نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا "تیرا بھائی جی اُٹھے گا"

مرتھا آپ کے ارشاد کا صحیح مفہوم نہ سمجھ سکی اور بولی۔

Marfat.com

"میں جانتی ہوں کہ قیامت میں آخری دن جی اُٹھے گا۔"
مرتھا اور مریم کے گھر اس وقت بہت سے یہودی جمع تھے جو بغرض تعزیت آئے تھے اور اسی وجہ سے مرتھا بغیر مریم کو اطلاع کئے خاموشی سے اکیلی آگئی تھی کہ یہودیوں کو حضرت مسیحؑ کی آمد کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ اب مرتھا گھر واپس گئی اور اس نے چپکے سے مریم کو حضرت مسیحؑ کی تشریف آوری کی خبر دی، مریم یہ سُنتے ہی اُٹھی اور روتی ہوئی آپ سے ملنے کے لیے روانہ ہوگئی، یہودی یہ سمجھے کہ یہ اپنے بھائی کی قبر پر جارہی ہے، چنانچہ وہ سب بھی پیچھے پیچھے چلنے لگے، مریم آکر آپ کے قدموں پر گر پڑی اور چیخ مار کر بولی "اگر تو یہاں ہوتا تو میرا بھائی نہ مرتا" اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہودی جو ساتھ آئے تھے وہ بھی رو رہے تھے۔ اس دردانگیز منظر کا حضرت مسیحؑ پر اس قدر اثر ہوا کہ آپ کے بھی آنسو بہنے لگے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ لعزر کو کہاں دفن کیا ہے۔ لوگ آپ کو اس کی قبر تک لے لئے وہ ایک غار تھا جس کے مُنہ پر پتھر رکھا ہوا تھا۔ مرتھا نے آپ سے عرض کیا

اس میں سے تو اب بدبُو آتی ہے کیونکہ اسے چار دن ہو گئے۔"

آپ نے ارشاد فرمایا:

"اے لعزر نکل آ۔"

اور فی الفور لعزر کفن پہنے ہوئے باہر نکل آیا، آپ نے حکم دیا کہ اس کے چہرہ سے کپڑا کھول دو اور جانے دو، لیکن اس دفعہ سے یہودیوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوگئی اور وہ آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔

تھوڑا سا کھانا ہزاروں آدمیوں کو شکم سیر ہو کر کھلانا۔

اناجیل اربعہ میں اس قسم کے دو واقعات مذکور ہیں۔

(۱) تبلیغ عام کے بالکل آغاز میں جب حضرت یحییٰؑ کی شہادت کی خبر سُن کر آپ تبلیغ وارشاد کی غرض سے بیت صیدا کو روانہ ہوئے لوگوں کا ایک بڑا ہجوم آپ کے ساتھ ہوگیا۔ ان میں بہت سے بیمار اور مصیبت زدہ تھے، جن کو آپ نے بحکم الٰہی اچھا کر دیا اتنے میں شام ہوگئی، یہ مقام آبادی سے دور اور سنسان تھا، شاگردوں نے عرض کیا کہ لوگوں کو اب اجازت دی جائے تاکہ وہ کسی گاؤں میں جاکر کھانا مول لے کر کھالیں

Marfat.com

آپ نے ارشاد فرمایا "ان کا جانا ضرور نہیں، تم ہی ان کو کھانے کو دو"۔ حواریوں نے عرض کیا کہ صرف جَو کی پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں ساتھ ہیں۔ آپ نے روٹیاں منگا کر ان کے ٹکڑے کیئے، آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دعائے برکت کی اور حواریوں کو حکم دیا کہ لوگوں کو کھانے کو بٹھادو اور ان کو روٹی کے ٹکڑے اور مچھلی کے قتلے تقسیم کرتے جاؤ، انجیل کا بیان ہے کہ

"سب کھا کر سیر ہو گئے اور انہوں نے بچے ہوئے ٹکڑوں سے بھری ہوئی بارہ ٹوکریاں اٹھائیں اور کھانے والے عورتوں اور بچوں کے سوا پانچ ہزار مرد کے قریب تھے"

(انجیل متی باب ۱۴، ۱۳ تا ۲۱، انجیل مرقس باب ۶، ۳۲ تا ۴۴، انجیل لوقا باب ۹، ۱۰ تا ۱۷، انجیل یوحنا باب ۶، ۱ تا ۱۴)

(۲) اسی طرح انجیل متی باب ۱۵، ۳۲ تا ۳۹ اور انجیل مرقس باب ۸، ۱ تا ۹ میں ایک اور واقعہ مذکور ہے، جب آپ نے گلیل کی جھیل کے نزدیک چار ہزار سے زیادہ لوگوں کو سات روٹیوں اور چند مچھلیوں سے شکم سیر ہو کر کھانا کھلایا اور بعد میں بچے ہوئے ٹکڑوں سے بھرے ہوئے سات ٹوکرے اٹھائے گئے۔

ہوا اور پانی پر تصرف

انجیل میں ہے کہ جب آپ کفرنحوم سے گراسینیون (دکپلس) کے علاقہ میں جانے کے لئے اپنے حواریوں کے ساتھ گلیل کی جھیل کو پار کر رہے تھے تو آپ کشتی میں سو گئے اتنے میں زور کی آندھی چلی اور سخت طوفان آیا، کشتی ڈوبنے لگی، لوگوں پر سخت خوف و ہراس طاری ہو گیا اور انہوں نے آپ کو بیدار کر کے کہا

"اے استاد کیا تجھے فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں"

آپ نے بیدار ہو کر ہوا اور پانی کو مخاطب کر کے حکم دیا۔

"ساکت ہو، تھم جا"

اور فوراً ہوا تھم گئی اور پانی ساکت ہو گیا، پھر آپ نے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

Marfat.com

"تم کیوں ڈرتے ہو؟ کیا اب تک ایمان نہیں رکھتے؟"

پانی پر پیدل چلنا

اپنے مشن کے آغاز میں جب آپ گلیل کی جھیل کے پار جا رہے تھے تو آپ نے حواریوں کو کشتی میں بٹھا کر پہلے روانہ کر دیا اور خود تنہا پہاڑ پر جا کر دعا و عبادت میں مصروف ہو گئے، رات کے چوتھے پہر حواری نے دیکھا کہ کوئی شخص پانی پر پیدل چلتا ہوا کشتی کی طرف آرہا ہے، وہ سمجھے کوئی بھوت ہے اور ڈر کر چلانے لگے، لیکن حضرت مسیحؑ نے آواز دے کر اُن کا خوف دور کیا اور بتایا کہ میں آیا ہوں، آپ کے حواری پطرس نے درخواست کی کہ مجھے بھی حکم دیجیے کہ پانی پر پیدل چلوں، آپ نے فرمایا چلے آؤ، پطرس کشتی سے اُتر کر حضرت مسیحؑ کے پاس جانے کے لئے بڑھے لیکن تیز ہوا کو دیکھ کر ڈرے، ڈوبنے لگے اور چیخ کر حضرت مسیحؑ سے مدد مدد کی درخواست کی۔ حضرت مسیحؑ نے ہاتھ بڑھا کر ان کو پکڑ لیا اور فرمایا:

اے کم اعتقاد، تو نے کیوں شک کیا؟"

تبدیل صورت

انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایک اعجاز تبدیل صُورت بھی تھی، چنانچہ انجیل متی باب ۱۷، ۱، ۲، انجیل مرقس باب ۹، ۱، ۲، اور انجیل لوقا باب ۹، ۲۷، ۲۸، تینوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب قیصر فلپیؒ کے علاقہ میں دلمونتہ نامی مقام پر تشریف فرما تھے تو ایک دن آپ اپنے تین حواریوں پطرس، یعقوب اور یوحنا کو ہمراہ لے کر ایک اونچے پہاڑ پر تشریف لے گئے اور وہاں ان کے سامنے اس کی صورت بدل گئی اور اس کی پوشاک ایسی نورانی اور . . . . . سفید ہو گئی کہ دنیا میں کوئی دھوبی ویسی نہیں کر سکتا۔

ت۔ لوگوں کی کثیر تعداد کی موجودگی میں چپکے سے نکل جانا

انجیل میں ایسے بہت سے واقعات مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایک

Marfat.com

اعجاز یہ بھی تھا کہ لوگوں کے کثیر مجمع کی موجودگی میں ہونے کے باوجود آپ جب چاہتے تھے ان سب کی نظر بچا کر چپکے سے نکل جاتے تھے اور لوگ آپ کا پتہ نہ لگا سکتے تھے، اس قسم کے تین واقعات یہ ہیں۔

(۱) آپ اپنے مشن کے آغاز میں اپنے وطن ناصرہ کے عبادت خانہ میں تبلیغ فرما رہے تھے کہ یہودی غصہ سے بے قابو ہو گئے اور آپ کو اپنے ہمراہ شہر کے باہر پہاڑی پر لے گئے کہ وہاں سے گرا کر کام تمام کر دیں، مگر وہ ان کے بیچ سے نکل کر چلے گئے۔

(۲-) یروشلم کے اندر ہیکل میں آپ کے ارشادات پر برہم ہو کر یہودیوں نے آپ کو سنگسار کرنے کے لیے پتھر اٹھائے مگر یسوع چھپ کر ہیکل سے نکل گئے۔

۳- یروشلم ہی میں ایک اور موقع پر یہودیوں کے ایک مشتعل ہجوم نے آپ کو سنگسار کرنے کے لئے پتھر اُٹھائے اور آپ کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے۔ لیکن آپ ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔

یروشلم کا آخری سفر

یہ وہ زمانہ تھا کہ یہود اور خصوصاً یہودیہ کے باشندوں کی مخالفت و مخاصمت بہت بڑھ چکی تھی اور وہ آپ کی جان کے درپے تھے۔ اس لئے اس دوران آپ گلیل ہی میں تبلیغ فرماتے رہے۔ یوحنا کا بیان ہے کہ جب یہودیوں کی عید خیام نزدیک آئی تو آپ کے رشتہ داروں نے آپ سے کہا کہ آپ بھی یہودیہ کو چلیں اور وہاں اپنے معجزات کا اظہار فرمائیں تو بہت شہرت ہوگی اور ہر آدمی مشہور ہونا چاہتا ہے۔

آپ نے فرمایا:-

"میرا تو ابھی وقت نہیں آیا مگر ہمارے لئے سب وقت ہیں، دنیا تم سے عداوت نہیں رکھ سکتی لیکن مجھ سے رکھتی ہے۔ کیونکہ میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ اس کے کام بُرے ہیں"

یہ کہہ کر آپ نے ان کو روانہ کر دیا۔ لیکن ان کے چلے جانے کے آپ نے اپنے بارہ حواریوں کو ساتھ لیا اور گلیل سے روانہ ہو کر یردن کے پار، یریحو سے گزر کر یہودیہ کی سرحدوں میں داخل ہو گئے۔ راستہ میں جگہ جگہ مریضوں، حاجت مندوں اور معتقدوں کا ہجوم جمع ہو جاتا۔ آپ مریضوں کو بحکم الٰہی اچھا کرتے حاجت مندوں اور مصیبت زدوں کی دادرسی کرتے اور ان

Marfat.com

میں تبلیغ وارشاد فرماتے جاتے، بالآخر آپ نے یروشلم کا رُخ کیا اور اپنے حواریوں کو علیحدہ لیجا کر ارشاد فرمایا۔

"دیکھو! ہم یروشلم کو جاتے ہیں اور ابن آدمؑ سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالے کیا جائے گا۔ اور وہ اس کے قتل کا حکم دیں گے اور اسے غیر قوموں کے حوالے کریں گے۔ تاکہ وہ اسے ٹھٹھوں میں اڑائیں اور کوڑے ماریں اور صلیب پر چڑھائیں۔"

اور وہاں سے آپ یروشلم کی طرف روانہ ہو گئے، جب آپ کوہ زیتون پر بہت نگے اور بیت عنیاہ کے نزدیک پہنچے تو ٹھہر گئے۔ اور دو حواریوں کو حکم دیا کہ سامنے کے گاؤں میں جاؤ وہاں داخل ہوتے ہی تمہیں ایک گدھی کا بچہ بندھا ہوا ملے گا۔ جس پر کبھی کوئی آدمی سوار نہیں ہوا اسے کھول کر لے آؤ اور اگر اس کا مالک کچھ کہے تو کہہ دینا کہ مجھے اس کی ضرورت ہے، انہوں نے تعمیل کی، مالک نے پہلے تو مداخلت کی مگر جب اس کو معلوم ہوا کہ حضرت مسیحؑ نے اس گدھی کے بچہ کو طلب فرمایا ہے تو اس نے بخوشی اجازت دے دی، جب وہ گدھی کا بچہ آپ کے پاس آگیا تو لوگوں نے اس کی بیٹھ پر اپنے کپڑے ڈال کر آپ کو سوار کیا اور جب آپ اس پر روانہ ہوئے تو لوگ کپڑوں اور پیڑوں کی ڈالیاں کاٹ کر راہ میں بچھاتے جاتے تھے، جب آپ کوہ زیتون سے اتر کر شہر کے نزدیک آئے تو ہجوم بلند آواز سے خدا کی حمد و ثنا کرنے اور پکار پکار کر کہنے لگا۔

"ہوا شعنا، مبارک ہے وہ خداوند کے نام سے آتا ہے، مبارک ہے ہمارے باپ داود کی بادشاہی جو آرہی ہے، عالم بالا پر ہوشعنا!"

بعض فریسیوں نے ان پر نعروں کا اعتراض کیا اور آپ سے درخواست کی کہ شاگردوں کو خاموش ہو جانے کا حکم دیں، آپ نے فرمایا۔

"میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر یہ چپ رہیں تو پتھر چلا اٹھیں گے۔"

بیت المقدس میں ورود

جب آپ شہر کے قریب پہنچے اور بیت المقدس میں داخل ہونے لگے تو آپ نے حسرت سے شہر پر نظر ڈالی، آپ کے آنسو بہنے لگے اور آپ نے شہر کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

"کاش کہ تو اپنے اسی دن میں سلامتی کی باتیں جانتا! مگر اب وہ تیری آنکھوں

Marfat.com

سے چھپ گئی ہیں۔ کیونکہ وہ دن تجھ پر آئیں گے کہ تیرے دشمن تیرے گرد مورچہ باندھ کر تجھے گھیر لیں گے اور ہر طرف سے تنگ کریں گے اور تجھ کو اور تیرے بچوں کو جو تجھ میں ہیں زمین پر دے پٹکیں گے اور تجھ میں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ چھوڑیں گے۔ اس لئے کہ تو نے اس وقت کو نہ پہچانا جب تجھ پر نگاہ کی گئی۔"

اب آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور سیدھے مسجد اقصیٰ تشریف لائے اور دیکھا کہ وہاں دکانداروں، صرافوں اور کبوتر فروشوں کا ہجوم ہے اور وہ مقدس گھر جو صرف خدا کی عبادت کے لئے بنا تھا دنیا کی تجارت کا اڈہ بنا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر یسوع نے خدا کی ہیکل میں داخل ہو کر ان سب کو نکال دیا جو ہیکل میں خرید و فروخت کر رہے تھے اور صرافوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں الٹ دیں اور ان سے کہا لکھا ہے کہ میرا گھر دعا کا گھر کہلائیگا مگر تم اسے ڈاکوؤں کی کھوہ بناتے ہو اور اندھے اور لنگڑے ہیکل میں اس کے پاس آئے اور اس نے انہیں اچھا کیا اور کاہنوں اور فقیہوں نے ان عجیب کاموں کو جو اس نے کیے اور لڑکوں کو ہیکل میں ابن داؤد کو ہوشعنا پکارتے دیکھا تو خفا ہو کر اس سے کہنے لگے تو سنتا ہے کہ یہ کیا یہ کیا کہتے ہیں؟ یسوعؑ نے ان سے کہا ہاں کیا تم نے کبھی یہ نہیں پڑھا کہ بچوں اور شیر خواروں کے منہ سے تو نے حمد کو کامل کرایا۔"

پھر آپ بیت عفیاہ کو تشریف لے گئے اور رات کو وہیں قیام فرمایا۔ اور آخر وقت تک آپ کا یہی دستور رہا۔ دن میں آپ بیت المقدس میں آکر تبلیغ فرماتے اور شب بیت عفیاہ میں بسر کرتے۔

یہود کی مخاصمت کے اسباب

یہود کی عداوت اور دشمنی اب پوری شدت پر تھی اور وہ اس فکر میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیں، لیکن یہود کا یہ بغض و عداوت آخر کس بناء پر تھا؟ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان اسباب پر نظر ڈال لی جائے۔

(۱) یہود آپ کی رسالت کے باب میں شک و تردد میں تھے، آپ کا آبائی وطن گلیل کا

Marfat.com

مقام ناصرہ تھا اور اسی مناسبت سے آپ مسیحؑ ناصری کہلاتے تھے، مگر یہود کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیحؑ موعود کا ظہور سرزمین گلیل سے نہیں بلکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے شہر بیت لحم سے ہونے والا تھا۔ اس لئے یہود آپ کو نبی تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے (انجیل یوحنا باب نمبر ۷ ۲۵ تا ۲۷، ۴۲ تا ۴۴)

۲۔ دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ شریعت کے وہ غیر ضروری ظواہر اور غلط رسوم جن پر وقت کے علماء یہود نے اپنی ساری توجہ مرکوز کر دی تھی۔ آپ ان کی پابندی کو ضروری نہ سمجھتے اس طرح آپ کا مقصد یہ تھا کہ جن غلط دور از کار اور مہمل فروعات میں علماء و عوام الجھ کر اصل حقیقت کی طرف کی روح کو فراموش کر بیٹھے تھے ان کو ان بے جان رسموں اور لفظی بحثوں سے نکال لیں اور حقیقت کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائیں۔ یہود جس کی فطرت میں ریاکاری سما چکی تھی اس حقیقت کو نہ پا سکے اور اس بناء پر الٹے آپ کے دشمن بن بیٹھے۔

اس قسم کے بے شمار واقعات اناجیل اربعہ میں مذکور ہیں، مثلاً سبت کی حرمت کے تصور نے اس زمانہ میں جو غلط صورت اختیار کر لی تھی اس کے مطابق ان کے یہاں اس دن کسی قسم کا بھی کام کرنا ممنوع تھا، حضرت مسیحؑ کے اکثر و بیشتر معجزات کا ظہور اسی دن ہوا۔

سبت کی حرمت کے علاوہ بہت سی دوسری باتیں ایسی ہیں جن میں یہود کو آپ کے طریقہ پر اعتراض تھا۔ مثلاً علماء یہود گنہگاروں کے ساتھ ملنا جلنا اپنی کسر شان سمجھتے اور اس کو ناجائز بتاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے حواری لاوی کے یہاں کھانا کھانے بیٹھے تو بہت سے محصول لینے والے اور گنہگار آپ کے ہمراہ دسترخوان پر موجود تھے، فریسیوں اور فقیہوں نے یہ دیکھا تو اعتراضاً آپ کے حواریوں سے کہا۔

"یہ تو محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتا پیتا ہے۔"

یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

"تندرستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں بلکہ بیماروں کو ہے"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

Marfat.com

میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہ گاروں کو بلانے آیا ہوں۔"

یہود کا قاعدہ تھا کہ بغیر ہاتھوں کو پاک کیے کھانا نہ کھاتے تھے اور اگر بازار سے لوٹ کر آتے تو بغیر غسل کیے کھانا جائز نہ سمجھتے، یروشلم میں آپ کے حواریوں کو ایک مرتبہ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھاتے دیکھ کر انہوں نے آپ سے شکایت کی کہ یہ امر شریعت کے خلاف ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

نے تم ریاکاروں کے حق میں کیا خوب نبوت کی جیسا کہ لکھا ہے:

یہ امت ہونٹوں سے تو میری تعظیم ہے
لیکن ان کے دِل مجھ سے دور ہیں
اور یہ بے فائدہ میری پرستش کرتے ہیں
کیونکہ انسانی احکام کی تعلیم دیتے ہیں

اور ان کی ریاکارانہ اور کھوکھلے تصورات کو نمایاں کرنے کے بعد آپ نے فرمایا:

"کوئی چیز باہر سے داخل ہو کر اسے ناپاک نہیں کر سکتی مگر جو چیزیں آدمی میں سے نکلتی ہیں وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔"

اور اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

"اندر سے یعنی آدمی کے دِل سے بُرے خیالات نکلتے ہیں، حرامکاریاں، چوریاں، خونریزیاں، زناکاریاں، لالچ، بدیاں، مکر، شہوت پرستی، بدنظری، بدگوئی، شیخی، بے وقوفی، یہ سب بُری باتیں اندر سے نکل کر آدمی کو ناپاک کرتی ہیں"

اسی طرح یہود میں رسم تھی کہ جب تک برتنوں کو دھو کر پاک نہ کر لیتے اس میں کھانا جائز نہ سمجھتے، آپ نے فرمایا:

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو، تم پر افسوس کہ تم پیالے اور رکابی کو اوپر سے صاف کرتے ہو مگر وہ اندر لوٹ اور پرہیزگاری سے بھرے ہیں، اے اندھے فریسی! پہلے پیالے اور رکابی کو اندر سے صاف کر تاکہ وہ اوپر سے بھی صاف ہو جائیں۔"

ایک مرتبہ ایک فریسی نے آپ کی دعوت کی، ایک بدچلن عورت جو اسی شہر کی تھی یہ سُن کر خاموشی سے سنگِ مرمر کا ایک عطردان لے کر وہاں آئی اور آپ کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کر آپ کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے ان کو

Marfat.com

پونچھا اور آپ کے پاؤں بہت چومے اور ان پر عطر ڈالا۔

میزبان فریسی دل میں کہنے لگا کہ اگر یہ نبی ہوتے تو ضرور سمجھ لیتے کہ یہ ذلیل و بدچلن عورت ہے اور اس کو اپنے پاس سے ہٹا دیتے۔ آپ نے اس کے دل کی بات کو سمجھ لیا اور ارشاد فرمایا۔

"اے شمعون مجھے تجھ سے کچھ کہنا ہے، اس نے کہا اے استاد کہہ اس نے کہا کسی ساہوکار کے دو قرضدار تھے، ایک پانچ سو دینار کا، دوسرا پچاس کا جب ان کے پاس ادا کرنے کو کچھ نہ رہا تو اس نے دونوں کو بخش دیا، پس ان میں سے کون اس سے محبّت رکھے گا؟ شمعون نے جواب میں کہا میری دانست میں وہ جسے اس نے زیادہ بخشا، آپ نے اس سے کہا تو نے ٹھیک فیصلہ کیا، اور اس عورت کی طرف پھر کر آپ نے شمعون سے کہا تو نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ میں تیرے گھر میں آیا، تو نے میرے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا مگر اس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے بھگو دیئے اور اپنے بالوں سے پونچھے۔ تو نے مجھ کو بوسہ نہ دیا، مگر اس نے جب سے میں آیا ہوں میرے پاؤں چومنا نہ چھوڑے تو نے میرے سر میں تیل نہ ڈالا مگر اس نے میرے پاؤں پر عطر ڈالا ہے۔ اسی لئے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اس کے گناہ جو بہت تھے معاف ہوئے کیونکہ اس نے بہت محبت کی۔"

(۳) آپ علی الاعلان علما یہود کی ریاکاریوں اور عیاریوں پر نہایت شدت سے حرف گیری کرتے اور ان کی گمراہیوں پر ان کو تنبیہہ فرماتے جس سے ان کی ذاتی نخوت و غرور کو سخت صدمہ پہنچتا ساتھ ہی ساتھ ان کو یہ بھی ڈر تھا کہ عوام پر جو ان کو مذہبی تسلط اور غلبہ حاصل تھا، کہیں وہ متزلزل نہ ہو اور اس وجہ سے وہ آپ کی جان کے دشمن بن گئے تھے۔

(۴) آپ کے مواعظ حسنہ کو سن کر اور آپ کے معجزات عظیمہ کو دیکھ کر بھی چونکہ وہ آپ کی تصدیق پر آمادہ نہ تھے اور نہ ان کا جواب ہی دے سکتے تھے۔ اس لئے اس قسم کی بدگوئیاں کرتے کہ

"اس میں بدروح ہے اور وہ دیوانہ ہے"

Marfat.com

اور اس لئے کہ لوگ آپ پر ایمان لانے سے باز رہیں تاکہ خود ان کے مذہبی اقتدار کو ٹھیس نہ پہنچے کہ یہ حقیقت نہیں جادو اور نظر بندی ہے۔

لیکن اس کے باوجود جب لوگ آپ کے ارشادات کو سُن کر اور آپ کے معجزات کو دیکھ کر آپ پر ایمان لاتے تو علماءِ یہود زِچ ہو کر کھسیانے ہو جاتے ان میں غصہ اور سراسیمگی پھیل جاتی اور اپنے مذہبی اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے انہیں اس کے علاوہ اور کوئی صورت نظر نہ آئی کہ آپ کی زندگی کا خاتمہ کر کے اس خطرہ کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیں۔

یہود کی معاندانہ کارروائیاں

یہی اسباب تھے جن کی بناء پر .... خفیہ اور فریسی اسے بے طرح چمٹنے اور چھیڑنے لگے تاکہ وہ بہت سی باتوں کا ذکر کرے اور اس کی گھات میں رہے تاکہ اس کے مُنہ کی کوئی بات پکڑیں۔

چنانچہ وہ اکثر آپ سے الجھتے مگر ہر موقعہ پر خود مُنہ کی کھانا پڑتی اور اس طرح زِچ ہو کر ان کی کھسیاہٹ اور غصہ اور بڑھ جاتا، جس زمانہ میں بیت المقدس میں آپ ہیکل میں تعلیم دے رہے تھے۔ سرداران یہود آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش میں تھے، مگر کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تھی، ایک دن مشورہ کر کے اور سب جمع ہو کر آپ کے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ ان معجزات کو کس کے اختیار سے کرتے ہیں، انہوں نے سوچا یہ تھا کہ اگر آپ نے جواب دیا۔ اپنے اختیار سے تو آپ پر کفر کا فتویٰ لگا کر سنگسار کر دیں گے اور اگر کہا خدا کے اختیار سے تو اس کا ثبوت طلب کریں گے اور کہیں گے کہ ہیکل کے خادم اور مذہب کے امین تو ہم ہیں خدا کو یہ اختیار دینا ہی تھا تو ہمیں دیتا۔ جواب میں آپ نے خود ان سے ایک سوال کیا اور فرمایا۔

> "میں بھی تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، مجھے بتاؤ یوحنا کا بپتسمہ آسمان کی طرف سے تھا یا انسان کی طرف سے؟"

یہ سُن کر علماءِ یہود سخت فکر مند ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کیا جواب دیں اگر یہ کہتے ہیں کہ آسمان کی طرف سے تو آپ کہیں گے کہ جب تم یہ جانتے تھے تو ان پر ایمان کیوں نہیں لائے اور اگر کہتے ہیں کہ انسان کی طرف سے تو عوام جو سب آپ کی نبوت

Marfat.com

پر ایمان رکھتے ہیں ہمیں پکڑ کر سنگسار کر دیں گے چنانچہ انہوں نے صلاح مشورہ کر کے کہا:

"ہم نہیں جانتے کہ کس کی طرف سے تھا"

آپ نے ارشاد فرمایا۔

"میں بھی تمہیں نہیں بتا سکتا کہ ان کاموں کو کس اختیار سے کرتا ہوں"

جب یہ صورت رائیگاں گئی تو انہوں نے سوچ بچار کر ایک اور تدبیر اختیار کی، انہوں نے رومی حکومت کے عمال کو بلا کر منتقدین کے بھیس میں آپ کے حلقہ درس میں بھیجا اور پھر خود جا کر آپ سے کہا

"اے استاد ہم جانتے ہیں کہ تیرا کلام اور تعلیم درست ہے اور تو کسی کی طرف داری نہیں کرتا بلکہ سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے ہمیں بتا کہ قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں؟"

انہوں نے سوچا تھا کہ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا اور اس طرح عمال حکومت کے ذریعہ جو خود موقع پر موجود تھے آپ کو گرفتار کر کے اور آپ پر حکومت سے بغاوت کا الزام لگا کر حاکم کے سامنے پیش کر دیں گے لیکن آپ نے ان کی ریاکاری کو سمجھ لیا اور فرمایا!

"مجھے ایک دینار دکھاؤ، اس پر کس کی صورت اور نام ہے؟

انہوں نے کہا قیصر کا۔ آپ نے ان سے کہا، پس قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو، وہ لوگوں کے سامنے اس قول کو پکڑ نہ سکے بلکہ اس کے جواب سے تعجب کر کے چپ ہو رہے۔

اب کچھ صدوقی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، صدوقی یہودیوں کا وہ طبقہ تھا جو قیامت اور حشر و نشر پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ شریعت موسوی کا حکم ہے کہ اگر ایک بے اولاد مر جائے تو دوسرے بھائی کو چاہیئے کہ افزائش نسل کے لیے اس کی بیوہ سے شادی کرے چنانچہ سات بھائی تھے جب وہ بھی بے اولاد مر گیا تو تیسرے نے اس سے شادی کر لی، یہاں تک کہ ساتوں بے اولاد مر گئے۔ اب اگر قیامت ہوگی اور لوگ اس میں زندہ کر کے اٹھائیں گے تو وہ عورت ان میں سے کس کی بیوی ہوگی۔ آپ نے سن کر فرمایا۔

اس جہان کے فرزندوں میں تو بیاہ شادی ہوتی ہے، لیکن جو لوگ اس

Marfat.com

اس لائق ٹھہریں گے کہ اس جہان کو حاصل کریں اور مُردوں
میں سے جی اٹھیں ان میں بیاہ شادی نہ ہوگی کیونکہ وہ پھر مرنے
کے بھی نہیں اس لیئے کہ فرشتوں کے برابر ہوں گے اور قیامت
کے فرزند ہو کر خدا کے بھی فرزند ہوں گے، لیکن اس بات کو کہ مردے
بھی اٹھتے ہیں۔ موسیٰؑ نے بھی جھاڑی کے ذکر میں
ظاہر کیا ہے چنانچہ وہ خداوند کو ابراہامؑ کا خدا اور اضحاقؑ
کا خدا اور یعقوبؑ کا خدا کیا کہتا ہے لیکن خدا مُردوں کا

خدا نہیں بلکہ زندوں کا ہے، کیونکہ اس کے نزدیک سب
زندہ ہیں" تب بعض فقیہوں نے جواب میں اس سے
کہا کہ اے استاد تو نے خوب فرمایا۔ کیونکہ ان کو پھر کوئی
سوال کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔"

بیتُ المقدس میں آپ کے زبردست معجزات کو دیکھ کر کثیر تعداد میں لوگ آپ پر ایمان لانے لگے تو علماءِ یہود کو بڑی تشویش پیدا ہوئی اور آپس میں مشورہ کر کے اس خطرہ کو روکنے کے لیئے سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اسے پکڑنے کو پیادے بھیجے۔

لیکن آپ کی دلپذیر تعلیم سُن کر یہ لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ آپ پر ہاتھ ڈال سکے، جب یہ لوٹ کر آئے تو کاہنوں اور فریسیوں نے باز پرس کی کہ تم ان کو گرفتار کر کے کیوں نہیں لائے، انہوں نے جواب دیا:

"انسان نے کبھی ایسا کام نہیں کیا"

فریسی یہ سن کر نہایت برافروختہ ہوئے اور کہنے لگے۔

"کیا تم بھی گمراہ ہو گئے؟ بھلا سرداروں یا فریسیوں میں
سے کوئی اس پر ایمان لایا"

ان پیادوں میں ایک نیک دل شخص نیکدُیمس نامی تھا جو اس سے پیشتر بھی ایک دفعہ آپ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کر چکا تھا اور دل میں آپ کی صداقت

Marfat.com

کا معترف ہو چکا تھا۔ وہ بولا۔
"کیا ہماری شریعت کسی کو مجرم ٹھہراتی ہے۔ جب تک پہلے اس کی سُن کر جان نہ لے کہ وہ کیا کرتا ہے؟"
علماء یہود گھبرا گئے کہ اب تو وہ لوگ بھی جن پر ہمیں بھروسہ تھا ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں اور طیش میں آکر کہنے لگے۔
"کیا تم بھی گلیل کا ہے؟ تلاش کر اور دیکھ کہ گلیل میں سے کوئی نبی برپا نہیں ہونے کا۔"
اس کے بعد پھر ایک مرتبہ عید تجدید کے موقع پر آپ ہیکل کے اندر سلیمانی برآمدہ میں ٹہل رہے تھے کہ یہودیوں نے آکر آپ سے کہا:
"تو کب تک ہمارے دل کو ڈانواں ڈول رکھے گا، اگر تو مسیحؑ ہے تو ہم سے صاف کہہ دے۔"
مگر جب آپ نے اثبات میں جواب دیا تو وہ لوگ اس قدر مشتعل ہوئے کہ آپ کو سنگسار کرنے کے لیے پتھر اٹھائے مگر آپ معجزانہ طور پر ہجوم میں سے چھپ کر نکل گئے۔
پھر جب بیت عنیاہ میں آپ نے مریم اور مرتھا کے بھائی لعزر کو مرنے کے چار دن بعد بحکم الٰہی زندہ کر کے قبر سے باہر نکالا تو اس عظیم الشان معجزہ کو دیکھ کر بہت سے لوگ آپ پر ایمان لائے، ان واقعات کی خبر علماء یہود کو پہنچی تو ان میں کھلبلی مچ گئی اور سردار کاہنوں اور فریسیوں نے صدر عدالت کے لوگوں کو جمع کر کے کہا۔۔۔
"ہم کرتے کیا ہیں؟ یہ آدمی تو بہت معجزے دکھاتا ہے، اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑ دیں تو سب اس پر ایمان لے آئیں گے اور رُومی آکر ہماری جگہ اور قوم دونوں پر قبضہ کر لیں گے اور ان میں سے کائفا نام ایک شخص نے جو اس سال سردار کاہن تھا ان سے کہا کہ تم کچھ نہیں جانتے اور نہ سوچتے ہو کہ تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ ایک آدمی کے واسطے مرے نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔"
چنانچہ اس وقت سے برابر آپ کے قتل کی منظم سکیمیں تیار کی جانے لگیں، عید فسح سے چھ روز قبل آپ پھر بیت عنیاہ میں تشریف لائے اور مریم، مارتھا اور لعزر کے یہاں مقیم ہوئے، لوگوں نے سُنا تو جوق در جوق آپ کو اور لعزر کو (جو مرنے کے بعد جی اٹھا تھا)

Marfat.com

دیکھنے کے لئے آنے لگے، اس واقعہ کی اطلاع یہودی علماء کو ہوئی تو وہ اور گھبرائے اور سردار کاہنوں نے مشورہ کیا کہ لعزر کو بھی مار ڈالیں کیونکہ اس کے باعث بہت سے یہودی چلے گئے اور یسوع پر ایمان لائے مگر یہ اسکیم بھی کامیاب نہ ہو سکی اور فریسی آپس میں کہنے لگے۔

"سوچو تو تم سے کچھ نہیں بن پڑتا' دیکھو جہان اس کا پیرو ہو چلا"

عید میں جو لوگ بغرض عبادت بیت المقدس میں آئے تھے، ان میں بعض یونانی بھی تھے، انہوں نے آپ کے ایک شاگرد فلپس سے جو بیت صیدائے گلیل کا تھا، آپ کو دیکھنے کی خواہش کی، فلپس نے اندریاس سے اس کا ذکر کیا اور پھر ان دونوں نے حضرت مسیحؑ کو اس کی اطلاع دی، یہ سن کر آپ سمجھ گئے کہ اب وقت قریب آگیا ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا:

"وہ وقت آگیا کہ ابن آدم جلال پائے، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک گیہوں کا دانہ زمین میں گر کر مر نہیں جاتا تو بہت سا پھل لاتا ہے جو اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے، وہ اسے کھو دیتا ہے اور جو دنیا میں اپنی جان سے عداوت رکھتا ہے وہ اسے ہمیشہ کی زندگی کے لئے محفوظ رکھے گا .... میں اگر زمین سے اونچے پر چڑھایا جاؤں گا تو سب کو اپنے پاس کھینچوں گا ..... اور تھوڑی دیر تک نور تمہارے درمیان ہے جب تک نور تمہارے ساتھ ہے چلے چلو، ایسا نہ ہو کہ تاریکی تمہیں آپکڑے اور جو تاریکی میں چلتا ہے وہ نہیں جانتا کہ کدھر کو جاتا ہے، جب تک نور تمہارے ساتھ ہے نور پر ایمان لاؤ تاکہ نور کے فرزند بنو۔"

عید فطیر سے چند دن قبل علماء یہود کا یفا نام سردار کاہن کے دیوان خانہ میں مجتمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح فریب دے کر حضرت مسیحؑ کو گرفتار کریں اور قتل کر دیں' بالآخر انہوں نے آپ کے ایک حواری یہوداہ اسکریوتی بن شمعون سے سازباز کی اور اس کو رشوت کا لالچ دے کر توڑ لیا۔ بدبخت انسان چند سکوں کے عوض بک گیا، متی کا بیان ہے کہ اس نے ایک دن سردار کاہنوں کے پاس جا کر کہا کہ اگر میں اسے تمہارے حوالے کر دوں تو مجھے کیا دو گے؟ انہوں نے

Marfat.com

اُسے تیس روپے تول کر دیئے اور وہ اس وقت سے اسے پکڑوانے کا موقعہ ڈھونڈنے لگا۔"

دعوت فسح

عید فطیر کا دن آگیا جس کے عید فسح بھی کہتے ہیں، اس دن یہودیوں میں فسح ذبح کرنا فرض تھا اور بغیر خمیر کی روٹی استعمال کی جاتی تھی، حضرت مسیحؑ نے پطرس اور یوحنا کو حکم دیا کہ فسح کے کھانے کا انتظام کریں اور فرمایا کہ شہر میں جاؤ، وہاں داخل ہوتے ہی تمہیں ایک شخص نظر آئیگا جو پانی کا گھڑا اٹھائے ہوئے ہوگا۔ اس کے پیچھے پیچھے جانا اور جس گھر میں وہ داخل ہو اس کے مالک سے کہنا کہ وہ بالاخانہ تمہیں دکھا دے جہاں ہم فسح کا کھانا کھائیں گے، حواریوں نے حکم کی تعمیل کی اور شام کے وقت اس بالاخانہ میں حضرت مسیحؑ اور آپ کے بارہ حواری دسترخوان پر بیٹھے آپ نے ارشاد فرمایا

مجھے بڑی آرزو تھی کہ دُکھ سہنے سے پہلے یہ فسح تمہارے ساتھ کھاؤں کیونکہ کھاؤں گا، کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اسے کبھی نہ کھاؤں گا، جب تک وہ خدا کی بادشاہی میں پورا نہ ہو۔" پھر اس نے پیالہ لے کر شکر کیا اور کہا کہ اس کو لے کر آپس میں بانٹ لو کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ انگور کا شیرہ اب سے کبھی نہ پیوں گا، جب تک خدا کی بادشاہی میں نہ آئے۔

یہودا کے متعلق پیشین گوئی

جب سب لوگ کھانا کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا" وہ بہت ہی دلگیر ہوتے اور ہر ایک اس سے کہنے لگا اے خداوند کیا میں ہوں؟ اس نے جواب دیا کہا جس نے میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالا ہے وہی مجھے پکڑوائے گا، ابنِ آدم تو جیسا اس کے حق میں لکھا ہے ہو جاتا ہے لیکن اس آدمی پہ افسوس جس کے وسیلہ سے ابنِ آدم پکڑوایا جاتا ہے۔

Marfat.com

اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا ہوتا، اس کے
پکڑوانے والے یہودا نے جواب میں کہا اے ربی!
کیا وہ میں ہوں؟ آپ نے اس سے کہا تو نے خود ہی کہہ
دیا جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے جلدی کرلے۔"

اور وہ فی الفور اٹھ کر باہر چلا گیا مگر پھر بھی لوگ کچھ نہ سمجھ سکے چونکہ یہودا آپ کا خزانچی تھا اور اس کے پاس روپوں کی تھیلی رہتی تھی، اس لئے لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ نے اس سے یہ فرمایا کہ عید کے لئے جو ضروری سامان درکار ہے خرید لے یا محتاجوں کو کچھ دے اور وہ اسی کام سے اُٹھ کر گیا ہے، اس کے جانے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اب ابنِ آدم نے جلال پایا اور خدا بھی اپنے میں
جلال دے گا بلکہ اسے فی الفور جلال دے گا، اے بچو!
میں اور تھوڑی دیر تمہارے ساتھ ہوں تم مجھے ڈھونڈو
گے اور جیسا میں نے یہودیوں سے کہا جہاں میں جاتا ہوں تم
نہیں آسکتے ویسا ہی اب تم سے بھی کہتا ہوں میں تمہیں ایک
نیا حکم دیتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت رکھو جیسے میں
نے تم سے محبت رکھی، تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھو،
اگر آپس میں محبت رکھو گے تو اس سے سب جانیں گے کہ تم
میرے شاگرد ہو۔"

شمعون پطرس نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

"جہاں میں جاتا ہوں اب تو تو میرے پیچھے آ نہیں سکتا مگر بعد
میں میرے پیچھے آئے گا۔"

پطرس نے کہا کہ میں آپ کے پیچھے کیوں نہیں آسکتا، میں تو آپ کے لئے اپنی جان تک دے دوں گا۔

آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"کیا تو میرے لئے اپنی جان دے گا؟ میں تجھ سے سچ
کہتا ہوں کہ مُرغ بانگ نہ دے گا جب تک تو تین بار میرا
انکار نہ کرے گا۔"

پھر آپ اُٹھ کر اس جگہ تشریف لائے جس کا نام گتسمنی (GSTHSEMANE) تھا (مرقس باب ۱۴: ۳۲) حضرت مسیحؑ نے ایک مرتبہ بلیغ و دلدوز خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

"جو کام تو نے مجھے کرنے کو دیا تھا۔ اس کو تمام کر کے میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا .... میں نے تیرے نام کو ان آدمیوں پر ظاہر کیا جنہیں تُو نے دنیا میں مجھے دیا، وہ تیرے تھے اور تو نے انہیں مجھے دیا اور انہوں نے تیرے کلام پر عمل کیا ہے، اب وہ جان گئے کہ جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے تیری ہی طرف سے ہے کیونکہ جو کلام تو نے مجھے پہنچایا وہ میں نے ان کو پہنچا دیا اور انہوں نے اس کو قبول کیا .... یہ دنیا میں ہیں اور میں تیرے پاس آتا ہوں، اے قدوس باپ اپنے اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے مجھے بخشا ہے ان کی حفاظت کر تاکہ وہ ہماری طرح ایک ہوں، جب تک میں اُن کے ساتھ رہا میں نے تیرے اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے مجھے بخشا ہے اُن کی حفاظت کی میں نے ان کی نگہبانی کی اور ہلاکت کے فرزند کے سوا ان میں سے کوئی ہلاک نہ ہوا تاکہ کتاب مقدس کا لکھا پُورا ہو، لیکن اب میں تیرے پاس آتا ہوں اور یہ باتیں دنیا میں کہتا ہوں تاکہ میری خوشی انہیں پوری پوری حاصل ہو۔ میں نے تیرا کلام انہیں پہنچا دیا اور دنیا نے ان سے عداوت رکھی، اس لئے کہ جس طرح میں دنیا کا نہیں وہ بھی دُنیا کے نہیں۔"

متی، مرقس اور لوقا کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کچھ مضطرب و بیقرار سے نظر آئے۔ آپ نے حواریوں کو حکم دیا کہ اسی جگہ ٹھہر جائیں اور دعا و عبادت میں مصروف رہیں اور جاگتے رہیں اور آپ خود تھوڑی دور آگے بڑھ کر گھٹنوں کے بل

Marfat.com

زمین پر جھکے اور دُعا میں مصروف ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ حواری سو رہے ہیں، آپ نے پطرس سے فرمایا۔

"اے شمعون تو سوتا ہے؟ کیا تو ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکا؟ جاگو اور دُعا کرو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو، رُوح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔"

آپ پھر جا کر دعا میں مصروف ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد .... پھر آ کر انہیں سوتے پایا، کیونکہ ان کی آنکھیں نیند سے بھری تھیں اور وہ جانتے تھے کہ کہ انہیں کیا جواب دیں۔

اور پھر آپ نے تیسری بار آ کر ان سے کہا" اب سوتے رہو اور آرام کرو، بس وقت آ پہنچا ہے، دیکھو ابنِ آدم گنہ گاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جاتا ہے۔ اٹھو چلیں، دیکھو میرا پکڑنے والا نزدیک آ پہنچا ہے۔"

آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ یہودا کاہنوں اور فریسیوں کے پیادے اور سپاہیوں کی پلٹن (جو مشعلیں اور چراغ لیئے ہوئے تھی) کو لے کر وہاں آ گیا، سب کے آگے یہودا تھا۔ اس نے نشاندہی کے لئے آگے بڑھ کر حضرت مسیحؑ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"اے یہودا! کیا تو بوسہ لے کر ابنِ آدم کو پکڑواتا ہے؟"

اسے ہجوم گرفتار کرنے کے لیۓ آپ کی طرف بڑھا، سردار کاہن کا یفا کا ملازم آپ کے قریب آیا تو شمعون پطرس نے تلوار نکال کر اس پر حملہ کر دیا جس سے اس کا داہنا کان کٹ گیا، لیکن اب اسلحہ کے استعمال اور مدافعت کا موقع نہیں تھا اس لیۓ آپ نے اپنے ساتھیوں کو روک دیا۔ اور اس ملازم کے کان کو دستِ مُبارک سے چھو کر اچھا کر دیا۔ اور پھر کاہنوں اور ہیکل کے سرداروں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

کیا تم مجھے ڈاکو جان کر تلواریں اور لاٹھیاں لے کر نکلے ہو؟ جب میں ہر روز ہیکل میں تمہارے ساتھ تھا تو تم نے مجھ پر ہاتھ۔

Marfat.com

نہ ڈالا لیکن یہ تمہاری گھڑی اور تاریکی کا اختیار ہے۔"
غرضیکہ ان لوگوں نے اب آپ کو گرفتار کر لیا۔ راویان انجیل کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کے حواری آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔

سردار کاہن کائفا کی عدالت میں

یوحنا کا بیان ہے کہ سپاہیوں نے آپ کو پکڑ کر باندھ لیا اور سردار کاہن کائفا کے دیوان خانہ میں لے گئے (یوحنا باب ۱۸ آیت ۱۲ تا ۱۴) پطرس چپکے چپکے آپ کے پیچھے گیا اور دیوان خانہ کے دروازہ پر پیادوں کے ساتھ بیٹھ کر نتیجہ کا انتظار کرنے لگا۔ مرقس کا بیان ہے کہ

"سردار کاہن اور سب صدر عدالت والے یسوعؑ کو مار ڈالنے کے لیے اس کے خلاف گواہی ڈھونڈنے لگے مگر نہ پائی کیونکہ بہتروں نے اس پر جھوٹی گواہیاں تو دیں لیکن ان کی گواہیاں متفق نہ تھیں۔"

اب سردار کائفا (CAIAPHOS) کے خسر عنا (ANNAS) نے آپ کی تعلیم کے متعلق آپ سے دریافت کیا، آپ نے ارشاد فرمایا

"میں نے دنیا سے اعلانیہ باتیں کی ہیں، میں نے ہمیشہ عبادت خانوں اور ہیکل میں جہاں سب یہودی جمع ہوتے ہیں تعلیم دی اور پوشیدہ کچھ نہیں کیا تو مجھ سے کیوں پوچھتا ہے؟ سننے والوں سے پوچھ کہ میں نے ان سے کیا کہا، دیکھ ان کو معلوم ہے کہ میں نے کیا کیا کہا۔"

اس پر پیادوں میں سے ایک شخص نے جو پاس کھڑا تھا یسوعؑ کے طمانچہ مار کر کہا۔ "تو سردار کاہن کو ایسا جواب دیتا ہے؟"

آپ نے فرمایا۔

"اگر میں نے برا کہا تو اس برائی پر گواہی دے اور اگر اچھا کہا تو مجھے مارتا کیوں ہے؟" بالآخر کائفا کاہن نے پوچھا کہ کیا واقعی آپ "مسیح" ہیں؟ آپ نے فرمایا:

"ہاں میں ہوں، اور تم ابن آدم کو قادر مطلق کی داہنی طرف بیٹھے

Marfat.com

اور آسمان کے بادلوں کے ساتھ آتے دیکھو گے۔"

یہ سن کر کایفا نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بولا:

"اس نے کفر بکا ہے، اب ہم کو گواہوں کی کیا حاجت رہی، دیکھو، تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟"

انہوں نے یک زبان ہو کر کہا:

"قتل کے لائق ہے۔"

اور پھر ملعونوں نے آپ کے منہ پر تھوکا اور آپ کے مکے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا: "اے مسیح! ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا؟"

پطرس کا تین بار انکار

پطرس دیوان خانہ کے صحن میں پیادوں کے ساتھ آگ تاپنے بیٹھا تھا، سردار کاہن کی ایک لونڈی نے اسے غور سے دیکھ کر کہا کہ تو بھی (حضرت) عیسیٰ کے ساتھ تھا، اس نے انکار کیا اور کہا۔

"میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے"

اس کے بعد پطرس اٹھ کر ڈیوڑھی میں چلا گیا اور یہاں ایک لونڈی نے اسے دیکھ کر یہی ایک بات کہی لیکن اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا، پھر ایک آدمی نے اس کو دیکھ کر پہچان لیا اور یقینی طور پر کہا کہ تو بھی ان کے ساتھ تھا اور تو بھی گلیل کا باشندہ ہے جیسا کہ تیری بولی سے ظاہر ہے، لیکن پطرس لعنت کرنے لگا اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا اور عین اسی وقت مرغ نے بانگ دی، پطرس کو یسوعؑ کی وہ بات یاد آئی جو اس نے کہی تھی کہ مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا اور پھر جا کر زار زار رویا۔

یہودا کی پشیمانی

اب رات ڈھل رہی تھی اور صبح طلوع ہو رہی تھی، اب کاہنوں اور قوم کے سرداروں نے آپ کے قتل کا مشورہ کیا اور طے کر کے آپ کو رومی حاکم پیلاطس (PONTIUS,PILATE)

Marfat.com

کی عدالت میں لے جانے لگے۔

یہودا نے غداری کر کے آپ کو گرفتار تو کرا دیا تھا مگر اس کو یہ خیال نہ تھا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ اب حالات کا رُخ دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلیں اور پشیمانی دامنگیر ہوئی، متی کا بیان ہے کہ وہ تیس روپیہ جو اسے اس کام کے صلہ میں ملے تھے، اس نے سردار کاہنوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ

"میں نے گناہ کیا ہے کہ بے قصور کو قتل کے لئے پکڑوایا"

انہوں نے کہا "ہمیں کیا تو جان"

لیکن وہ روپیوں کو پھینک کر چلا گیا اور اس نے شدت ندامت سے خودکشی کر لی۔ کاہنوں نے فیصلہ کیا کہ چونکہ یہ روپے خون کی قیمت ہے اس لئے ان ہیکل کے خزانہ میں رکھنا جائز نہیں، لہٰذا ان روپیوں سے ایک کمہار کا کھیت خرید کر پردیسیوں کے دفن کرنے کے لئے وقف کر دیا گیا۔

رومی حاکم پیلاطس کی عدالت میں

شام و فلسطین پر اس وقت رومی حکومت کا تسلط تھا۔ یہ علاقہ اس وقت چار حصوں میں منقسم تھا اور ان پر حکومت روم کی طرف سے چار گورنر مقرر تھے اس وقت یہودیہ کے علاقہ کا رومی گورنر پنطس پیلاطس اور گلیل کا گورنر ہیرودیس HEROD تھا، ہر غیر ملکی حکومت کی طرح رومی حکومت کا رویہ بھی تھا کہ وہ مقامی آبادی (یہود) کے آپس کے تنازعات سے زیادہ تعرض نہیں کرتے تھے مگر رومی اقتدار سے غداری اور رومی تسلط کے استحکام کے خلاف معمولی سے معمولی تحریک کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اس کو پہلے ہی دن سے پوری طرح کچل ڈالنا اپنا اولین فرض سمجھتے تھے، چنانچہ یہودی جب حضرت مسیحؑ کو پیلاطس کی عدالت میں لے گئے تو انہوں نے سوچ بچار کر آپ پر یہی الزام لگایا

"اسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا۔"

پیلاطس نے آپ کو طلب کیا اور پوچھا۔

Marfat.com

"کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟"

آپ نے فرمایا:

"تو یہ بات آپ ہی کہتا ہے یا اوروں نے میرے حق میں تجھ سے کہی؟"

پیلاطس نے کہا!

"کیا میں یہودی ہوں؟ تیری ہی قوم اور سردار کاہنوں نے تجھ کو میرے حوالہ کیا تو نے کیا کیا ہے؟"

آپ نے ارشاد فرمایا

میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں، اگر میری بادشاہی دنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاتا۔ مگر اب میری بادشاہی یہاں کی نہیں۔"

پیلاطس نے پھر اپنے پہلے سوال کی وضاحت چاہی اور پوچھا "پس کیا تو بادشاہ ہے؟"

آپ نے فرمایا:

تو خود کہتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں، میں اس لئے پیدا ہوا اور اس واسطے دنیا میں آیا ہوں کہ حق پر گواہی دوں، جو کوئی حق سے ہے میری آواز سنتا ہے۔"

پیلاطس یہ سن کر باہر یہود کے مجمع کے پاس آیا اور کہا "میں اس کا کچھ جرم نہیں پاتا۔" یہود یہ سن کر یک زبان ہو کر چیخ چیخ کر کہنے لگے۔

یہ تمام یہودیہ بلکہ گلیل سے لیکر یہاں تک لوگوں کو سکھا سکھا کر ابھارتا ہے۔"

لوقا کا بیان ہے کہ ان دنوں گلیل کا رومی گورنر ہیرودیس یروشلم آیا ہوا تھا جب پیلاطس کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کا تعلق گلیل کے علاقہ سے ہے تو اس نے آپ کو ہیرودیس کے پاس بھیج دیا، ہیرودیس نے آپ سے بہت سے سوالات کئے، مگر آپ نے اس کے کسی سوال کا جواب نہ دیا اور خاموش رہے، جس کے بارے میں انجیل جلیل میں یہ ہے کہ ہیرودیس اور اس کے سپاہیوں نے اُسے ذلیل کیا اور ٹھٹھوں میں اڑایا اور چمکدار پوشاک پہنا کر اس کو پیلاطس کے پاس واپس بھیجا۔"

متی سے منقول ہے کہ اسی رات پیلاطس کی بیوی نے ایک ہیبت ناک خواب

Marfat.com

دیکھا تھا اور جب صبح کو پیلاطس کے سامنے آپ کو پیش کیا گیا تو اس نے اپنے شوہر سے کہلا بھیجا تھا کہ۔

تو اس راست باز سے کچھ کام نہ رکھ کیونکہ میں نے آج خواب میں اس کے سبب سے بہت دکھ اٹھایا ہے۔"

چنانچہ وہ آپ کے بیگناہ خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرنا نہیں چاہتا تھا، اس لئے جب پھر آپ اس کے سامنے لائے گئے تو اس نے سب لوگوں کو جمع کر کے کہا۔

"تم اس شخص کو لوگوں کا بہکانے والا ٹھہرا کر میرے پاس لائے ہو اور دیکھو میں نے تمہارے سامنے ہی اس کی تحقیقات کی مگر جن باتوں کا الزام تم اس پر لگاتے ہو ان کی نسبت نہ میں نے اس میں کچھ قصور پایا نہ ہیرودیس نے، کیونکہ اس نے اُسے ہمارے پاس بھیجا ہے اور دیکھو اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس سے وہ قتل کے لائق ٹھہرتا، پس میں اس کو پٹوا کر چھوڑے دیتا ہوں۔"

مگر یہودی آپ کے قتل سے کم کسی سزا پر راضی نہ تھے، انہوں نے سخت احتجاج کیا اور کہا:

"اگر تو اس کو چھوڑے دیتا ہے تو قیصر کا خیرخواہ نہیں۔ جو کوئی اپنے آپ کو بادشاہ بناتا ہے وہ قیصر کا مخالف ہے۔"

پیلاطس یہ سُن کر خاموش ہو گیا، اس کا قاعدہ تھا کہ ہر سال عید فسح کے موقعہ پر ایک مجرم کو جس کی یہودی سردار اور کاہن سفارش کرتے بغیر سزا دیئے چھوڑ دیا کرتا تھا، اس وقت ایک سنگین مجرم براباس (BARABBAS) نامی قید میں تھا۔ ایک بغاوت میں اس نے خون کیا تھا اور گرفتار ہو گیا تھا۔ اب پیلاطس نے برابا کا ذکر کر کے لوگوں سے پوچھا:

"ان دونوں میں سے کس کو چاہتے ہو کہ تمہاری خاطر چھوڑ دوں؟"

کاہنوں اور سرداروں کے ابھارنے پر سب نے متفق ہو کر کہا۔ "برابا کو"

پیلاطس نے کہا:

"پھر یسوعؑ کو جو مسیحؑ کہلاتا ہے کیا کروں؟"

Marfat.com

سب نے کہا " اس کو صلیب دی جائے۔
پیلاطس نے پھر کہا،
"کیوں" اس نے کیا برائی کی ہے؟"
مگر وہ اور بھی چلا چلا کر کہنے لگے۔
"اس کو صلیب دی جائے۔"
پیلاطس نے آخری مرتبہ کہا
"کیا میں تمہارے بادشاہ کو صلیب دوں؟"
سردار کاہنوں نے جواب دیا۔
"قیصر کے سوا ہمارا کوئی بادشاہ نہیں؟"

متی کا بیان ہے کہ جب پیلاطس نے دیکھا کہ کچھ بن نہیں پڑتا بلکہ الٹا بلوہ ہوتا جاتا ہے تو پانی لے کر لوگوں کے روبرو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا " میں اس راست باز کے خون سے بری ہوں، تم جانو" سب لوگوں نے جواب میں کہا۔ اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر اس پر اس نے برابا کو اُن کی خاطر چھوڑ دیا اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کیا تاکہ صلیب دی جائے۔"

اس کے بعد متی اور مرقس دونوں کا بیان ہے کہ حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لیجا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی اور اس کے کپڑے اتار کر اسے قرمزی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغہ اس کے سر پر سے اتارا پھر اسی کے کپڑے اسے پہناتے اور مصلوب کرنے کو لے گئے۔

اسی وقت دن چھ گھڑی چڑھ چکا تھا اور یہ عید فسح کا دن تھا! (انجیل یوحنا باب ۱۹، ۱۴)

واقعہ صلیب کی مسیحی روایت:۔ موجودہ اناجیل میں ہے کہ یہ جمعہ کا دن تھا، سپاہی آپ کو محل سے باہر لائے

Marfat.com

اور دستور کے مطابق آپ کے کاندھے پر آپ کی صلیب رکھ کر آپ کو لے چلے راستہ میں ایک شخص شمعون کرینی نام کا ملا۔ اس کو انہوں نے بیگار میں پکڑ لیا اور آپ کے کاندھے سے صلیب اٹھا کر اس کے کاندھے پر رکھدی، جب شہر کے کنارہ اس مقام پر پہنچے جس کا نام گلگتا تھا (اس کا ترجمہ ہے "کھوپڑی کی جگہ") تو ٹھہر گئے

وہاں انہوں نے صلیبیں گاڑیں۔ اور اعلان فرمایا۔

ترجمہ: اور انہوں نے نہ ان کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے آگے وہی صورت بن گئی اور جو لوگ اُن کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروی ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں ہے اور انہوں نے یقیناً ان کو قتل نہیں کیا۔" (سورۂ النساء ۱۵۷)

اصل واقعہ کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اس کے چند اہم پہلوؤں پر غور کر لینا ضروری ہے، اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے آپ کی اس خصوصیت کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ آپ کو دشمنوں اور مخالفوں کے ہجوم کی نظر بچا کر نکل جانے میں کمال حاصل تھا، عیسائی اس کو آپ کے معجزات میں شمار کرتے ہیں، اس سلسلہ میں چند واقعات ہم آپ کے معجزات کے تذکرہ میں موجودہ انجیل کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں۔

انجیل لوقا میں ہے،

"جتنے عبادت خانہ میں تھے ان باتوں کو سنتے ہی غصہ سے بھر گئے اور اُٹھ کر اس کو شہر سے باہر نکالا اور اس پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے جس پر ان کا شہر (ناصرۃ) آباد تھا تاکہ اسے سر کے بل گرا دیں مگر وہ ان کے بیچ میں سے نکل کر چلا گیا۔"

یوحنا یروشلم کا ایک واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے:

"پس انہوں نے اسے مارنے کو پتھر اٹھائے مگر یسوعؑ چھپ کر ہیکل سے نکل گیا۔"

یروشلم ہی کا ایک اور واقعہ یوحنا کی زبانی یہ ہے

انہوں نے پھر اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ ان کے

Marfat.com

ہاتھ سے نکل گیا"

اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے، اناجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر آپ کی صورت تبدیل ہوجایا کرتی تھی اور مجرموں کے ساتھ جن کو قتل کا حکم ہوا تھا، آپ کے ہاتھ پیروں میں کیلیں گاڑ کر آپ کو صلیب پر چڑھا دیا گیا، آپ نے فرمایا۔

"اے باپ ان کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔"

پیلاطس کے حکم سے سپاہیوں نے "یہودیوں کا بادشاہ" لکھ کر آپ پر لگا دیا۔ اور آپ نے تین بار پکارا "ایلی ..... ایلی لما سبقتنی" (اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔) اس وقت تمام ملک میں اندھیرا چھا گیا اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ شام کے وقت ارمتیہ کا ایک اور معزز باشندہ یوسف آیا اس نے اجازت لے کر آپ کی نعش لی اور اس کو دفن کر دیا۔ تیسرے دن یعنی اتوار کی صبح کو کچھ عورتیں آپ کی قبر پر خوشبو دار چیزیں لے کر پہنچیں تو دیکھا کہ قبر کے منہ پر سے پتھر ہٹا ہوا ہے اور آپ اس میں موجود نہیں ہیں، فرشتہ نے ظاہر ہو کر اطلاع دی کہ آپ جی اٹھے ہیں اور گلیل کے راستہ میں ملیں گے۔ اس کے بعد آپ اپنے دو حواریوں اور پھر تمام گیارہ حواریوں پر ظاہر ہوتے اور ۴۰ دن کے بعد بادلوں میں آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے۔

Marfat.com

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اور بے شک ہم نے تجھے سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا

اہل عرب کی حالت

دنیا کے اس تاریک دور میں ملک عرب پر بھی بے دینی شرک، فسق و فجور، جہالت، غفلت اور بے راہروی کی تاریک گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں ایک خدا کے بجائے وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ وہ ایک خدا کو تو مانتے تھے مگر اس اعتقاد کی عملی صورت یہ تھی کہ مختلف بتوں اور دیوتاؤں کو خدا کے کارندے سمجھ کر ان کی پوجا کیا کرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ خدا نے دنیا کا تمام کاروبار مختلف بتوں اور دیوتاؤں کے سپرد کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہ ہر بات میں بتوں اور دیوتاؤں کی طرف رجوع کرتے علاوہ ازیں ہوا، سورج چاند، ستاروں، پتھروں، درختوں اور ڈھیروں تک کی پوجا کی جاتی، خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بتوں کے علاوہ ہر قبیلے کا الگ الگ بت رکھا رہتا اور ان کے سامنے دودھ مٹھائی وغیرہ کے نذرانے پیش کئے جاتے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ بیماری کی شفا، جنگ میں فتح یا شکست، قحط و وبا، اولاد و دنیا وغیرہ سب باتیں انہی بتوں کے اختیار میں ہیں۔

اہل عرب میں بعض خدا کی ہستی، روح کی بقا اور جزا و سزا کے بھی منکر تھے۔ وہ مذہب کو بے معنی شے جانتے تھے بلکہ بتوں سے بھی استہزا کیا کرتے تھے۔

تہذیب و تمدن اخلاق، معاشرت غرض ہر لحاظ سے اہل عرب پستی کی آخری

Marfat.com

حدود تک پہنچے ہوئے تھے۔ اکثر لوگ بدوی تھے، جو خانہ بدوشی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے، جہاں کچھ سبزہ اور پانی نظر آیا وہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ اونٹ کے چمڑے کے خیمے لگا لیئے، چارہ ختم ہو گیا تو ڈیرے اٹھا لیئے، دوسری طرف کی تلاش میں چل کھڑے ہوئے شہر اور دیہات بہت کم تھے۔ لوگوں میں باہمی اتفاق کا نام ونشان تک نہ تھا اور ہوتا بھی کیسے جب کہ مستقل طور پر ایک جگہ رہنے کی کوئی صورت ہی نہ تھی، حکومت کا کوئی وجود ہی نہ تھا، دادرسی اور انصاف مفقود تھا، ہر شخص کی اپنی قوت بازو کام آتی تھی، ہر قوم یا قبیلے کا الگ سردار تھا۔ جو کسی قوم یا قبیلے سے کوئی حق لینے کے لیئے اپنے آدمیوں کو لڑنے کیلیئے ساتھ لے جاتا۔ جنگ شروع ہو جاتی تو کئی کئی سال تک جاری رہتی۔ ایک نسل کے بعد دوسری نسل انتقام کے لیئے۔ بات بات پر جھگڑے ہوتے، گھوڑ دوڑ میں ذرا سی شرارت یا استہزاء ہزاروں بے گناہوں کے قتل کا باعث بن جاتا، جو غالب آتا وہ مغلوب کے بیوی بچوں کو غلام بنا لیتا اور ہر قسم کے ذلیل کام ان سے لیتا۔

عورتوں کی حالت انتہائی قابل رحم تھی۔ ان کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک کیا جاتا۔ ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رواج عام تھا۔ مرد جتنی عورتوں سے چاہتا، شادی کر سکتا تھا۔ لونڈیوں اور غلاموں سے جہاں ذلیل کام لیئے جاتے وہاں لونڈیوں سے حرامکاری کرا کے ان کی کمائی کو اپنا جائز مال سمجھا جاتا، باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیویاں دیگر مال واملاک کی طرح اولاد کے حصہ میں آتیں بیٹے ان سے شادی کر لیتے یعنی انہیں حق وراثت دینے کے بجائے خود وہ ورثے کا مال سمجھی جاتیں، عشق ومعاشقہ عام تھا، ناجائز تعلقات کے نہایت گندے اور بیہودہ اشعار فخریہ پڑھے جاتے تھے۔ اس عہد کے مشہور قصائد جو فصاحت وبلاغت میں مثال نہیں رکھتے اب بھی ملتے ہیں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا۔ نکاح کے وقت میاں بیوی میں یہ معاہدہ ہو جاتا کہ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اسے زندہ دفن کر دیا جائے گا

قمار بازی اور شراب اس قدر عام تھی کہ کوئی گھر اس سے خالی نہ تھا، ہر گھر میں شراب کے مٹکے رکھے تھے۔ جہالت کی حد یہ تھی کہ عرب طرح طرح کی توہم پرستیوں میں مبتلا تھے، دیوتاؤں اور خبیث ارواح پر ان کا بہت اعتقاد تھا، بعض بیماریوں کو وہ خبیث ارواح سے منسوب کرتے تھے اور ان سے بچنے کے لیئے تعویذ، ٹوٹکے اور منتر

Marfat.com

استعمال کرتے اور جو وہ کہتے اسے برحق مان لیتے ۔ بعض اوہام کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے ۔ مثلاً سفر کے لئے نکلتے اور راستے سے پلٹنا پڑتا تو گھر کے دروازے سے داخل ہونے کے بجائے پچھواڑے سے آتے۔

غرض اس زمانہ میں جہاں ساری دنیا خدا کے نام لیواؤں اور صحیح انسانوں سے خالی ہو چکی تھی ۔ وہاں عرب میں بھی ڈھونڈھنے سے انسانیت کا پتہ نہ ملتا تھا، بلکہ اہل عرب اخلاقی تمدنی، دینی اور معاشرتی غرض ہر اعتبار سے پستی کی اتنی عمیق گہرائیوں میں جا چکے تھے۔

عرب کے اس دور کو تاریخ میں "جاہلیت کا زمانہ" کہا گیا۔

طلوع آفتاب رسالت

ایسے ہی نازک دور میں "سنتہ اللہ" کا آفتاب ہدایت طلوع ہوا جس کی روشنی میں شرک وجہالت اور رسم ورواج کی تاریکیاں فنا ہوگئیں ۔ مظاہر پرستی باطل ٹھہری، اور خدائے واحد کی توحید مقصد حیات قرار پائی ۔ انسانیت کا پرچم پھر سے دنیا میں بلند ہوا اور اخوت اور محبت، عدل وانصاف، اتفاق، خلوص، خوش اخلاقی، نیکی، پاکیزگی اور ایمان و ایقان کو دنیا میں پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

۹ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کی صبح نے کائنات ارضی کو رشد و ہدایت کے طلوع کا مژدہ سنایا۔ مکہ کی مدنیت سے محروم بن کھیتی کی سرزمین میں آفتاب رسالت نے ظہور کیا، معزز قبیلہ قریش (بنی ہاشم) میں عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں آمنہ بنت وہب کے بطن مبارک سے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تولد ہوئے، یہی وہ آفتاب رسالت تھا جس کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی تھی ۔ اور جس کی آمد کی بشارت حضرت مسیحؑ نے سنائی تھی۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا ذکر اس طرح ہوا ہے۔

ترجمہ :۔ "اے ہمارے رب! ان (اہل عرب) ہی میں سے ایک رسول بھیج جو اُن پر تیری آیات پڑھے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے بے شبہ تو غالب اور حکمت والا ہے" (البقرۃ) (ع/۱۴)

Marfat.com

بشارت مسیحؑ کا سورہ صف میں یوں ذکر ہوتا ہے۔
ترجمہ: "اور جب عیسیٰؑ بن مریمؑ نے کہا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں توراۃ کی جو میرے سامنے موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں، ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمدؐ (فارقلیط) ہوگا۔ پس جب ان کے پاس وہ (خدا کا پیغمبر) دلائل لے کر آیا تو یہ کہنے لگے۔ یہ تو کھلا جادو ہے۔" (الصف)

نسب مبارکؐ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی النسل اور عرب کے معزز قبیلے قریش کی سب سے زیادہ معزز شاخ بنی ہاشم سے ہیں۔ نسب مبارک کی تفصیل یہ ہے۔
محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان اور عدنان حضرت اسماعیلؑ بن حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔
والدہ ماجدہ کا نسب نامہ یہ ہے:
آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب (کلاب کو کلیم بھی کہتے ہیں اور کلاب پر جا کر نبی کریم کا نسب نامہ پدری سلسلۂ نسب کے ساتھ مل جاتا ہے)

ولادتؐ

نبی اکرمؐ کے والد عبداللہ نے شادی کے چند ہی روز بعد تجارت کے لئے شام کا سفر اختیار کیا۔ واپس ہوئے تو راستے میں بیمار پڑ گئے۔ یثرب (مدینہ منورہ) میں ٹھہر گئے۔ جہاں ان کی رشتہ داری تھی اور وہیں وفات پائی، آنحضرتؐ والد محترم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے، دادا زندہ تھے۔ انہوں نے آپ کا نام محمدؐ اور والدہ نے احمدؐ رکھا۔ زیادہ مشہور نام محمدؐ تھا۔

Marfat.com

قبل از بعثت

نبی اکرمؐ کی ولادت کے بعد دو تین دن تک والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا۔ پھر عرب کے دستور کے مطابق رضاعت کے لئے قبیلہ بنی سعد کی خاتون حلیمہ کے سپرد ہوئے۔ دو سال تک اپنے پاس رکھنے کے بعد جب حلیمہ سعدیہ انہیں مکہ لے کر واپس آئیں تو وہاں وبا پھیلی ہوئی تھی، چنانچہ وہ پھر اپنے ساتھ واپس لے گئیں، چھ برس تک آپؐ حضرت حلیمہ ہی کے پاس رہے۔ بعد ازاں والدہ اپنے ساتھ لے کر مدینہ چلی گئیں، غالباً اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کرائیں، زیارت کے بعد مکہ لوٹیں تو راستہ میں ابوا کے مقام پر ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس طرح چھ سال کی عمر میں آنحضرتؐ والدہ اور والد دونوں کی طرف سے یتیم ہو چکے تھے۔ دادا عبدالمطلب نے آپؐ کی پرورش اپنے ذمہ لی دو سال کے بعد وہ بھی انتقال کر گئے، تو آپؐ اپنے والد کے ماں جائے بھائی ابوطالب کی کفالت میں آ گئے۔

ذاتی خوبیوں اور عادات وخصائل کے باعث چچا آپؐ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اپنے ساتھ سلاتے، باہر جاتے تو ساتھ لے جاتے تھے۔ آپ کی عمر مبارک بارہ سال کی تھی کہ چچا نے تجارت کے لئے شام کا سفر اختیار کیا۔ آنحضرتؐ حضرت خدیجہؓ کا مال بصرہ کی منڈی میں لے گئے۔ حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ اس تجارت میں حضرت خدیجہؓ کو پہلے سے زیادہ نفع حاصل ہوا۔ وہ آپؐ کی صداقت، دیانت، حسن کردار اور حق شناسی سے بے حد متاثر ہوئیں۔ میسرہ کو دوران سفر جو تجربے ہوئے تھے۔ ان سے حضرت خدیجہؓ کے تاثرات کی مزید تصدیق ہو گئی، آپ بیوہ ہو چکی تھیں، قریش کے اعلیٰ گھرانے کی خاتون، زندگی اتنی پاکیزہ اور بلند کہ عام لوگ انہیں "طاہرہ" کہہ کر پکارتے۔ پھر دولت مندی کے اعتبار سے مکہ کی چند ہستیوں میں شمار ہوتی تھیں، ہر صاحب حیثیت خدیجہؓ سے نکاح کا آرزومند تھا۔ لیکن آپ نے کسی کی درخواست قبول نہ کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذکورہ بالا تاثرات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی ایک سہیلی کے ذریعہ سے خود نکاح کا پیغام بھجوایا۔ آنحضرت نے چچا کے مشورے کے بعد پیغام منظور فرمالیا، چنانچہ آپ کی عمر ۲۵ برس کی تھی، جب حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوا۔ حضرت

Marfat.com

خدیجہؓ کی عمر اس وقت ۴۰ سال کے قریب تھی۔

شادی کے بعد آپؐ تجارت بھی کرتے رہے، لیکن آہستہ آہستہ آپ کی زندگی میں تبدیلی ہونے لگی، عبادت الٰہی اور خلوت گزینی کا ذوق بہت بڑھ گیا۔ بت پرستی سے نفرت کرتے تھے، خلوت میں خدائے واحد کی عبادت کرتے اور یہ سوچ ہر وقت بے چین کئے رہتی تھی کہ قوم جو پتھروں اور بتوں کو سجدہ کرتی ہے جہالت کے اندھے میں گر چکی ہے، اسے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانے کی کوئی سبیل نکل آئے۔

مکّہ سے مشرقی جانب تین میل کے فاصلہ پر پہاڑوں کے درمیان الگ تھلگ ایک ٹیلہ ہے۔ جسے حرا کہتے۔ اس ٹیلے کی چوٹی پر پتھر کی دو بڑی بڑی سلیں اوپر سے اس طرح مل گئی ہیں کہ ایک چھوٹے خیمے کی چھولداری کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اس میں ایک آدمی آسانی سے کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے اور سو بھی سکتا ہے۔ اس غار میں سے مکّہ شہر اور کعبہ بخوبی نظر آتے ہیں۔ اس کو لوگ غار حرا کہتے لگے۔ آج کل اس ٹیلے کا نام جبل نور ہے۔

آپؐ اسی خلوت کدے میں جا بیٹھے، یاد الٰہی میں مصروف رہتے، گمراہ قوم کے متعلق دردمندانہ اور مخلصانہ جذبات و تاثرات ہر لحظہ دل میں جمے رہتے۔ عام طریقہ یہ تھا کہ دو دو تین تین دن کا توشہ ساتھ لے جاتے اور متواتر وہیں رہتے۔

بعثت

آپؐ کی عمر مبارک چالیس برس کی ہو چکی تھی، رمضان کا مہینہ تھا اور آپ غار حرا میں محو یاد الٰہی تھے کہ اچانک جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ بشارت سنائی کہ آپؐ رسالت و پیغمبری کے لیے چنے گئے ہیں اور خلق خدا کی رشد و ہدایت کا فرض آپ کے ذمے لگایا گیا ہے

حضرت جبریلؑ نے آپ سے کہا "اقراء" "پڑھو"

آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اس پر فرشتے نے آنحضرتؐ کو گرفت میں لے لیا۔ جس کی شدت سے تکلیف ہونے لگی۔ پھر چھوڑ کر دوبارہ کہا "پڑھیے" آنحضرتؐ نے پھر وہی جواب دیا۔ فرشتے نے پھر وہی عمل کیا اور فرشتے نے وہی عمل کیا۔ چوتھی مرتبہ فرشتہ نے سورہ علق کی یہ چند آیتیں تلاوت کیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ: "اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ، جس نے سب کچھ پیدا

Marfat.com

کیا۔ اس نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا پروردگار بہت کرم کرنے والا ہے جس نے قلم (تحریر) کے ذریعہ (انسان) کو علم سکھایا جس سے وہ ناواقف تھا۔" (علق ع ۱)

آنحضرت ﷺ نے یہ آیات دہرائیں اور آپ کے ذہن نشین ہوگئیں، فارغ ہونے پر یہ کیفیت تھی کہ شدت وحی سے کانپ رہے تھے، گھر آئے اور اندر داخل ہوتے ہی فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تعمیل ارشاد کی، جب سکون ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر فرمایا مجھے جان کا خوف ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بولیں، خدا کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی بے چاروں کی چارہ گری اور مفلسوں کی دستگیری فرماتے ہیں۔"

غرض کہ غار حرا میں سورہ علق کی یہ چند آیات نازل ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع رہا۔ پھر شروع ہوا اور سورۂ مدثر کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ :-

"اے کملی پوش اٹھ (اور لوگوں کو گمراہی کے انجام سے) ڈرا اور اپنے رب کی عظمت بیان کر اور لباس کو پاک اور بتوں سے جدا رہ اور زیادہ حاصل کرنے کی نیت سے حسن سلوک نہ کر اور اپنے رب کے معاملہ میں (مصیبت پڑنے پر) صبر اختیار کر۔"

سورہ علق اور سورۂ مدثر ہر دو کی مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یہ نظام عمل، دعوت رشد و ہدایت کے لیے اولین درجہ رکھتا ہے اور مستقبل قریب میں بعثت عامہ کا باعث ثابت ہوگا۔

پھر آنحضرت ﷺ سے فرمایا گیا کہ سب سے پہلے رشتہ داروں اور عزیزوں کو دعوت حق دیجیے تاکہ دوسرے لوگ ان سے متاثر ہوسکیں، قریش اور بنی ہاشم سب قبائل میں ممتاز درجہ رکھتے تھے اور ساکنان حرم ہونے کے باعث تمام عرب ان کے زیر اثر تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر وہ حق کو قبول کر لیتے تو تمام قبائل عرب پر اس کا اثر پڑتا۔

Marfat.com

ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق آنحضرتؐ نے طبعی طریقہ پر دعوتِ حق کا آغاز کیا۔

حضرت خدیجہؓ قریب ترین ساتھی اور رفیق و غمخوار بیوی تھیں، چنانچہ سب سے پہلے انہیں پیغام دیا۔ اور وہ سنتے ہی اسلام لے آئیں، نو عمروں میں حضور کے چچیرے بھائی حضرت علیؓ نے جن کی عمر اس وقت آٹھ برس کی تھی، آنحضرتؐ کی دعوت پر لبیک کہی، حضرتؓ کے والد ابو طالب کا کنبہ بڑا تھا اور مالی حالت اچھی نہ تھی، اس لیے آنحضرت حضرت علیؓ کو اپنے پاس لے آئے تھے اور آپؐ ہی کے دامنِ تربیت میں پل کر حضرت علیؓ جوان ہوئے۔

زیدؓ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے اور غلاموں میں سب سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ زیدؓ کے والد کی درخواست پر آنحضرتؐ نے نہ صرف انہیں آزاد کر دیا بلکہ انہیں اپنا بیٹا بنا لیا اور وہ بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں رہنے لگے۔

حضرت ابو بکرؓ مکے کے دولت مند تاجر اور بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے آنحضرتؐ کے جگری دوست تھے اور شروع ہی آنحضرتؐ سے بہت محبت تھی، ہر وقت آپؐ ہی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے اسلام قبول کیا، انہیں کی ترغیب سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کو دعوتِ اسلام دینے کے بعد آنحضرتؐ نے ضرورت محسوس کی کہ اپنی قوم اور پھر شہر کے لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلایا جائے چنانچہ تین برس کی خاموش تبلیغ کے بعد اب آپؐ نے ساری قوم کو پیغامِ حق سنانے کے لئے ارادہ فرمایا۔

مسجدِ حرام کے پاس ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے، جو اب آبادی میں آچکا ہے، جسے کوہِ صفا کہتے ہیں، آنحضرتؐ ایک روز اس ٹیلے پر چڑھ گئے اور اس زمانے کے دستور کے مطابق لوگوں کو پکارا، سب جمع ہو گئے تو فرمایا "اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار جمع ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مجھ پر یقین کرو گے؟" انہوں نے جواب دیا ہم نے تمہیں ہمیشہ سچا اور امین پایا، تم نے آج تک جھوٹ نہیں بولا، تب فرمایا، "اے لوگو! میں خدا

Marfat.com

کا پیغمبر اور رسول ہوں، صراط مستقیم کے لئے ہادی برحق ہوں تمہیں خدائے واحد کی جانب بلاتا ہوں، بت پرستی کی نجاست سے بچانا چاہتا ہوں، اس دن سے ڈرو جب تمہیں خداوند عالم کے حضور حاضر ہو کر اپنے اعمال و کردار کا حساب دینا ہوگا۔" یہ فرمانا تھا کہ قریش برا فروختہ ہو گئے اپنے باپ دادا کے دین (بت پرستی) کے خلاف آنحضرتؐ کی زبان سے یہ کلمات سُن کر ان میں غصہ کی لہر دوڑ گئی، سب سے زیادہ آپ کے حقیقی چچا ابولہب کو آیا اور اس کی زبان پر بھی بہت بُرے کلمات جاری ہوئے۔

اس اعلان سے پہلے جہاں ساری قوم آنحضرتؐ کے افعال و کردار کے باعث آپؐ کی بے حد عزت و تکریم کرتی تھی اور لوگوں کو آپؐ سے والہانہ محبت تھی، اعلان کے بعد اب ہر کوئی آپ سے بیگانہ اور خون کا پیاسا بن گیا۔

اہل خاندان کی دعوت

کچھ دنوں بعد آپؐ نے خاندان والوں کو دعوت پر بلایا، قریباً ۴۰ افراد تھے جب سارے لوگ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے انہیں پیغام حق سناتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی نعمت لے کر آیا ہوں جس میں دین اور دنیا دونوں کی بھلائی ہے، بتاؤ کون کون اس نعمت سے فائدہ اٹھانے اور میرے ساتھ تعاون کرنے کو آمادہ ہے۔ سب متحیر ہو کر ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے، حضرت علیؓ کے سوا کسی نے تعاون کا اقرار نہ کیا اور سب رخصت ہو گئے۔

بہر حال آنحضرتؐ نے اپنی نبوت اور رسالت کا اعلان فرمانے کے بعد ناساز گار ماحول میں اصلاح قوم کی خاطر جو کچھ کیا اور خاندان اور برادری کے لوگوں کو راہ حق دکھانے اور ان کی دینی اور اخلاقی حالت بہتر بنانے کے لئے جو سرگرمیاں دکھائیں جس بے مثال استقامت عظیم جرأت و شجاعت بے نظیر صبر و شکر اور اعلیٰ اخلاق و کردار کے ذریعہ ذلت کے تاریک گڑھوں میں دبی ہوئی انسانیت کو جلا بخشی اور نسل انسانی کو پستی سے اٹھا کر اوج ثریا سے ہمکنار کر دیا، وہ ایک طویل اور سبق آموز داستان ہے یہاں تفصیلات پیش نہیں کی جا سکتیں صرف چند اہم واقعات اختصار سے بیان کئے جائیں گے۔

قریش کے چند افراد کے سوا کسی نے بھی آپ کی دعوت پر لبیک نہ کہا، بلکہ آپؐ کے

Marfat.com

خلاف عداوت کا ایک ہمہ گیر طوفان اُٹھ کھڑا ہوا، قریش کی اس مخالفت کے دراصل دو بڑے سبب تھے۔ ایک یہ کہ وہ لوگ اپنی رسموں اور اپنے عقیدوں میں اس قدر ڈوب چکے تھے کہ ان کے خلاف کوئی بات سُننا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ آخر ان کے باپ دادا جنہوں نے یہ سب طریقے وضع کئے اور پھر عمر بھر ان پر کاربند رہے، کوئی ناسمجھ اور بے وقوف تو نہ تھے اگر یہ باتیں اچھی نہ تھیں تو وہ خود کیوں ان پر عمل پیرا ہوتے، چنانچہ جب آنحضرت نے ان کے اعتقادات کو باطل ٹھہرا کر خدائے واحد کا تصور اور اسی کی پرستش کا عقیدہ پیش کیا تو وہ غضبناک ہو گئے۔

مخالفت کی دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ قریش اتنے خود پسند اور ہٹ دھرم تھے کہ دوسروں کی کوئی نئی پیشکش قبول کرنا پسند ہی نہ کرتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں ٹھیک ہے، کسی کو انہیں مشورہ دینے کی ضرورت نہیں، وہ اپنی بدعملیوں کی مذمت گوارا ہی نہ کر سکتے تھے، اس لئے کہ وہ انہیں ترک نہ کر سکتے تھے، چنانچہ وہ اسلام کے دشمن ہو گئے، مخالفت کے ان دو بڑے اسباب کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں یہ خدشہ ہو گیا کہ اگر آنحضرتؐ کی باتوں پر عمل کیا تو شاید انہیں سرداری حاصل ہو جاتے اور ہمارا دبدبہ ختم ہو جائے۔

راہ حق کے پہلے شہید

قریش کی مخالفت کے باوجود مسلمانوں کی تعداد میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہونے لگا، جب تعداد ۴۰ سے کچھ بڑھی تو آپؐ نے کعبہ میں جا کر خدا کے ایک ہونے کا اعلان کیا، گویا کھلم کھلا تبلیغ کی راہ پیدا کر دی، قریش یہ دیکھ کر زیادہ بگڑے اور چاہا کہ رسول پاکؐ کو ختم کر دیں مگر ڈرتے تھے کہ کہیں بنو ہاشم بدلہ لینے پر تل نہ جائیں، اس لئے آنحضرتؐ پر قاتلانہ حملہ تو نہ کر سکے مگر مسلمانوں کی جماعت سے الجھ گئے۔ آنحضرتؐ بھی جماعت میں شامل تھے حارث بن ابی ہالہ آنحضرتؐ کے عزیزوں میں سے تھے انہیں جھگڑے کا علم ہوا تو وہاں پہنچے اور آنحضرت کی جان بچانے کی تگ و دو میں خود شہید ہو گئے۔ اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون تھا جو راہ حق میں مکہ کی سرزمین پر بہا

برادری اور خاندان آپ کا شدید دشمن بن گیا، مگر کوئی مخالفت آپ کو فرض منصبی کی ادائیگی میں مانع نہ ہو سکی تھی، چنانچہ شدید مخالفت بلکہ انتہائی ظلم و ستم کے باوجود تبلیغ

Marfat.com

جاری رہی اور اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، اگرچہ رفتار زیادہ تیز نہ تھی اجن بندگان خُدا کے سینے اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیئے تھے۔ ان میں بہت سے لوگ مسکین اور غلام تھے ان کی حفاظت کیلئے کوئی جتھہ موجود نہ تھا۔ ان پر قریش نے حد درجہ ظلم توڑے مثلاً حضرت بلال رضؓ، خبابؓ بن الارت، صہیبؓ رومی اور عمارؓ بن یاسر۔

قریش کا وفد ابوطالب کے پاس

قریش اگرچہ طرح طرح سے آپ کے لئے تکلیفوں کے اسباب مہیا کرتے رہتے تھے مگر آپؐ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی جرأت اس لئے نہ تھی کہ بنوہاشم کی ممتاز حیثیت اور طاقت سے ڈرتے تھے کہ کہیں یہ خاندان بدلہ لینے پر نہ اتر آئے۔ چنانچہ انہوں نے سوچا کہ ابوطالب سے کہا جائے کہ وہ آنحضرتؐ کو اسلام کی تبلیغ سے منع فرمائیں، چند معززین ایک وفد کی صورت میں ابوطالب کے پاس آئے اور کہا اپنے بھتیجے کو منع کردیں کہ ہمارے دیوتاؤں کی برائیاں نہ کیا کرے ہم یہ برداشت نہیں کرسکتے۔ آپ اسے سمجھادیں یا بیچ میں سے ہٹ جائیں تو ہم آپ سے نپٹ لیں گے۔ ابوطالب نے آنحضرتؐ کو بلا کر سمجھایا اور کہا "پیارے بھتیجے مجھ پر اور اپنے آپ پر رحم کر، مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں"۔

آنحضرت نے جب دیکھا کہ خاندان کا بزرگ اور حقیقی ہمدرد بھی گریز کرنے پر آمادہ ہو رہا ہے تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا چچا جان! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھ دیں اور کہیں کہ میں اپنے مسلک سے دستبردار ہوجاؤں تو یہ ناممکن ہے خدا کی قسم میں دین کی تبلیغ کا کام نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ خدا اس کام کو پورا کردے یا میری جان اس راہ میں قربان ہوجائے"۔ ابوطالب نے بھتیجے کا یہ عزم، استقلال اور ایثار دیکھا تو کہا "جاؤ شوق سے اپنا کام کرتے جاؤ۔ کوئی بھی تمہارا بال بیکا نہ کرسکے گا"۔

قریش کا ظلم وستم

قریش نے جب یہ دیکھا کہ ابوطالب بھی بھتیجے کو روکنے میں ناکام ہوگئے ہیں تو انہوں نے اسلام کا راستہ مسدود کرنے کے لئے مسلمانوں کو اپنے ظلم و تشدد کا نشانہ

Marfat.com

بنانا شروع کر دیا۔ جس کے متعلق انہیں پتہ چلتا کہ وہ مسلمان ہوگیا ہو اُسے بڑے بے رحمانہ طریقے سے اذیت پہنچاتے، مارتے پیٹتے اور طرح طرح کا عذاب دیتے کہ شاید اس طرح لوگ آنحضرتؐ کا ساتھ چھوڑ جائیں اور وہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو روک دیں۔

خبابؓ بن الارت کو اسلام لانے کی پاداش میں دہکتے کوئلوں پر چت لٹا کر ایک شخص کو ان کی چھاتی پر کھڑا کر دیا۔ آپ کی پیٹھ کی کھال اُدھڑ گئی، مگر صبر سے برداشت کیا۔ قریش نے کہا کہ محمدؐ کا انکار کرو تو چھوڑیں گے، فرمایا تم مر کر دوبارہ بھی زندہ ہو جاؤ تو رسولؐ اللہ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔

عاشقِ رسولؐ حضرت بلالؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے، روزانہ دوپہر کے وقت امیہ انہیں گرم ریت پر ننگا لٹا دیتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا۔ ایک مرتبہ ان کے گلے میں رسی باندھ کر آوارہ لڑکوں سے کہا کہ تمہیں اجازت ہے اسے جہاں چاہو گھسیٹتے پھرو، مگر حضرت بلالؓ کے دل میں اسلام کی محبت اور عشقِ رسولؐ گھر کر چکا تھا اور زبان پر یہی کلمہ تھا کہ اللہ ایک ہے، حضرت بلالؓ کی تکلیفیں دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے انہیں امیہ سے خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت عمارؓ ان کے والد حضرت یاسرؓ اور والدہ حضرت سمیہؓ تینوں قریش کے تختۂ مشق بنے رہے۔ یاسرؓ تو ان تکالیف سے وفات پا گئے، حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے برچھی مار کر شہید کر دیا۔ آنحضرتؐ سے اس خاندان کی تکالیف دیکھی نہ جاتی تھی مگر آپؐ فرماتے "یاسرؓ کے خاندان والو! صبر کرو اور اپنے لئے جنت میں جگہ بناؤ۔" صہیب رومیؓ کو اتنی اذیتیں دی گئیں کہ وہ بے ہوش ہو جاتے مگر پائے استقلال میں ذرا سی لغزش نہ آئی، فرمایا "جان بھی نکال دو تو محمدؐ کی محبت دل سے نہ جا سکے گی"

ظلم و تشدد میں قریش کے دو افراد پیش پیش تھے، آنحضرتؐ کے چچا ابولہب اور قریش کے سردار ابوجہل۔ حضرت عمرؓ بھی اسلام لانے سے پیشتر مسلمانوں کے اشد دشمن تھے ان کی دُشمنی کا یہ عالم تھا کہ اپنی لونڈی لبینہؓ کو اسلام لانے کے باعث اتنا پیٹتے کہ وہ لہولہان ہو جاتی، جب مارتے مارتے تھک جاتے تو رک جاتے اور کہتے کہ میں نے رحم کر کے تجھے نہیں چھوڑا۔ بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ میں تھک گیا ہوں۔

ایک روز تلوار لے کر آنحضرتؐ کے قتل کرنے کے ارادے سے نکلے، راستے میں

Marfat.com

پتہ چلا کہ ان کی ہمشیرہ فاطمہ رضؓ اور ان کے شوہر جناب سعید رضؓ بھی مسلمان ہو چکے ہیں، آنحضرت کے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا اور کہا کہ پہلے گھر والوں کی خبر لے لیں، گھر پہنچتے ہی ہمشیرہ اور بہنوئی کو اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گئے۔ مسلمانوں پر قریش کے ظلم کا عام طریقہ یہ تھا کہ "مجرم" کو دوپہر کے وقت تپتے ہوئے پتھروں پر لٹا کر پیٹا جاتا۔ عموماً غلاموں کے ساتھ ایسی سختیاں کی جاتیں مگر ذی اثر اور دولت مند لوگ بھی اسلام قبول کرنے کے بعد اس ظلم سے محفوظ نہ رہے، حضرت عثمان رضؓ کو جو معزز خاندان کا فرد ہونے کے علاوہ صاحب ثروت بھی تھے ان کے چچا رسی سے باندھ کر مارا کرتے تھے، حضرت زبیر رضؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیا جاتا حضرت ابوبکر رضؓ بھی عذاب سے محفوظ نہ رہ سکے۔ خود آنحضرت کو تکلیفیں پہنچانے کے لیے نہایت ناروا طریقے اختیار کئے جاتے۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھا دیے جاتے۔ آپ کہیں جا رہے ہوتے تو اوپر سے مٹی پھینک دی جاتی، ایک مرتبہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اس زور سے مروڑا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضؓ پہنچ گئے اور یہ کہہ کر چھڑایا کہ تم ایک شخص کو صرف اس لئے قتل کرنے کی کوشش کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

ایک روز ابوجہل نے آنحضرت کو سخت برا بھلا کہا پھر ایک پتھر آپؐ کے سر مبارک پر دے مارا مگر آپ نے بردباری اور تحمل سے کام لیا، ایک لونڈی یہ واقعہ دیکھ رہی تھی اس نے حضرت حمزہ رضؓ کو جو شکار سے واپس آ رہے تھے یہ واقعہ دیکھ رہی تھی، اور وہ ان دنوں

ابھی اسلام نہیں لائے تھے کہہ سنایا حضرت حمزہ رضؓ یہ واقعہ سنتے ہی طیش میں آ گئے۔ گھر جانے کی بجائے سیدھے خانہ کعبہ کا رخ کیا۔ جہاں ابوجہل بیٹھا تھا، کمان اس زور سے اس کے سر پر ماری کہ وہ زخمی ہو گیا۔ پھر فرمایا۔ "میں نے بھی محمدؐ کا دین قبول کر لیا ہے، جاؤ جو تم سے ہو سکتا ہے کر لو" ابوجہل سہم گیا اور اپنی زیادتی کے لئے معذرت پیش کی، حضرت حمزہ رضؓ گھر لوٹے اور رسول اللہ کو بتایا کہ میں نے ابوجہل سے زیادتی کا بدلہ لے لیا ہے آنحضرتؐ نے کہا مجھے یقیناً خوشی ہو گی" حضرت حمزہ رضؓ نے اسی وقت دائرہ اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

غرض مسلمانوں کو ہر ممکن دکھ دیا جاتا۔ ہر بڑی سے بڑی تکلیف انہیں اٹھانی پڑتی مگر جب کسی نے ایک دفعہ اسلام قبول کیا۔ کوئی بڑے سے بڑا عذاب اور خوفناک سے

Marfat.com

خوفناک اذیت اسے راہِ حق سے نہ موڑ سکے چنانچہ قریش مسلمانوں کو جتنا زیادہ ثابت قدم دیکھتے اتنا ہی غیظ و غضب میں اضافہ ہوجاتا اور وہ بڑھ چڑھ کر ظلم ڈھاتے۔

ہجرت حبشہ

آنحضرت اکیلے ہر مصیبت کو اٹھانے کے لیے تیار تھے مگر دوستوں اور دین کے دردمندوں کو اس خوفناک عذاب میں مبتلا ہوتا نہ دیکھ سکتے تھے ۔بعثت کا پانچواں سال اور ۶۱۴ء تھا اس وقت تک پچاس سے زیادہ کی جمعیت فراہم ہو چکی تھی۔
آنحضرتؐ نے انہیں مشورہ دیا کہ ان روزافزوں مصاحب اور پریشانیوں میں اسیر رہنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ کوئی امن کی جگہ تلاش کی جائے مگر اب سوال یہ تھا کہ آخر جائیں

کہاں ؟ صرف ایک جگہ ایسی تھی جہاں مذہبی حیثیت سے لوگوں کو مکمل آزادی حاصل تھی اور وہ تھی سرزمین حبشہ ،حبشہ سے عربوں کے تجارتی تعلقات بھی تھے اور وہاں جانا بھی قدرے سہل تھا ،چنانچہ طے ہوا کہ حبشہ کی طرف ہجرت کی جائے ،سب سے پہلے جن صحابہؓ نے ہجرت اختیار کی ،ان میں خاص طور پر قابل ذکر یہ ہیں ،حضرت عثمانؓ بن عفان ،حضرت زبیرؓ بن العوام ،حضرت ابو سلمہؓ ،حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف ،حضرت مصعبؓ بن عمیر ،حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ،ان دنوں حبشہ پر جس عادل عیسائی بادشاہ کو حکومت تھی ۔اس کا نام اصحمہ نجاشی تھا ۔مسلمان حبشہ پہنچے تو انہیں اطمینان سے رہنا نصیب ہوا۔

قریش مسلمانوں کے شدید دشمن تھے ۔اور مسلمانوں کی تعداد اتنی قلیل تھی کہ ان کا قریش کے ساتھ کوئی مقابلہ ہی نہ ہوسکتا تھا ،چنانچہ وہ آئے دن کی بدنظمی اور کھینچا تانی سے تنگ آکر جب مکہ ہی چھوڑ گئے تو قریش کو بھی خاموش ہوجانا چاہیئے تھا مگر وہ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور جوشِ انتقام میں اندھے ہو رہے تھے ۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان حبشہ میں بھی سکھ چین سے رہیں ،کچھ یہ خیال بھی تھا کہ مبادا مسلمان وہاں رہ کر طاقت پکڑلیں اور پھر کسی وقت قریش سے بدلہ لیں ،چنانچہ باہم مشورے کے بعد انھوں نے اپنے دو نمائندے تحفے تحائف دیکر نجاشی کے پاس بھیجے ۔ان نمائندوں نے پہلے شاہی درباریوں کی ہمدردی

Marfat.com

حاصل کی. پھر ان کے ذریعہ نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور کہا کہ ہمارے ہاں ایک نیا دین نکلا ہے جو عیسائیت کے بھی خلاف ہے یہ لوگ جو آپ کے ہاں پناہ لینے آئے ہیں اس دین کے پیرو ہیں. ہم نے انہیں وہاں سے نکال دیا ہے اور اب یہ آپ کے ہاں چلے آئے ہیں چونکہ یہ ہمارے مجرم ہیں، اس لیے انہیں ہمارے حوالے کیا جائے، نجاشی نے مسلمانوں کو دربار طلب کیا اور ان کے دین (اسلام) کے متعلق احوال دریافت کیا. حضرت جعفرؓ نے جوان پناہ گزینوں میں تھے. اس موقعہ پر اسلام کی مقدس تعلیم اور دین برحق کے متعلق جو حقیقت بیان فرمائی وہ اہل عرب کی اس انقلابی کیفیت کا مجمل اور بہترین خاکہ ہے. آپؓ نے فرمایا۔

"اے بادشاہ! ہم پر ایک طویل تاریک زمانہ گزرا ہے، اس وقت ہماری جہالت کا یہ عالم تھا کہ ایک خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے تھے اور خود ساختہ پتھروں کی پوجا ہمارا شعار تھا. مردار خواری، زنا، لوٹ مار ظلم صبح شام کا مشغلہ، ہمسایوں کے حقوق سے ہم بیگانہ، رحم و انصاف سے ناآشنا اور حق و باطل کے امتیاز سے ناواقف تھے، غرض ہماری زندگی سراپا درندوں کی سی تھی کہ قوی ضعیف کو کچلنے اور توانا ناتواں کو ہضم کر لینے کو اپنے لئے فخر اور طغرائے امتیاز سمجھتا تھا۔

رحمتِ خداوندی کا کرشمہ دیکھئے کہ اس نے ہم میں ایک بزرگ پیغمبرؐ کو مبعوث فرمایا جس کے نسب سے ہم واقف جس کی صداقت، امانت و عصمت پر دوست اور دشمن گواہ. جس کی قوم نے اُسے "محمد الامینؐ" کا لقب دیا وہ آیا اور ہمیں خدا کی توحید کا سبق دیا. خدائے واحد کی جانب بلایا، اس نے بتایا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں، وہ شرک سے پاک ہے، بت پرستی جہالت کا شیوہ ہے. اس لئے قابل ترک ہے اور صرف خدائے واحد ہی کی عبادت حق عبدیت ہے. اس نے ہمیں حق گوئی اور صداقت کی تلقین کی اور صلہ رحمی کا حکم دیا. ہمسایوں اور کمزوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تلقین کی. قتل و غارت کی بری رسم کو مٹایا، زناکاری کو حرام اور فحش قرار دے کر اس عمل سے ہمیں نجات دلائی. نکاح میں محارم اور غیر محارم کا فرق بتایا. جھوٹ بولنے اور ہر لحاظ سے ہمیں حیوانیت کے

Marfat.com

قصرِ مذلّت سے نکال کر انسانیت کے کمال کو پہنچایا بادشاہ! ہم نے اس مقدّس تعلیم کو قبول کیا اور اس پر صدقِ دل سے ایمان لائے۔ یہ ہے ہمارا وہ قصور جس کی بنا پر یہ مشرکین کا وفد تجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ تو ہمیں ان کے حوالے کر دے۔"

حضرت جعفرؓ نے اس جرأتِ حق کے ساتھ اسلام کی صحیح اور سادہ تعلیم کا نقاکہ پیش کیا تو بادشاہ بھی اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، پھر جب حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی کچھ آیات خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی تو نجاشی آبدیدہ ہوگیا اور وفد سے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ میں مسلمانوں کو تمہارے سپرد نہیں کر سکتا، وفد نے اپنی کامیابی کے لئے ایک اور چال چلی۔ انہوں نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسٰیؑ کو نہیں مانتے۔ نجاشی نے مسلمانوں سے اس کے متعلق استفسار کیا تو حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسٰیؑ خدا کے بندے پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں، نجاشی نے یہ جواب سن کر کہا کہ خدا کی قسم! عیسٰیؑ کے متعلق جو کچھ یہ کہتے ہیں اس میں ایک تنکے کے برابر بھی کمی بیشی نہیں۔

وفد کے مکہ واپس آنے پر قریش کو پتہ چلا کہ ان کی شرارت ناکام رہی تو ان کا غضب اور بھڑکا اور وہ مسلمانوں کو سرے سے مٹانے پر تل گئے۔ جو مسلمان مکہ چھوڑ کر کہیں جانا چاہتے انہیں زبردستی روک لیتے تاکہ انہیں اپنے ظلم کا شکار بنا سکیں، غرض مکہ قریش کے ظلم وستم کا اکھاڑہ بن گیا۔ آنحضرت پر کبھی مٹی پھینکتے کبھی ان کے راستے پر کانٹے بچھا دیتے، کبھی آپؐ کے جسم مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دیتے، لیکن جب آنحضرتؐ اور جانثاران رسولؐ کو کسی طرح حق سے نہ روک سکے تو ایک دن تمام سرداران قریش صلاح ومشورہ کے لیے اکٹھے ہوئے کہ اب کوئی آخری ہتھیار استعمال کیا جائے۔

شعب ابو طالب

قریش نے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم کو بالکل الگ کر دیا جائے تاکہ آنحضرت کے لئے دوسرے قبیلوں تک پہنچنے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ اس مقصد کے تحت ایک عہد نامہ مرتب کیا گیا۔ جس کی حفاظت یہ تھیں کہ جب تک محمدؐ کو قریش کے حوالے نہ کیا جائے، بنی ہاشم کے ساتھ کوئی لین دین نہ کیا جائے، نہ ان سے شادی بیاہ کے معاملات کئے جائیں اور نہ ہی کھانے

Marfat.com

پینے کی اشیاء ان تک پہنچنے دی جائیں۔ یہ معاہدہ ایک کاغذ پر لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا اور اس پر سختی سے عمل ہونے لگا۔ قریش کے اس طرز عمل سے مجبور ہو کر ابو طالب اپنے خاندان والوں کو لے کر ایک گھاٹی میں جا بیٹھے جو "شعب ابو طالب" کے نام سے مشہور تھی۔ خاندان میں سے صرف ابولہب علیحدہ ہو کر قریش کے ساتھ جا ملا۔

اب یہ کیفیت یہ تھی کہ بنی ہاشم اور ان کے ساتھیوں پر کھانے پینے کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے، بھوک کی شدت سے بعض اوقات موت تک نوبت پہنچ جاتی۔ چھوٹے بچے بھوک کے مارے بلبلاتے تو ان کے رونے کی آواز سنگدل قریش کو متاثر کیے بغیر نہ رہتی، مگر ابوجہل معاہدے کی عملدرآمد پر کڑی نگرانی رکھے ہوئے تھا، اس لیے کسی کو شعب کے اندر غلہ پہنچانے کی جرأت نہ ہوئی تھی، حکیم بن حزام بن خویلد حضرت خدیجہؓ کے رشتہ داروں میں سے تھے، ان کے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی اور خفیہ طریقہ سے کچھ غلہ بھیجنا چاہا، مگر ابوجہل نے روک دیا۔ محصورین درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنے پر مجبور ہو گئے، مگر قدم ذرا نہ ڈگمگائے یہ تمام مصائب برداشت کیے، صبر و شکر کے ساتھ محصوری کے اڑھائی تین سال گزار دیئے بالآخر بعض نرم دل اور حساس لوگوں کے دل میں قریش کے اس ظلم کے خلاف تحریک پیدا ہوئی۔ وہ مظلوموں کے ساتھ ہمدردی کرنے لگ گئے۔ بعض لوگوں نے عہد نامہ کو پھاڑ ڈالا اور کہا کہ ہم اس ظلم کی ہرگز حمایت نہ کریں گے۔ چنانچہ ایسے لوگوں نے محصورین کو شعب ابو طالب سے نکالا اور گھروں کو لوٹ جانے کی اجازت دے دی اس طرح قریش کے مقاطعہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

اس واقعہ میں آنحضرتؐ کی ثابت قدمی، استقلال اور عزم کی جو نادر مثال ملتی ہے اس کا دشمنوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ ابتداء میں قریش نے آپؐ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور آپؐ کے راستے میں روڑے اٹکائے، مگر آپؐ نے راہ حق میں یہ سب تکلیفیں صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیں، قریش نے جب دیکھا کہ حضورؐ تکلیفوں سے گھبرانے والے نہیں تو طرح طرح کے دنیوی لالچ دیئے۔ عتبہ بن ربیعہ کی وساطت سے تین باتیں آپؐ کے سامنے پیش کیں، کہا کہ آپؐ دولت چاہتے ہیں تو جتنا مال و زر چاہیئے ہم اکٹھا کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ اگر عزت اور حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں۔ اگر حسن و جمال کے دلدادہ ہیں تو خوب صورت سے خوب صورت عورت ہم آپؐ کی زوجیت میں دینے کو تیار ہیں، آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے نہ

Marfat.com

زرو مال کی خواہش ہے اور نہ سرداری کی نہ ہی کسی اور دنیاوی شئے کی خواہش رکھتا ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ میں اس کا پیغام سنانے آیا ہوں، تم اُسے قبول کر لو تو دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارے لئے بہتری ہوگی ورنہ خدا مجھ میں اور تم میں فیصلہ کر دے گا۔

قریش نے جب دیکھا کہ لالچ اور تکلیف دونوں سے کام نہیں بنتا تو پھر مقاطعے کا مذکورہ بالا آخری حربہ استعمال کیا۔ ظاہر ہے کہ اب قریش کی طرف سے اذیت اپنی آخری حد تک پہنچ چکی تھی جس کے سامنے مضبوط سے مضبوط انسان کا قدم بھی پھسل جاتا مگر خدا کی محبت اور نوع انسانی کی خدمت کا جو جذبہ آنحضرتؐ کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جو عزم و استقلال اور صبر و استقامت آپؐ کو بخشی تھی اس کے سامنے قریش کا بڑے سے بڑا لالچ اور سخت سے سخت دُکھ بھی آنحضرتؐ کو راہِ حق سے نہ موڑ سکتا تھا۔ آپؐ محصوری کے کٹھن امتحان میں بھی پورے اُترے اور ثابت کر دیا کہ ایسے ہی کٹھن امتحانوں کی گود میں وہ عظیم ہستیاں تیار ہوتی ہیں جن کے ہاتھوں سے اعلائے کلمۃ الحق اور ذلت میں گھری ہوئی انسانیت کی سربلندی ظہور میں آتی ہے۔

غم کا سال

آنحضرتؐ کے چچا ابو طالب اگرچہ تادمِ آخر آپؐ پر ایمان نہ لائے تھے، تاہم انہیں آپؐ سے جس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ قریش کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ آنحضرتؐ کا ساتھ دیا اور ان کی جدائی گوارا نہ کر سکتے تھے، شعب ابو طالب میں برابر تکلیفیں اٹھاتے رہے مگر بھتیجے کی شفقت سے دستبردار نہ ہوئے۔ جب بنی ہاشم شعب ابو طالب سے باہر آئے تو نبوت کا دسواں سال تھا۔ اسی سال آنحضرتؐ کے سب سے بڑے مربّی اور قریش کے مقابلہ میں آنحضرتؐ کی حمایت کا سب سے بڑا سہارا یعنی ابو طالب وفات پا گئے۔ کچھ دنوں بعد وفا شعار اور غمگسار بیوی حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ غرض اس سال آپؐ کے دو ایسے غمگسار دنیا سے اُٹھ گئے جن سے آپ کو بہت کچھ تقویت ملتی تھی، چنانچہ یہ سال "عام الحزن" یعنی غم کا سال کہلاتا ہے۔

اگرچہ ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات آنحضرتؐ کے لئے کوئی معمولی سانحہ نہ تھا۔ انہیں دو رفیقوں کی جدائی سے بے اندازہ غم پہنچا تھا۔ تاہم آپؐ نے اس صدمے کو تبلیغ اسلام کی کوشش پر اثر انداز نہ ہونے دیا، اگرچہ اب مشکلات پہلے سے بڑھ چکی تھیں، مگر آنحضرتؐ

Marfat.com

پہلے سے زیادہ سرگرمی اور تندہی کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرنے لگے۔ اب مشکلات اور سختی کا نیا دور شروع ہو چکا تھا۔

اسراء یا معراج مبارک

سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ النجم میں آنحضرت ؐ کی معراج کا ذکر آیا ہے یعنی آپ ؐ کو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی سیر کرائی، مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی، سورہ النجم میں ملاء و اعلیٰ کی سیر و عروج کا ذکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ؐ کو سدرۃ المنتہا کی سیر کرائی۔ جہاں کسی مخلوق کا گزر نہ ہوا تھا۔

طائف کا سفر

جناب ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضؓ کی وفات آنحضرت ؐ کے پائے استقلال میں لغزش کا موجب تو نہ بن سکی مگر قریش نے یہ سمجھا کہ اب آنحضرت ؐ بے سہارا ہو چکے ہیں لہٰذا اب انہیں آسانی سے دبا لیا جائے گا۔ ان دونوں ہستیوں کی رحلت سے قریش کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ اپنی سنگدلی اور دشمنی کے بڑھ چڑھ کر مظاہرے کرنے لگے، ادھر رسول اکرم ؐ اب اپنے خاندان اور قبیلے کی حدود سے نکل کر آس پاس کے قبیلوں میں جا کر پیغام حق سنانے لگے۔

حج کے موقعہ پر باہر سے جو لوگ مکہ آتے، آنحضرت ؐ ان میں تبلیغ فرماتے اور انہیں نیکی کا سبق دیتے۔ بازاروں اور میلوں میں جہاں لوگ زیادہ تعداد میں جمع ہو جاتے، آنحضرت ؐ بھی وہاں تشریف لے جاتے اور خلق خدا کی دینی رہنمائی فرماتے، مگر شر پسند لوگ آپ ؐ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتے طرح طرح سے لوگوں کو گمراہ کرتے کہتے کہ یہ شخص سچا ہوتا تو پہلے اس کی قوم اس پر ایمان لاتی مگر خود اپنی قوم اس کی دعوت پر توجہ نہیں دیتی، لوگ ان شر پسندوں کی باتوں سے متاثر ہو کر آنحضرت ؐ کے ارشادات پر کان دھرنے سے عاری ہو جاتے۔

بعثت کا دسواں سال ختم ہو رہا تھا۔ آنحضرت ؐ نے سوچا کہ اگر مکہ والے نیکی کی راہ پر نہیں لگتے تو کیوں نہ طائف والوں کو دعوت حق دی جائے، ہو سکتا ہے ان کی قسمت میں دین حق قبول کرنا لکھا ہو، چنانچہ آپ اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید رضؓ کے ہمراہ طائف

Marfat.com

تشریف لے گئے، عبد یالیل، حبیب اور مسعود طائف کے تین بڑے رئیس تھے، آپؐ باری باری ان تینوں کے پاس گئے، مگر کسی نے آپؐ کے ارشادات پر کان نہ دھرا بلکہ گستاخی سے پیش آئے۔

جب آنحضرتؐ طائف میں دس دن گزارنے کے بعد لوٹے تو ان رئیسوں نے اوباش لڑکوں اور غنڈوں سے آپؐ پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ لوگ پتھر مارتے اور آپ پر آوازے کستے۔ آپؐ شہرپسندوں کی دورویہ قطاروں کے درمیان چلے جا رہے تھے۔ پتھروں کی بارش جاری تھی۔ بدن مبارک زخمی ہو گیا، ٹانگوں سے خون جاری ہو گیا، شدت درد سے چلا نہ جاتا تھا جب آپ بیٹھنے لگتے تو زبردستی اٹھا دیتے۔ آپؐ چلنے لگتے تو پھر پتھروں کا مینہ برسنے لگتا۔ اتنا خون بہا کہ اس سے جوتے بھر گئے، مگر لوگوں نے پیچھا نہ چھوڑا ناچار ایک باغ کے احاطہ میں پناہ لی۔

باغ کے مالک نے آپ کی افسوسناک حالت دیکھی تو اسے رحم آ گیا۔ اپنے غلام کے ہاتھ انگور بھیجے کہ یہ اس اجنبی کو دے آؤ، آپؐ "بسم اللہ" پڑھ کر انگور کھانے لگے غلام بسم اللہ کا کلمہ سُن کر متعجب ہوا۔ بولا کہ یہاں کے لوگ ایسے الفاظ سے بالکل ناواقف ہیں، آپ نے پوچھا تم کہاں کے باشندے ہو؟ وہ بولا میں نینوا کا رہنے والا ہوں، آپؐ نے فرمایا، تم خدا کے نیک بندے یونسؑ کے شہر کے ہو وہ میرا بھائی تھا۔ وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں، غلام نے یہ سُن کر آپ کے سر، ہاتھوں اور پاؤں پر بوسہ دیا۔

نبیؐ کریم کی دُعا

طائف میں آپؐ پر جو کیفیت گزری۔ لوگوں نے آپؐ کی تکلیف و اذیت کے سلسلے میں جو کچھ کیا۔ ان کی سنگباری سے جس طرح آپؐ زخمی اور لہولہان ہوئے۔ وہ ایک عام آدمی کی ہمت توڑنے کے لئے بہت کافی تھا، مگر خدا اور خلق خدا کی محبت کے جو تقاضے ہوتے ہیں ان کے سامنے ایسی تکلیفیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، پاک نفس انسان اور خدا کے برگزیدہ بندے ایسے امتحانوں میں سے بے خوف گزر جاتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو طائف والوں کی یہ سنگ دلی اور ان کا یہ جابرانہ رویہ مطلق بے ہمت نہ کر سکا۔ آپ نے ان کی یہ طعن و تشنیع اور سنگ باری نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کی، ماتھے پر ذرا شکن

Marfat.com

نہ آیا۔ باغ میں پناہ لینے کے بعد آپؐ نے وضو کیا، نماز پڑھی پھر اس افسوسناک واقعہ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگی۔ اس کا ایک ایک لفظ آنحضرتؐ کی پیغمبرانہ صفات پر دلالت کرتا ہے۔ آپؐ بارگاہ الٰہی میں یوں دست بہ دعا ہوتے ہیں۔

ترجمہ:۔ "اے میرے پروردگار! میں اپنی کمزوری، طاقت کی کمی، بے سروسامانی اور لوگوں کی نظروں میں ہیچ ہونے کی بابت صرف تجھی سے فریاد کرتا ہوں، اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے تو ہی کمزوروں اور عاجزوں کا رب ہے تو ہی میرا مالک ہے تو مجھے کس کے سپرد کرے گا۔ کسی اجنبی دشمن کے جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آتا ہے یا قریبی دوست کی طرف جس کے قبضہ میں تو نے میرا معاملہ دیا ہے اگر تو مجھ سے ناخوش نہیں تو مجھے ان تمام تکلیفوں کی کچھ پرواہ نہیں، تیری عافیت اور حفاظت میرے لئے بہت وسیع ہے، میں تیرے اس نور کی پناہ میں آتا ہوں، جس کے سامنے ساری تاریکیاں پاش پاش ہو کر روشن ہو جاتی ہیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام سنور جاتے ہیں، مجھے تیری رضامندی درکار ہے، نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔ یہ تھا شانِ رحمت اور خلقِ خدا پر شفقت کا وہ نمونہ جو آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ میں ہمیں نظر آتا ہے، اہل طائف کی اتنی زیادتی اور سختی کے باوجود جو کلمات آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے نکلے وہ آپؐ کی سیرت کے ایک ممتاز پہلو کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، دنیا کی تاریخ میں صبر و ہمت اور استقامت کا ایسا واقعہ کہیں نہ ملے گا۔ تبلیغ و ہدایت کا یہی وہ بلند مقام ہے جہاں کسی کا قدم نہیں پہنچ سکا، طائف کا واقعہ اسی لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں آنحضرتؐ کی سیرت کی ایک ممتاز جھلک نظر آتی ہے

مکّہ کو واپسی

طائف سے آپ مکّہ کو واپس لوٹے مکے میں آپ کی زندگی کا یہ آخری دور تھا جس میں پریشانیاں حد سے بڑھ چکی ہیں، قریش کے ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تھی، آنحضرتؐ کے خلاف عام عداوت کا طوفان امڈ آیا تھا، آپؐ خود ہر مصیبت خندہ پیشانی سے برداشت کرتے مگر ساتھیوں کی مصیبتیں اور تکلیفیں نہ دیکھی جاتی تھیں، تاہم ہر وقت خلقِ رحمت پر نظر

Marfat.com

رہتی تھی اور دین کی تبلیغ جاری تھی مگر اس میں قریش آتا مخل ہونے لگے کہ آپ کے لئے کسی مجمع کو مخاطب کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ آپؐ رات کو پوشیدہ طور پر لوگوں کے پاس جاتے اور انہیں نیکی کی تلقین فرماتے۔

بیعت عقبہ اولیٰ

نبوت کا گیارھواں سال (۶۲۰ء) اور حج کا موسم تھا۔ لوگ منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے جو مکہ سے ۳ میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ اس جگہ وعظ و نصیحت کے لئے تشریف لے گئے۔ یہاں ایک مقام ہے جسے عقبہ (گھاٹی) کہتے ہیں۔ اس مقام پر یثرب کے چھ افراد جو خزراج کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ عام عرب لوگوں کی طرح بت پرست تھے، مگر انہوں نے اپنے پڑوسی یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ خدا کا ایک برگزیدہ نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ جب آنحضرتؐ نے انہیں نیکی اور پاکیزگی کی تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور بت پرستی کی تکذیب میں دلائل پیش کئے تو ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہونے لگا، انہیں یقین ہو گیا کہ یہی وہ نبیؐ ہیں جن کے متعلق انہوں نے سن رکھا ہے کہ اس کا ظہور ہونے والا ہے، چنانچہ وہ آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے۔ پھر وطن پہنچ کر دوسرے لوگوں میں دین کی تبلیغ شروع کر دی اور یثرب میں گھر گھر دین اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

اگلے سال (نبوت کے بارھویں برس ۶۲۱ء) حج کے موقع پر یثرب سے بارہ آدمی آنحضرتؐ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا، آپ نے عقبہ کے مقام پر ان نومسلموں سے بیعت لی جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہوئی، بیعت میں یہ باتیں شامل تھیں کہ ہم صرف خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ چوری اور بدکاری سے اجتناب کریں گے، اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے، جھوٹی تہمت اور الزام تراشی سے بچیں گے اور ہر نیک اور اچھی بات میں رسول اکرمؐ کے فرمانبردار رہیں گے

اس اقرار کے بعد یہ لوگ وطن واپس ہوئے تو آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ کسی ایسے شخص کو ان کے ساتھ بھیجا جائے تاکہ وہ وہاں ہمیں دین کی باتیں سکھائے اور اخلاقیات کی تعلیم دے۔ آنحضرت نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ روانہ کر دیا۔

Marfat.com

بیعت عقبہ ثانیہ

یثرب میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اور دوسرے مسلمانوں کی کوششوں سے بہت سے لوگ اسلام لے آئے اوس اور خزرج قبیلوں کے بہت سے ممتاز افراد حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، یہاں تک کہ اگلے سال (نبوت کے تیرھویں سال ۶۲۲ء) پھر حج کا موسم آیا تو وہاں سے تہتر آدمی مکہ میں آئے انہیں یہ علم ہو چکا تھا کہ آنحضرتؐ پر مکہ میں قریش بہت زیادہ ظلم و ستم کر رہے ہیں، چنانچہ وہ مکہ میں عقبہ کے مقام پر رات کے وقت آنحضرتؐ سے ملے۔ ارادہ یہ کر کے آئے تھے کہ آنحضرتؐ کو اپنے ساتھ یثرب میں لے آئیں گے تاکہ وہ قریش کے مظالم سے محفوظ رہ سکیں چنانچہ ملاقات ہونے پر انہوں نے آنحضرت سے اصرار کیا کہ ان کے ساتھ یثرب چلیں۔ آپ نے پوچھا کیا دین حق کی اشاعت میں پوری پوری مدد کرو گے اور اگر میں تمہارے ہاں جا کر رہنے لگوں تو کیا میری اور میرے ساتھیوں (دوسرے مسلمانوں) کی حمایت اپنے اہل و عیال ہی کی طرح کرو گے؟

اس وقت حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے وہاں موجود تھے، انہوں نے اہل یثرب سے فرمایا کہ جو کچھ رسول خداؐ فرماتے ہیں وہ اچھی طرح سن اور سمجھ کر جواب دینا کیونکہ انہیں یثرب لے جانا ذمہ داری کا کام ہے اگر تم عہد کرو کہ انؐ کا ساتھ کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑو گے تو یہ ساتھ جانے کو آمادہ ہیں، اہل یثرب نے کہا کہ ہم تلواروں کے سائے میں پلے ہیں ہم سے جو عہد آپ لیں گے ہم انچ بھر اس سے ادھر ادھر نہ ہوں گے اور ہر حالت میں حضورؐ کا دامن تھامے رکھیں گے۔

یہ جواب سن کر آنحضرتؐ نے ان سے بیعت لی جو بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے، آپؐ نے ان کی رائے کے مطابق بارہ آدمی چنے اور انہیں ان پر سردار مقرر کیا۔

اس بیعت کے بعد یثرب کے دروازے مسلمانوں پر کھل گئے یہی نئی جگہ اسلام کی جگہ اسلام کی بنیاد رکھنے کا مرکز بنی اور یہاں اسلام اپنی عملی شکل میں جلوہ گر ہونے لگا۔

ہجرت مدینہ

مکہ اس برکت سے ابھی تک محروم تھا۔ مگر مدینہ منورہ کے لوگ اسلام کی طرف مائل

Marfat.com

ہونے لگے۔ اوس و خزرج قبیلوں میں اسلام نے بہت مقبولیت حاصل کی، گھر گھر اسلام کا چرچا ہو گیا۔ پھر جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ اہل یثرب نے رسول اللہ کو مدینہ تشریف لے آنے کی دعوت دی، اگرچہ عزیزوں اور وطن سے پیاری کوئی چیز نہیں ہوتی اور عام حالات میں انہیں چھوڑ دینا ممکن نہیں تاہم خدا کے وہ پاک بندے جو اپنی جان اور اپنا مال راہ حق میں لٹا دینے سے دریغ نہیں کرتے ان کے لئے عزیز و اقربا اور وطن کو چھوڑ دینا بھی کوئی مشکل نہیں، کیونکہ یہی وہ قربانیاں ہیں جو خدا کی رضا، خدا کی فرمانبرداری اور اس کی خوشنودی کا ذریعہ ہیں۔

آنحضرتؐ کی زندگی میں ہمیں ایسی ہی بے مثال قربانیوں کا جو طویل سلسلہ نظر آتا ہے دنیا کی تاریخ میں کسی اور شخصیت کی زندگی میں نہیں ملتا۔

آپؐ کے علاوہ آپؐ کے صحابہؓ نے خدا کی خوشنودی اور دین کی سربلندی کے لئے جو جو مصیبتیں اُٹھائیں، جس طرح ہم وطنوں، عزیزوں اور اغیار کے ظلم سہے، ذلت برداشت کی، جانی و مالی نقصان اٹھایا۔ تاریخ ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد انحضرت نے مناسب سمجھا کہ پہلے صحابہ کرامؓ کو یثرب جانے کی اجازت دے دی جائے جب وہ سب اس محفوظ مقام پہنچ جائیں تو آخر میں آپؐ تشریف لے جائیں، چنانچہ آپ نے صحابہ کرامؓ کو یثرب جانے کی اجازت دے دی اور اکا دُکا لوگ مکہ چھوڑ کر یثرب جانے لگے، اہل مدینہ نے اپنے پیمان کے مطابق انہیں اپنے عزیزوں کی طرح رکھا اور ہر طرح سے اُن کی امداد کی۔

قریش کو جب پتہ چلا کہ اہل مدینہ مسلمانوں کو پناہ دے رہے ہیں تو جوش میں آگئے جس طرح ہجرت حبشہ کے موقع پر انہوں نے مداخلت کی تھی اور حبشہ تک مسلمانوں کا پیچھا کیا تھا۔ اسی طرح اب بھی مسلمانوں کی آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا کرنے لگے۔ یثرب جانے والوں کو تنگ کرتے اور انہیں جانے سے روکتے۔

حضرت صہیب رومیؓ یثرب جانے لگے تو ان کا سارا مال و زر قریش نے روک لیا۔ آپؓ نے کچھ پرواہ نہ کی اور سب کچھ یہیں چھوڑ کر دامن جھاڑے یثرب چلے گئے۔ اس ضمن میں ابو سلمہؓ اور ان کی بیوی اُم سلمہؓ کا واقعہ بڑا رنجیدہ ہے۔ ابو سلمہؓ اپنی بیوی اُم سلمہؓ اور شیرخوار بچے کو لیکر نکلے، قبیلے والوں نے مزاحمت کی اور ابو سلمہؓ سے کہا اگر جانا ہی ہے تو اپنی بیوی اور بچے کو نہیں لے جا سکتے۔ حضرت ابو سلمہؓ

Marfat.com

کو بیوی اور بچے کی جدائی گوارا نہ ہوسکتی تھی مگر اس محبت پر خدا اور رسول کی محبت غالب ہی اور ناچار انہیں چھوڑ کر چل دیئے۔

ابو سلمہ رضؓ چلے گئے مگر ام سلمہ رضؓ سے شوہر کی جدائی برداشت نہ ہوسکی، وہ بھی یثرب جانے کے لیئے بے تاب تھیں چنانچہ روزانہ اس جگہ جاتیں جہاں شوہر سے جدا ہوئی تھیں اور پہروں وہاں بیٹھ کر روتی رہتیں، سال بھر یہی کیفیت رہی پھر بعض لوگوں کو ترس آیا تو انہیں شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔

غرض یہ مصیبتیں تھیں جو ہجرت کے راستے میں حائل تھیں مگر مسلمانوں نے اللہ اور رسولؐ کی محبت میں ان تمام مصائب کا مقابلہ کیا اور وطن و گھر بار چھوڑ کر یثرب چلے گئے۔ تھوڑے عرصے میں مکہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا اور آنحضرتؐ کے علاوہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ باقی رہ گئے۔

قریش نے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوتے آنحضرتؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا رائے یہ ٹھہری کہ ہر قبیلے میں سے ایک ایک آدمی چنا جائے، وہ سب تلواروں سے مسلح ہوکر رسول پاک کے مکان کو گھیر لیں۔ آپؐ صبح نماز کے لیئے باہر نکلیں تو تمام مسلح افراد یک بارگی حملہ کرکے آپؐ کو ہمیشہ کی نیند سلا دیں، اس طرح یہ پتہ نہ لگ سکے گا کہ کس کی تلوار سے آنحضرتؐ (نعوذ باللہ) قتل ہوتے ہاشمی خاندان اگر بدلہ لے گا تو اسے سب قبیلوں سے نبرد آزما ہونا پڑے گا۔ اور یہ بڑا مشکل کام ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ خون بہا پر معاملہ ٹل جائے گا۔

یہ تجویز دراصل ابوجہل کی تھی جو آنحضرتؐ کا سب سے بڑا دشمن تھا اور بظاہر اس کی کامیابی کے امکانات تھے مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے نبیؐ کی حفاظت مقصود تھی، چنانچہ ایسے اسباب مہیا ہوگئے جن کے طفیل آنحضرتؐ دشمنوں کے ذلیل حملے سے محفوظ رہے اور قریش کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔

حضرت علیؓ کی فداکاری

جس رات آنحضرتؐ یثرب روانہ ہونے والے تھے، قریش کے مسلح افراد نے منصوبہ کے مطابق آپؐ کے مکان کو گھیرے میں لے لیا، ان کا خیال تھا کہ آنحضرتؐ علی الصبح نماز کے لئے

Marfat.com

باہر آئیں گے تو ان پر حملہ کیا جائے، مگر آنحضرت رات کے پہلے حصہ میں ہی گھر سے نکل پڑے اور اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سُلا گئے، اور انہیں اپنی چادر مُبارک اوڑھا دی تاکہ قریش کو اطمینان رہے کہ رسول اللہؐ پڑے سو رہے ہیں۔

حضرت علیؓ کو اپنی جگہ سلانے اور مکّہ میں پیچھے چھوڑ جانے کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ اگرچہ قریش آپ کے جانی دشمن تھے پھر بھی انہیں آپ کی امانت اور دیانت پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی امانتیں انہیں کے پاس رکھا کرتے تھے چنانچہ کفار کی بہت سی امانتیں آپؐ کے پاس پڑی تھیں، انہیں لوٹانے کے لئے بھی کسی کا یہاں رہنا ضروری تھا۔

سچائی، امانت اور دیانت داری کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہوگی کہ ایک طرف کفار کا یہ رویہ ہے کہ آپؐ کے خون کے وہ پیاسے ہیں اور آپؐ کو قتل کرنے کے لئے مسلح افراد مامور کر رکھے ہیں، دوسری طرف آنحضرتؐ کا کردار یہ ہے کہ آپؐ کو جان کے خطرے کی پرواہ نہیں بلکہ ایسے نازک مرحلے پر بھی کفار کی امانتوں کا خیال دامن گیر تھا اور جانے سے پہلے ان کے لوٹانے کا انتظام فرما گئے۔ یہی پاک سیرت تھی جو بنی نوع انسان کے لئے نیک اور عمدہ ترین نمونہ تھی، یقیناً ایسے کردار کی شخصیت کے سامنے دوست اور دشمن سب کی گردنیں ادب سے جُھک جاتی چاہئیں۔

آنحضرت نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ حضرت علیؓ قوت ایمان کے اس بڑے امتحان میں کامیاب اُترے، اطمینان سے سوتے رہے، خطرے کا خفیف سا خیال بھی ذہن میں نہ لائے، صبح ہوئی اور رسول اللہؐ کا کوئی پتہ نہ چلا تو بستر کی طرف قریش کے افراد آئے، وہاں حضرت علیؓ کو پڑا پایا تو آنحضرت کے متعلق پوچھا، آپؓ نے بڑے اطمینان سے فرمایا کیا مجھے سونپ کر گئے تھے جو پوچھ رہے ہو؟

کفار نے یہ سُنا تو اپنا سا منہ لے کر رہ گئے، آنحضرت کی ہدایت کے مطابق حضرت علیؓ نے سب امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا دیں اور تین دن کے بعد خود بھی مدینے روانہ ہو گئے۔

غارِ ثور

گھر سے نکلنے کے بعد آنحضرتؐ حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر پہنچے جو مکّے کے جنوب میں ہے، اس علاقے کو مشغلہ یعنی نشیبی حصہ کہتے تھے۔ آپ کو اس بات کا اندازہ تھا کہ کفار آپؐ کی

Marfat.com

تلاش میں مدینہ کی سمت نکلیں گے، چنانچہ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر راتوں رات مدینہ کی مخالف سمت کو چل دیئے تاکہ وہاں سے چکر کاٹ کر مدینہ پہنچیں، مکہ سے چھ میل جنوب کی طرف ایک پہاڑ کے غار میں پہنچ گئے، جس کا نام غارِ ثور ہے، آپ اس غار میں چھپ رہے، خیال یہ تھا کہ جب تک قریش تعاقب میں سرگرم ہیں یہیں قیام کیا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ کی فداکاری

حضرت ابوبکرؓ نے اندر جاکر غار کو صاف کیا سوراخ بند کئے۔ بعدازاں آنحضرتؐ اندر گئے۔ تھکے ہوتے تھے نیند آگئی، اس لیئے حضرت ابوبکرؓ کے زانو مبارک پر سر رکھ کر سو گئے ایک سوراخ بند ہونے سے رہ گیا تھا۔ اس میں سے سانپ نے سر نکالا، حضرت ابوبکرؓ نے اس خیال سے کہ آنحضرتؐ کے آرام میں خلل نہ پڑے، اُٹھنے کی بجائے اسی طرح بیٹھے بیٹھے ٹانگ پھیلائی اور ایڑی سوراخ پر رکھ دی، جانتے تھے کہ سانپ ایڑی پر کاٹ لے گا، مگر محبتِ رسولؐ کا اندازہ کیجیے کہ اپنی جان کی بازی لگادی مگر آنحضرت کی نیند میں خلل گوارہ نہ کیا، چنانچہ سانپ نے ایڑی پر ڈس لیا، مگر آپؓ نے اُف تک نہ کی۔ شدتِ درد و کرب سے آنسو نکل پڑے، ایک آنسو حضرت اکرمؐ کے مُبارک چہرے پر گرا تو آپؐ بیدار ہو گئے، پوچھا "ابوبکرؓ! کیا ہوا؟" عرض کیا "حضورؐ سانپ نے کاٹ لیا" آنحضرتؐ نے زخم پر اپنا لعاب دھن لگا دیا۔ خدا کے فضل و کرم سے درد بھی جاتا رہا اور زہر بھی اتر گیا۔

سفر کے انتظامات

مکّہ سے روانہ ہوتے وقت حضرت ابوبکرؓ نے سفر کے لیے دو سانڈنیاں تیار کرلی تھیں کچھ ستو ساتھ لے لیے تھے اور اپنے ایک ملازم کو ہدایت کردی تھی کہ روزانہ بکریاں چراتا ہوا غارِ ثور پر آجایا کرے اور تازہ دودھ دے جایا کرے، چنانچہ وہ روزانہ تازہ دودھ دے جاتا، ایک معتمد شخص کے ذریعے قریش کی سرگرمیوں کی خبریں بھی پہنچ جاتی تھیں۔

تین دن اور تین راتیں غار کے اندر اسی طرح بسر کرنی پڑیں، چنانچہ وہ مدینہ کے عام

Marfat.com

راستوں کے آس پاس دیکھ بھال میں ناکام رہنے کے بعد قریش نے جنوبی سمت کے بھی تمام ضروری مقامات کی چھان بین شروع کی۔ ایک روز غار کے پاس بھی پہنچ گئے اور اتنے قریب آ گئے کہ ان کی آوازیں غار کے اندر سنی جانے لگیں۔ حضرت ابوبکرؓ کو اپنے متعلق کوئی خیال نہ تھا۔ لیکن آنحضرتؐ کی وجہ سے بہت پریشان و غمگین تھے۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو پریشان دیکھ کر فرمایا، "ابوبکر! خوف نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

قریش کے آدمی غار کے باہر ہی سے لوٹ گئے، آخر غار سے نکل کر سفر شروع کیا۔ تیز رفتار اونٹنیاں تیار کھڑی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان میں سے ایک آنحضرتؐ کو نذر کی، مگر آپؐ نے نذر قبول کرنے کی بجائے ان سے خرید فرمائی اور سوار ہوئے۔ ایک معتبر شخص راستہ دکھانے کے لئے ساتھ لیا اور چل دیے۔ راستہ وہ اختیار کیا، جہاں سے بہت کم لوگوں کا گزر ہوتا تھا۔ ایک دن اور رات مسلسل سفر جاری رہا۔ دوسرے دن دھوپ تیز تھی اس لئے آرام کرنے کے لئے سواری سے اُترے، حضرت ابوبکرؓ نے ایک چٹان کے سایے میں اپنی چادر بچھا کر دی، آنحضرتؐ اس پر بیٹھ گئے، بکری کا دودھ پیا اور کچھ دیر تک آرام فرمایا دن ڈھلنے لگا پھر روانہ ہوئے۔

انعام کا اعلان

ادھر آنحضرتؐ مکہ سے نکلے، اُدھر قریش نے آپؐ کی تلاش میں علاقے کا چپہ چپہ چھان مارا، جب کوئی سراغ نہ ملا تو اعلان کیا کہ جو شخص آنحضرت یا حضرت ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ عام آدمیوں کے لیے یہ بہت بڑا انعام تھا، چنانچہ کئی لوگ انعام کے لالچ میں آپؐ کی تلاش میں لگ گئے۔ انہیں میں سے ایک شخص سراقہ بن جعشم بھی تھا، جب آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ یثرب کو چلے جا رہے تھے تو سراقہ جو آپ کی تلاش میں سرگرداں تھا ادھر آنکلا اور پہچان لیا۔ اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر آپؐ کا پیچھا کیا۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔ سراقہ نے عربوں کے دستور کے مطابق اس موقع پر ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو خلاف نکلی، مگر وہ لالچ میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ لہٰذا گھوڑے کے سنبھلتے ہی پھر سوار ہو کر تعاقب کیا۔ اس مرتبہ گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اگرچہ حرص چین نہ لینے دیتی تھی مگر دوسری مرتبہ کی کیفیت نے اس کی ہمت پست کر دی، وہ آپ کو گرفتار کرنے کے بجائے خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہوا، قریش کے اعلان اور اپنے تعاقب کی کیفیت بیان کی، اسلام قبول کیا اور پھر امن کا پروانہ لے کر سراقہ رضؓ مکہ کو لوٹ گئے۔

اہل مدینہ کو انتظار

مدینہ والوں کو آنحضرتؐ کی روانگی کی خبر اسی وقت مل گئی تھی، جب آپؐ مکہ سے چلے تھے، چنانچہ اہل مدینہ مسرت سے آپ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کو طے کرنے میں زیادہ دن نہ لگتے تھے، مگر جب اہل مدینہ کو انتظار کرتے کرتے کئی دن گزر گئے تو وہ بہت پریشان ہوتے کہ نہ جانے آنحضرت ابھی تک کیوں نہیں پہنچے، انہیں یہ علم نہ تھا کہ آپ تین دن اور تین رات غار ثور میں ٹھہرے رہیں گے اور پھر چکر کاٹ کر مدینہ پہنچیں گے بہرحال مشتاقان زیارت مدینہ سے باہر نکل کر راستوں پر دور دور تک پھیل جاتے اور آپ کی راہ دیکھتے۔

مدینہ کی آبادی کی کیفیت

مدینہ کے شمال اور جنوب میں پہاڑ واقع ہیں بیچ میں وسیع میدان ہے جس میں مختلف قبیلے بکھرے پڑے ہیں، سب سے بڑی آبادی یثرب نامی کی تھی اور اسی نام سے میدان کی تمام آبادیاں مشہور تھیں، آنحضرتؐ وہاں تشریف لائے تو آپ کے قیام کے لئے جو جگہ تجویز ہوئی وہ آبادیوں کے قریباً بیچ میں تھی، پھر اسی آبادی کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی، لوگوں نے اس کا نام "مدینۃ النبی" یا "مدینۃ الرسول" رکھ دیا اور یہی نام مشہور ہوا یعنی نبی یا رسولؐ کا شہر، یہی نام عوام کی زبان پر مدینہ منورہ رہ گیا۔

مدینہ منورہ میں داخلہ

آنحضرت سفر کرتے کرتے اس جگہ پہنچے جو قبا کے نام سے موسوم ہے اور مدینہ سے ۳ میل کے فاصلے پر ایک بیرونی آبادی ہے۔ یہاں انصار کے جو خاندان آباد تھے ان میں عمرو بن عوف کا خاندان بھی تھا، آنحضرت انہیں کے ہاں ٹھہرے یہ ۸ ربیع الاول (۲۰ ستمبر ۶۲۲ء) دو شنبے کا دن تھا۔ اور بھی کئی مہاجر یہاں ٹھہرے ہوتے تھے، مدینہ سے کئی لوگ آپؐ کی زیارت

Marfat.com

کے لئے یہاں چلے آئے، مکہ میں امانتیں لوٹانے کا جو کام آپؐ حضرت علیؓ کے سپرد کرآئے تھے، اسے انجام دینے کے بعد وہ بھی قبا میں آپؐ سے آملے، یہاں چند روز قیام کرنے کے بعد ۲۲ ربیع الاوّل (۲۴ ستمبر) کو آنحضرت مدینہ پہنچے اور حضرت ابوایوبؓ کے ہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابوایوبؓ نے مکان کے اُوپر کی منزل آپؐ کے لئے خالی کرادی مگر آپؐ نے یہ کہہ کر نچلی منزل میں ٹھہرنا پسند فرمایا کہ لوگ ملنے کے لئے آتے ہیں، انہیں اوپر کی منزل میں آنے سے دقت ہو گی۔

مسجد کی تعمیر

مدینہ میں آپ نے سب سے پہلے مسجد تعمیر کرائی تعمیر میں خود بھی مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ مسجد کے ساتھ مشرقی جانب میں ازواج مطہرات کے لئے کچی اینٹوں کے حجرے تعمیر کئے گئے، آپ سات ماہ تک حضرت ابوایوبؓ کے ہاں رہے، پھر جب حجرے تعمیر ہوں تو ان میں اُٹھ گئے۔

مؤاخات

مدینہ کے انصار نے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا جو عہد کیا اسے حرف بحرف پورا کر کے دکھایا۔ اپنے مال و دولت میں سے جتنا کچھ ہو سکا مہاجرین کی نذر کیا آنحضرتؐ نے ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصار کے درمیان برادری کا رشتہ قائم کر دیا۔ اسے مؤاخات یا بھائی چارہ کہتے ہیں۔ بعض انصار نے اپنی پوری ملکیت کے دو برابر حصے کر کے اپنے مہاجر بھائی کو دیا جس سے وہ اپنا کاروبار کر کے خود روزی کمانے کے قابل ہو گئے، اس بھائی چارے کی حد یہ تھی کہ انصار بھائی کی وفات پر اس کے مہاجر بھائی کو اس کی جائیداد ترکہ میں ملتی، مسجد میں باقاعدہ نماز ہونے لگی، جب یہ سوال پیدا ہوا کہ نمازیوں کو وقت پر بلانے کی کیا صورت ہو تو حضرت عمرؓ کی یہ تجویز پر اذان کا طریقہ مقرر ہوا، آنحضرتؐ نے اس طریقے کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ نے سب سے پہلے اذان کہی۔

معاہدے اور انتظامات

مدینہ میں یہودیوں کو بھی خاص حیثیت حاصل تھی، آنحضرت یہ چاہتے

Marfat.com

تھے کہ ان کے ساتھ صلح و امن سے رہا جائے اور مسلمان اور غیر مسلم مل جُل کر اتفاق سے رہیں چنانچہ ایک عہد نامہ ہوا جس کی شرائط کا خلاصہ یہ تھا یہ تھا کہ دونوں فریق ایک قوم کے حکم پر ہوں گے، جس فریق کو جنگ کی صورت پیش آئے، دوسرا فریق اس کی مدد کرے گا دونوں فریق اپنے اپنے دین پر رہیں گے اور مدینہ پر حملہ ہوا تو دونوں مل کر مدافعت کریں گے، کوئی فریق عہد نامے کی خلاف ورزی نہ کرے گا اور مظلوم کی بہرحال مدد کی جائے گی۔ اگر دونوں فریقوں کے درمیان کوئی نئی بات پیدا ہو جائے یا کسی تنازعہ کی صورت نکل آئے تو فیصلہ خدا اور رسولؐ پر چھوڑ دیا جائے گا۔

یہودیوں نے اس عہد نامے کو خوشی خوشی قبول کیا، مگر بعد ازاں اس کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔

مسلمانوں کی ہجرت کے باوجود قریش نے پیچھا نہ چھوڑا اور اب مدینہ کے لوگوں سے سازباز کرنے لگے، انہوں نے یہودیوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف اُبھارنا شروع کیا اور وہ انگیخت میں آگئے، آنحضرتؐ نے یہودیوں سے معاہدہ کرنے کے بعد آس پاس کے دوسرے قبائل سے بھی صلح و امن کے معاہدے کرلئے۔ بعض قبیلوں کی طرف سے اپنے آدمی بھیجے اور بعض کو خود جاکر صُلح کا پیغام دیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبیلوں کی باہمی خانہ جنگی رک گئی، مگر قریش کو صُلح و آشتی کی یہ فضا گوارا نہ تھی، وہ تو شرارت پھیلانے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں کرتے رہتے تھے

جنگ کا پیش خیمہ

قریش کے تجارتی قافلے شام اور یمن کو آیا جایا کرتے تھے اور مدینہ شاہراہوں کے قریب واقع تھا قریش کو خدشہ ہوا کہ اگر مسلمانوں نے مدینہ میں قدم جما لیے تو ان کے لئے یہ شاہراہیں محفوظ نہ رہیں گی۔ اور ان کی تجارت مسلمانوں کے رحم و کرم پر رہ جائے گی، اگرچہ مسلمانوں کے پیشِ نظر کوئی ایسا اقدام نہ تھا، وہ تو اس بات کا عملی ثبوت دے چکے تھے کہ انہیں صلح و امن کی فضا پیدا کرنی مقصود تھی۔ مگر قریش ہر طرح سے مسلمانوں کی مخالفت پر اُترے ہوئے تھے اور مخالفت کے جوش میں نیک و بد کی تمیز نہ کر سکتے تھے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ مدینہ کے چند مسلمانوں کے علاوہ باقی چاروں طرف اسلام کے دشمن موجود تھے، قریش نے مدینے کے ان قبائل کو بھی اپنا آلہ کار بنالیا، جو ابھی تک اسلام نہ لائے

Marfat.com

مل جائے، قریش نے خبر ملتے ہی ایک لشکر تیار کیا اور اس مقام کی طرف بڑھے، جہاں قافلے کے لئے سخت خطرہ تھا۔

اس طرح حکمت الٰہی سے قریش اور مسلمانوں کے لئے ن اس جنگ کی صورت پیدا ہو گئی جو اسلام کی تاریخ میں حق و باطل کی پہلی جنگ ہے اور قرآن کریم نے اُسے یوم الفرقان قرار دیا اسے حق اور باطل میں فرق کا دن قرار دیا۔

مُسلمانوں کی روانگی

۱۳ رمضان المبارک سنہ ۲ھ (۹ مارچ ۶۲۴ء) کو مسلمان مدینہ سے نکلے، شہر سے کچھ دُور جا کر مجاہدین کے لشکر کا جائزہ لیا گیا۔ دیکھا کہ کمسن لڑکے بھی جہاد کے شوق میں لشکر کے ہمراہ آ گئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے انہیں لوٹ جانے کو کہا مگر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ان میں آنحضرتؐ نے انہیں لوٹ جانے کو کہا مگر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ان میں حضرت سعد وقاصؓ کے بھائی عمیرؓ بھی تھے۔ وہ اتنے کم عمر تھے کہ کمر میں بندھی ہوئی تلوار زمین کے ساتھ لگ گئی تھی، عمیرؓ کی گریہ زاری اور ان کا شوق جہاد دیکھ کر حضور نے انہیں ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔

مسلمان تعداد میں تین سو تیرہ تھے۔ ان کے مقابلے میں قریش کا لشکر ایک ہزار کے لگ بھگ یعنی تقریباً تین گنا تھا، جنگی ساز و سامان کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کا ان سے مقابلہ نہ ہو سکتا تھا، مگر دل جوش ایمان سے پُر اور خدا اور رسولؐ کی محبت سے اس قدر معمور تھا کہ وہ مخالف کی کثرت اور ساز و سامان سے بے نیاز ہو کر میدان جنگ کو چل پڑے تھے۔

۱۷ رمضان المبارک کو مجاہدین کا یہ مختصر سا لشکر بدر کے سامنے پہنچ گیا جو شام کی شاہراہ کا مشہور مقام اور مدینے سے کوئی اسی میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب کی طرف تھا اس وقت تک ابو سفیان کا تجارتی قافلہ محفوظ نکل چکا تھا۔ لہٰذا اب قریش کے لئے جنگ کی کوئی وجہ باقی نہ رہی تھی، مگر وہ تو لڑائی کے لئے بہانہ چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے ابو جہل کی تجویز کے مطابق فیصلہ کر لیا کہ بدر جائیں اور وہاں کچھ دیر ٹھہر کر لوٹیں، اس طرح انہوں نے واپس لوٹنے کے بجائے بدر کی جنوبی سمت میں ڈیرے ڈال دیئے۔ آنحضرتؐ بدر کی شمالی سمت میں پہنچ گئے تھے، آنحضرتؐ کو معلوم ہو گیا تھا کہ قریش کا لشکر قریب آ گیا ہے

Marfat.com

تھے یا اسلام کے سلسلہ میں متذبذب تھے ، عبداللہ بن ابی نام کا ایک منافق جو بظاہر اسلام کا دم بھرتا قریش کی سازشوں میں بڑی فکر مستعدی سے کام کرتا تھا ۔ ان حالات میں مسلمانوں کو اپنی مدافعت کی فکر لاحق ہو گئی ۔

اس اثناء میں قریش کے ایک سردار نے مدینہ کی چراگاہ پر ہلہ بول دیا اور مویشی ہانک کر لے گیا ۔ گویا قریش نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ مدینہ کے مسلمانوں پر حملے بھی کر سکتے ہیں ، اس حملہ کے لئے قریش نے سازو سامان فراہم کرنے کی صورت یہ نکالی کہ اہل مکہ سے اشتراک کر کے وسیع پیمانے پر دہیہ تجارت میں لگا دیا اور طے پایا کہ اس سے جو منافع حاصل ہو وہ سب مسلمانوں کے خلاف جنگ میں لگایا جائے ۔ قریش نے ایک بھاری قافلہ تجارت کے لئے شام بھیجا ۔ یہ شعبان ان میں آنحضرتؐ نے انھیں لوٹ جانے کو کہا مگر وہ زارو قطار رونے لگے ، ۲ھ (فروری ۶۲۴ء) کا واقعہ ہے ، ابوسفیان کو جو رسول اللہ کی مخالفت میں پیش پیش تھا اس قافلے کا امیر مقرر کیا ۔

مسلمانوں کو قریش کے اس اقدام کی خبر مل چکی تھی ، مگر آنحضرتؐ نے سوائے اس کے کہ قافلے کی نقل و حرکت کی نگرانی رکھی جائے کوئی جارحانہ اقدام نہ کیا ، شام میں مال بیچنے کے بعد قافلے نے وہاں سے مزید مال خریدا اور مکے کا رُخ کیا ، اب صورت حال یہ تھی کہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان حالت جنگ قائم تھی اور اس کے ذمہ دار قریش تھے اور ظاہر ہے کہ حالت جنگ میں فریقین ایک دوسرے کو کسی بھی شکل میں نقصان پہنچائیں تو یہ قواعد جنگ کی خلاف ورزی نہیں کہلا سکتی ۔

چونکہ قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام بھیجا گیا تھا ۔ اس میں مکہ کے تمام مخالفین اسلام نے کچھ نہ کچھ سامان تجارت کے لیے بھیجا تھا اور قرار داد یہ تھی کہ جو منافع ہوگا ، وہ پورے کا پورا مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں تیاری میں صرف کیا جائے گا ۔ اس لحاظ سے تجارتی قافلے پر مسلمانوں کا حملہ عین مقتضائے مصلحت تھا اور اسے قانوناً یا اخلاقاً محل اعتراض قرار نہ دیا جا سکتا تھا ، حضور نے اس قافلے کے شام جاتے وقت بھی کچھ آدمی دیکھ بھال کے لئے بھیج دیے تھے اور جب قافلے کی واپسی کی خبر ملی تو اس وقت بھی بعض صحابہؓ کو اس بارے میں خبریں فراہم کرنے کے لیے مقرر کر دیا تھا ، آپؐ خود بھی صحابہؓ کے ساتھ نکل پڑے تھے ۔

ابوسفیان کچھ تو ڈرا ہوا تھا پھر بستی کے قریب پہنچ کر اُسے معلوم ہو گیا کہ اہل مدینہ آس پاس پھرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں ۔ لہٰذا اس نے قافلے کا رُخ بدلا اور عام راستے چھوڑ کر ساحل کے ساتھ ساتھ ہو ا یح نکلا ۔ پھر ایک تیز رو قاصد بھی مکہ بھیج دیا کہ قریش کو خطرے کی خبر

Marfat.com

تو آپؐ نے اندازہ فرمالیا کہ لڑائی ناگزیر نظر آتی ہے، چنانچہ اپنی قیام گاہ سے آگے بڑھ کر ایک اچھے
مقام پر قبضہ کرلیا، خود آنحضرتؐ کے لئے ایسی جگہ سائبان لگایا گیا، جو آس پاس کے مقامات
سے ذرا بلند تھی اور وہاں
سے میدان جنگ پر پوری نظر پڑتی تھی، حضرت ابوبکرؓ حفاظت کے لئے آپؐ کے ہمراہ رہے
حضرت سعدؓ بن معاذ دروازے پر پہرہ کے لئے متعین کئے گئے۔ آنحضرتؐ نے اللہ کے حضو
دعائیں مانگیں کہ اے اللہ جو وعدے تو نے کئے ہیں انہیں پورا کر، اگر تیرے یہ تھوڑے بن
آج مٹ گئے تو دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ آپ اس خشوع وخضوع سے دعا
اس درجہ محو تھے کہ چادر مبارک شانے مبارک سے گری جارہی تھی۔ اس میں امت کو یہ سبق
سکھایا کہ ہر کام کے سلسلہ میں پوری تدابیر اختیار کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مدد پر پورا یقین
ہونے کے باوصف اسی کے سامنے عاجزی اور انکساری سے گڑگڑانا چاہیئے۔ کیونکہ کامیابی اور فتح
نصرت صرف اپنی ہمت پر موقوف نہیں بلکہ اس کا انحصار اللہ ہی کے فضل وکرم پر ہے۔

جنگِ بدر

۱۷ رمضان المبارک ۲ھ (۱۶ مارچ ۶۲۴ء) کو دونوں لشکر بدر کے میدان
ایک دوسرے کے مقابل ہوتے۔ قریش کے بعض افراد نے جنگ روکنے کی کوشش کی اگ
ابوجہل نے کوئی کوشش کامیاب نہ ہونے دی اور میدان کارزار گرم ہوگیا، اس جنگ میں خا
طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ عزیز اور رشتہ دار ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھ
حضرت ابوبکرؓ کے فرزند عبدالرحمٰن قریش کے ساتھ تھے، حضرت حذیفہؓ کا والد عتب
بھی قریش مکہ کے لشکر میں شریک تھا، حضرت عبیدہؓ کے والد بھی مخالفین کے طرف دار تھ
لیکن جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ کسی کو رشتے کا کوئی خیال نہ تھا۔ آنحضرتؐ اور اللہ کی مح
میں سب رشتے نظرانداز ہوچکے تھے۔

دستور کے مطابق پہلے افراد نے لڑائی کی پھر عام جنگ شروع ہوگئی، ایک طرف ایک ہ
مسلح قریش دوسری طرف تین سو تیرہ بے سروسامان مجاہد مگر اللہ کی مدد شامل تھی، قریش
کے آدمی کٹ کٹ کر گر رہے تھے، دو نوعمر مجاہدوں کو علم تھا کہ ابوجہل اسلام کا اشد ترین دشم
ہے۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے پوچھا کہ بتایئے ابوجہل کون ہے؟ پتہ ملتے ہی ش

Marfat.com

کی طرح اس پر جھپٹے اور گرا لیا۔ اس کشمکش میں ایک مجاہد کا بازو کٹ گیا، مگر ابوجہل کو کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔ ابوجہل کے علاوہ بعض اور بھی بڑے بڑے سرداران قریش مارے گئے کل ستر آدمی قتل اور ستر گرفتار ہوئے، چودہ مجاہدوں نے شہادت پائی۔

قرآن کریم میں جنگ بدر کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ :۔ " اگر تم اللہ پر اور اس پر یقین رکھتے ہو جو ہم نے فیصلہ کر دینے والے دن اپنے بندے پر نازل کی تھی، جبکہ لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوتے تھے تو چاہیے کہ اس تقسیم پر کاربند ہو اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ (بدر کا) دن تھا کہ تم ادھر قریب کے ناکہ پر تھے ادھر دشمن دور کے ناکہ پر اور قافلہ تم سے نچلے حصہ میں تھا۔ اور اگر تم آپس میں لڑائی کی بات ٹھہراتے تو ضرور جنگ کے بارہ میں تم اختلاف کرتے کیونکہ تم چاہتے ہو کہ کسی حالت میں جنگ نہ ہو اور دشمن چاہتا ہے کہ ضرور جنگ ہو لیکن اللہ نے دونوں لشکروں کو بھڑا دیا تاکہ جو بات ہونے والی تھی، اسے کر دکھائے، نیز اس لئے کہ جسے ہلاک ہونا ہے، اتمام حجت کے بغیر ہلاک ہو اور جو زندہ رہنے والا ہے اتمام حجت کے بعد زندہ رہے اور بلاشبہ اللہ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔"

(سورہ انفال ع ۵)

سورہ آل عمران میں جنگ بدر کا ذکر اس طرح بیان فرمایا۔

ترجمہ :۔ " اور اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے۔ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور حالت میں تھے، پس اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار ہو (یہ جب ہوا) کہ تو مسلمانوں سے کہہ رہا تھا کہ تم کو کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تمہاری مدد کو آسمان سے اترنے والے ۳ ہزار فرشتے بھیجے، ہاں بلاشبہ اگر تم صبر کرو اور تقوی کی راہ اختیار کرو اور پھر ایسا ہو کہ دشمن اسی دم تم پر چڑھ آئے تو تمہارا پروردگار ۵ ہزار نشان رکھنے والوں سے تمہاری مدد کرے گا، اللہ نے یہ صرف اس لئے کیا کہ تمہارے لئے خوشخبری ہو اور اس وجہ سے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد و نصرت جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے، اس کی طاقت سب پر غالب

Marfat.com

ہے اور وہ اپنے تمام کاموں میں حکمت رکھنے والا ہے اور نیز اس لئے تاکہ منکرین حق کی جمعیت وطاقت کا ایک حصہ بیکار کر دے۔ انہیں اس درجہ ذلیل وخوار کرے کہ وہ نامراد ہو کر الٹے پاؤں پھر جائیں۔"

(آل عمران)

جنگ سویق

معرکۂ بدر نے مشرکین مکہ کی قوت توڑ دی مگر اس شکست کے باعث قریش کو جو زخم لگا اس سے ناسور کی شکل اختیار کر لی ، ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی ، نوجوانوں نے قسمیں کھائی کہ مسلمانوں سے اس جنگ کا بدلہ ضرور لیں گے ، ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا نہ غسل کروں گا اور نہ کپڑے تبدیل کروں گا ، چنانچہ جلد ہی دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف آیا ، سواروں کو شہر سے باہر چھوڑ کر خود رات کے وقت مدینہ میں آیا اور خفیہ طور پر ایک یہودی سے ساز باز کی پھر رات کے آخری حصے میں ایک گاؤں پر جو مدینے سے صرف تین میل کے فاصلے پر تھا حملہ کر دیا ، چند مکانوں کو نقصان پہنچایا ، درخت اور گھاس کے انبار جلا دیئے ، ایک آدمی بھی شہید کیا ، یہ حرکت اس نے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے کی ، مسلمانوں نے اس واقعہ کی خبر ملتے ہی پیچھا کیا مگر وہ نکل چکا تھا تعاقب سے ڈر کر ابوسفیان رسد کا سامان راستہ ہی میں چھوڑ گیا۔ یہ سامان زیادہ تر ستوؤں پر مشتمل تھا جسے عربی میں سویق کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ اسی وجہ سے جنگ سویق کہلاتا ہے

Marfat.com

جنگِ اُحد

سردارانِ قریش کے مارے جانے کے بعد ابوسفیان قریش کا سردار مقرر ہوا۔ وہ ۳ھ میں یعنی جنگِ بدر سے قریباً ایک سال بعد تین ہزار کا لشکرِ جرار لے کر مکہ سے نکلا اور اُحد کے نیچے جو مدینہ کے شمال میں تین میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے ڈیرے ڈال دیئے۔

آنحضرتؐ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنے کے بعد ایک ہزار کی جمعیّت لیکر مقابلہ کو نکلے، مجاہدین میں عبداللہ بن اُبی ایک مشہور منافق بھی تھا جس کے ساتھ تین سو آدمی تھے وہ انہیں راستے ہی سے واپس لیکر چلا گیا۔ اس طرح مجاہدین کی تعداد سات سو رہ گئی۔ قبولِ حق کے بعد اسلام کا جو جذبہ اور ولولہ دلوں میں پیدا ہوگیا تھا اس نے مجاہدین کو قلتِ تعداد سے بددل نہ ہونے دیا۔ وہ راہِ حق میں سرفروشانہ لڑنے مرنے پر آمادہ تھے، چنانچہ شوال ۳ھ ہجری (جنوری ۶۲۵ء) کو دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے۔

اُحد کے سامنے مدینے کی جانب ایک وسیع میدان ہے جس میں سے ایک برساتی نالہ گذرتا ہے۔ اس نالے کا پاٹ بھی خاصا وسیع ہے۔ مگر نالہ عام طور پر خشک رہتا ہے۔ اس کے جنوبی کنارے پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ جس پر آنحضرتؐ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی یہاں پچاس تیر انداز بٹھا دیئے تھے اور انہیں تاکید کر دی تھی کہ فتح ہو یا شکست، کسی بھی حالت میں پہاڑی نہیں چھوڑنی چاہیئے، موقع سامنے رکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلامی فوج کے عقب کی حفاظت کے لیے مقرر ہوئے تھے، قریش جبل اُحد کے اوپر سے ہو کر مسلمانوں کے عقب میں پہنچ سکتے تھے اس طرح مسلمان قریش کے دو لشکروں میں گھر جاتے۔ لیکن چھوٹی پہاڑی پر جو تیر انداز بٹھائے گئے تھے وہ پیچھے کی طرف سے آنے والے ہر دشمن کو روک سکتے تھے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے تاکید فرمائی تھی کہ

Marfat.com

خواہ کوئی حالت پیش آئے تمہیں یہ جگہ نہ چھوڑنی چاہیئے۔

جنگ شروع ہوئی، مسلمانوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر تیر اندازوں کو یقین ہو گیا کہ دشمن شکست کھا گیا، چنانچہ دوسرے اسلامی لشکروں کی طرح ان میں سے بھی ایک خاصی تعداد پہاڑی چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئی۔

اس وقت تک خالد بن ولید اسلام نہ لائے تھے اور اس جنگ میں مشرکین کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کا عقب غیر محفوظ دیکھا تو اپنا دستہ لیکر احُد کے اُوپر سے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے عقب میں پہنچ گئے اور ان پر ٹوٹ پڑے، اس اچانک حملے نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا اس کشمکش کے دوران خود آنحضرتؐ بھی زخمی ہوئے، نیز آپؐ کا ایک دانت مبارک بھی شہید ہو گیا۔ یہ افواہ بھی اُڑ گئی کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں۔ اس آواز نے مسلمانوں کی کمر ہمت توڑ دی اور ان میں سخت انتشار پیدا کر دیا، تاہم ثابت قدم صحابہؓ نے للکار کر جواب دیا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ جنگ کا فیصلہ کر کے رہیں گے۔ پھر اپنی قوت جمع کر کے کفّار پر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ ان کے چھکّے چھڑا دیئے، اتنے میں آنحضرتؐ بھی سنبھل چکے تھے، مجاہدینِ اسلام آپؐ کو دیکھتے ہی پروانہ وار گِرد جمع ہو گئے۔ آنحضرتؐ کے خود کی کڑیاں رُخسار مبارک میں گھُس گئی تھیں۔ انہیں نکال کر زخم کو دھویا گیا اور مرہم پٹی کی گئی۔

اس جنگ میں اگرچہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا مگر بہت نقصان اُٹھانا پڑا ستر مسلمان شہید اور اس سے زیادہ زخمی ہوئے۔

آنحضرتؐ کے حقیقی چچا، دودھ شریک بھائی اور جانثار صحابی حضرت حمزہؓ کی شہادت اس جنگ کا المناک سانحہ ہے۔

جنگ احد اور قرآن عزیز

سورۂ آلِ عمران میں جنگ اُحد کے لیے مسلمانوں کی تیاری، منافقین کا لشکر

Marfat.com

سے جدا ہو جانا، مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوششیں، مسلمانوں کی کامیابی اور آنحضرتؐ کے حکم کی خلاف ورزی کے باعث شکست کھانا اور دوبارہ کامیاب ہونا ان سب امور کو مختصر طریق پر یوں بیان فرمایا گیا ہے:

ترجمہ: "اور جبکہ تم صبح سویرے اپنے گھر سے نکلے تھے لڑائی کیلیے مورچوں پر مسلمانوں کو بٹھا رہے تھے اور اللہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔ پھر جب ایسا ہوا تھا کہ تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا تھا کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ مددگار تھا۔ اور جو ایمان رکھنے والے ہیں انہیں لازم ہے کہ ہر حال میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔"

(آل عمران)

اسی سورۃ میں پھر فرمایا:

ترجمہ: "اور نہ تو ہمت ہارو، نہ غمگین ہو، تم ہی سب سے برتر ہو، بشرطیکہ تم سچے مومن ہو، اگر تم نے (اُحد میں) زخم کھایا ہے تو دوسروں کو بھی ویسے ہی زخم (بدر میں) لگ چکے ہیں۔ دراصل یہ (ہار جیت کے) اوقات ہیں۔ جنہیں ہم انسانوں میں ادھر اُدھر پھراتے رہتے ہیں۔ علاوہ بریں یہ اس لیے تھا کہ اس بات کی آزمائش ہو جائے کہ کون سچا ایمان دار ہے اور کون نہیں۔ اور اس لیے کہ تم میں سے ایک گروہ کو شاہد حال بنا دے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ ظلم کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(آل عمران)

نئی جنگ کا پیش خیمہ

جنگ اُحد کے بعد بھی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں پیش آئیں، مگر ہجرت کے چوتھے

Marfat.com

سال کفار کی طرف سے بعض ایسی حرکتیں ظہور میں آئیں جنہوں نے ایک نئی لڑائی کی صورت پیدا کر دی۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ قریش نے مختلف قبیلوں سے ساز باز شروع کر رکھی تھی اور وقتاً فوقتاً انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے رہتے تھے انہوں نے دو قبیلوں سے جوڑ توڑ کیا اور ایک سازش کے تحت آنحضرتؐ کے پاس بھیجا کہ ہم اسلام لے آئے ہیں کچھ مسلمان ہمارے ساتھ بھیجے جائیں جو ہمارے قبیلہ میں رہ کر ہمیں اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرتؐ نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے دس صحابہؓ کرام کو ان کے ساتھ کر دیا۔ قریش کے دو سو جوان ان صحابہؓ کو گرفتار کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ صحابہؓ نے مدافعت کی چنانچہ دس میں سے آٹھ اسی وقت شہید ہو گئے اور دو کو بعد میں شہید کر دیا گیا۔ یعنی دو حضرت خبیبؓ بن عدی اور زیدؓ بن دثنہ گرفتار کر لیے گئے جنہیں مکہ میں غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ گرفتار کرنے والوں کو پیسے بھی مل جائیں اور خریدنے والے انہیں اپنی مرضی کے مطابق قتل کر دیں۔

جب حضرت زیدؓ کو شہید کیا جانے لگا تو ابوسفیان نے پوچھا۔

"اب تم چاہتے ہو گے کہ تمہاری جگہ محمدؐ کو قتل کر دیا جائے اور تمہاری جان بچ جائے۔"

حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ "خدا کی قسم! مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ آنحضرتؐ کے پاؤں مبارک میں کانٹا بھی چبھے اور میری جان بچ جائے۔"

غرض حضرت زیدؓ اور خبیبؓ کو بھی شہید کر دیا گیا۔

اسی طرح نجدیوں کے مطالبے پر ستر عالم ان کے ساتھ بھیجے گئے۔ ان کے ساتھ بھی نجدیوں نے دھوکہ کیا صرف ایک بچ نکلا باقی تمام مارے گئے۔

مدینہ کے باہر قریش اور یہود کا مشترکہ لشکر جنگ پر تلا کھڑا تھا۔ ادھر اندرون شہر کی حالت یہ تھی کہ دو حلیف گروہوں کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ

Marfat.com

جنگ کے موقعہ پر ان کا طرزِ عمل کیا ہوگا ، ایک گروہ بنو قریظہ (یہودیوں) کا تھا ، دوسرا عبداللہ بن اُبی منافق کا ۔ اول الذکر کے ساتھ اگرچہ جنگ اُحد کے بعد نیا معاہدہ ہوچکا تھا مگر ان کے ساتھ طرزِ عمل کے پیشِ نظر ان پر کامل اعتماد نہ کیا جاسکتا تھا۔ عبداللہ بن اُبی کا رویہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے غلبہ کی صورت میں اسلام کا دم بھرتا اور قریش کی قوت زیادہ نظر آتی تو ان کا ساتھ دینے لگتا ، خیبر کے یہودنے جب مسلمانوں کی نازک حالت دیکھی تو وہ بھی قریش کے ساتھ سازشوں میں شریک ہوگئے ، اسی طرح خیبر مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا مرکز بن گیا ۔ اب دس ہزار کا لشکر مسلمانوں کے خلاف تیار ہوچکا تھا ۔

مسلمانوں کے انتظامات

اس مرتبہ قریش نے اتنا عظیم لشکر فراہم کر رکھا تھا کہ عرب میں اس وقت تک کبھی اتنا لشکر جمع نہ ہوا تھا ، مسلمانوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی ، چنانچہ جنگ کے لیے کافی انتظامات سوچنے پڑے ، مدینہ کے اردگرد کھجوروں کے گھنے باغات تھے ان میں سے حملہ کرنا مشکل تھا ، صرف شمالی سمت خالی تھی جنگ اسی راستے سے ہوسکتی تھی اور یہیں خاص انتظامات کی ضرورت تھی ، حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سے اس طرف گہری خندق کھودی گئی ۔ یہ خندق تین ہزار صحابہ کرامؓ نے بمشکل بیس دن میں مکمل کرلی۔ خندق پانچ گز گہری اور پانچ ہی گز چوڑی تھی ، آنحضرتؐ خود بھی خندق کھودنے میں صحابہؓ کے ساتھ شریک رہے ۔

عرب میں خندق کھود کر جنگ کرنا ایک نئی چیز تھی اس لیے اِسے جنگِ خندق بھی کہتے ہیں ، چونکہ اس جنگ میں مختلف گروہوں نے اتفاق کرکے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا اور گروہ کو عربی میں حزب کہتے ہیں اس لیے اس جنگ کا دوسرا نام جنگِ احزاب بھی ہے ۔

Marfat.com

جنگِ خندق

شوال ۵ھ مطابق فروری ۶۲۷ء کو ابوسفیان کی سرکردگی میں دس ہزار کا عظیم لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو کر اس زور شور سے مدینہ پر حملہ آور ہوا کہ مدینہ کی سرزمین میں زلزلہ آ گیا۔ دشمن نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا جو ایک ماہ تک جاری رہا مسلمانوں کو کئی کئی دن تک سخت فاقے برداشت کرنے پڑے۔ اس کے باوجود ہمت پست نہ ہوئی، اکا دُکا حملے ہوتے رہے جن میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، عمرو بن دد عرب کا ایک مشہور پہلوان جو ایک ہزار آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا، حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا، کفار نے بڑی تیزی اور تندہی سے حملہ کیا مگر خندق کے باعث وہ زیادہ آگے نہ بڑھ سکے اور طویل محاصرہ سے تنگ آ گئے۔ پھر ایک خطرناک آندھی چلی جس سے ان کا سارا ساز و سامان درہم برہم ہو گیا، علاوہ ازیں مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کے درمیان بے اعتمادی پیدا ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن نے محاصرہ چھوڑ کر فرار کی راہ اختیار کی اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے نجات ملی۔

قرآن کریم کا بیان

سورۂ احزاب میں غزوۂ خندق کے متعلق ارشاد ہوتا ہے!

ترجمہ: "اور جب چڑھ آئے مشرکین تم پر اُوپر کی جانب اور نیچے کی جانب سے، اور جب پھر گئی آنکھیں اور پہنچ گئے دِل گلوں تک (یعنی کلیجے مُنہ کو آ گئے)

(احزاب ع۲)

پھر ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر اس وقت کی گئی جب تم لشکر چڑھے تھے پس ہم نے ان پر ہوا اور ایسے لشکروں

Marfat.com

کو بھیج دیا۔ جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے اور جو تم کام بھی کرتے ہو اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے۔"

(احزاب ع۱)

واقعہ حدیبیہ

غزوۂ احزاب نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ عرب کی متفقہ قوت بھی مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکی، قریش اور قبائل عرب اپنی پوری طاقت صرف کرکے یہ دیکھ چکے تھے۔ کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنا آسان کام نہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلام کی قوت اور صداقت کا ان پر ضرور اثر ہوگا۔ آبائی مذاہب کو چھوڑنا ان کے لیے آسان نہ تھا اس لیے وہ محض دنیوی لالچ کے باعث اسلام کے خلاف سرگرم عمل تھے۔

غزوہ احزاب کے تقریباً ایک سال بعد یعنی ماہ ذی قعدہ ۶ھ مطابق فروری ۶۲۸ء بروز دوشنبہ آنحضرتؐ چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ ادائے عمرہ کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوئے اور مکہ کے قریب ایک مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر قربانی کے جانوروں کے قلادہ ڈالا اور احرام باندھا۔

چونکہ آپؐ بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلے تھے۔ جنگ یا قتل و قتال کا کوئی ارادہ نہ تھا اور قریش بڑے سے بڑے دشمن کو بھی کعبہ کی زیارت سے نہ روکتے تھے اس لیے آنحضرتؐ کو اطمینان تھا کہ قریش انہیں زیارت سے نہ روکیں گے، تاہم آپؐ نے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو قریش کے حالات کا اندازہ کرنے کے لیے مکہ بھیج دیا اس نے آکر اطلاع دی کہ قریش مزاحمت پہ تلے بیٹھے ہیں، جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

آنحضرتؐ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ ہم تو بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلے ہیں نہ کہ جنگ کے لیے پھر اگر کوئی خواہ مخواہ ہم سے جنگ کرے تو مجبوراً ہمیں لڑنا پڑے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا پھر خدا کا

Marfat.com

نام لے کر آگے بڑھو۔

چنانچہ آپؐ نے حدیبیہ کے مقام پر جو دراصل ایک کنویں کا نام ہے اور جو مکہ مکرمہ سے جدہ کی جانب ایک منزل پر واقع ہے قیام فرمایا۔ حضرت عثمانؓ کو اس مقصد کے لیے مکہ بھیجا گیا کہ وہ قریش کو بتا دیں کہ مسلمان جنگ کے ارادہ سے نہیں بلکہ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے ابوسفیان وغیرہ سے مل کر بات کی مگر انہوں نے آنحضرتؐ اور ان کے رفقاء کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ ساتھ ہی حضرت عثمانؓ کو مکہ میں روک لیا۔

ادھر مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ مکہ میں شہید کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ جوشِ انتقام سے بے قابو ہو گئے، آنحضرتؐ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے بیعت لی کہ مر جائیں گے مگر راہِ فرار اختیار نہ کریں گے۔

قریش مکہ کو مسلمانوں کی اس بیعت کا علم ہوا تو وہ گھبرا گئے، چنانچہ انہوں نے فوراً اطلاع بھیجی کہ قتلِ عثمانؓ کی خبر غلط ہے وہ زندہ سلامت یہاں موجود ہیں پھر حضرت عثمانؓ کو واپس جانے کی اجازت دے دی گئی اور وہ حدیبیہ آ پہنچے۔

قرآن کریم میں واقعہ حدیبیہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :

ترجمہ : " بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جبکہ وہ تمہارے ہاتھ پر اس درخت کے نیچے بیعت کرنے لگے اور جان لیا اللہ نے جو ان کے دل میں تھا۔ پس اُتارا ان پر اطمینان و سکون اور انعام میں دی انہیں ایک فتح قریب۔"

(الفتح ع۲)

غرض قریش پر واضح ہو گیا کہ مسلمان پختہ عزم لے کر آئے ہیں اور مزاحمت جاری رہی تو لڑائی ہو جائے گی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر وہ نرم ہو گئے، اب مشرکین خود صلح پر آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے سہیل بن عمرو کو صلح کے لیے مسلمانوں کی طرف

Marfat.com

سفیر بنا کر بھیجا۔ چنانچہ طویل گفت و شنید کے بعد ذیل کے امور پر سمجھوتہ ہوا۔

۱: مسلمان اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال مکہ میں عمرہ کی غرض سے اس طرح داخل ہوں گے کہ معمولی حفاظتی ہتھیاروں کے سوا کچھ ساتھ نہ ہوگا، تلواریں نیاموں کے اندر رہیں گی۔ صرف تین دن تک مکہ میں قیام کریں گے اس اثنار میں اہلِ مکہ پہاڑوں پر چلے جائیں گے۔

۲: معاہدہ کی مدت کے دوران فریقین کے درمیان امن و عافیت کے ساتھ آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

۳: قبائل کو اس بات کی آزادی ہوگی کہ ہر دو فریق میں سے وہ کسی کے بھی حلیف بن سکتے ہیں۔

۴: اگر مکہ سے کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو اسے مکہ واپس کرنا ہوگا اور کوئی شخص مدینہ سے بھاگ کر مکہ آجائے گا تو واپس نہ کیا جائیگا۔

۵: معاہدہ دس سال کے لیے ہوگا اور کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

حدیبیہ خود فتح نہیں تھی اس لیے کہ لڑائیاں شروع کرنے کے ذمہ دار قریش تھے اور وہ اس لیے لڑ رہے تھے کہ کسی کو ان کی مرضی کے خلاف تبلیغ کا حق نہیں۔ یہ دینی جبر تھا جسے وہ زورِ قوت سے کامیاب بنانے کے درپے تھے، لیکن بدر، اُحد اور خندق میں مسلمانوں کی استقامت قریش کے زور و قوت کا بھرم کھول چکی تھی اور اب مسلمان مکہ معظمہ کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ قریش نے صلح کرلی مگر یہ محض صلح نہ تھی بلکہ تبلیغ اسلام کو بالجبر روکنے کی روش سے دست برداری تھی، اس مؤقف کی حقانیت کا عملی اعتراف تھا کہ جو آنحضرتؐ نے اختیار فرما رکھا تھا۔

Marfat.com

اسی لیے قرآن کریم نے اسے " فتح مبین " قرار دیا۔ حدیبیہ کا معاہدہ اس لیے بھی فتح مبین تھا کہ اس کے بعد مسلمانوں کو خدا نے فتح و نصرت کی برکتوں سے مشرف فرمایا۔

صلح حدیبیہ ہی سے فی الحقیقت فتح مکہ کے لیے راہ کھلی، کیونکہ جب جنگ کا خطرہ جاتا رہا اور امن و اطمینان کی فضا پیدا ہو گئی تو مسلمانوں کی پوری توجہ تبلیغ کے لیے وقف ہو گئی۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان بے خوف و خطر سلسلہ آمد و رفت جاری ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمروؓ بن العاص جیسے بہادر، سرفروش اور مدبر انسانوں کا قبول اسلام اسی پُر امن صورتِ حال کا نتیجہ تھا۔ اور یہی اسباب ترقی رفتہ رفتہ فتح مکہ کا باعث بنے۔

بنو قریظہ کا فیصلہ

بنو قریظہ کے طرز عمل سے ظاہر ہے کہ انہوں نے جنگ کے نازک موقع پر عہد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا تھا اور کسی وقت بھی اپنی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے۔ چنانچہ ان کی یہ حرکتیں قابلِ معافی نہ تھیں۔ لیکن جنگِ خندق کے بعد جب ان کا معاملہ پیش ہوا تو انہوں نے درخواست کی کہ انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کریں گے وہ انہوں منظور ہو گا۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ نے تورات کے حکم کے مطابق فیصلہ دیا کہ لڑنے والے قتل کئے جائیں اور ان کا مال و اسباب غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں دیا جائے۔

فرمانرواؤں کو دعوتِ حق

حدیبیہ میں قریش کے ساتھ صلح ہو گئی تو مسلمانوں کو قدرے اطمینان ہو گیا کہ عارضی طور پر جنگ و جدال کی صورت باقی نہیں رہی۔ اس پر امن فضا میں آنحضرتؐ نے مناسب سمجھا کہ باہر کے ممالک میں پیغامِ حق پہنچایا جائے۔ اسی سلسلہ میں آنحضرتؐ نے سوچا کہ اگر فرمانروا اور حاکم اسلام قبول کریں تو دوسرے لوگ آسانی سے دینِ اسلام

Marfat.com

میں داخل ہو جائیں گے، چنانچہ اطرافِ عرب کے جن فرمانرواؤں کی طرف قاصد بھیج کر اسلام کی دعوت پہنچائی وہ یہ ہیں۔

۱: قیصر روم، جو شمالی عرب کے وسیع خطے کا حکمران تھا۔

۲: حاکم مصر، جو قیصر روم کے ماتحت مگر اندرونی معاملات میں آزاد اور خود مختار حاکم تھا۔

۳: نجاشی (شاہ حبشہ) جس نے مسلمان مہاجرین کو اپنے ہاں پناہ دی تھی۔

۴: حاکم شام، جو عربی النسل مگر رومیوں کے زیر اثر تھا۔

۵: شاہ ایران، جو عرب کے مشرقی حصے کا حکمران تھا۔

ان میں سے شاہ ایران زرتشتی مذہب کا پیرو تھا باقی فرمانروا عیسائی مذہب کے پیرو تھے، آنحضرتؐ نے ان بادشاہوں کے علاوہ عرب کے دوسرے سردارو اور روٴسا کو بھی اسلام کا پیغام بھیجا۔

نجاشی نے نامۂ رسولؐ موصول ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ مگر اس کی رعایا چونکہ عیسائی پادریوں کے زیر اثر تھی اس لیے ان پر نجاشی کے قبول اسلام کا اثر نہ پڑ سکا۔

مصر کے حاکم نے اسلام قبول تو نہ کیا مگر آنحضرتؐ کے نامۂ مبارک کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں سربمہر کر کے خزانے میں رکھ لیا اور جواباً لکھا کہ مجھے معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے مگر وہ شام میں ظاہر ہوگا۔ حاکم مصر نے تحفے کے طور پر ایک خچر، کچھ کپڑا اور دو معزز لڑکیاں بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجیں۔ ان لڑکیوں میں ایک حضرت ماریہ قبطیہؓ تھیں جن کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ تولد ہوئے، خچر آنحضرتؐ نے سواری کے لیے رکھ لیا۔ یہی خچر دلدل کے نام سے مشہور ہے۔

رئیسوں میں سے صرف بحرین کا رئیس مسلمان ہوا۔ اس کی رعایا میں سے بعض افراد نے اسلام قبول کیا۔

قیصر روم نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ کسی عرب کو بلا کر رسول اللہؐ کے حالات دریافت کئے جائیں۔ تاکہ مجھے پتہ چل سکے، اتفاق سے اس زمانے میں ابوسفیان تجارت کی غرض سے شام گئے ہوئے تھے۔ آپ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہیں قیصر روم

Marfat.com

کے پاس لے جایا گیا تاکہ وہ آنحضرتؐ کے متعلق بتا سکیں۔

قیصر روم نے آنحضرتؐ کے خاندان کے متعلق پوچھا تو ابوسفیان نے کہا کہ وہ ہم میں بڑے شریف اور عالی خاندان ہیں۔

قیصر ! کیا تم میں سے پہلے بھی کبھی کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے ؟

ابوسفیان ! نہیں۔

قیصر ! اس رسولؐ کے پیروکار زیادہ تر غریب ہیں یا امیر اور معزز لوگ ؟

ابوسفیان ! غریب اور کمزور لوگ !

قیصر ! پیروؤں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے ؟

ابوسفیان ! بڑھ رہی ہے۔

قیصر ! کوئی ایسا بھی ہے جو یہ مذہب قبول کر لینے کے بعد اس سے پھر گیا ہو ؟

ابوسفیان ! نہیں۔

قیصر ! کیا اس شخص نے کوئی وعدہ کر کے اُسے توڑا بھی ہے ؟

ابوسفیان ! نہیں۔

قیصر ! اس کی تعلیم کیا ہے ؟

ابوسفیان ! وہ ایک خدا کی عبادت کو کہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس ایک خدا کا کوئی شریک نہیں، نماز پڑھو، پاک باز رہو، سچ بولو اور سب بنی نوع انسان کے حقوق کا خیال رکھو۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے کہا کہ ایسے شخص کے سچا ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ قیصر اگرچہ آنحضرتؐ کی صداقت کا معترف ہو گیا۔ مگر پادریوں کے ڈر سے اسلام قبول کرنے کا اعلان نہ کیا۔

شاہ ایران جسے آنحضرتؐ نے نامۂ مبارک ارسال کیا تھا، اس کا نام خسرو پرویز تھا۔ وہ خط دیکھتے ہی غصہ میں آ گیا اور اسے چاک کر ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی مسلمانوں کے ہاتھوں اس کی سلطنت ختم ہو گئی، خسرو پرویز نے یمن کے گورنر کو کہلا بھیجا کہ اس نبیؐ کو ہمارے سامنے لے کر آؤ۔ گورنر نے دو آدمی آنحضرتؐ کے پاس بھیجے۔ اس وقت تک خسرو پرویز کو اس کے بیٹے نے تخت سے اُتار کر قتل کر دیا۔

Marfat.com

فتح خیبر

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مدینہ کے یہود سے آنحضرتؐ نے متعدد معاہدے کیے ہر معاہدے میں اسی پر زور دیا گیا کہ مسلمان اور یہودی امن اور صلح سے رہیں گے مگر معاہدوں کے باوجود یہود نے مشرکین مکہ سے سازباز جاری رکھی اور عملاً ثابت کر دیا کہ ان کی نظروں میں کیے گئے معاہدوں کی کوئی حیثیت و احترام نہیں چنانچہ مدینے سے مختلف یہود قبائل خیبر چلے گئے اور وہاں اپنی شرارتیں جاری رکھیں۔ جنگ خندق میں انہوں نے عملاً مسلمانوں کے خلاف دشمنی کا ثبوت دیا۔

خیبر مدینے سے شمال میں آٹھ منزل پر واقع تھا۔ یہ نہایت زرخیز خطہ تھا۔ یہودیوں نے وہاں مضبوط قلعے بنا رکھے تھے اور یہ جگہ یہودیوں کی شرارتوں کا پختہ مرکز بن گئی تھی۔ قلعوں کی تعداد آٹھ کے قریب تھی، مرحب یہودیوں کا بڑا رئیس اور سردار تھا جس کا شمار عرب کے شہ زور اور مشہور پہلوانوں میں ہوتا تھا۔

آنحضرتؐ کو پتہ چلا کہ یہودیوں نے دوسرے کئی قبیلوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسا کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور مدینے پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس خبر کی تصدیق کے بعد مناسب سمجھا گیا کہ حملے کا انتظار کرنے کی بجائے خود بڑھ کر خیبر پر حملہ کیا جائے۔ تاکہ شرپسندوں کو خرمن امن میں آگ لگانے کا موقع ہی نہ ملے۔ چنانچہ محرم ۷ھ (مئی ۶۲۸ء) کو آنحضرتؐ سولہ سو مجاہدین کے ساتھ خیبر کی طرف بڑھے۔ اور تو سارے قلعے آسانی سے فتح کر لیے گئے مگر قموص نام کا ایک قلعہ سر ہونے میں نہ آتا تھا۔ مرحب اسی قلعے میں تھا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "کل صبح اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جسے خدا اور رسولؐ چاہتا ہے اور وہ بھی خدا اور رسولؐ کو چاہتا ہے۔ یہ قلعہ اسی کے ہاتھوں فتح ہوگا"۔ سب صحابہؓ منتظر رہے کہ دیکھیں یہ شرف کسے حاصل ہوتا ہے۔

صبح ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو یاد فرمایا۔ اس وقت آپؓ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا پھر جھنڈا دیکر

Marfat.com

دُعا فرمائی ۔ حضرت علیؓ مردانہ وار بڑھے مرحب بڑھے تکبّر سے مقابلے کو آیا۔ حضرت علیؓ نے اس زور سے تلوار ماری کہ مرحب کے خود اور سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اُتر گئی ۔ اور وہ ہمیشہ کی نیند سو گیا۔ قلعہ فتح ہو گیا اور یہودیوں کے لیے اطاعت کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا۔

حدیبیہ کے عہد نامے میں مسلمانوں کو حرم پاک کی زیارت کی اجازت مل چکی تھی ۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد اسی سال آنحضرتؐ نے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ ادا کیا ۔ یعنی سات برس بعد دوبارہ مکہ دیکھنا نصیب ہوا۔ داخلے کے وقت حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آنحضرتؐ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے قریش اس موقع پر مکہ چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے معاہدہ کے مطابق آنحضرتؐ تین دن تک مکہ میں رہے پھر واپس تشریف لے گئے ۔

جنگ موتہ

عرب اور اطراف عرب کے حاکموں اور فرماں رواں کو آنحضرتؐ کے دعوت نامے بھیجے جانے کا ذکر پہلے آچکا ہے اس سلسلہ میں دعوتِ اسلام کا ایک خط بصریٰ (شام) کے حاکم کو بھی بھیجا گیا۔ یہ خط حضرت حارث بن عمیرؓ لے کر گئے تھے، حاکم بصریٰ نے غصّے میں آکر حضرت حارثؓ کو شہید کر دیا تھا۔ بین الاقوامی اصُول کے مطابق کسی سفیر کو خواہ وہ دشمن ہی کے گروہ سے تعلق رکھتا ہو کبھی گزند نہیں پہنچائی جاتی ۔ مگر حاکم بصریٰ نے اس اصول کی پرواہ نہ کی اور حماقت کر بیٹھا۔ آنحضرتؐ کو مجبوراً خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لیے اس پر چڑھائی کرنی پڑی۔

زید بن حارثہؓ جو آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلام تھے، تین ہزار جانباز دے کر بھیجا گیا ، ہدایت یہ تھی کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب کو سردار بنایا جائے وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ کی سرکردگی میں جنگ جاری رکھی جائے۔

حاکمِ بصریٰ نے اپنے حاکم اعلیٰ (قیصر روم) کی مدد سے ایک لاکھ کا لشکر فراہم کر لیا اور موتہ کے مقام پر دونوں فریق آمنے سامنے ہوئے، حضرت زیدؓ نے دشمن کی کثرت دیکھ کر چاہا کہ آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع دے کر حکم طلب کریں۔ مگر حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن رواحہؓ نے اتفاق نہ کیا۔ اور فرمایا ہمارا اصل مقصد فتح حاصل کرنا نہیں۔ بلکہ شہید ہونا ہے۔ لہٰذا جنگ میں تاخیر نہ کی جائے۔ چنانچہ جنگ شروع ہو گئی۔ ایک لاکھ کے مقابلے میں تین ہزار کی حیثیت ہی کیا تھا۔ مگر مسلمان اس بہادری اور شجاعت سے لڑے کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔ زید بن حارثہؓ برچھیوں سے زخمی ہو کر شہادت پا گئے، چنانچہ لشکر کی قیادت حضرت جعفرؓ نے سنبھالی۔ وہ نوے زخم کھا کر شہید ہوئے یہ سب زخم جسم کے اگلے حصوں پر تھے۔

حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی سرکردگی میں جنگ جاری رہی وہ بھی مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پا گئے۔ آخر حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا اس جنگ میں حضرت خالدؓ نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے جو تاریخ میں یادگار رہیں گے آپؓ کے ہاتھ مبارک سے یکے بعد دیگرے نو تلواریں ٹوٹیں، چنانچہ اس جانبازی کے طفیل آنحضرتؐ نے آپؓ کو سیف اللہ کا خطاب دیا جو آج تک آپؓ کے نام سے منسوب ہے۔

دشمن مسلمانوں کی قوت اور بہادری کے سامنے نہ ٹھہر سکا، تین ہزار مجاہدین نے ایک لاکھ شاہی لشکریوں کو وہ ہزیمت پہنچائی کہ بھاگ کھڑے ہوئے مگر مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہ کیا اس لیے یہ جنگ فیصلہ کن نہ بن سکی۔

فتح مکہ

ہجرت کا آٹھواں سال ختم ہونے کو تھا، صلح حدیبیہ کو قریباً پونے دو سال گذر چکے تھے مگر اس صلح کے باوجود قریش کی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ آخر انہوں نے عہد شکنی کی جس کا نتیجہ فتح مکہ یا فتح اعظم کی صورت میں رونما ہوا اور تورات کی یہ پیشگوئی

"دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ (استثنا باب ۳۳، آیت ۲)

پوری ہوئی۔

Marfat.com

جنگ کے اسباب:

بنی خزاعہ اور بنی بکر کے درمیان مدّت سے دشمنی چلی آتی تھی، حدیبیہ کی شرائط کے بموجب بنی خزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے تھے جس کا بنی بکر کو رنج تھا۔ دشمنی کی آگ تو ان کے سینوں میں پہلے سے بھڑک رہی تھی، اب جب مخالف قبیلے کو مسلمانوں کا حلیف بنتے دیکھا تو ان سے ضبط نہ ہو سکا اور معاہدے کی شرائط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش نے ہر طرح سے ان کی امداد کی، بنی خزاعہ آنحضرتؐ سے امداد کے طالب ہوئے، آنحضرتؐ نے فرمایا "خدا کی قسم میں جس چیز کو اپنی ذات سے رد کروں گا تم کو بھی اس سے ضرور بچاؤں گا۔"

قریش نے مسلمانوں کے غیظ و غضب کا علم ہوا تو وہ اپنی حرکتوں پر نادم ہوئے ابوسفیان نے دھوکہ دے کر معاہدے کی تجدید و توثیق کرانا چاہی، آنحضرتؐ نے پوچھا اس تجدید کی کیا حاجت ہے کیا کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔

ابوسفیان بولا نہیں! تب آنحضرتؐ نے فرمایا تو مطمئن رہو ہم اپنے عہد پر قائم ہیں ابوسفیان حقیقتِ حال کو چھپا کر جھوٹ بول چکا تھا اور اس طرح اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا مگر اس کی مراد بر نہ آئی اور مایوس ہو کر مکہ لوٹ گیا۔

چونکہ قریش کے نقضِ عہد کیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ مکہ میں خونریزی نہ ہو اور کفار مرعوب ہو کر مطیع ہو جائیں۔ لہذا آپؐ نے جنگی تیاریوں کو قریش سے پوشیدہ رکھا۔

مکہ میں داخلہ

رمضان المبارک ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء کو آنحضرتؐ دس ہزار جانثاروں کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ابوسفیان پوشیدہ طور پر اسلامی لشکر کا اندازہ کرنے نکلا تھا۔ جب اسلامی لشکر مکہ کے قریب پہنچا تو ابوسفیان کو گرفتار کر لیا گیا جب اُسے آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو رحمۃ اللعالمینؐ نے اس پر نگاہ کرم ڈالتے ہوئے معاف کر کے قید سے آزاد کر دیا۔ یہ خُلق دیکھ کر ابوسفیان مشرف

Marfat.com

بہ اسلام ہو گیا۔

اب اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہوا۔ حضرت عباسؓ اور ابوسفیان ایک پہاڑی پر کھڑے لشکرِ اسلام کا نظارہ کر رہے تھے، مہاجرین و انصار کے جدا جدا قبائل اپنے اپنے پرچم لہراتے ہوئے گزر رہے تھے جنہیں دیکھ کر ابوسفیان بہت متاثر ہو رہے تھے۔ جب سب لشکر گزر چکے تو آخر میں ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گزرے، حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں پرچم تھا۔ وہ آگے آگے چل رہے تھے۔

آنحضرتؐ نے خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ تم مکہ کے زیریں حصہ کی طرف سے داخل ہونا اور کسی کو قتل نہ کرنا البتہ کوئی خود حملے کا اقدام کرے تو حفاظتِ نفس کی اجازت ہے، آنحضرتؐ خود مکہ کے بلند حصے سے داخل ہوئے۔

اور اسی وقت اعلان فرمایا کہ:

۱: جو مکان بند کر کے بیٹھ جائے اُسے امن ہے۔

۲: جو ابوسفیان کے مکان میں پناہ لے اسے امن ہے۔

۳: جو مسجدِ حرام میں اقامت گزیں ہو جائے اسے امن ہے:

غرض ماسوا ان چند افراد کے جو اسلام کے خلاف حد سے زیادہ زہر چکانی کر چکے تھے جن کے جرم ایسے تھے کہ کسی حال میں بھی وہ قابلِ معافی نہ تھے۔ اور جن میں سے اکثر اس موقع پر فرار ہو چکے تھے، باقی سب کو غیر مشروط طور پر معاف کر دیا گیا۔ سخت ترین دشمن بھی آہستہ آہستہ عفوِ عام سے مستفیض ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

نبی اکرمؐ کے داخلے کی کیفیت

دنیا کا یہ عام دستور ہے کہ جب فاتح کسی ملک میں داخل ہوتا ہے تو وہ مفتوح کے مال و املاک اور عزت و ناموس کو بُری طرح پامال کر دیتا ہے۔ قتل و غارت میں کسی کا پاس لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ فاتح اپنی شان اور تمکنت و غرور کے سامنے ہر کسی کو ہیچ سمجھتا ہے، فتح کر وہ اپنی قوت اور زورِ بازو کا اعجاز جان کر فتح کی کوئی سرزمین

Marfat.com

میں نخوت و تکبر سے قدم رکھتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں عام طور پہ فتح کے موقع پر یہی نظارے دیکھنے میں آئے ہیں۔ لیکن سرورِ کائنات ؐ اور رحمۃ اللعالمین ؐ نے فتح مکہ کے موقع پر "خلقِ عظیم" کا مظاہرہ کیا اور تاریخ کے لیے جو نادر نمونہ مہیا کیا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے وقت خشوع و خضوع اور عجز و انکسار کا یہ عالم تھا کہ ناقہ پر اس قدر جھکے ہوئے تھے کہ چہرہ مبارک ناقہ کی پیٹھ کو چھو رہا تھا۔ سورۂ "انا فتحنا" پڑھتے ہوئے آیات کو بلند آواز سے دہراتے جاتے تھے، سفید رنگ کا علم تھا۔ سر پہ مغفر اوڑھے اور اس پر سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

عفوِ عام

مسجد حرم میں داخل ہو کر حکم دیا کہ کعبے سے تمام بُت نکال کر پھینک دیئے جائیں اور دیواروں پر منقوش تصاویر مٹا دی جائیں۔ کعبہ کا طواف کیا پھر چھڑی ہاتھ میں لے کر ایک ایک بُت کو مارتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:

جآءَ الحق و زھق الباطل و ما یبدی الباطل و ما یعید

حق آ پہنچا اور باطل اُڑ گیا اور باطل نہ کسی شے کو پیدا کرے اور نہ پھیر کر لائے (یعنی باطل تو خود فنا ہونے والا ہے)

کعبے کو بُتوں کی نجاست سے پاک کرنے کے بعد اس میں داخل ہوئے اور بلند آواز سے تکبیریں کہتے رہے۔ نماز نفل ادا کی، باہر تشریف لائے اور مصلیٰ ابراہیمی پر نماز ادا کی۔ مشرکین آپ ؐ کی یہ حرکات دیکھ کر انگشت بدنداں تھے کہ اتنی عظیم الشان فتح کے بعد نہ کوئی کامیابی کا جشن منایا جا رہا ہے نہ کسی نخوت و تکبر کا اظہار ہے بلکہ اس کے برعکس عجز و انکسار اور عبودیت کا یہ اظہار، یہ یقیناً بادشاہت نہیں بلکہ کوئی اور عالم ہے۔ جن لوگوں نے لمبے عرصے تک مسلمانوں کو اذیتیں پہنچائی تھیں، انہیں گھروں سے نکال کر بے گھر کیا تھا، ان سے جنگیں لڑی تھیں اور مسلسل کئی سال تک تکلیفیں پہنچاتے رہے تھے، آج مغلوب اور بے بس و لاچار اس انتظار میں کھڑے تھے کہ اب دیکھئے کیا حشر ہو اور ہمیں کیسی کیسی سخت سزائیں دی جائیں، لیکن شانِ رحمت ملاحظہ فرمائیے کہ جب قریشی قیدی حاضر خدمت کئے گئے تو فرمایا۔

"اے قریشی گروہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کس طرح پیش آؤں؟"

Marfat.com

انہوں نے جواب دیا۔

"ہم آپ سے خیر کی اُمید رکھتے ہیں۔"

فرمایا۔"جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

یہ حکم دراصل درسِ بصیرت تھا کہ ایک دنیوی بادشاہ اور پیغمبر میں کیا فرق ہوتا ہے۔ اس عفو و کرم اور لطف و عنایت کا یہ نتیجہ ہوا کہ برسوں کے دشمن اور خون کے پیاسے قدموں میں گر گئے۔ اپنے گناہوں اور جرموں کی معافی چاہی اور جوق در جوق دولت اسلام سے مشرف ہو کر سعادتِ دارین حاصل کرنے لگے۔ اس موقعہ پر آنحضرتؐ نے فرمایا اے گروہ قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا کے حسب و نسب پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ یاد رہے کہ دنیا کے تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔

سورۂ فتح، حدید اور نصر میں فتح مکہ کے متعلق ارشادات مذکور ہیں:

سورۂ حدید میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ترجمہ۔ "تم میں برابر نہیں ہیں وہ کہ جنہوں نے خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور جہاد کیا، ان لوگوں کا بڑا درجہ ہے ان سے جو کہ خرچ کریں فتح مکہ کے بعد اور جہاد کریں اور سب سے وعدہ کیا ہے۔ اللہ نے خوبی کا۔"

سورۂ نصر میں فرمایا:

ترجمہ۔" جب آ جائے مدد اللہ کی اور فتح (مکہ) اور تم دیکھو لوگوں کو کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں۔"

(نصر: ع)

فتح مکہ کے نتائج

فتح مکہ کے بعد سرزمین حجاز ہمیشہ کے لیے شرک و بت پرستی سے پاک گئی اور مشرکین عرب کی شوکت و صولت کا خاتمہ ہو گیا۔ عرب قبائل جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے اور مسلمانوں کا رعب قائم ہو گیا۔ جو قبائل قریش کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور اسلام کے متعلق کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکتے تھے وہ ایک فیصلے پر پہنچ

Marfat.com

گئے۔ اسلام عرب سے نکل کر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچنے لگا۔

غزوۂ حنین

اگرچہ عرب قبائل مطیع ہو چکے تھے اور اسلام قبول کرتے جا رہے تھے۔ تاہم دو قبیلے ایسے تھے جو اسلام کی ترقی کو برداشت نہ کر سکے اور وہ تھے ہوازن اور ثقیف، ہر دو قبائل کے سرداروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آنحضرتؐ اپنی قوم (قریش) پر فتح حاصل کر کے مطمئن ہو گئے ہیں لہٰذا کیوں نہ ہم ان پر حملہ کر کے ان کا قلع قمع کر دیں اور ہمارے پاس اتنی قوت بھی ہے چنانچہ انہوں نے مالک بن عوف نفری کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ مالک نے بہت سے دوسرے قبائل کو بھی ساتھ ملا لیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ تیار کر لیا۔

آنحضرتؐ کو کیفیت معلوم ہوئی تو بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۰ شوال ۸ھ مطابق فروری ۶۳۰ء اسلامی لشکر حنین پہنچا۔ مہاجرین کا پرچم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا اور انصار (اوس و خزرج) کا پرچم حضرت اُسید بن حضیرؓ اور جناب بن منذرؓ کے ہاتھ میں۔ اس طرح ہر قبیلے کا جھنڈا اٹھائے اس کا سردار آگے آگے تھا۔ نبی اکرمؐ خچر پر سوار فوج کی کمان کر رہے تھے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمان اتنی کثیر تعداد میں شان و شوکت کے ساتھ جنگ میں آئے تھے۔ مسلمانوں کو پہلے تو ہزیمت اٹھانی پڑی مگر جلد ہی حضرت عباسؓ کی للکار پر ان کے قدم جم گئے اور پوری شدت سے داد شجاعت دینے لگے۔ نتیجہ میں دشمن کو شکست ہوئی اور مسلمان کامیاب ہوئے، بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا اور قریش کی رہی سہی قوت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

غزوۂ تبوک

حجاز میں شدید گرمی پڑ رہی تھی، تالاب اور نہریں خشک پڑی تھیں، قحط کی صورت رونما تھی کہ خبر ملی کہ روم کا بادشاہ ہرقل مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر جرار تیار کر رہا ہے اور کئی لاکھ آدمی اس کی فوجوں میں بھرتی ہو چکے ہیں۔ آنحضرتؐ کو خبر

Marfat.com

ملی تو آپؐ بھی تیاری میں مصروف ہو گئے ۔ چونکہ دور جا کر لڑنے کا معاملہ تھا اور راستہ کٹھن اور دشوار گزار تھا، موسمی حالات بھی اچھے نہ تھے، اس لیے آپؐ نے تمام عرب قبائل کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ جو شخص اس مہم میں شریک ہونا چاہے وہ اس راستے کی تمام دشواریوں کو سوچ سمجھ لے۔

یہ پہلا غزوہ تھا جس میں نبی اکرمؐ نے مالی امداد کے لیے اپیل کی۔ چنانچہ مردوں اور عورتوں نے قیمتی اشیاء از قسم مویشی، غلہ اور زیورات وغیرہ لا کر حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیئے۔ حضرت عثمانؓ نے دس ہزار دینار سرخ، تین سو اونٹ اور پچاس گھوڑے پیش کئے۔ بعض روایات میں ہے کہ دس ہزار دینار اور ایک ہزار اونٹ پیش کئے، حضرت عمرؓ نے اپنا آدھا مال لا کر حاضر کر دیا۔ اسی طرح حضرت عباسؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عاصم بن عدیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بھی حسبِ توفیق خاصی امداد دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا تمام کا تمام مال واسباب لے آئے، آنحضرتؐ نے پوچھا ابوبکرؓ! اپنے اہل وعیال کے لیے بھی کچھ چھوڑ آئے ہو کہ نہیں؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام چھوڑ آیا ہوں۔

غرض جہاں محبانِ صادق اس امتحان میں پورے اترے اور مالی امداد کے علاوہ خود لڑنے کے لیے تیار ہو گئے وہاں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اس خطرناک اور تکلیف دہ مہم پر جانے سے گریز کرتے تھے، بہرحال تیس ہزار فوج کے ہمراہ آپؐ نے شام کا رخ فرمایا۔ مدینہ اور دمشق کے درمیان مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر مقام تبوک ہے یہاں اسلامی لشکر نے قیام کیا۔

ہرقل کو مسلمانوں کے جذبہ ایثار و فداکاری اور جرأت وعزم کا اندازہ ہو چکا تھا چنانچہ جب اُسے معلوم ہوا کہ مسلمان از خود اس کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں تو وہ گھبرا یا اور جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ آنحضرتؐ کے لیے یہ موقع غنیمت تھا اگر آپؐ چاہتے تو شام پر حملہ بول دیتے۔ لیکن ملک گیری آپؐ کا مسلک نہ تھا۔ بلکہ اسلام اور مسلمانوں کا تحفظ مقصود تھا۔ چنانچہ جب آپؐ کو ہرقل کے تبدیلی ارادہ کا پتہ چلا تو جنگ سے ہاتھ روک لیا اور پُرامن طریقہ سے لوٹ آئے۔

Marfat.com

پیچھے رہ جانیوالے

تبوک کا سفر مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش تھی، سینکڑوں میل کی مصافت
بادِ سموم اور تپتی ہوئی ریت سے واسطہ، چنانچہ بعض مسلمان ایسے بھی تھے جن کے دل
میں خدا اور رسولؐ کی سچی محبت تڑپائی جاتی تھی۔ وہ سچے اور مخلص مسلمان تھے۔ مگر اس
موقعہ پر ان سے ادائے فرض میں کوتاہی ہوئی اور وہ لشکر میں شریک نہ ہوئے۔

چونکہ تبوک کا واقعہ قومی دفاع کا ایک نازک اور نہایت اہم مسئلہ تھا اس لیے لش
میں شریک نہ ہونے والے (جنہیں مخلفین یعنی پیچھے رہ جانے والے کہا گیا ہے) مسلمانوں
باز پُرس ضروری ہوگئی۔

ان پیچھے رہ جانے والوں میں بعض نہایت مقتدر ہستیاں بھی شریک تھیں۔ مثلاً
کعب بن مالکؓ، جو عقبہ کی دوسری بیعت میں شریک تھے، یعنی سب سے پہلے پی
حق قبول کرنے والوں میں سے تھے، علاوہ ازیں ہلال بن امیہؓ اور مرارہ بن ربیعؓ تھے
جنگِ بدر میں قریش کے خلاف لڑکر عظمت و برتری کا سب سے اونچا مقام حاصل ک
چکے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تین اصحاب سے یہ فروگذاشت محض اتفاقیہ ہوئی۔ مو
اور محل کی اہمیت کا پورا اندازہ نہ کیا اور تساہل سے کام لیا۔ آنحضرتؐ واپس تشریف لا
تو تینوں نے عذر پیش کیا۔

کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور سچی بات بتا د
یعنی سستی اور کاہلی کا اقرار کر لیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک ک
فیصلہ فرما دے، مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ کو بھی یہی حکم ملا۔ پھر حضورؐ کے حک
ہم تینوں کا مقاطعہ کر دیا گیا۔ سب نے ہم سے منہ پھیر لیا۔

کعبؓ کا بیان ہے کہ میں روزانہ مسجد میں آتا، باجماعت نماز ادا کرتا، اکثر نما
بعد خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتا مگر آپ روئے مبارک پھیر لیتے۔

ایک دن میں اپنے چچیرے بھائی کے پاس گیا۔ مجھے تمام عزیزوں میں اس سے
محبت تھی۔ مگر اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے دُکھے دل سے بار بار کہا

Marfat.com

کیا میں مسلمان نہیں ہوں ؟ کیا میرا دل خدا اور رسولؐ کی محبت سے لبریز نہیں ؟ بالآخر وہ بولا الله ورسوله اعلم، یہ سن کر میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔

کعبؓ فرماتے ہیں کہ شام کے غسانی حاکم نے میرے پاس قاصد بھیجا کہ تمہارے آقا نے تم سے منہ پھیر لیا ہے تم میرے پاس آجاؤ۔ میں تمہیں عزت سے رکھوں گا۔ یہ ایک نئی آزمائش تھی۔ میں نے حاکم کا خط پڑھ کر جلا دیا اور قاصد سے کہا اپنے آقا سے کہہ دو کہ میرے آقا کی بے التفاتی تمہارے آقا کی التفات سے کئی گنا بہتر ہے۔

معافی

چالیس دن کے بعد حکم ہوا کہ بیوی سے الگ ہو جاؤ۔

کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حکم لانے والے سے پوچھا کہ صرف الگ ہو جاؤں یا اسے طلاق دے دوں۔ اس نے کہا کہ صرف علیحدگی کا حکم ہے۔ چنانچہ میں نے بیوی کو اسی وقت میکے بھیج دیا۔ اس کے بعد میری زندگی بالکل تاریک ہوگئی۔ دس دن اور گذرے ایک دن مکان کی چھت پر بیٹھا تھا کہ ایک آواز میرے کانوں میں آئی، کعبؓ مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہوئی۔ اب لوگ گروہ در گروہ مجھے مبارک دینے چلے آرہے تھے۔ میں مسجد میں گیا۔ حضورؐ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا، مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔

"کعبؓ! میں تمہیں اس دن کی بشارت دیتا ہوں جو تیری زندگی کا سب سے بہتر دن ہے"۔

میں نے عرض کیا میں اس خوشی میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں دیتا ہوں۔

"فرمایا! نہیں"۔

میں نے عرض کیا، نصف، فرمایا! نہیں۔

میں نے پھر عرض کیا، ایک تہائی، فرمایا! خوب ہے"۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ اس واقعہ سے صرف یہ جتلانا مقصود تھا۔ کہ قومی دفاع کے اہم مواقع پر کسی مسلمان کے لیے سستی اور کاہلی جائز نہیں۔

Marfat.com

وفدوں کا سال

ہجرت کے نویں سال کا آخری حصہ اور دسویں سال مدینہ میں عرب قبائل کے وفود کی آمد کا سال ہے۔ سب سے پہلا وفد طائف کے باشندوں کا تھا۔

اہل طائف اسلام کے سخت مخالف تھے، ان کا ایک قبیلہ ہوازن اسلام قبول کر چکا تھا۔ اہل طائف نے ان پر بے حد سختی کی، کئی جان سے مارے گئے۔ بعد میں جب اسلام نے وقت پکڑی تو اہل طائف نے بھی سوچا کہ اب اسلام کی مخالفت بے سود ہے۔ چنانچہ ہجرت کے نویں سال کے آخری حصہ میں انہوں نے چھ سرداروں اور بیس دوسرے آدمیوں پر مشتمل ایک وفد آنحضرتؐ کی خدمت میں مدینہ بھیجا اور اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

اسی سال بنی تمیم کا وفد آیا۔ غرض نویں سال کے اختتام سے پہلے ہی جزیرہ نمائے عرب کے جنوب اور مشرق میں اسلام پھیل چکا تھا۔ یمن، مہرہ، بحرین، عمان اور یمامہ کے بہت سے سرداروں نے وفد یا خطوط بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔

بنی تغلب عیسائی تھے جن میں سے بعض مسلمان ہو چکے تھے، ان نو مسلموں کا بھی ایک وفد مدینے آیا۔ جو سولہ افراد پر مشتمل تھا۔ آنحضرتؐ نے انہیں اجازت دی کہ جو عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہیں وہ رہ سکتے ہیں۔

سب سے مشہور وفد نجران کے عیسائیوں کا تھا۔ جس میں ستر آدمی تھے۔ یہ لوگ رومن کیتھولک مذہب سے تعلق رکھتے تھے، دوسرے تمام وفود صحابہؓ کے گھروں میں اتارے جاتے تھے۔ مگر اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا گیا اور وہیں انہیں عبادت کرنے کی بھی اجازت دی گئی۔ ان سے اسلام کے متعلق خاصہ بحث و مباحثہ ہوا۔ نتیجہ میں اسلام کی حقانیت ان کے دلوں میں بیٹھ گئی۔ مگر اپنے مذہب کو چھوڑنا پسند نہ کرتے تھے، چنانچہ معاہدہ کر کے واپس ہوئے۔

دسویں سال یمن کے بعض دوسرے قبائل کے وفود آئے۔ ان میں بجیلہ کا ایک وفد بھی تھا جس کا مشہور مندر یمن کا کعبہ سمجھا جاتا تھا۔

Marfat.com

وائل اور اشعث نام حضر موت کے دو سردار چند آدمیوں کے ساتھ آئے اور اسلام قبول کر کے چلے گئے۔

غرض نویں سال کے آخر میں جنگوں کا سلسلہ بند ہو چکا تھا، قبیلہ کے بعد قبیلہ اور قوم کے بعد قوم کا وفد مدینہ آتا اور اسلام قبول کر کے یا معاہدہ کر کے واپس چلا جاتا۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ دو سال کے اندر اندر سوائے چند یہود اور نصاریٰ کے ملک عرب میں اسلام ہی اسلام نظر آنے لگا، ہر طرف اللہ اکبر کی صدا بلند ہونے لگی۔ کل جس کو مجنوں اور دیوانہ کہہ کر اینٹیں اور پتھر مارے جاتے تھے آج اس کے پاس ملک کے طول و عرض سے مختلف قومیں اور قبیلے اپنے وفود بھیج کر صلح اور اخوت کی خواہش ظاہر کر رہے تھے اور اس کے دین میں داخل ہونا باعث فخر و نجات سمجھتے تھے۔ تاریخ اس عظیم الشان ذہنی اور اخلاقی و دینی انقلاب کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حجۃ الوداع

نویں سال حج فرض ہوا۔ اسی سال آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مسلمانوں کا امیر مقرر کر کے حج کرنے بھیجا بعد ازاں سورۂ براۃ کی ابتدائی آیات کے اعلان کے لیے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے، دسویں سال میں تمام عرب مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ اسی سال آنحضرتؐ خود حج کے لیے نکلے وہ مقام بیت اللہ جہاں آپؐ تنہا پھرتے رہتے تھے اور کوئی آپؐ کی بات کو سننا پسند نہ کرتا تھا، آج وہاں اطرافِ عرب کے ایک لاکھ چوبیس ہزار جاں نثاروں کے جلو میں عظمتِ الٰہی کا پیکر بن کر کھڑے تھے، اس عظیم الشان اجتماع میں ایک بھی کافر اور مشرک نظر نہ آتا تھا بلکہ ہر طرف اسلام ہی اسلام دکھائی دے رہا تھا۔ یہ وہ کامیابی تھی جو آنحضرتؐ کے سوا کسی اور کو نہ ملی تھی اور نہ آئندہ ملنے والی تھی۔ کل عرب اسلام کے آگے گردن جھکا چکا تھا۔ اور دین بھی اپنے کمال کو پہنچ چکا تھا۔ اب قیامت تک یہ ضرورت باقی نہ رہی

Marfat.com

تھی کہ کوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت پر فائز ہو کیونکہ نبوت کا کام بھی کمال کو پہنچ چکا تھا۔ انسان کی ساری مذہبی ضروریات کا انتظام قرآن اور شریعت میں کر دیا گیا تھا۔

حج کے موقعہ پر رسول اللہ نے دو یا تین خطبے دیئے، ان تمام خطبوں میں آپ نے اُمت کو جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سن لو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد پھر بھی میں اس موقع پر تمہارے درمیان ہوں گا۔

تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ یہ یوم النحر یعنی قربانی کا دن ہے۔ تم جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ حرمت کا مہینہ ہے۔ پس میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح ایک دوسرے پر حرمت کا استحقاق رکھتی ہیں، جیسے اس حرمت والے شہر میں اس حرمت والے مہینے میں یہ حرمت والا دن۔ دیکھو حاضر غائب کو یہ بات پہنچا دے اور تم اپنے رب سے ملنے والے ہو، سو وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔

آج تمام سود کی رقمیں چھوڑی جاتی ہیں اور عباس بن عبد المطلب کے سود کی رقم بھی چھوڑی جاتی ہے۔ آج تمام خون جو جاہلیت میں ہو چکے ان کا قصاص موقوف کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے ربیعہ بن الحرث ابن عبد المطلب کے خون کا قصاص موقوف کیا جاتا ہے۔

اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی عبادت پھر کبھی ہو لیکن اس کے سوائے بُت پرستی کو چھوڑ کر اگر اور امور میں اس کی اطاعت کی گئی، ایسے اعمال میں جنہیں تم حقیر خیال کرو تو یہ اس کی خوشی کا موجب ہو گا۔ پس اپنے دین میں اس سے بہت احتیاط کرو۔

Marfat.com

پھر اے لوگو! تمہارے تمہاری بیبیوں پر حق ہیں۔ اور تمہاری بیبیوں کے تم پر حق ہیں۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں خدا تعالیٰ کی امانت ہیں۔ پس تم ان سے نیک سلوک کرو اور تمہارے غلام، دیکھو تم ان کو وہ خوراک دو جو خود کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔

اے لوگو! میری بات کو سن لو اور اسے سمجھ لو۔ جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تم سب بھائی یکساں ہو اور تم سب ہی ایک سلسلہ اخوت میں ہو۔ پس کسی شخص کے لیے اپنے بھائی سے کچھ لینا جائز نہیں۔ مگر وہی جو وہ اپنے نفس کی خوشی سے خود دے۔ پس اپنے لوگوں پر ظلم مت کرو، یعنی ان کا کوئی حق مت چھینو۔

یہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپؐ نے بلند آواز سے پوچھا کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا ہاں! بے شک آپؐ نے پیغام پہنچا دیا۔

علالت اور وفات:- حجتہ الوداع سے واپسی پر ۱۱ھ ہجری ماہ صفر کے آخری ایام میں آنحضرتؐ بیمار ہوئے۔ اس وقت آپؐ اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر کو شام کی مہم پر جانے کا حکم دے چکے تھے۔ آپؐ نے حالتِ بیماری میں خود علم حضرت اُسامہؓ کے ہاتھ میں دیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ ایسے عظیم الشان بھی اس لشکر میں سپاہی کے طور پر شریک تھے۔ لشکر نے مدینہ کے باہر پڑاؤ ڈالا لیکن اس دوران آنحضرتؐ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اس لیے لشکر کی روانگی رُک گئی۔ بیماری کے دوران آپؐ حضرت عائشہؓ کے ہاں رہے۔ اور اسی حالت میں مسجد میں آ کر امامت کراتے رہے، نماز کے بعد ایک وعظ کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اس دنیا کی زندگی میں اور جو اس کے پاس ہے اختیار دیا، سو اُس بندے نے جو اللہ کے پاس ہے اُسے چن لیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ کے ان فقروں کا مطلب سمجھ لیا یعنی آپؐ اپنے دُنیا سے پردہ فرمانے کی طرف اشارہ کر رہے تھے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ رو پڑے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جتنے دروازے مسجد میں کھلتے ہیں وہ سب سوائے حضرت ابوبکرؓ کے دروازے

Marfat.com

کے بند کر دیئے جائیں۔ پھر مہاجرین کو نصیحت فرمائی کہ انصار کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتے رہا کریں۔

اگلے روز کمزوری زیادہ بڑھ گئی چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کو امامت کرنے کا حکم دیا۔ وہ چند روز تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ ایک دن قدرے افاقہ ہونے پر آپؐ نے مسجد میں قدم رکھا۔ مگر ضعف زیادہ ہونے کے باعث واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے اہل خانہ میں سے کسی کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آنحضرتؐ نے اشارے سے مسواک طلب کی اور خوب مُنہ صاف کیا۔ اس کے بعد ناطاقتی بہت زیادہ ہوگئی۔ اللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیقِ الْاَعْلٰی کے الفاظ زبان مبارک سے جاری تھے اور اسی حالت میں بنی نوع انسان کے ساتھ حق رفاقت ادا کر کے خود رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ یہ ربیع الاول دوشنبے کا دن تھا۔ عمر وفات کے وقت تریسٹھ سال کی تھی۔

وفات کی خبر سُن کر لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا گھر مدینہ سے دو تین میل کے فاصلے پر تھا آپؓ خبر ملتے ہی حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں پہنچے۔ رُخِ مبارک سے کپڑا اُٹھا کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ فرطِ غم سے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اس کرب و بے چینی کے عالم میں مسجد میں آئے اور ممبر پہ کھڑے ہو کر لوگوں سے یوں خطاب فرمایا۔

> "اے لوگو! جو شخص محمد صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمدؐ انتقال فرما گئے اور جو کوئی خدائے واحد کی پرستش کرتا تھا تو بلاشبہ اللہ زندہ جاوید ہے جو کبھی نہیں مرے گا۔"

اس صدائے حق کے گونجتے ہی صحابہ کرامؓ میں سکون و اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس اعلان کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ترجمہ:-

> "اور محمدؐ ایک رسُول ہی ہیں۔ اُن سے پہلے سب رسُول انتقال کر چکے ہیں۔ پھر اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اس لیے پاؤں پر پھر جاؤ گے؟" (آل عمران ع ۱۴۳)

Marfat.com

تمام صحابہ کرامؓ کی زبانوں پر بھی یہی آیت جاری تھی۔ حضرت عُمرؓ نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ابھی ابھی اس آیت کا نزول ہو رہا ہے۔ مجھے انتقالِ رسُولؐ نے مبہوت اور بے حال کر دیا تھا مگر ابوبکرؓ نے جو کچھ کہا اس سے سب کچھ میرے سامنے آگیا۔

Marfat.com

بے شبہ یہ بیان حق ہے

قصص القرآن

انبیائے قرآن کے سوانح حیات کے علاوہ باقی قصص قرآنی میں اصحاب الجنۃ، اصحاب الرس، بیت المقدس اور یہود، ذوالقرنین، سد سکندری، اصحاب الکہف والرقیم، سباء اور سیل عرم، اصحاب الاخدود اور اصحاب الفیل وغیرہ کی مکمل و محققانہ تفسیر و تشریح کی گئی ہے۔

Marfat.com

تقریظ

قصص القرآن ہیں وہ تمام تاریخی حکایات و واقعات سپرد قلم ہوئے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی سیرت طیبہ اور ان کی رشد و ہدایت کے سلسلہ میں قرآن حکیم نے عبرت و بصیرت اور پند و موعظت کے لیے بیان کیے ہیں۔ ان میں بعض وہ حکایات و واقعات ہیں جن سے متعلق متعصب مستشرقین یورپ نے "اِنْ ھُوَ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْن" کہہ کر ان کو بے سر وپا قرار دیا ہے۔

اس لیے ان کے علی الرغم صحیح اور مستند اسلامی و غیر اسلامی تاریخی نقول کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن حکیم کی بیان کردہ حکایات و حقائق کا انکار علمی حقائق کا انکار ہے اس سلسلہ میں ذوالقرنین، اصحاب الکہف والرقیم، اصحاب الرس اور اصحاب الفیل کے واقعات خصوصی حیثیت رکھتے ہیں۔

قرآن حکیم تاریخ کی کتاب نہیں ہدایت ثقلین کے لیے معاد و معاش کا مکمل نظام اور دین و دنیا کی رشد و ہدایت کا قانون کامل ہے۔ اس لیے اس نے قوموں کے عروج و زوال اور آغاز و انجام سے متعلق اسی قدر بیان کیا ہے جو اس مقصد کے لیے مناسب و موزوں تھا۔ اور ان میں بعض واقعات تو وہ بھی ہیں جو درحقیقت ایک مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن حکیم نے ان کو صرف اس لیے بیان کیا ہے کہ موعظت و نصیحت کی جس نوع کا ذکر کیا جا رہا ہے اس کے قبول کرنے اور نہ کرنے والوں کی یہ مثال ہے۔ اور یہ کہ ان واقعات کے بیان کرنے کا حقیقی مقصد قرآنی عبرت و بصیرت ہی ہے۔

Marfat.com

اصحاب الجنّہ

سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکّہ کے حسب حال ایک مثال بیان فرمائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ جس طرح باغ والوں نے خدا کی نعمت کو ٹھکرایا اور اس کا حق ادا کرنے کے لیے شکر نعمت نہ کیا اسی طرح مکّہ کے مشرکین کا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر ان پر اپنی نعمت کاملہ کا اظہار فرمایا اور ان کے ارشاد و ہدایت کے لیے ہادی اعظم بھیج کر عظیم الشان احسان کیا لیکن انہوں نے اس کی کوئی قدر نہ کی اور انکار و مخالفت کے ساتھ اس نعمت کو رد کرنے لگے تو اب ان کا بھی وہی نتیجہ ہوا جو باغ والوں کا ہوا ——

یہ واقعہ یمن کی ایک بستی ضروان میں پیش آیا جو کہ صنعاء سے چھ میل پر واقع تھی۔ چنانچہ مفسرین نے اس واقعہ کی تفصیل یہ بیان فرمائی ہے۔ اہل کتاب میں سے ایک شخص بڑا مالدار، صاحب زمین و املاک اور مرد نیک تھا۔ اپنی پیداوار میں سے فقراء و مساکین پر کافی خرچ کرتا رہتا تھا۔ اس کا جب انتقال ہو گیا تو اس نے چند لڑکے وارث چھوڑے، جب پھلوں اور کھیتوں کے کاٹنے کا وقت آیا تو ان لڑکوں نے آپس میں کہا۔

"ہمارا باپ تو بڑا ہی بے وقوف تھا کہ اپنی یہ کثیر دولت فقراء و مساکین میں لٹا دیتا تھا۔ ہم ایسے پاگل نہیں ہیں کہ اپنی محنت کو اس طرح رائیگاں کر دیں"

اور صلاح یہ ٹھہری کہ پھل اتارنے اور کھیتی کاٹنے کے لیے منہ اندھیرے چلو۔ اور اتنی عجلت کرو کہ فقراء اور مساکین کو معلوم ہی نہ ہو سکے کہ کھیتوں پر آ کر ہم کو تنگ کریں۔

یہاں تو یہ خدا ناترس، بخیل یہ مشورہ کر رہے تھے کہ ساری دولت کا ذخیرہ کر کے گنج بنا

Marfat.com

پس اور اس میں سے نہ خدا کا حق ادا کریں اور نہ خدا کے بندوں کا اور دوسری جانب خدا کے حکم سے رات ہی میں ان کی تمام سرسبز و شاداب کھیتی اور باغ تیز اور گرم ہوا سے جل کر خاک ہو گئے۔ اب جو مشورہ کے مطابق بہ منہ اندھیرے وہاں پہنچے تو معاملہ دگرگوں پایا۔ اور کچھ نہ سمجھے اور آگے نکل گئے کہ شاید یہ وہ جگہ ہی نہیں ہے۔ مگر دوسرے نشانات دیکھ کر چونکے اور اب سمجھے کہ یہ ہمارے بخل اور مشورہ کا نتیجہ ہے۔ جو ہم نے گزشتہ شب میں حکم الٰہی کے خلاف غریبوں اور مسکینوں کا حق تلف کرنے کے لیے کیا تھا۔ اب وہ حسرت سے بدقسمتی کا شکوہ کرتے اور خدا کو پکارنے لگے مگر وقت نکل جانے اور پاداش عمل پا لینے کے بعد یہ پکار بے سود ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات ہست و بود میں انسان کو اجتماعی حیات کے لیے پیدا کیا ہے اور حاجاتِ انسانی کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مربوط کر دیا ہے کہ یہ کارخانہ باہمی اشتراک و اعانت کے بغیر نہیں چل سکتا اور چونکہ اجتماعی زندگی افراد ہی سے بنتی سنورتی ہے اس لیے از بس ضروری ہے کہ ان کی نشوونما اور بقاءِ حیات کا ایسا قانون مقرر کیا جائے جس کی بدولت افرادِ انسانی کے درمیان رشتۂ اخوت و مودّت قائم ہو سکے۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے اس نظام کی تکمیل کے لیے معاشی زندگی سے متعلق دو حقوق مقرر فرما دیئے۔ ایک حق معیشت اور دوسرا درجات معیشت۔ حق معیشت کا قانون یہ ہے کہ اس عالم میں ایک جاندار بھی ایسا نہیں رہنا چاہیئے جو حق معیشت سے محروم ہو۔ یہ ہر شخص کا انفرادی حق ہے کہ وہ زندہ رہے۔ اس لیے حق معیشت میں یہاں سب مساوی ہیں۔ اور کسی کو کسی پر تفوق و برتری حاصل نہیں۔

دوسرا درجات معیشت کا مسئلہ ہے یعنی یہ ضروری ہے کہ معاشی زندگی کے لیے سب کو ملے مگر یہ ضروری نہیں کہ سب کو برابر ملے لیکن درجات معیشت کی اس کمی و بیشی کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس نے جو کچھ کمایا ہے وہ سب اس کا انفرادی حق ہے۔ نہیں بلکہ جو جس قدر زیادہ کمائے گا اسی قدر اس کی دولت میں اجتماعی حق زیادہ ہوگا۔

اور پھر اجتماعی حق دو قسم پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد پس جو شخص اپنی دولت و ثروت کو صرف انفرادی ملک سمجھتا ہے اور اس میں حق اللہ اور حق العباد دونوں کا انکار کرتے ہوئے اس کے نشہ میں مست ہو کر احکام الٰہی سے بے پروا ہو جاتا ہے اس کا انجام کبھی بخیر نہیں ہوتا اور وہ خدا کے غضب کا مستحق

Marfat.com

قرار پایا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔

اور جو لوگ چاندی سونا اپنے ذخیروں میں ڈھیر کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

Marfat.com

اصحاب القریہ ۔ اصحاب یٰسین

قرآن حکیم کی سورۂ یٰسین میں ایک بہت ہی مختصر واقعہ مذکور ہے جو آیت " واضرب لھم مثلاً اصحاب القریۃ " سے شروع ہو کر " فاذا ھم خامدون " پر ختم ہوتا ہے ۔ اور سورۃ کی نسبت سے اس کو واقعہ اصحاب یٰسین اور آیات کے اسلوب بیان کے مطابق واقعہ اصحاب قریہ کہتے ہیں ۔ قرآن حکیم نے اس واقعہ کے متعلق صرف اس قدر بتایا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں ایک بستی میں کفر و شرک اور شر و فساد کو دُور کرنے اور رشد و ہدایت کا سبق دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبروں کو مامور کیا ۔ انہوں نے اہل قریہ کو حق کی تلقین کی اور صراط مستقیم کی جانب دعوت دی ۔ لیکن بستی والوں نے ان دونوں کو جھٹلایا ۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک اور ہادی کا اضافہ کر دیا اور وہ تینوں مل کر ایک ہی جماعت ہو گئے ۔

اب ان تینوں نے ان کو یقین دلایا کہ بے شبہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں ۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور ان کا مذاق اڑایا کہ تم بھی آدمی اور ہم بھی آدمی ۔ پھر تمہارے اندر وہ کون سی عجیب بات ہے کہ تم پیغمبر بنا دیے گئے ۔ یہ سب تمہارا جھوٹ اور تمہاری سازش ہے ۔

انہوں نے کہا کہ خدا اس کا شاہد ہے کہ ہم جھوٹے نہیں ۔ وہ دانا و بینا اس کو خوب جانتا ہے مگر تم پھر بھی نہیں مانتے تو ہمارا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ خدا کا پیغام تم تک پہنچا دیں ۔ اور راہ حق دکھا دیں ۔ بستی والے کہنے لگے کہ ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں کہ تم نے خواہ مخواہ ہمارے یہاں آ کر گڑبڑ پیدا کر دی اور اگر تم اس سے باز نہ آئے تو ہم تم تینوں کو مار ڈالیں گے یا سخت قسم کی تکلیف میں مبتلا کر دیں گے ۔

انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی نافرمانی کر کے نحوست تو تم خود اپنے اوپر لا چکے ہو ۔ اس سے زیادہ نحوست اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم نصیحت اور خیر خواہی تک کو قبول نہیں کرتے بلکہ اور زیادہ

Marfat.com

حد سے گزر جاتے ہو۔

بستی کے کنارے پر ایک نیک مرد رہتا تھا۔ اس نے جب سنا کہ بستی والے خدا کے رسولوں کو جھٹلا رہے اور طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں تو عجلت کے ساتھ وہاں پہنچا۔ جس جگہ یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ کہنے لگا۔

" اے قوم! خدا تعالیٰ کے پیغمبروں کی پیروی کر۔ تم لوگ ان مقدس لوگوں کی پیروی سے کیوں منہ موڑتے ہو۔ جو تم سے اس خدمتِ حق کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے۔ اور جو خدا رسیدہ اور ہدایت مآب انسان ہیں۔ بتاؤ میں کیوں اس ایک خدا کی ہی پرستش نہ کروں جس نے مجھ کو نیست سے ہست کیا ہے۔ اور مرنے کے بعد تم سب اسی کی جانب لوٹ جانے والے ہو۔ تم جو ان برگزیدہ انسانوں کی تکذیب کر رہے ہو تو میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا مجھ کو خدائے واحد کے سوائے معبود باطل کو اپنا خدا مان لینا چاہیئے کہ اگر وہ ذاتِ واحد جو نہایت ہی مہربان اور رحم والا ہے۔ مجھے کسی قسم کا نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان معبودانِ باطل کی نہ سفارش کارگر ہو سکے گی اور نہ وہ اس نقصان سے مجھ کو بچا سکیں گے۔ اگر تمہارا مقصد یہ ہے تو ایسی صورت میں بلاشبہ میں تو سخت گمراہی میں پھنس جاؤں گا۔ لہٰذا کان کھول کر سن لو کہ تم ان مقدس انسانوں کی بات مانو۔ میں تو اس ذات پر ایمان لے آیا جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔"

قوم نے اپنی تکذیب اور مقدس رسولوں کی تصدیق میں نیک مرد کی پر از ہدایت گفتگو سنی تو غیظ و غضب میں آ گئی۔ اور اس کو شہید کر ڈالا۔

واقعہ کا اس حد تک ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے جرأتِ حق کی جزا میں اس کو جنت عطا کی۔ اور جب اس نے اپنا مقام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو وجد آفرین انداز میں کہنے لگا کہ کاش میری قوم کے لوگ یہ جان سکتے کہ میرے پروردگار نے مجھ کو مغفرت کا کیسا بیش بہا تحفہ عطا فرمایا۔ اور میرا کس درجہ اعزاز و اکرام کیا۔

Marfat.com

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اس مردِ نیک کی قوم کی بدکرداری پران کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کے لیے ہمیں آسمان سے کسی لشکر کو بھیجنے ضرورت نہ تھی فقط ایک ہولناک چیخ نے ان سب کا کام تمام کر دیا۔

ابنِ اسحاق بروایت کعب احبار بن منبہ بن عباس نقل کرتے ہیں کہ یہ واقعہ شہر انطاکیہ (شام) کا ہے۔ اس شہر کے لوگ بُت پرست تھے اور ان کے بادشاہ کا نام انطیخس تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے تین پیغمبروں صادق، صدوق اور شلوم کو بھیجا۔ اور شہر کی آخری سمت سے جو نیک مردان کی تائید کے لیے آیا حبیب تھا۔ اہل بستی نے ان کو قتل کر ڈالا اور پاؤں سے کچل کر ان کی توہین کی۔ اس پر خدا کا قہر ان پر نازل ہوا۔ حضرت جبرئیل نے ایسی ہولناک چیخ ماری کہ اہل بستی اس کو سن کر جس حالت میں بھی تھے اسی حالت میں مر کر رہ گئے۔

Marfat.com

اصحاب سبت

قرآن حکیم میں اصحاب سبت کا ذکر سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ اور سورۂ اعراف میں کیا گیا ہے۔

قصص القرآن کے گزشتہ مباحث میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے دینِ حنیف یعنی خدا کے سچے دین کی تعلیم کا سلسلہ ان کی دو شاخوں بنو اسمٰعیل اور بنو اسحاق کے ذریعے قوموں اور ملکوں میں پھیلا ہے۔ اس لیے ان دونوں میں سلسلوں شعائر اللہ کے متعلق یکساں اصول پائے جاتے ہیں مگر حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام کی اولاد نے جو کہ بنی اسرائیل کہلاتی ہے اپنے زمانہ کے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف اور جھگڑے کر کے بعض معاملات میں تشدد اور سختی کے احکام اور بعض معاملات میں ملت ابراہیمی سے جدا احکام کا بار اپنے کندھوں پر ڈال لیا تھا۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امت میں عبادت الٰہی کے لیے ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کا دن مقرر فرمایا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے اپنی روایتی کج روی کی بنا پر حضرت موسیٰؑ سے یہ اصرار کیا کہ ان کے لیے ہفتہ کا دن عبادت اور برکت کا دن مقرر کر دیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو ان کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے غلط اصرار سے باز آ جائیں اور ملت ابراہیمی کے اس امتیاز کو جو خدائے برتر کے نزدیک پسندیدہ و مقبول ہے ہاتھ سے ضائع نہ ہونے دیں لیکن جب ان کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا تو وحی الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ اطلاع دی کہ خدائے تعالیٰ نے ان کا اصرار بیجا کے نتیجہ میں جمعہ کی سعادت و برکت کو ان سے واپس لے لیا اور ان کے مطالبہ کو منظور کرتے ہوئے ان کے لیے ہفتہ کو جمعہ

Marfat.com

کا قائم مقام بنا دیتا ہے۔ لہٰذا اب آپ ان کو مطلع کر دیں کہ وہ اپنے اس مطلوبہ دن کی عظمت
کا پاس و لحاظ کریں۔ اور اس کی حرمت کو قائم رکھیں۔ ہم اس دن میں ان کے لیے خرید و
فروخت، زراعت اور شکار کو حرام کرتے اور اس کو صرف عبادت کے لیے مخصوص کیے دیتے ہیں
چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے تقرر سبت کے بعد بنی اسرائیل سے عہد میثاق لیا کہ وہ اس
کی حرمت کو برقرار رکھیں اور عبادت الٰہی کے سوا ان باتوں کو اس دن میں اختیار نہیں کرینگے
جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر دیا ہے۔ غرض ایک طویل مدت تک بنی اسرائیل اپنے
مطلوبہ روز عبادت کی عزت و حرمت میں خدا کے لیے ہوتے عہد و پیمان پر قائم رہے اور
جن باتوں کو اس دن میں حرام کر دیا گیا تھا ان سے بچتے رہے مگر آہستہ آہستہ ان کی کج روی
اور متمردانہ سرکشی بروئے کار آتی گئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کی جو کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت سبت سے متعلق ان پر لازم کیے گئے تھے، خلاف ورزی
شروع کر دی اور اگرچہ ابتدا میں یہ خلاف ورزی انفرادی اور خفیہ طریق پر ہوتی رہی مگر رفتہ
رفتہ اس نے الاعلان جماعتی حیثیت اختیار کر لی اور بے خوفی اور بے باکی کے ساتھ اس
کو کیا جانے لگا تب خدا کے عذاب نے ان کو آ پکڑا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد مبارک سے عرصہ دراز
کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت بحرِ قلزم کے کنارے آباد ہو گئی تھی۔ چونکہ یہ لوگ ساحل
کے باشندے تھے۔ اس لیے مچھلی ان کا قدرتی شکار تھا۔ اور وہ اس کو بہت محبوب مشغلہ
سمجھتے اور اس کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے تھے۔ یہ لوگ ہفتہ کے چھ دن مچھلی کا شکار
کھیلتے اور سبت کا روز عبادت الٰہی میں صرف کرتے اس لیے قدرتی طور پر مچھلیاں جان
بچانے کے لیے چھ دن پانی کی تہہ میں چھپی رہتیں اور سبت کے روز پانی کی سطح پر تیرتی نظر
آتی تھیں۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ سے اُن کو آزمایا اور ان کی قوت ایمانی کا امتحان
لیا۔ حتیٰ کہ سبت کے علاوہ ہفتہ کے باقی دنوں میں مچھلیوں کا حاصل ہونا مشکل تر ہو گیا۔
کچھ دنوں تک یہود اس حالت کو صبر آزما طریقہ پر دیکھتے رہے۔ آخر وہ نہ رہ سکے اور ان میں سے
بعض نے خفیہ طریقوں سے ایسے حیلے ایجاد کر لیے کہ جس سے یہ بھی ظاہر نہ ہو سکے کہ وہ سبت کے
احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور سبت کے دن مچھلیوں کی کثرت آمد سے بھی فائدہ اٹھالیں۔
چنانچہ بعض تو یہ کرتے کہ جمعہ کی شام کو قلزم کے قریب گڑھے کھود لیتے اور دریا سے

Marfat.com

ان گڑھوں تک نہر کی طرح ایک نالی نکال لیتے اور جب سبت کے روز سطح آب پر مچھلیاں تیرنے لگتیں تو وہ دریا کے پانی کو کھول دیتے تاکہ پانی گڑھوں میں چلا جائے اور اس طرح مچھلیاں بھی پانی کے بہاؤ سے ان میں چلی جائیں اور جب سبت کا دن گزر جاتا تو اتوار کی صبح کو ان مچھلیوں کو گڑھوں میں سے نکال کر کام میں لاتے۔

اور بعض یہ کرتے کہ جمعہ کے روز دریا میں جال اور کانٹے لگا آتے تاکہ سبت کے روز ان میں مچھلیاں پھنس جائیں اور اتوار کی صبح کو ان جالوں اور کانٹوں سے پکڑ لاتے چنانچہ جب ان کے مخلصین امت نے ان کو اس حرکت سے روکا تو انہوں نے معترضین کو یہ جواب دیا کہ خدا کا حکم یہ ہے کہ سبت کے دن شکار نہ کرو تو وہ یہ کہہ دیتے کہ ہم تو اتوار کو شکار کرتے ہیں۔

اصل بات یہ تھی کہ وہ دین کے احکام پر صداقت و سچائی سے عمل نہیں کرتے تھے اور اسی لیے شرعی حیلے نکال کر بچنا چاہتے تھے۔ گویا خود فریبی میں مبتلا تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے تھے۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ ان چند حیلہ جو انسانوں کی ان حرکات کا علم دوسرے حیلہ ساز افراد کو بھی ہوا اور انہوں نے بھی ان کی تقلید شروع کر دی اور آخر کار بستی کی ایک بہت بڑی جماعت ان حیلوں کی آڑ میں سبت کی حرمت کی خلاف ورزی کرنے لگی۔ تو ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلوں کو بندر اور خنزیر کی شکلوں میں بدل دیا۔

Marfat.com

اصحابُ الرسّ

قرآن حکیم نے سورۂ فرقان اور سورۂ قٓ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اصحاب الرس کی آبادی میں ایک بہت بڑا کنواں تھا جس کے پانی سے وہ پینے اور کھیتی سیراب کرنے دونوں کا کام لیتے تھے۔ ایسی بستی کا بادشاہ بہت عادل تھا اور لوگ اس سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اس کا جب انتقال ہوگیا تو اہل شہر اس کی موت سے سخت غمگین ہوتے۔

ایک دن شیطانی بادشاہ عادل کی شکل بناکر پہنچا اور اہل شہر کو جمع کرکے تقریر کی کہ میں تم سے کچھ دنوں کے لیے جدا ہوگیا تھا مرا نہیں تھا۔ اب آگیا ہوں اور ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ لوگوں نے انتہاء محبت میں یقین کرلیا اور اس کی آمد پر جشن منایا۔ تب شیطان نے ان کو حکم دیا کہ وہ ہمیشہ مجھ سے پس پردہ باتیں کیا کریں۔

چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور وہ پس پردہ بیٹھ کر گمراہی پھیلانے لگا۔ تو اس وقت ایک حنظلہ بن صفوان کو خواب میں یہ بتا ما گیا کہ ان کو اس آبادی میں راہِ ہدایت دکھانے کے لیے پیغمبر بنادیا گیا۔ صفوان نے ان کے پاس جاکر توحید کی تعلیم اور شرک سے اجتناب کی تلقین کی اور بتایا کہ یہ تمہارا بادشاہ نہیں ہے بلکہ پس پردہ شیطان ہے۔ لوگوں کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور قبول حق کی بجائے پیغمبر خدا پر حملہ کرکے ان کو قتل کردیا۔ اس پاداش میں ان کو خدا کے عذاب نے تباہ وبرباد کردیا اور کل جس بستی میں چہل پہل تھی اور باغات اور نہروں سے جنگل میں منگل ہو رہا تھا جل کر راکھ ہوگئی۔

Marfat.com

اصحاب کہف

اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں سورۃ کہف کی آیت ۱۰ میں آیا ہے کہ "شہر افسوس" کے لوگ اپنی عید کے دن کے مراسم ادا کرنے کے لیے شہر سے باہر جایا کرتے تھے اور وہاں بتوں کی عبادت کیا کرتے ۔ ان میں ایک جوان جوان کے شرفاء میں سے تھا۔ اُس کو ان لوگوں کی یہ روش پسند نہ آئی ۔ کیونکہ وہ بُت پرستی کو پسند نہیں کرتا تھا وہ بُت پرستی اور اُن لوگوں کی روش سے سخت بیزار تھا۔ اس بات نے اُس کو سخت نفرت اور حیرانی میں مبتلا کر دیا تھا۔ مجبُوراً اُس نے ان لوگوں سے دوری اختیار کر کے علیحدگی اختیار کر لی اور کنارہ کشی کی نیت سے چل پڑا۔ راستہ میں ایک درخت پڑا اس درخت کے سایہ میں وہ حیران فکرمند ہو کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک جوان جو بیکل اُسی کی طرح بُت پرستی سے بیزار اور اُن لوگوں سے کنارہ کش ہو گیا تھا۔ وہ بھی اس درخت کے پاس آ پہنچا اسی صورت سے چند ایک جوان اور بھی انھیں خیالات کے اکھٹے ہو گئے یہاں تک کہ ان کی تعداد سات ہو گئی ۔ اتحاد و محبّت کا رشتہ مضبوط ہو گیا۔

یہ ساتواں جوان آپس میں بت پرستی کی خرابی اور اُس سے بیزاری کے سلسلہ میں گفتگو کیا کرتے ۔ غور و فکر کرتے رہنے سے معرفت کا نُور ان کے دلوں میں روشن ہو گیا۔ وہ اس وسیع عریض کائنات کی خلقت ، اس کے فساد اور بناؤ کو عبرت کی نظر سے دیکھنے کے لیے ، حتیٰ کہ اُن میں توحید کا جذبہ بیدار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ہدایت کی ۔ اور اُن کے دِل اس فطری مذہب توحید سے مطمئن ہو گئے۔ انھوں نے طے کر لیا کہ اپنے دین کو وہ سب سے چھپائے رکھیں گے ۔ اور کسی کو اس بات سے آگاہ نہیں کریں گے ۔ کیونکہ وہاں کا بادشاہ بھی بُت پرست تھا۔ اور بُت پرستوں کی حمایت و پشت پناہی کیا کرتا تھا۔ ان ساتوں آدمیوں میں سے ہر شخص بظاہر قوم کے رسم و رواج میں شرکت ضرور کرتا ، لیکن جب تنہا ہوتا تو اپنے دل اور اپنے وجدان

Marfat.com

سے صحیح روحانی لذت اُٹھاتا، دُعا، نماز اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز کرنے میں مشغول ہو جاتا۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی۔ ایک رات یہ ساتوں آدمی اکٹھے بیٹھے ہوئے گفتگو میں مصروف تھے اتنے میں ایک ساتھی نے کہا، دوستو! میں نے سُنا ہے اگر یہ خبر سچ ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک نہ ایک دن یا تو ہمارا دین تباہ ہو جائے گا یا ہم کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا، کیونکہ بادشاہ کو ہمارے راز کا پتہ چل گیا ہے۔ اور کسی جاسوس نے ہمارے خفیہ دین کی اُس کو خبر کر دی ہے۔ جب سے بادشاہ کو یہ پتہ چلا ہے اُس کے کینے پن اور غصّہ کا شعلہ بھڑک اٹھا ہے۔ اُس نے اپنی محفل میں یہ ہدایت کی ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے دین سے نہ پھرے، تو عذاب و سزا کے شکنجے میں کس دیئے جائیں گے۔ سُنا ہے کہ کل وہ ہم کو پکڑ بھی لے گا۔ ڈرا دھمکا کر دین سے پھر جانے کو کہے گا اور تلوار سے فیصلہ کرے گا۔ اب ہم کو اپنے بارے میں خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہے۔ اور کوئی بچاؤ کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ جب اس شخص کی بات ختم ہو گئی۔ تو دوسرے ساتھی نے کہا! "اتفاق سے میں نے بھی یہ خبر سُنی لیکن افواہ سمجھ کر ٹال گیا تھا۔ اور سمجھ رہا تھا کہ کسی دشمن نے یونہی یہ خبر اُڑا دی ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ بات کچھ حقیقت ضرور رکھتی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں مگر میں بتا دوں کہ میرا عقیدہ بادشاہ کے شکنجے سے بدل جانے والا نہیں ہے میں تو ہر تکلیف اور مصیبت کو صبر و استقلال سے سہوں گا، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ہم دینِ حق اور توحید کو چھوڑ کر، جھوٹے اور بے بنیاد عقاید کی پیروی میں دوبارہ بُت پرستی اختیار کر لیں۔ ہم اُس خدا کی پرستش سے کسی طرح منہ پھیر لیں جو کہ ہر صبح ہر شام آفتاب کو طلوع و غروب کرتا ہے کیا یہ اُس کے وجود پر کافی دلیل نہیں ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ان سرسبز درختوں کا ایک ایک پتہ اُس کی معرفت کا ایک نشان ہے اور زمین میں سے سبزی کی جو پتّی بھی پھوٹتی ہے۔ اُس کی وحدانیت کا سبق دیتی ہے اس طرح کی گفتگو کے بعد یہ انجمن برخاست ہو گئی۔ سارے ساتھی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ یہ سب کے سب پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لائے گئے۔

بادشاہ نے کہا! تم اپنے کاروبار کو چھپانا چاہتے تھے، لیکن یہ کام تمھیں راس نہ آیا۔ تم کوشش کر رہے تھے کہ ہم سے تم اپنا دین چھپاتے رکھو۔ لیکن تم ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ میں تمہارے تمام بھیدوں اور باتوں سے واقف ہوں۔ اور اچھی طرح اطلاع پا چکا ہوں۔

Marfat.com

کہ تم شاہی دین اور رعین کے دین سے پھر گئے ہو اور تم نے کوئی نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ دین تم نے کس ذریعہ سے نازل ہوا۔ یہ ہو سکتا تھا کہ میں تم کو تمہارے حال اور تمہارے اپنے اختیار کیے ہوتے دین پر چھوڑ دیتا اور تمہارے آڑے نہ آتا لیکن یہ صورت اس وقت ممکن تھی کہ تم اپنے قبیلوں کے سربرآوردہ اور معزز گھرانوں سے نہ ہوتے اور اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ عوام تمہارا طریقہ اختیار کر لیں گے۔ اور اس کے نتیجہ میں میری سلطنت کی تباہی کا خدشہ نہ ہوتا اور امن و امان کی بربادی کا خوف نہ ہوتا ۔!!

مگر یاد رکھو، میں تم کو تمہارے اعمال کی سزا دینے میں عجلت نہیں کروں گا بلکہ تمہیں مہلت د موقع دیتا ہوں کہ تم اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد تم اپنی قوم کے راستہ پر واپس آجاؤ۔ ورنہ جو راستہ میرے عمل کے باہر جا رہا ہے۔ اس راستہ پر مخلوق تمہارے سر کٹے ہوئے اور بدنوں کی دھجیاں اُڑتے ہوتے دیکھے گی " اللہ تعالیٰ نے اُن وحدانیت پرست لوگوں کے دلوں کو خوف وحشت سے محفوظ رکھا اور اُن کی رُوحوں کو قوت بخشی۔ ان لوگوں نے بادشاہ کی باتوں کے جواب میں کہا۔" اے بادشاہ! ہم نے یہ دین کسی کی پیروی میں اختیار نہیں کیا۔ اس کو قبول کرنے پر کسی نے ہم کو مجبور نہیں کیا اور نہ ہی جہالت یا ہوس پرستی کی بنا پر ہم اس دین میں آتے ہیں، بلکہ سلیم الفطرتی نے ہم کو اس دین کی دعوت دی، لہٰذا ہم نے خود اس کو قبول کر لیا اور عقل کے نُور نے ہم کو یہ راستہ دکھایا اور ہم اس پر چل پڑے۔ اور اس کی پیروی کرنے لگے کیونکہ بے شک اللہ ایک ہے، اس لیے ہم ہرگز ہرگز اس کے سوا کسی اور کی پرستش نہیں کریں گے۔ خصوصاً اس چیز کو نہیں پُوجیں گے جس کو قوم پُوجتی ہے۔ اب ہم صاف صاف کہنے پر مجبور ہیں کہ قوم کے لوگ جہالت اور تقلید میں بُتوں کی پرستش کرتے ہیں اور یہ لوگ اپنے طریقوں کی صحت و سچائی کی کوئی عقلی دلیل نہیں رکھتے۔ یہ ہمارے فیصلے اور ہمارے خیالات کا خلاصہ ہے اب تیری مرضی جو چاہے حکم کر اور جو چاہے فرمان جاری کر" شاہ نے کہا!" اس وقت تو تم لوگ جا سکتے ہو لیکن اس شرط پر کہ صبح کو خود حاضر ہو جاؤ، تاکہ تمہارے معاملات میں غور کر کے تمہارے بارے میں جو مناسب ہو حکم دوں "

یہ خُدا پرست ساتھی، بادشاہ کے دربار سے اُٹھ آتے اور دوبارہ بیٹھ کر اپنے سلسلہ میں مشورہ کرنے لگے۔

ان میں سے ایک نے کہا!،، میرے خیال میں اب جب کہ شاہ ہمارے راز سے

Marfat.com

اور ہم ہیں اس کی وعیدوں، ڈرانے دھمکانے اور اُس سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے دین کی حفاظت کرنے کے لیے اُس پہاڑ کی طرف چلے جائیں اور اُس پہاڑ کے غار میں چھُپ جائیں کیونکہ وہ غار اپنی تاریکی اور تنگی کے باوجود ہمارے لیے اس وسیع و عریض سرزمین سے زیادہ کشادہ ہے، جہاں ہم اپنے اختیار سے اُس خدائے واحد کی عبادت کرسکتے اور اپنے دین پر عمل کرسکتے ہیں۔ ایسی سرزمین جہاں ہم کو جھوٹے دین قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جارہا ہے، نہ ہمارے رہنے کے قابل ہے اور نہ ہی یہاں پاکیزہ زندگی بسر کی جاسکتی ہے۔"

ابھی سپیدۂ سحر بھی نمودار نہ ہوا تھا کہ ان توحید پرستوں کا قافلہ ہجرت کرچکا تھا راستہ میں ایک کُتّا بھی اِن کے پیچھے ساتھ ہوگیا تھا۔ گویا وہ بھی اِن کی حفاظت و نگہبانی میں داخل ہوگیا تھا۔

خدا پرستوں کا یہ قافلہ چلتے چلتے غار تک پہنچ گیا، غار کے قریب میوہ دار درخت تھے جن سے ان لوگوں نے اپنے پیٹ بھرے، وہیں پانی کا ایک چشمہ بھی تھا جس سے یہ لوگ سیراب ہوئے اور اپنی تھکن دُور کرنے اور سستانے کے لیے بیٹھ گئے تاکہ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد تازہ دم ہولیں۔ لیکن چند ہی لمحوں کے بعد اُن پر نیند کا غلبہ ہُوا۔ وہ گہری نیند میں سو گئے اور بیک وقت سب دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوگئے۔

دن پر دن، ہفتوں پر ہفتے، مہینوں پر مہینے اور سال پر سال گزرتے چلے گئے یہ خدا پرست جوان اسی طرح خوابِ راحت میں رہے۔ نیند کی موجوں نے ان کے کانوں اور اُن کی آنکھوں کو بند کردیا۔ ہَوا کے تیز جھونکوں کی آواز بھی اُن کی نیند کو خراب نہ کرسکی۔ جب سورج نکلتا تو غار کے باہر اور اندر دھوپ چمکتی اور روشنی کے ساتھ ساتھ حرارت بھی پہنچتی۔ لیکن سورج کی شعاعیں اُن پر نہ پڑتی تھیں۔ غروب ہوتے وقت سُورج اپنی شعاعوں کو غار سے سمیٹ لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیّت اُن کی زندگی اور اُن کے جسموں کی سلامتی کو اسی صورت سے برقرار رکھتی اگر کوئی شخص غار کے باہر سے غار کے اندر دیکھتا یا جھانکتا تو دیکھتا کہ یہ سونے والے بغیر جاگے ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدل لیتے ہیں۔ دیکھنے والا دیکھتا کہ ان کے ناخون بڑھ گئے ہیں۔ اُن کے بال اور داڑھیاں گھنی ہوگئی ہیں۔ اِس طرح کہ دیکھنے والے وحشت زدہ ہوجائیں۔

Marfat.com

تین سو نو (۳۰۹) سال تک اصحابِ کہف سوتے رہے۔ اِس سال اچانک اِن سونے والوں کی آنکھ کھُل گئی اور اُن پر بھوک اور پیاس کی شدّت اس قدر طاری ہوئی کہ ان لوگوں نے اس شدّت میں اپنی بدلی ہوئی وحشت ناک حالت کی طرف نظر ہی نہ کی۔ کتنا عرصہ اُن کو سوتے ہوتے گذرا اور دُنیا کتنی بدل گئی۔ کچھ اُن کو خبر نہ تھی اُن کو تو یہی محسوس ہو رہا تھا کہ بس تھوڑی دیر ہی سو کر اُٹھے ہیں ان میں سے ایک نے کہا! "میں سمجھتا ہوں کہ ہم کئی گھنٹے سوتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔

دوسرے نے کہا! "ہم کم سے کم ایک دن سوتے رہے ہیں، کیوں کہ یہ تھکاوٹ اور بھُوک کا غلبہ ایسا ہے کہ زیادہ وقت گزرنے کے بعد جیسا ہونا چاہیئے۔"

تیسرے نے کہا! "ہم صبح کے وقت سوئے تھے،، ابھی تو سورج بھی غروب نہیں ہوا ہے۔ اِس لیے ہم چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں سوئے۔"

چوتھے نے کہا! "اس گفتگو اور قیاس آرائی کو چھوڑو۔ خُدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے میں سخت بُھوک محسوس کر رہا ہوں، جیسے کئی روز سے میں نے کچھ نہیں کھایا، بہتر ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی شہر میں جائے اور کوئی کھانے پینے کی چیز بازار سے لے آئے لیکن چاہیئے کہ بڑی احتیاط اور رازداری سے یہ کام ہو تاکہ کوئی پہچان نہ لے اور ہماری حالت سے کسی کو خبر نہ ہو کیونکہ اگر قوم ہمارے ٹھکانے سے واقف ہو گئی تو پھر ہماری تلاش میں لوگ یہاں پہنچ جائیں گے اور ہمیں قتل کر دیں گے یا پھر ہمارے دین میں خلل ڈال کر ہم دوبارہ بُت پرستی کے لیے مجبور کریں گے۔"

مختصر یہ ہے کہ ایک آدمی اُن میں کھانا لینے کے لیے غار سے باہر نکلا، بڑی احتیاط سے بچتا بچاتا شہر "افسوس"، میں داخل ہوا۔ شہر کو ایک سرے سے بدلا ہوا تھا دیکھ کر سخت حیران ہُوا۔ کیوں کہ اُس نے دیکھا کہ جو مقامات کل تک ویران اور غیر آباد تھے آج وہاں بڑے بڑے شاندار محل کھڑے ہیں اور کل تک جو محل آباد تھے وہ آج بالکل ویران اور کھنڈروں کی شکل میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات اس کے لیے یہ تھی کہ اس کی توقع کے خلاف ایک شخص بھی جان پہچان کا نہ ملا۔ اور نہ ہی کوئی آدمی ایسا نظر آیا جس قسم کے آدمیوں کو یہ لوگ دیکھ چکے تھے۔ اِس لیے اور بھی حیرانی سے یہ اِدھر اُدھر وحشت زدہ ہو کر دیکھنے اور راستہ چلنا اس کے لیے دشوار ہو گیا۔ یہ ناموس

Marfat.com

انداز کچھ ایسا تھا کہ خواہ مخواہ لوگوں کی توجہ اس عجیب و غریب آدمی کی طرف ہوگئی۔
ایک راہ گیر نے اُس سے پُوچھا ،،تو اِس شہر میں مسافر معلوم ہوتا ہے ؟ جو اس طرح چاروں طرف حیرانی سے گھبرایا دیکھ رہا ہے۔ یا پھر یہ بات ہے کہ یہاں کسی کو ڈھونڈ رہا ہے ؟ اُس نوجوان نے کہا!،، میں مسافر نہیں ہوں۔ میں تو اس لیے آیا ہوں تاکہ کھانا خریدوں۔ لیکن بڑی دیر سے تلاش کر رہا ہوں۔ کھانے والے کی دُکان نہیں مِل رہی ہے۔ اُس راہ گیر نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر ایک ہوٹل پر کھڑا کر دیا۔ اس نے اپنی جیب سے چند سکّے نکالے تاکہ کھانے کے دام دے۔ طعام فروش کی نظر ان سکّوں پر پڑی جو اس وقت تین سو سال پہلے کے تھے تو اُس دکاندار نے خیال کیا کہ شاید اِس کو کوئی گڑا ہوا خزانہ مِل گیا ہے اور یہ اس میں سے کچھ سکّے لے آیا ہے۔ لہٰذا اُس نے لوگوں کو جمع کر لیا۔
اس شخص نے کہا!،، لوگو! تم مجھ پر شک و شبہ کیوں کرتے ہو ؟ مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا۔ یہ روپے تو اُس مال کے ہیں جس کو میں نے کل بیچا تھا اور آج اس کھانے کی قیمت میں دے رہا ہوں۔ تم کو تعجب کس بات پر ہے۔ مجھ پر کیوں تہمت لگا رہے ہو ؟،، اِس کے بعد وہ شخص اس خیال سے کہ کہیں بادشاہ کے آدمی نہ آجائیں اور اس کو پہچان نہ لیں۔ ڈر کر وہاں سے اپنے ٹھکانے پر واپس جانے لگا تو قوم کو اُس کی حالت پر رحم آگیا اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنے لگے۔ لوگوں کو بے حد تعجّب ہُوا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ یہ اُن شریف نوجوانوں میں سے ہے جو تین سو نو سال قبل اُس زمانے کے بادشاہ کے خوف سے فرار ہو گئے تھے اور بادشاہ نے ان کے فرار کی خبر پاکر ہر طرف اِن کے تعاقب میں آدمی دوڑائے تھے اور اِن کی خبر نہ پائی۔ اس شخص نے جب یہ دیکھا کہ تمام معاملہ فاش ہوا جا رہا ہے اور لوگوں نے اِس کو پہچان لیا ہے تو سخت گھبرایا کیوں کہ اِس کو خوف تھا کہ کہیں شاہی آدمی آکر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار نہ کر لیں۔ اِس خیال کے آتے ہی وہ بھاگ کھڑا ہوا لیکن شہر کے ایک آدمی نے اُس تسلّی دی اور کہا جس بادشاہ سے تو ڈرا ہے وہ آج تین سو سال ہوئے مر چکا ہے اور جو بادشاہ اِس وقت ہے وہ تیرے اور تیرے ساتھیوں کی طرح ، خدائے واحد پر ایمان رکھتا ہے اب تو یہ بتا کہ تیرے ساتھی کہاں ہیں ؟۔
اب اس شخص کو حقیقتِ حال کا پتہ چلا اور معلوم ہوا کہ زمانہ کس قدر بدل

Marfat.com

چکا ہے۔ اُس وقت اُس نے اپنے آپ کو ایسا محسوس کیا جیسے وہ ایک سایہ کی طرح ہو، جو حرکت کر رہا ہو۔ اُس نے اُن لوگوں سے کہا، "تم لوگ مجھے چھوڑ دو تو میں اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤں اور اُن سے یہ تمام واقعات وحالات بیان کروں۔ کیونکہ انہیں میرا انتظار کرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ وہ لوگ سخت پریشان ہو رہے ہوں گے۔" بادشاہ ان لوگوں کے واقعہ سے خبردار ہوا تو ان کو دیکھنے کے لیے آیا۔ غار کی طرف گیا۔ غار کے اندر اُس نے ایک جماعت کو دیکھا جن کی پیشانیوں سے زندگی کا نور جھلک رہا تھا اور گرم خون اُن کی رگوں میں حرکت کر رہا تھا وہ اُن سے گلے ملا، مصافحہ کیا اور اُن کو اپنے مہمان بنانا چاہا اور خواہش کی کہ وہ سب اس کے محل میں قیام کریں، لیکن انھوں نے کہا "اب جب کہ ہمارے فرزند اور کنبہ والے سب کے مر چکے ہیں اور ہمارے تعلقات کا رشتہ اس جہاں سے کٹ چکا ہے تو پھر یہ زندگی ہمارے کس مطلب کی ہے" اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے اور دعا کی کہ ہم کو اپنے جوارِ رحمت میں بلائے۔ اتنا کہنا تھا کہ پلک جھپکتے وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑے۔

سب لوگ کہنے لگے "شاید خدا نے اِن لوگوں کے حالات سے ہم کو اِس لیے مطلع کیا ہے کہ ہم جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، قیامت کے دن اُٹھائے جانے کی بات حق ہے اور قیامت بلاشک وشبہ آئے گی۔۔۔۔" پھر اُن لوگوں کی لاشوں کے بارے میں اختلاف ہو گیا کہ کیا کیا جائے۔ آخر کار یہ طے پایا کہ اس غار کے دروازہ پر ایک مسجد بنا دی جائے۔ چنانچہ مسجد تعمیر کر دی گئی۔

Marfat.com

اصحابِ اُخدور

شہر " صنعاء " سورج کی گرمی کی شدّت سے ایک بھڑکتی ہوئی بھٹی کی طرح تھا اِس پر طرّہ یہ کہ گرم ہوا کے ، لُو کے جھکڑ ، گرمی اور تپش کو اور بھی بڑھا رہے تھے جس کی وجہ سے شہر کے گلی کوچے اور سڑکیں خالی تھیں ۔ کوئی ہل چل نظر نہ آتی تھی ۔ ایسی تپتی ہوئی گرم بھٹی کی طرح زمین پر صرف ایک شخص تنہا گذرتا ہوا نظر آ رہا تھا جو شمال کی طرف جا رہا تھا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی صحرا سے آ رہا ہو ۔ یہ شخص شہر پناہ کے دروازے سے شہر میں داخل ہو کر یمن کے بادشاہ ۔

" زونواس " کے محل کی طرف چل پڑا ۔ اس شخص کے راستہ چلنے کا انداز اور اُس کی حرکات وسکنات بالکل غیر مانوس تھیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی توجّہ اس کی طرف ہو جاتے ۔ حیرانی اس کی پیشانی اور آنکھوں سے ظاہر ہو رہی تھی ۔ چلنے میں اس کے قدم بے ترتیب پڑ رہے تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی اہم راز لے کر آیا ہے اور کسی بڑی مہم کے تحت شہر " صنعاء " میں داخل ہوا ہے ۔

یہ شخص محل کے دروازے پر پہنچا تو محل کے چوکی دار نے دریافت کیا !" ایسی کیا آفت آئی جو تو ایسی جلتی ہوئی شدّت کی گرمی میں جب کوئی انسان یا جاندار اپنے ٹھکانے سے باہر نہیں نکل سکتا نکل آیا ہے "

نُو وارد نے کہا !" میں ایک بہت ہی اہم ضروری کام سے آیا ہوں ، مجھے " زونواس " سے کچھ عرض کرنا ہے "

پاسبان نے کہا !" یہ وقت " زونواس " کے ملنے کا نہیں ہے ۔ اگرچہ اس نے ، " زونشاثرہ " کو قتل کر دیا ہے ۔ اس کے فتنہ کو ختم کر چکا ہے اور یہودیوں کے مذہب

Marfat.com

کو اُسی شان وشوکت سے رائج کر دیا ہے۔ پھر بھی وہ ایک لمبے سفر کا ارادہ کر رہا ہے تاکہ مشرق و مغرب کے پہاڑوں اور میدانوں کو فتح کرے۔ اُس نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک مذہب یہود کو ہر جگہ نہ پھیلا دوں گا، اُس وقت تک نہ تو کوئی کام کروں گا اور نہ ہی آرام و سکون حاصل کروں گا اور جب تک تورات کے احکام کو جاری نہیں کر دوں گا اس وقت کچھ نہیں کروں گا، البتہ سورج کے غروب ہونے کے وقت جب کہ گرمی کم ہو جاتی ہے وہ محل کے باغ میں آتا ہے ملک کے سرداروں اور سربراہوں کو ملاقات کی اجازت دیتا ہے اور جنگ وغیرہ کے متعلق مشورے کرتا ہے۔ اُس وقت اس کے پاس فوج کے بڑے بڑے افسر حاضر ہوتے ہیں اور اُس کے حکم کے مطابق جنگ کے نقشے بناتے ہیں اور جنگ کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی تدبیریں سوچتے ہیں۔"

نو دار د نے کہا! "میرا سفر بھی اسی قسم کے ایک اہم کام سے تعلق رکھتا ہے جس قسم کے کاموں کا ارادہ بادشاہ کر رہا ہے۔ اگر تم اُس کو میرے آنے کی خبر کر دو تو وہ مجھے ملنے کا موقع ضرور دے گا اور سمجھ لے گا کہ اِس میں اُس کا اپنا فائدہ ہے۔"

یہ نو دار د اس گفتگو کے بعد محل کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا تاکہ کچھ دیر گرمی سے آرام پا لے اور سایہ میں بیٹھ کر شاہ کے برآمد ہونے کا انتظار کرتا رہے۔ "ذونواس" اپنی خواب گاہ سے برآمد ہوا۔ ملک کے بڑے بڑے لوگوں نے شاہ کو گھیر لیا۔ گفتگو شروع ہونے ہی والی تھی کہ پاسبان حاضر ہوا اور کہا! "آج نجران سے ایک آدمی آپ سے شرف نیاز حاصل کرنے حاضر ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ یہودیت کے تازہ دین" فوراً اُس شخص کو حاضر کرو۔" نجران بلا جھجک اندر آ گیا اور کہنے لگا! "اے تاجدار! آپ کی راتیں خوش گذریں، سلطنت قائم رہے، آپ کا دشمنوں پر غلبہ ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ارادوں میں کامیابی اور مستقل مزاجی عطا فرمائے۔

یہ سفر میں نے کوئی احسان لینے یا کسی کے ظلم وستم کی فریاد کرنے کے لیے نہیں کیا بلکہ "نجران" میں ایک عظیم حادثہ رونما ہوا ہے۔ اگر بروقت اس کی روک تھام نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ یہ آفت تمام شہروں پر چھا جائے اور کوئی تعجب نہیں جو یمن کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے۔ میں تو کہوں گا کہ یمن ہی نہیں سارے عالم ہی کو گھیرے گی۔"

"ذونواس" نے کہا! "تیری خبر نے مجھے سخت اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔ جلد اس

Marfat.com

واقعہ کی تفصیل بیان کر۔"

مسافر نے کہا! "کچھ عرصہ سے نجران میں ایک نیا دین "نصرانیت" کے نام سے پیدا ہو گیا ہے۔ اِس دین کی خوش خبری دینے والے کو عیسیٰؑ مسیح کا دین بتاتے ہیں۔ اِس دین نے نجران کے بُت پرستوں کو اپنی آغوش میں کھینچ لیا ہے اور لوگ گروہ در گروہ اُس میں داخل ہوتے جا رہے ہیں۔ بلکہ بہت سے یہودی بھی اُس دین کو قبول کر چکے ہیں اور یہودیوں میں سے جو لوگ باقی بچ گئے ہیں وہ سخت مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اگر شاہ نجران کے یہودیوں کی حمایت نہیں کرے گا۔ اور اُن کی خبر نہیں لے گا تو اندیشہ ہے کہ یہودیوں کے دین کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔" ذونواس" یہ خبر سُن کر اُس کی طرف پلٹا اور کرسی پر بیٹھ گیا، بڑی مشکل سے الفاظ اُس کے منہ سے نکلے۔ اُس نے کہا! "یہ دین نجران میں کیسے آیا؟ کس وجہ سے اس کو وہاں پھیلنے کا موقع ملا؟ اور کس طرح اس قدر جلد لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا؟ پوری تفصیل سے بیان کر۔"

نجرانی نے کہا!" اُن غلاموں میں سے جو نجران میں آتے۔ ایک روم کا تھا جس کا نام "فیمیون" اور دوسرا عرب کا جس کا نام "صالح" ہے۔ "فیمیون" کو نخلہ کے پُوجنے والوں نے خریدا تھا۔ اُنھوں نے اُس کو نہایت خوش اخلاق اور بزرگ پایا تقویٰ کا نُور اُس کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ وہ اچھے اخلاق و گفتار و کردار میں مرغوب نکلا۔ وہ تمام دن گرمی سردی کا احساس کیے بغیر اپنے آقا کی خدمت کرتا رہتا ہے۔ جب شام ہو جاتی ہے تو اپنے حُجرے میں چلا جاتا ہے اور عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

ایک روز اُس کا مالک اُس کے کمرے میں گیا۔ اُس کو نماز پڑھتے پایا اُس نے دیکھا کہ اُس کا حُجرہ بغیر چراغ کے روشن ہے۔ یہ دیکھ کر اُس کے آقا کو تعجب ہوا اُس کے دین کے متعلق دریافت کیا اور کہا" تو ہمارے معبود کھجور کے درخت کے سوا کسی اور کو پُوجتا ہے۔؟"

" فیمیون" نے کہا! "میں اس مالک الملک خدا اور خلق کو پیدا کرنے والے کی عبادت کرتا ہوں۔ وُہی خدا جس کے مسیحؑ نے خبر دی اور اُس کی قدرت کی طرف رہنمائی کی۔ یہ کھجور کا درخت تو کسی بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں بلکہ یہ درخت تو اپنے آپ سے بھی نفع و نقصان کو ٹال نہیں سکتا۔ البتہ اگر میں خُدا سے چاہوں تو ممکن ہے کہ وہ ایسی

Marfat.com

ہوا چلا تے کہ اس درخت کی شاخیں خشک ہو جائیں۔ یا آگ بھیج دے جو اس کو جلا دے۔"

"فیمیون" کے مالک نے پوچھا" کیا تو واقعی ایسا کر سکتا ہے ؟" اُس نے کہا اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تو نصرانیت کو قبول کرے گا ؟" اُس نے کہا" ہاں"۔ لہٰذا فیمیون نے نماز پڑھی اور خدا سے دُعا کی کہ ایک سخت آندھی چلا دے جس سے یہ کھجور کے درخت جل جائیں اور اُن کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ جب "نخل" کو پُوجنے والے نے یہ واقعہ دیکھا تو اُس کا دین قبول کر لیا یہ قصّہ تمام لوگوں میں مشہور ہو گیا اور لوگ گروہ در گروہ نصرانیت میں داخل ہو گئے۔ اب لوگ یا تو نصرانی ہیں یا نصرانیت کے راستہ میں ہیں"۔

زونواس نے پوچھا! "کیا اس کے علاوہ اور بھی کوئی خبر ہے ؟"

نجرانی نے کہا !" اگر آپ اجازت دے تو میں وہ واقعات بیان کروں جو لوگ فیمیون کے بارے میں بیان کرتے ہیں جن سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ لوگ فیمیون کو کس قدر دوست رکھتے ہیں اور اس کے کس درجہ گرویدہ ہیں۔"

" زونواس نے کہا !" فیمیون کا ساتھی صالح بیان کرتا ہے کہ ایک دن جب کہ ہم شام کے دیہاتیوں میں تھے میں نے فیمیون کو دیکھا کہ ایک گلی سے گزر رہا ہے تقویٰ کی نشانیاں اُس کے چہرہ پر عیاں ہیں اور اُس کی پیشانی سے انتہائی عقلمندی ظاہر ہو رہی ہے بس میں بے اختیار اُس کا دوست ہو گیا۔ اُس پر شفتہ ہو گیا۔ اور اُس کو پتہ کیے بغیر اُس کا ساتھی ہو گیا۔ ایک اتوار کو نماز کے لیے صحرا میں گیا، وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک اژدھا منہ کھولے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ میں ڈر اور کانپنے لگا۔ اور چیخنے لگا" اے فیمیون! اژدھے سے بچ، وہ ابھی تجھ کو نگل جائے گا۔ لیکن فیمیون اسی طرح نماز پڑھتا رہا اژدھا جیسے ہی اُس کے قریب پہنچا، تڑپ کر مر گیا۔ اُس وقت میں اُس کے قریب گیا اور اُس سے اجازت مانگی کہ مجھے اپنے ساتھ رہنے دے۔ اُس نے اُس کو اجازت دے دی۔ اُس روز سے ہم دونوں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں سفر کر رہے ہیں اور روز بروز فیمیون کی کرامتوں کو دیکھ دیکھ کر میرا اعتقاد اُس پر پکا ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ ایک بیابان میں عربوں کی ایک جماعت ہمارے پاس آئی اور ہم کو قید کر کے نجران میں لے آئی اور یہاں ہمیں بیچ دیا"۔ نجرانی کی بات ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ زونواس کے غصہ کی آگ بھڑک اُٹھی،، اور اُس نے قسم کھائی کہ اپنی تلوار کو اُس وقت تک نیام میں نہیں

Marfat.com

رکھوں گا۔ جب تک بخران سے لوگوں سے انتقام نہ لے لوں گا یا کہ وہ جب تک دوبارہ دینِ زونواس ایک بہت بڑا لشکر لے کر بخران کی طرف روانہ ہوا اور اُس نے بخران کے شہر کو محاصرہ میں لے لیا۔ بخران کے رہنے والے بڑے خوف زدہ اور پریشان ہوئے زونواس نے ان لوگوں کو سزا دینے سے ان کے بزرگوں کو جمع کیا اور کہا ،" میں از روئے رحم و کرم، اس سے قبل کہ تم کو تلوار کے گھاٹ اُتار دوں یہ اتنی مہلت دیتا ہوں کہ تم لوگوں دینِ یہود اور اُس کے ماننے والوں کے طریقہ کو فوراً دوبارہ اختیار کر لو۔ ورنہ پھر تمہارا فیصلہ اس تلوار سے کیا جائے گا۔" قوم نے کہا ،" نصرانیت ایک ایسا دین ہے جو ہماری رگ و پٹھے میں سرایت کر گیا ہے۔ تو کل کا ظلم کرتا آج کر اور آج کا اب کر اور ہم کو مہلت نہ دے بلکہ جس قدر جلد ہو سکے اپنا کام کر ہم اپنے دین سے پھرنے والے نہیں ہیں۔"

جب زونواس نے دیکھا کہ یہ لوگ بہت سخت ہیں کسی صورت سے باز نہیں آئیں گے تو اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ گہری خندق کھودیں، سارے سارے جنگل کی لکڑیاں لا کر اُس میں جلائیں اور نصاریٰ کو اُس آگ میں ڈال دیں۔ یہاں تک کہ ان کے بوڑھوں پر بھی رحم نہ کریں اور چھوٹے بچوں تک کو نہ چھوڑیں لہٰذا نجران علیسیٰؑ کے ماننے والوں سے خالی ہو گیا اور یہودیوں کے سوا وہاں کوئی باقی نہ رہا۔"

Marfat.com

سیلِ عرم

"سبا" کی حکومت مغلیہ حکومت کی جگہ یمن میں قائم ہوئی۔ زبان اور عادت اطوار کے لحاظ سے یہ حکومت پچھلی حکومت کی جانشین تھی۔ انہوں نے اپنے آپ کو چھوٹی سی حکومت ترقی کرتے کرتے بڑی بھاری حکومت تک پہنچا دیا تھا اس سلسلہ کے بادشاہوں نے "مرواں" کے شہر میں شان دار محل بنوائے۔ اس کے بعد وہاں کے یہ لوگ "مآرب" میں منتقل ہو گئے اور وہیں اپنا پائے تخت بنا لیا اس شہر میں ان کی زندگی بڑے ناز و نعم میں بسر ہو رہی تھی اور کامیابی کے اسباب ہر طرف سے فراہم ہو رہے تھے۔
یمن کی سرزمین کشادہ، وسیع اور زرخیز تھی۔ لیکن وہاں پانی کی کمی تھی کیوں کہ وہاں اچھی عمدہ بڑی نہریں نہ تھیں مگر کبھی کبھی پہاڑوں پر بارش ہونے کی وجہ سے پانی سیلاب کی صورت میں نیچے آ جاتا تھا لیکن وسیع جنگلوں میں ضائع ہو جاتا تھا لہٰذا اس کا کوئی فائدہ نہ تھا اس لیے یمن کے لوگوں نے مجبور ہو کر ایسی تدبیریں سوچیں جس سے یہ پانی ضائع ہو جانے کی بجائے کسی کام میں آ جائے۔ انھوں نے بڑے بڑے بند باندھے۔
جگہ جگہ پانی کے خزانے بنائے اور چھوٹے چھوٹے بند بھی بہت سارے بنائے تاکہ خزانوں کی تعداد زیادہ ہو جائے۔ لیکن ان سب میں اہم مضبوط اور سب سے زیادہ فائدہ مند وہ بند تھا جس کو "سدِ مآرب" کہتے تھے۔ "مآرب" کا شہر درّہ کے اخیر میں واقع تھا، جو جنوب کی طرف اپنے پھیلاؤ سے کم ہوتا ہوا تنگ ہوتا چلا جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک جگہ پہنچ کر دو پہاڑوں کے درمیان (جن کو کوہِ بلق) کہتے ہیں محدود ہو جاتا تھا، یہی وہ درّہ تھا جہاں تمام نہریں آ کر ختم ہو جاتی تھیں۔ اس درّہ میں دونوں پہاڑوں کے دامن میں "سبا" کے بڑے بڑے بادشاہوں نے ایک عظیم اور مضبوط دیوار بنائی

Marfat.com

اور اُس کے دونوں طرف اندازے کے لیے پیمانے لگا دیتے" تاکہ اُن پیمانوں کے حساب سے حسبِ ضرورت پانی حاصل کرسکیں۔ اس بند کی وجہ سے اس درّے کی سرزمین سرسبز و شاداب ہوگئی اُس کے دامن میں شاداب باغات اور کھیتیاں لہرانے لگیں، چمن اور گلزار کھل گئے۔ جلتا ہوا ریت جنت نما باغوں میں تبدیل ہوگیا۔ بل کھاتی ہوئی نہریں سرسبز درختوں کے نیچے سے پگھلی ہوئی چاندی کی طرح بہنے لگیں اور جگہ جگہ باغات کی فراوانی سے پھلوں کی بھی کثرت ہوگئی۔

عورتیں ٹوکرے سروں پر رکھ کر گزرتیں تو چند قدم چلنے کے بعد اُن کے ٹوکرے میووں سے بھر جاتے۔ اس طرح خیر و برکت وہاں روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ وہاں کے چند آدمیوں کا گروہ پھلوں کی تجارت کرنے لگا اور اپنا مال حجاز و شام تک لے جانے لگا۔ راہ کا زیادہ حصہ وہ بڑے امن و امان کی زندگی گذار رہے تھے۔

شہر "سبا" کے لوگوں کو چاہیئے تھا کہ ان نعمتوں کو پاکر اُس خُدا ے وحدہ لاشریک کا شکریہ ادا کرتے اور اُس کی پرستش کرتے کہ اُس نے اُن کو بے اندازہ رزق اور نعمتیں عطا کی ہیں لیکن اس کے برخلاف وہ مغرور و سرکش ہوگئے۔ گذشتہ اُمتوں کی طرح کفرانِ نعمت کرنے لگے اور سرکشی و خود پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان میں پیغمبر بھیجے تاکہ اپنی نصیحت اور وعظ سے ان کی ہدایت کریں، لیکن اس قوم نے نبیوں کی دعوت کے مقابلہ میں کبر و غرور سے کام لیا اور اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ وہ عیش و عشرت اور فسق و فجور میں پڑ کر گمراہ ہو گئے کہ اپنے باغوں اور کھیتوں سے بھی غافل ہو گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اُن کو کفرانِ نعمت کا انجام دکھانا چاہا تاکہ اس قوم کو دوسروں کے لیے عبرت کا نمونہ بنا دے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکم سے "سدِ مآرب" ٹوٹ گیا اور یہ بند پہاڑی سیلابوں کے ذخیرہ کیے ہوئے بے اندازہ پانی کے زور کو نہ روک سکا۔ تمام سیلاب نیچے درّے میں داخل ہوگیا۔ پھر وہاں سے باغوں، کھیتوں اور بستیوں میں داخل ہوگیا جس کی وجہ سے اُن کے چوپائے، مکانات، محلات، سازوسامان اور گھر ملو غرض کہ سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔ چاروں طرف ویرانی چھاگئی اور اُس سرزمین کو قدرت نے بے آب و دانہ اور خشک اور بے رونق بنا دیا۔ اچھے اچھے پھلوں کے درخت ختم ہو گئے البتہ خار دار جھاڑیاں اور

Marfat.com

جنگلی بیر کے تھوڑے سے ٹوٹے پھوٹے درخت باقی رہ گئے اور خوش آواز پرندوں بلبلوں، کوئلوں اور فاختاؤں کی جگہ اُلّو بولنے لگے۔ جب وہاں کے باشندوں نے دیکھا کہ پانی کے خزانے خالی ہو چکے ہیں۔ اور ان کے رزق کے خزانے تباہ ہو چکے ہیں تو وہ اُن باغوں اور سبزہ زاروں کی جگہ خشک بے آب وگیاہ میدانوں میں زندگی نہ گزار سکے۔ بڑے بڑے عالی شان محلوں میں رہنے کے بعد اب اُن میں کھنڈروں میں رہنے کی تاب نہ رہی تھی لہٰذا اس سرزمین سے ہجرت کر گئے۔ روتے پیٹتے بادلِ ناخواستہ اپنے وطن و دیار سے دُور دراز کے ملکوں کی طرف منتشر ہو گئے۔

"غسّانیوں" نے شام کا رُخ کیا۔ اغاز" کا قبیلہ یثرب کی طرف چلا گیا، قبیلہ "جذام تہامہ پہنچا اور "ازو" عمان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس طرح یہ لوگ ایسے ایک دوسرے سے جُدا ہوئے کہ لوگوں میں اُن کے قصّے ضرب المثل بن گئے۔

اُن کو بے اندازہ نعمتیں خُدا کی طرف سے دی گئی تھیں لیکن اُنھوں نے اُن نعمتوں کو محفوظ نہ رکھا۔ عزّت وعظمت کا شاہانہ لباس اُن کے جسموں پر تھا لیکن انھوں نے اُس خلعتِ شاہانہ کو چیتھڑوں سے تبدیل کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں کیفرِ کردار کو پہنچا دیا اور اُن کی بداعمالیوں کی مزدوری اُن کی گودوں میں ڈال دی۔

Marfat.com

اصحاب الفیل

قرآن کریم میں اس کا ذکر سورۂ فیل میں ہے۔!
ذونواس کو یمن کی سلطنت حاصل ہوئی۔ یہ سرزمین بڑی برکت والی تھی۔ آباد و شاداب تھی۔ جب ذونواس کو یمن کی بادشاہت ملی تو اس نے اپنے آباد سلف کی عیاشی، شہوت رانی اور دیگر تباہ کاریوں سے اظہار بیزاری کیا۔ اور زہد و تقویٰ میں مشغول ہو گیا۔ نفسانی خواہشوں اور دنیاوی لذتوں سے منہ پھیر لیا۔ یہی نہیں بلکہ اس نے نیکی اور دینی امور کو تمام لوگوں میں پھیلا دیا۔

ایک دن ذونواس یثرب کے شہر سے گزر رہا تھا۔ وہاں کے لوگ اس زمانے میں یہودیوں کا دین و آئین رکھتے تھے۔ اُس دین اصول اور طریقے ان کے دلوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خصوصاً یثرب ان دنوں یہودیوں کے دین و مذہب کی تبلیغ و دعوت کا مرکز بنا ہوا تھا، اور یہودیوں کے عبادت خانوں کے تمام راہب دعوت و تبلیغ میں سرگرم تھے۔

جب ذونواس اس جگہ پہنچا تو یہودیت کے مبلغ اس کے پاس بھی تبلیغ کے لیے آئے اور یہودیت کے اصول و قوانین کا خلاصہ اس کے سامنے پیش کیا تاکہ اس کو اپنے دین کی طرف مائل کریں۔ اس اس طرح سے اس کی قوت و طاقت کے ذریعے اپنے دین کی زور شور سے نشر و اشاعت کریں۔ اتفاق کی بات کہ ذونواس کو وہ دین پسند آگیا۔ اور اس نے اس کو قبول کر لیا۔ نہ صرف قبول کر لیا بلکہ مکمل توجہ اور تن دہی کے ساتھ اس کی اشاعت میں سرگرم ہو گیا۔ اس نے عرب کے اکثر قبیلوں کو اس دین میں شمولیت کی دعوت دی اور مخالفین کو شدید سے شدید سزائیں دیں۔ عرب زیادہ تر

Marfat.com

اس کے خوف سے اس دین کو قبول کر لیتے ۔ ذونواس کی شوکت وحشمت روز بروز ترقی پر تھی اور لوگ اس کے خوف سے گروہ درگروہ یہودیت قبول کرنے جا رہے تھے ۔ لیکن نجران کے لوگ تازہ دین مسیحی کو قبول کر چکے تھے اور اس کے دل وجان سے معتقد تھے اس دین کی محبت اُن کی رگ و پے میں اتنی بس چکی تھی کہ وہ اپنے ایمان کی قوت کی بنا پر ذونواس اور یہودیت سے منحرف تھے ۔

اسی اثنا ء میں کسی نے ذونواس کو یہ تمام حالات بتائے اور مسیحی لوگوں کے خلاف اس کی دشمنی کی آگ کو ہوا دی۔ جس کی بنا پر وہ ایک بڑا لشکر لے کر نجران پر چڑھائی کے ارادے سے چلا اور نجرانیوں کو دین مسیحی ترک کرنے اور یہودیت قبول کرنے کی ترغیب دینے لگا لیکن نجرانیوں نے سختی سے اس کی مخالفت کی ۔ وہ اس کے رعب وجلال سے نہ ڈرے ۔

ذونواس دو وجہ سے ان پر سخت خفا ہوا۔ ایک تو یہ تھی کہ نجرانیوں نے یہودیت کو ترک کر دیا اور دوسری یہ کہ ذونواس کی شان وشوکت کا انہوں نے ذرا خیال نہ کیا۔ لہٰذا اس نے شہر کے چاروں طرف خندق کھدوائی اور اس کو آگ سے بھروا دیا۔ اور منادی کرا دی کہ یہ آگ کی خندق اس کے لیے ہے جو شاہ کے دین کو چھوڑ دے ۔ اور یہودیت کی مخالفت میں اڑا رہے ۔ اس خندق کے بھڑکتے ہوتے شعلوں کے وحشت ناک منظر نے ان لوگوں پر ذرہ برابر بھی اثر نہ کیا۔ اور نجرانی اسی طرح اپنے مسیحی دین وطریقہ پر قائم رہے۔ آخر ذونواس کے حکم سے نجرانیوں کو پکڑ پکڑ کر لوگ آگ میں جھونکنے لگے ۔

اسی پکڑ دھکڑ میں نصاریٰ کا ایک شخص نجران سے بھاگا اور اس نے روم کا رُخ کیا ۔ رُوم کے بادشاہ کے دربار میں جا کر ذونواس کی شکایت کی اور اس سے مدد چاہی قیصر نے کہا۔

”تم لوگوں کا ملک مجھ سے بہت دور ہے ۔ لیکن میں حبشہ کے نجاشی (بادشاہ) کو ایک خط لکھے دیتا ہوں۔ چونکہ وہ خود مسیحی ہے اور تمہارا ہمسایہ بھی۔ بس اس کو تمہاری مدد کے لیے لکھتا ہوں “

قیصر روم نے حبشہ کے بادشاہ کو خط لکھ دیا کہ نجران کے نصرانیوں کی

Marfat.com

مدد کرے اور ذونواس سے اس کا بدلہ لے۔

نجرانی نے خط لیا اور حبشہ کی طرف کوچ کر گیا۔ حبشہ پہنچ کر وہاں کے بادشاہ کو ذونواس کے ظلم وستم کی داستان سنائی۔ نجاشی یہ ماجرا سن کر بے حد متاثر ہوا۔ اور مسیحی چراغ ہدایت نجران میں بجھا دیتے۔ اس نے ذونواس سے انتقام لینے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ اور ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے یمن کے بادشاہ ذونواس سے جنگ کرنے کے لیے بھجوا دیا تاکہ اس کی مملکت کو فتح کرے اور تمام شہیدوں کا اس سے انتقام لے۔

اس حکم کے بعد حبشہ کا لشکر یمن کی طرف چڑھ دوڑا اور ذونواس کی فوجوں سے بھڑ گیا۔ انہوں نے لڑائی کے بعد ذونواس کو بُری طرح شکست دی اور بہت جلد یمن کی سلطنت پر حبشہ کا قبضہ ہو گیا۔ یمن پر قابض ہونے کے بعد ابرہہ نامی ایک شخص یمن کی حکومت پر مقرر ہوا۔ اس نے دین مسیحیت کی ترویج و توسیع بڑی سرگرمی سے کوششیں شروع کر دیں۔ لیکن اس نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ تمام علاقہ کے لوگ مکہ کی طرف زیادہ مائل ہیں اور ہر سال کعبہ شریف کی زیارت کے لیے مکہ جایا کرتے ہیں تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ اس عزت وعظمت کا تاج قریش مکہ سے چھین کر اپنے سر پر رکھ لے۔ مگر یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک کہ لوگوں کی توجہ مکہ شریف کی بجائے اپنے شہر کی طرف نہ پھیر دے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ابرہہ نے شہر صنعاء میں ایک کلیسا کی بنیاد رکھ دی۔ اور اس کو اتنا آراستہ کیا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوتی جاتی تھیں۔ اس نے خیال کیا کہ اس ظاہری آرائش ونمائش سے نہ صرف یہ کہ یمن کے لوگ ہی اس کلیسا میں زیارت کو ہر سال آیا کریں گے۔ لیکن اس کو پتہ چلا کہ عرب تو بیت عتیق کی زیارت کے سوا کلیسا کی طرف رخ بھی نہیں کرتے۔ خود یمن کے لوگوں نے بھی اس کے بعد کو چھوڑنا شروع کر دیا اور کعبہ کی طرف جانے لگے۔ ابرہہ نے کعبہ کے مقابلہ میں عبادت گاہ بنا کر عربوں کے دلوں میں سخت کینہ ابھار دیا جس کی وجہ سے انھوں نے ابرہہ کے کلیسا کی تحقیر و بے حرمتی شروع کر دی اور قبیلۂ کنانہ کے ایک آدمی نے ایک رات ابرہہ کے تعمیر کردہ کلیس میں پاخانہ کر دیا۔

جب ابرہہ کو یہ حقیقت معلوم ہوئی تو وہ سخت برافروختہ ہوا۔ اس کے غصہ کی آگ

Marfat.com

بھڑک اٹھی۔ اسی درندگی کے عالم میں اس نے قسم کھائی کہ وہ اس کے جواب میں کعبہ کو نعوذ باللہ ویران کر دے گا۔ اور حضرت ابراہیم و اسماعیل کے بنائے مقدس و مبارک گھر کو بنیاد سے اکھیڑ پھینکے گا تاکہ پھر کوئی اس کی زیارت ہی نہ کر سکے۔

ابرہہ نے جنگ کی تیاری کی۔ ایک بہت بڑا لشکر بڑے ساز و سامان کے کے ساتھ تیار کیا۔ اور لشکر کے آگے آگے کئی ہاتھی روانہ کیے تاکہ ان کے ذریعے سے کعبہ شریف کو منہدم کر دے۔

جب عرب قبائل کو یہ قصہ معلوم ہوا تو ان کو سخت ناگوار گزرا کہ حبشہ کے لوگ ان کی مقدس عبادت گاہ کو ڈھانے کے لیے چڑھائی کر رہے ہیں۔ یمن کے معزز و مقتدر لوگوں میں سے ایک شخص ذونفر نے اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کی حمیت و غیرت کو للکارا۔ اپنے ہم وطنوں اور عرب کے دوسرے تمام قبیلوں کو جنگ کے لیے اُبھارا لیکن ابرہہ کے لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہ پیدا ہو سکی۔ ذونفر اور اس کے ساتھی شکست کھا کر گرفتار ہو گئے۔

ذونفر کی شکست اور ابرہہ کے غلبہ سے عرب بد دل نہ ہوئے۔ انہوں نے کئی مرتبہ ابرہہ پر کئی طرف سے ہجوم کیا لیکن سب کے سب شکست کھا کر پسپا ہو گئے۔

ابرہہ دشمنوں کی بار بار شکست اور اپنی فتح پر فتح سے مغرور ہو چکا تھا وہ عرب کے تمام قبیلوں کو زیر کرتا ہو مکہ شریف کی جانب آگے بڑھا۔ جب عرب قبائل اس کا مقابلہ نہ کر سکے تو انہوں نے صلح اور چاپلوسی کے لیے اپنے معزز لوگوں کو نمائندہ بنا کر ابرہہ کے پاس بھیجا۔ عرب قبیلوں کے سر برآوردہ لوگوں نے اس کا استقبال کیا تاکہ اس کو مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے رہبری کریں۔

ابرہہ کی رہنمائی کرنے والوں میں ایک شخص ابو رغال تھا جو ابرہہ کے لشکر کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا تاکہ اس کو مناسب مقام پر ٹھہرائے۔ ابو رغال نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ تہامہ کے تمام مویشی جو دو سو تھے اور سب کے سب حضرت عبد المطلب بن ہاشم کی ملکیت تھے بطور نذرانہ ابرہہ کو پیش کرے۔ حضرت عبد المطلب بن ہاشم اس زمانہ میں کعبہ کے متولی تھے۔ اور حاجیوں کو سہولتیں پہنچانے کی ذمہ داری پر مامور ہونے کے علاوہ قبیلہ قریش کے سردار و پیشوا بھی تھے۔ اسی لیے قریش کے قبیلے نے ابرہہ

Marfat.com

سے جنگ بھی کرنا چاہی لیکن ابرہہ کی کثیر اور ساز و سامان سے آراستہ فوج کو دیکھ کر اپنے ارادہ سے باز رہے اور مجبوراً اس ظلم و ستم کو برداشت کرنے پر راضی ہو گئے۔

اسی اثناء میں جبکہ قریش سخت پریشانی میں مبتلا تھے ابرہہ کا ایک نمائندہ ان کے پاس آیا اور قریش کے پیشوا کا پتہ پوچھنے لگا۔ لوگوں نے اس کو حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے آداب بجا لا کر کہا۔

"ہمارا سردار کہتا ہے کہ تم سے جنگ کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ صرف کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں۔ لہذا آپ لوگ ہمارے مقابلہ پر نہ آئیں۔ اور نہ ہی ہمارے لیے رکاوٹ پیدا کریں۔ کیونکہ مجھے تمہاری جانوں اور خون سے کوئی سروکار نہیں۔"

اس کے بعد نمائندہ نے مزید کہا۔

"ہمارے سردار نے یہ بھی پیغام دیا ہے کہ اگر تم ہم سے مقابلہ نہیں کر رہے ہو تو مجھ سے آکر ملاقات کرو۔"

اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب ابرہہ کے لشکر میں پہنچے اور ایک درباری کی جانب سے سفارش و تعارف پر اس کے سامنے پہنچے حضرت عبدالمطلب بہت شاندار اور وجیہ و شکیل انسان تھے۔ ابرہہ نے دیکھا تو ان کے ساتھ عزت سے پیش آیا۔ اور اپنے برابر ان کو جگہ دی۔ گفتگو شروع ہوئی تو ان کی طلاقتِ لسانی اور خطابت سے ابرہہ بہت زیادہ متاثر ہوا۔ دوران گفتگو میں جب معاملہ پر بات چیت شروع ہوئی تو عبدالمطلب نے شکایت کی کہ آپ کے ایک سردار نے میرے اونٹ گرفتار کر لیے ہیں لہذا آپ سے درخواست ہے کہ ان کو میرے حوالہ کر دیجئے۔ ابرہہ نے یہ سنا تو کہا۔

"عبدالمطلب میں تو تم کو بہت فہم و عقیل سمجھتا تھا لیکن اس سوال پر سخت متعجب ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ میں کعبہ کو ڈھانے کے لیے آیا ہوں جو تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ باعظمت اور مقدس ہے لیکن تم نے اس کے متعلق ایک جملہ بھی نہیں کہا۔ اور ایسی چھوٹی اور حقیر بات کا ذکر کر رہے ہو۔"

حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا۔ "بادشاہ! یہ اونٹ میری ملکیت ہیں اس لیے

Marfat.com

میں نے ان کے متعلق درخواست پیش کی ہے اور کعبہ میرا گھر نہیں خدا کا مقدس گھر ہے وہ آپ اس کا محافظ ہے۔ وہ آپ اس کی حفاظت کرے گا۔"

ابرہہ کہنے لگا" اب اس کو میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا"

حضرت مطلب نے کہا" آپ جائیں اور اب البیت جائیں"

یہاں پہنچ کر سلسلہ گفت گو ختم ہو گیا۔ اور ابرہہ نے اپنے لشکریوں سے کہا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیئے جائیں۔

عبدالمطلب نے واپس آکر قریش اور دوسرے قبائل عرب کو جمع کیا اور ان کو تمام گفتگو سنا کر یہ مشورہ دیا کہ اب ہم سب کو قریب کوئی پہاڑی پر پناہ گزین ہو جانا چاہیئے تاکہ اس منظر کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ سکیں۔ جب اہل مکہ پہاڑی پر جانے لگے تو عبدالمطلب کی قیادت میں کعبۃ اللہ میں حاضر ہوئے اور اس کی زنجیر پکڑ کر درگاہ الہٰی میں یہ دُعا کی۔

" خدایا! ہم اس بارے میں غمگین نہیں ہیں کہ جب ہم اپنی متاع کی حفاظت کر سکتے ہیں تو اپنی متاع کعبہ کی تجھ کو بھی ضرور حفاظت کرنی ہے کرنی ہے۔ اور تیری تدبیر پر نہ صلیب کی طاقت غالب آسکتی ہے اور نہ ہے اور نہ اہل صلیب کی کوئی تدبیر۔ ہاں اگر تو ہی یہ چاہتا ہے کہ ان کو اپنے مقدس گھر کو خراب کرنے دے تو پھر ہم کون۔ جو تیرا جی چاہے سو کر۔"

مورخین کہتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت عبدالمطلب نے اپنے خاص اندازِ خطابت کے ساتھ فی البدیہہ اشعار بھی درگاہ الہٰی میں پیش کیے جو یہ ہیں۔

لاھم ان العبد یمنع رحالہ فامنع رحالك
لا یغلبن صلیبھم ومحالھم عدوا محالك
ان کنت تارکھم وقبلتنا فامر ما بدالك۔

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب اور تمام قریش مکہ مکرمہ کو خالی کر کے قریب کے پہاڑوں پر چلے گئے۔ اور گھاٹیوں میں پناہ گزین ہو کر حالات کا انتظار کرنے لگے۔

اگلے دن صبح کو ابرہہ نے اپنا لشکر مکہ کی جانب بڑھایا۔ اگلی قطاروں میں ہاتھی تھے اور ان کے پیچھے لشکر جرار۔ ابھی یہ لشکر مکہ تک نہیں پہنچا تھا کہ راہ میں ہی اچانک پرندوں

Marfat.com

کے غول در غول نمودار ہوئے اور لشکر پر فضا میں چھا گئے۔ یہ پرندے ابابیلیں تھیں۔ جن کی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے تھے۔ ابابیلوں نے ان سنگریزوں کو لشکر ابرہہ الاشرم پر پھینکنا شروع کیا جس شخص کو سنگریزے لگتے تھے بدن پھوڑ کر باہر نکل جاتے تھے اور فوراً ہی اعضا سڑنے گلنے لگتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑی دیر میں سارا لشکر زیر و زبر ہو کر رہ گیا۔

مشہور محدث ابن ابی حاتم بروایت عبید بن عمیر نقل کرتے ہیں کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی جانب بڑھا تو تیز ہوا چلی اور سمندر کی جانب سے ابابیلوں کے غول در غول اڑتے ہوئے لشکر پر چھا گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فضا میں پرندوں کا زبردست لشکر پرے کے باندھے ہوئے ہے۔ ان کے منہ اور ان کے دونوں پنجوں میں سنگریزے تھے۔ تیز و تند ہواؤں کے طوفان نے اس سنگ باری کو لشکر کے لیے مصیبت عظمیٰ بنا دیا اس طرح سنگریزوں نے سارے لشکر کو چھلنی کر دیا۔ ہاتھی بدحواس ہو کر اپنے ہی لشکر کو روندنے کچلنے لگے۔ ہاتھیوں کی قطار میں سے سب سے پہلے اس ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا جس پر ابرہہ سوار تھا۔ فیلبان اگرچہ اس کے آنکس پر آنکس لگا رہا تھا مگر وہ کسی طرح آگے بڑھنے کا نام نہ لیتا تھا۔ لیکن جب اس کو یمن کی جانب چلاتے تھے تو وہ تیزی کے ساتھ چلنے لگتا تھا۔ اس حالت میں اچانک پرندوں کے غول نے اصحاب الفیل کو آ گھیرا۔

ابابیلوں کی سنگ باری سے ابرہہ کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا تو اس میں سے بعض اصحاب الفیل جو بدحالی کے ساتھ فرار ہو کر یمن پہنچے تھے ان میں خود ابرہہ بھی اس حالت میں پہنچا کہ اس کے تمام اعضا گل سڑ چکے تھے۔

قرآن حکیم نے اس واقعہ کا سورۃ الفیل میں اپنے معجزانہ اسلوب بیان کے ساتھ اس طرح ذکر کیا ہے گویا ذات اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خدائے تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور ان کے اعزاز و اکرام کا عظیم الشان "نشان" ہے۔

○ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ
اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ
طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ
فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

○ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تو نے نہیں دیکھا (تجھ کو معلوم نہیں)

Marfat.com

کہ تیرے پروردگار نے ہاتھیوں والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا
ان کے فریب کو ناکارہ نہیں بنا دیا۔ اور بھیج دیئے ان پہ ابابیلوں کے جھنڈ
کے جھنڈ روں پھینک رہے تھے ان پر سنگریزے۔ پس کردیا ان کو کھائے
بھوسہ کی طرح ٥

Marfat.com

حضرت ذوالقرنین

علمار یہود نے قریش کے ذریعے بارگاہ رسالت میں تین سوال پیش کیے تھے (۱) روح کی حقیقت کیا ہے؟ (۲) ان چند جوانوں پر کیا گزری جو کافر بادشاہ کے خوف سے غار کوہ میں جا چھپے تھے؟ (۳) اس شخص کا حال بیان کیجیے جو مشرق سے مغرب تک فتوحات کرتا چلا گیا تھا؟

ان سوالات کے جواب میں سورہ کہف کا نزول ہوا اور تیسرے سوال کے جواب میں ذوالقرنین کے حالات بیان فرمائے گئے۔ لیکن ہمارے علماء مفسرین اب تک یقینی طور پر "ذوالقرنین" کی شخصیت کا تعین کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی اس سلسلہ میں علماء متقدین و متاخرین کے مسلک پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں

" ذوالقرنین کی شخصیت کے بارے میں علمار سلف کے دو مسلک رہے ہیں۔

اکابر تفسیر وحدیث مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، مجاہدؒ، شعبیؒ، حافظ ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، ابن کثیرؒ، ابن حیانؒ، حافظ ابن حجرؒ، شیخ بدرالدین عینیؒ، امام نوویؒ اور قرطبی وغیرہ سب ذوالقرنین کے سکندر مقدونی ہونے سے انکار کرتے ہیں، البتہ ابن جریرؒ اور امام رازیؒ ذوالقرنین کو سکندر مقدونی بتاتے ہیں مگر تاریخی حقائق اس نظریہ کے خلاف ہیں۔ چونکہ قرآن کا بیان کردہ ذوالقرنین موحد اور صاحب ایمان ہے، سکندر مقدونی مشرک و بت پرست تھا۔ ذوالقرنین رحیم و صالح ہے سکندر مقدونی ظالم اور ستمگر تھا، ذوالقرنین کی مغربی مہم کا صراحت کے ساتھ ذکر قرآن میں موجود ہے، اس کے برخلاف سکندر مقدونی کا مغرب کی سمت

Marfat.com

اپنے دارالخلافہ مقدونیہ کے مغربی کنارے جو جھیل ہے اس کے آگے بڑھنا تاریخ سے ثابت نہیں۔ علمائے سلف کا خیال ہے۔ ذوالقرنین ایک قدیم بادشاہ تھا اور اس کا نسب سامیئن اولی سے ملتا ہے۔ اور وہ حضرت ابراہیمؑ کا معاصر تھا، بعض علمائے سلف نے اس کا نام سکندر را اور اس کے وزیر کا نام حضرت خضرؑ بتایا ہے مگر ان کی مراد سکندر مقدونی سے نہیں بلکہ دو ہزار قبل مسیحؑ کی ایک دوسری ہستی سکندر رومی کو اس کا مصداق تسلیم کرتے ہیں اور رومی اور مقدونی دو جُدا جُدا ہستیاں مانتے ہیں، ان دونوں باتوں کی تصدیق اور تصریح تفسیر ابن کثیرؒ جلد ۳ صفحہ ۱۶۷، فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۹۴، ۲۹۵، البدایہ والنہایہ یعنی تاریخ ابن کثیرؒ جلد ۲ صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶ میں موجود ہے۔ علماء متاخرین میں سے بعض علماء نے تو اسی غلط بات کو اختیار کرلیا کہ سکندر مقدونی ہی قرآن کا مذکورہ ذوالقرنین ہے اور بعض نے علماء سلف کے قول نقل کرنے پر اکتفا کیا اور بعض نے بلا دلیل یمن کے حمیری بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ذوالقرنین کہہ دیا۔"

اس سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد نے جو تحقیق پیش کی ہے وہ اسلامی تاریخ میں ایک ایسا کارنامہ ہے کہ اس کا جواب نہیں ملتا۔ آپ کی تحقیق کے متعلق مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں۔

"مگر ان سب اقوال سے جُدا مولانا ابوالکلام آزاد نے اس سلسلہ میں جو تحقیق فرمائی ہے البتہ وہ ضرور قابل توجہ ہے بلکہ دلائل و براہین کی قوت کے لحاظ سے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کی تحقیق بلاشبہ صحیح اور قرآن کے بیان کردہ اوصاف اور تاریخی حقائق کی مطابقت کے پیش نظر ہر طرح لائق ترجیح ہے۔"

اس سلسلہ میں مولانا حفظ الرحمٰن مزید تحریر فرماتے ہیں۔

"تفسیری مطالب کے سلسلہ میں ہم کو موصوف (یعنی مولانا آزاد) کے ساتھ شدید اختلاف بھی رہتا ہے اور اتفاق بھی لیکن اس خاص مسئلہ میں چونکہ ان کی رائے علمائے سلف سے بالکل مختلف

Marfat.com

تھی اس لیے کڑی تنقیدی نظر کی محتاج تھی چنانچہ کافی غور و خوض
اور گہری نظر کے بعد اس کی صحت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اور جبکہ یہ
طے شدہ امر ہے کہ علمائے سلف کی جلالت قدر اور علمی عظمت و
برتری کے باوجود علمی تحقیق کا دروازہ بند نہیں ہے اور قرآن و
حدیث کی روشنی میں علمائے متاخرین نے علمائے متقدین سے
سینکڑوں مسائل علمی میں اختلاف رائے کا اظہار کیا ہے،
خصوصاً تاریخی مباحث میں اور جدید ذرائع معلومات نے
ایسے اکتشافات کیے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم بہت سے
ایسے مسائل کو باآسانی حل کر لیتے ہیں جو علمائے سلف کے زمانہ
میں لاینحل رہے ہیں تو ہم کو مولانا آزاد کی اس تحقیق کا، خواہ تاریخی
حقائق کے لحاظ سے وہ کتنی ہی وقیع کیوں نہ ہو محض اس لیے
انکار نہیں کر دینا چاہیئے کہ وہ ان کی اپنی تحقیق ہے۔"

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی یہ تحقیق ترجمان القرآن جلد دوم میں سورۂ کہف کی تفسیر کے سلسلہ میں مفصلاً پیش کی ہے، اور سطور ذیل میں ہمارا خاص مآخذ یہی ہے۔

"ذوالقرنین":- قرآن کریم نے جس شخصیت کا ذکر کیا ہے اس کو "ذوالقرنین" کہہ کر پکارا ہے، جو دراصل اس کا نام نہیں لقب ہے، عربی اور عبرانی میں "قرن" کے معنی "سینگ" کے ہیں اس لیے "ذوالقرنین" کے معنی ہیں "دو سینگوں والا" لیکن چونکہ ہمارے علماء کو تاریخ میں کوئی ایسا حکمران نظر نہ آیا جس کا یہ لقب مشہور و معروف رہا ہو اس لیے ان کو "قرن" کے معنی میں طرح طرح کے تکلفات کرنا پڑے۔

توراۃ کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یروشلم کی عام تباہی اور بنوکدنذر (بخت نصر) کے حملہ سے بہت پہلے ہی متعدد انبیاء بنی اسرائیل نے یہود کی اس تباہی اور بنوکدنذ کی اطلاع دے دی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پیشین گوئی کر دی تھی ستر سالہ اسیری کے بعد ایک نیک دل اور صالح حکمران کا ظہور ہوگا جو بابل کو تباہ کر کے بنی اسرائیل کو دوبارہ رہائی دلائے گا۔ ان پیشین گوئیوں میں سے بعض میں اس کا نام (خورس) بعض میں اس کا صاحب لقب ہونا، بعض میں اس کا لقب اشاخ یا

Marfat.com

سینگ) اور بعض میں اُس لقب کا تمثل بہ عالم رویا پیش کیا گیا ہے۔ ہم مثال کے طور پر توراۃ سے اس سلسلہ کی چند پیشین گوئیاں پیش کرتے ہیں۔

یہود پر اس مصیبت عظیمہ اور بالآخر نجات سے تقریباً ۱۶۰ سال قبل حضرت یسعیاہؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ کی اس پیشین گوئی میں اس نجات دہندۂ بنی اسرائیل کا نام اور اس کا ایک خاص لقب سے ملقب ہونا مذکور ہے۔

"خداوند تیرا فدیہ دینے والا جس نے رحم ہی سے مجھے بنایا یوں فرماتا ہے کہ میں خداوند سب کا خالق ہوں، میں ہی اکیلا آسمان کو تاننے اور زمین کو بچھانے والا ہوں، کون میرا شریک ہے؟ میں جھوٹوں کے نشانوں کو باطل کرتا اور فال گیروں کو دیوانہ بناتا ہوں اور حکمت والوں کو رد کرتا اور ان کی حکمت کو حماقت ٹھہراتا ہوں، اپنے خادم کے کلام کو ثابت کرتا اور اپنے رسولوں کی مصلحت کو پورا کرتا ہوں۔ جو یروشلم کی بابت کہتا ہوں کہ وہ آباد ہو جائے گا اور یہوداہ کے شہروں کی بابت کہ وہ تعمیر کیے جائیں گے اور میں اس کے کھنڈروں کو تعمیر کروں گا، جو سمندر کو کہتا ہوں کہ سوکھ جا، اور میں تیری ندیاں سکھا ڈالوں گا، جو خورس کے حق میں کہتا ہوں کہ وہ میرا چرواہا ہے اور میری مرضی بالکل پوری کرے گا اور یروشلم کی بابت کہتا ہوں کہ وہ تعمیر کیا جائے گا اور ہیکل کی بابت کہ اس کی بنیاد ڈالی جائے گی۔"

اس صحیفہ کے اگلے باب میں ہے۔

"خداوند اپنے ممسوح خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے کہ میں نے اس کا داہنا ہاتھ پکڑا کہ امتوں کو اس کے سامنے زیر کروں اور بادشاہوں کی کمریں کھلوا ڈالوں اور دروازوں کو اس کے لیے کھول دوں اور پھاٹک بند نہ کیے جائیں گے۔ میں تیرے آگے آگے چلوں گا اور ناہموار جگہوں کو ہموار بنا دوں گا

Marfat.com

میں پیتل کے دروازوں کو ٹکڑے ٹکڑے کروں گا اور لوہے کے
بینڈوں کو کاٹ ڈالوں گا اور میں ظلمات کے خزانے اور پوشیدہ
مکانوں کے دفینے تجھے دوں گا تاکہ تو جانے کہ میں خداوند اسرائیل
کا خدا ہوں جس نے تجھے نام لے کر بلایا، میں نے تجھے ایک لقب بخشا"

اس کے بعد حضرت میرمیاہؑ نے اس بشارت کے وقوع سے تقریباً ۶۰ سال پہلے اس کی پیشگوئی کی (ملاحظہ ہو یرمیاہ باب۵ ۱ تا ۹، باب ۲۸ تا ۵۵ وغیرہ) علاوہ ازیں حضرت صنعیاہؑ حضرت دانیالؑ، حضرت حبقوقؑ، حضرت ناحومؑ، حضرت یوائل وغیرہم نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس واقعہ کے متعلق پیشین گوئیاں کی تھیں جو ان کے صحائف میں اب بھی موجود ہیں

حضرت یسعیاہؑ کی جو پیشگوئی ہم نے اوپر نقل کی ہے اس میں اس نجات دہندہ بنی اسرائیل کا نام خورس مذکور ہے اور یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ان کو بارگاہ الٰہی سے ایک خاص لقب عطا ہوا تھا۔

حضرت زکریاہؑ کا ارشاد :- اس لقب کا ذکر حضرت زکریاہؑ نے کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے والد حضرت زکریاؑ نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے، یہ اس سے بہت پہلے زمانہ کے ایک دوسرے نبی ہیں جو حضرت حجیؑ کے ہم عصر تھے، آپ برکیاہ بن عدو کے بیٹے تھے اور توراۃ کی تصریح کے مطابق آپ پر شاہ فارس دارا کی حکومت کے دوسرے سال کے آٹھویں مہینے کلام الٰہی کا نزول ہوا صحیفہ ذکریاہؑ میں ہے :۔

"رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ دیکھ وہ شخص جس کا نام "شاخ"
(یعنی "سینگ") ہے۔ اس کے زیر سایہ خوشحالی ہوگی اور وہ
خداوند کی ہیکل کو تعمیر کرے گا۔ ہاں وہی خداوند کی ہیکل کو بنائے گا
اور وہ صاحب شوکت ہوگا اور اس کے ساتھ کاہن بھی تخت
نشین ہوگا اور دونوں میں صلح و سلامتی کی مشورت ہوگی"۔

حضرت دانیالؑ کا خواب :- ان سب سے زیادہ واضح "ذوالقرنین" کے لقب کا وہ تمثل ہے جو حضرت دانیالؑ کو عالم رویا میں دکھایا اور جس کا مفصل ذکر صحیفۂ دانیال میں موجود ہے، بابل کی اسیری کے

Marfat.com

زمانہ میں بنوکدنذر کے بیٹے بیلشفر (BELSHAZZAR) کی حکومت کے تیسرے سال حضرت دانیالؑ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا جس کو وہ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"تب میں نے آنکھ اُٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں، دونوں سینگ اُونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے بعد نکلا تھا۔ میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ مغرب وشمال وجنوب کی طرف سینگ مارتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا اور نہ کوئی اس سے چھڑا سکا پر وہ جو کچھ چاہتا تھا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہو گیا اور میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک بکرا مغرب کی طرف سے آ کر تمام روئے زمین پر ایسا پھرا کہ زمین کو بھی نہ چھوا اور اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک عجیب سینگ تھا اور وہ اس دو سینگ والے مینڈھے کے پاس جسے میں نے دریا کے کنارے کھڑا دیکھا، آیا اور اپنے زور کے قہر سے اس پر حملہ آور ہوا اور میں نے دیکھا کہ وہ مینڈھے کے قریب پہنچا اور اس کا غضب اس پر بھڑکا اور اس نے مینڈھے کو مارا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور مینڈھے میں اس کے مقابلہ کی تاب نہ تھی پس اس نے اُسے زمین پر پٹک دیا اور اسے لتاڑا اور کوئی نہ تھا کہ مینڈھے کو اس سے چھڑا سکے اور وہ بکرا نہایت بزرگ ہوا اور جب وہ نہایت زور آور ہُوا تو اس کا بڑا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ چار عجیب سینگ آسمان کی چاروں ہواؤں کی طرف نکلے۔"۔۔۔۔۔

مذکورہ خواب کی تعبیر:۔ صحیفہ دانیالؑ میں ہے کہ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ

Marfat.com

ظاہر ہوتے اور انہوں نے حضرت دانیال ؑ کو اس خواب کی یہ تعبیر بتائی۔

" جو مینڈھا تو نے دیکھا اس کے دونوں سینگ مادی (MEDEA)
اور فارس (PERSIA) کے بادشاہ ہیں اور وہ جسم بکرا یونان
کا بادشاہ ہے اور اس کی آنکھوں کے درمیان کا بڑا سینگ پہلا
بادشاہ ہے اور اس کے ٹوٹ جانے کے بعد اس کی جگہ جو چار
سینگ اور نکلے وہ چار سلطنتیں ہیں جو اس کی قوم میں قائم ہونگی
لیکن ان کا اقتدار اس کا سا نہ ہوگا "

اس تعبیر سے ظاہر ہے کہ دو سینگوں والا مینڈھا دراصل سائرس CYRUS کا تمثل تھا جو میڈیا اور فارس کا شہنشاہ تھا۔ اور جس کا زمانہ تاریخوں میں ۵۵۰ ق م تا ۵۳۰ ق م بتایا گیا ہے۔ ایک سینگ والا بکرا سکندر مقدونی ۳۳۶ ق م تا ۳۲۳ ق م) جس نے سائرس کی مملکت کے وارث دادا (DARIUS) کو شکست دی اور جس کے مرنے کے بعد اس کی وسیع و عریض سلطنت اس کے فوجی افسروں میں حسب ذیل چار حصوں میں منقسم ہوگئی۔

(۱) مقدونیہ جہاں انٹی گونیس دوم (ANTIGONUS II) نے اپنی حکومت قائم کی۔
(۲) ایشیائی ممالک جو سیلوکس SELEUCUS کے زیر اقتدار رہے۔
(۳) مصر و ملحقہ ممالک جن پر ٹالمی PTOLEMY نے حکومت کی۔
(۴) یونان، ایشیائے کوچک کے بعض علاقے، کریٹ اور کچھ دوسرے یونانی جزیرے جو مذکورہ بالا تینوں حصوں سے الگ اور خود مختار رہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن جلد دوم میں حضرت دانیال ؑ کے اس خواب کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

" اس خواب میں میڈیا اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے
تشبیہ دی گئی ہے اس لیے خیال ہوتا تھا کہ عجب نہیں
فارس کے شہنشاہ کے لیے یہودیوں میں ذوالقرنین کا تخیل
پیدا ہو گیا ہو، یعنی دو سینگوں والی شہنشاہی ---- ۱۸۳۸ء
کے ایک انکشاف نے جس کے نتائج بہت عرصہ کے بعد

Marfat.com

منظر عام پر آتے اس قیاس کو ایک تاریخی حقیقت ثابت کر دیا
کہ فی الحقیقت شہنشاہ سائرس کا لقب ذوالقرنین تھا۔ اور یہ
محض یہودیوں کا کوئی مذہبی تخیل نہ تھا بلکہ خود سائرس کا یا باشندگان
فارس کا مجوزہ اور پسندیدہ نام تھا۔"

ذوالقرنین (سائرس) کے مجسمہ کے انکشاف کے متعلق لکھتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد تحریر فرماتے ہیں۔

" اس انکشاف نے شک و تخمین کے تمام پردے اٹھا دیئے ہیں
یہ خود سائرس کی ایک سنگی تمثیل ہے جو اصطخر (ARGADAE
PAG) کے کھنڈروں میں دستیاب ہوئی۔ اس میں سائرس
کا جسم اس طرح دکھایا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرف عقاب
کی طرح پر نکلے ہوئے ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ
ہیں، اوپر خط میخی میں کتبہ کندہ تھا۔ اس کا بڑا حصہ ٹوٹ کر
ضائع ہو چکا ہے مگر جس قدر باقی ہے وہ اس کے لیے کافی ہے
کہ تمثال کی شخصیت واضح ہو جائے (اس تمثال کے لیے فرنچ
مصنف DIELAFEY MARCEL کی کتاب
L,ART ANTIOUE EN PERSE دیکھنی چاہیئے)
اس سے معلوم ہو گیا کہ مادہ اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں
سے تشبیہہ دینے کا خیال ایک مقبول اور عام تخیل تھا اور
یقیناً سائرس کو " ذوالقرنین" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔
تمثال میں پروں کا ہونا اس کے ملکوتی صفات و فضائل کی طرف
اشارہ ہے کیونکہ نہ صرف پارسیوں میں بلکہ تمام معاصر قوموں
میں یہ اعتقاد عام طور پر پیدا ہو گیا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی
نوعیت کا انسان ہے ------------- اس حقیقت
کی وضاحت کے بعد جب سائرس کے ان حالات پر نظر
ڈالی جاتی ہے جو یونانی مؤرخوں کی زبانی ہم تک پہنچے ہیں۔

Marfat.com

تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے بیان کی ہوبہو تصویر ہے اور
دونوں بیان اس درجہ باہم مطابقت رکھتے ہیں کہ ممکن نہیں
کسی دوسری شخصیت کا وہم وگمان بھی کیا جا سکے''۔

سلسلۂ نسب :- دادا کے کتبۂ بے ستون اور تاریخ کی کتابوں سے ان بادشاہوں کے حسب ذیل سلسلہ کا پتہ چلتا ہے۔

اس خاندان کا بانی ہنجامنش تھا جس کو یونانی میں ایکی می نیز کہتے ہیں۔ ایکی می نیز سے ٹینر پینز (چایش پش) پیدا ہوا۔ ٹینز پینز کے بیٹے کا نام کم بی سیز اول تھا۔ یہ کم بی سیز سائرس یا ذوالقرنین کا باپ تھا۔ سائرس کے بیٹے کا نام بھی کم بی سیز تھا جس سے دارا اوّل پیدا ہوا۔ اور یہ سلسلہ دارا سوم تک جاری رہا جس کو بالآخر سکندر مقدونی نے شکست دیکر اس کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ ذیل میں ہم اس شجرہ کے سب نام مع تاریخوں کے پیش کرتے ہیں۔

ہنجامنش (یا ایکی می نیز)
ٹینر پینز (چائش پش)
کم بی سیز اول (کمبوچیہ یا کیقباد اوّل)
سائرس (ذوالقرنین)
کم بی سیز دوم (کمبوچیہ یا کیقباد دوم)
دارا اوّل
اخسویرس اوّل
ارتخشتا اوّل
اخسویرس دوم
دارا دوم
ارتخشتا دوم
ارتخشتا سوم
دارا سوم

سائرس کا نام اور لقب :- ذوالقرنین لقب ہے فارسی میں نام گورش یا کے

Marfat.com

ارس تھا جو عبرانی میں خورس، یونانی میں سائرس اور عربی میں کیخسرو ہو گیا۔

ابتدائی زندگی:۔ سائرس کی ابتدائی زندگی کے متعلق تفصیلی حالات معلوم نہیں ہیں تاریخ کے صفحات سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ایکی می نیز کے پوتے سائرس نے فارس میں غیر معمولی صورت سے طاقت و اقتدار حاصل کیا۔ سائرس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے نانا اسٹیاگس نے اس کی موت کا تمام سامان فراہم کر دیا تھا۔ مگر وہ حیرت انگیز طریقہ سے بچ گیا اور اس کی ابتدائی زندگی جنگلوں اور پہاڑوں میں بسر ہوئی لیکن رفتہ رفتہ اقتدار حاصل کر کے یہ فارس کے تخت کا مالک بن گیا تقریباً ۵۴۹ ق م میں سائرس نے فارس کے شمالی علاقہ کی مملکت میڈیا کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور سابق دارالخلافہ اقباطنہ (ECBATANA) کی بجائے سائرس نے اب اصطخر کو دارالسلطنت قرار دیا۔

بیلشفر جب بابل میں حکمران ہوا تو اس نے سائرس کے بڑھتے ہوئے اقتدار اور طاقت کو دیکھ کر مدافعت کی غرض سے مصر، لیڈیا (جو ایشیائے کوچک میں واقع تھا) اور یونان کے مشہور شہر اسپارٹا (SPARTA) سے سائرس کے خلاف ایک جنگی معاہدہ کیا اور اس طرح سائرس کی اس مغربی مہم کا آغاز ہوا جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔

قرآن کریم میں ذوالقرنین کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ

ترجمہ:۔ "ہم نے اس کو زمین میں بڑی دسترس دی تھی۔ اور ہر طرح کا سامان عطا کیا تھا" (کہف ۸۴)

موجودہ تاریخی تحقیقات نے اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ وان ڈون لارتھ ورتھ اپنی تصنیف "دنیا کی کہانی" (THE STORY OF THE WORLD) میں لکھتا ہے

ترجمہ:۔ "سائرس ایک ہوشیار فوجی لیڈر تھا اور جو فوج اس نے جمع کی وہ اس کے تیر اندازوں، سواروں اور رتھ بانوں کے ماہرانہ استعمال کی بناء پر بہت کامیاب ثابت ہوئی۔

قرآن کریم میں ذوالقرنین کی پہلی مغربی مہم کا تذکرہ اس طرح ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ "تب اس نے (سفر کا) ایک سامان کیا، یہاں کہ جب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اُسے ایسا پایا

Marfat.com

کہ ایک کیچڑ کی ندی میں ڈوب رہا ہے اور اس کے پاس
ایک قوم دیکھی، ہم نے کہا، ذوالقرنین! تم خواہ ان کو تکلیف دو،
خواہ ان (کے بارے) میں بھلائی اختیار کرو (دونوں باتوں کی تم کو
قدرت ہے) ذوالقرنین نے کہا کہ جو (کفر و بدکرداری سے) ظلم کرے
گا اسے ہم عذاب دیں گے پھر (جب) وہ اپنے پروردگار کی طرف
لوٹایا جائے گا تو وہ بھی اسے بڑا عذاب دے گا اور جو ایمان
لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے لیے بہت اچھا بدلہ ہے
اور ہم اپنے معاملہ میں (اس پر کسی طرح سختی نہیں کریں گے بلکہ)
اس سے نرم بات کہیں گے۔" (کہف ۸۵ تا ۸۸)

اِن آیات میں سائرس کی لیڈیا کی مہم کا ذکر ہے ہم اُوپر بتا چکے ہیں کہ شاہ بابل بیلشفر نے سائرس کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر اس کے خلاف مصر، لیڈیا اور اسپارٹا سے ایک جنگی معاہدہ کیا تھا۔ یہ معاہدہ بیلشفر کے حق میں بہت نقصان دہ ثابت ہوا۔ چونکہ اس معاہدہ کی بناء پر سائرس کی نظریں لیڈیا کی طرف اُٹھیں اور قوت و اقتدار حاصل کرنے کے بعد وہ سب سے پہلے لیڈیا کی فتح کی طرف متوجہ ہوا۔ لیڈیا (LYDIA) کے مقصود ایشائے کوچک کا مغربی حصّہ ہے جو اس وقت ایشیا میں یونانی تمدن کا مرکز تھا، یونانیوں کی طرح یہاں کے باشندے بھی مشرک و بُت پرست تھے۔ سائرس آندھی کی طرح اُٹھا اور لیڈیا پر چھاتا چلا گیا۔ لیڈیا کا حکمران کروسیس (CROESUS) مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور لیڈیا فتح ہو گیا۔

"پایا کہ وہ (یعنی سورج) ڈوبتا ہے ایک دلدل کی ندی میں" معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحیرہ ایجیئن (AEGEAN SEA) کا واقعہ ہے جس کے کنارے لیڈیا واقع تھا یہاں ذوالقرنین کو یُوں نظر آیا کہ سورج پانی اور دلدل میں ڈوب رہا ہے جیسے کہ بحری سفر کرنے والوں کو محسوس ہوتا ہے۔ مفتوح قوم پر ذوالقرنین کو ان کے مغلوب ہو جانے کے بعد نیک و بد کی پوری قدرت حاصل ہو گئی کہ چاہے ان کو سزا دے اور قتل کر دے یا اسلام کی دعوت دے اور نیک سلوک کرے۔ ذوالقرنین چونکہ ایک موحد، خدا ترس اور عادل حکمران تھا اس لیے اس نے دوسری صُورت اختیار کی۔ اس سے یہ ظاہر ہے

Marfat.com

کہ اس کی یہ اور دوسری فتوحات عام دنیا دی حکمرانوں کی طرح جُوع الارض اور ہوس ملک گیری کا نتیجہ نہیں تھیں۔

سائرس کی مشرقی مہم :- قرآن حکیم میں ذوالقرنین کی مشرقی مہم کا تذکرہ اس طرح ہُوا ہے۔

ترجمہ :- "پھر اس نے ایک اور (سفر کا) سامان کیا یہاں تک کہ سُورج کے طلوع ہونے کے مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایسے لوگوں پر طلوع کرتا ہے جن کے لیے ہم نے سورج کے اس طرف کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی۔ (حقیقت حال یوں (تھی) اور جو کچھ اس کے پاس تھا ہم کو سب کی خبر تھی۔ (کہف ۸۹ تا ۹۱)

مولانا ابوالکلام آزاد کی تحقیق کے مطابق مشرق میں رہنے والے گیڈروسیا (مکران) اور بکٹریا (بلخ) کے وحشی قبائل نے بغاوت کی تھی جس کو فرو کرنے کے لیے سائرس کو ادھر متوجہ ہونا پڑا اور یہ مہم ۵۴۵ھ ق م اور ۵۴۰ھ ق م کی درمیانی مدت میں واقع ہوئی۔

"جن کے لیے ہم نے آفتاب سے درے کوئی حجاب نہیں بنایا تھا" بتایا جا چکا ہے کہ یہ وحشی قبائل تھے، خانہ بدوش اور جنگلی قوموں کی طرح ظاہر ہے کہ ان میں بھی گھر بنانے اور چھت ڈالنے کا رواج نہیں ہوگا۔

بابل کی فتح :- بیلشفر شاہ بابل کے مظالم سے تنگ آکر باشندگانِ بابل نے سائرس سے مدد کی درخواست کی۔ ان دونوں مہموں سے فارغ ہوکر اب سائرس اس طرف متوجہ ہوا۔ یہاں سخت مقابلہ تھا لیکن باشندگانِ بابل نے اپنی حکومت کی کوئی مدد نہیں کی، بیلشفر رات کے وقت اپنے محل میں قتل کر دیا گیا اور قدیم تاریخ و تہذیب کا یہ گہوارہ کسدیوں کے ہاتھ سے نکل کر سائرس کے ہاتھ میں آگیا اور اس طرح کسدیوں کی سلطنت کا ۵۳۸ھ ق م میں خاتمہ ہو گیا۔ بابل کو فتح کرنے کے بعد سائرس نے بنی اسرائیل کو ازسرِنو آزادی بخشی فلسطین میں ان کی دوبارہ واپسی اور آبادکاری کا انتظام کیا اور بیت المقدس کی ہیکل کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا، یہی وجہ ہے کہ یہود سائرس (خورس) کو حد درجہ قابلِ احترام شخصیت سمجھتے تھے، اور غالباً اسی وجہ سے بارگاہ

Marfat.com

رسالت میں اس سلسلہ میں سوال بھی کیا تھا۔ صحیفۂ عزرا میں سائرس کا وہ فرمان اب تک محفوظ ہے جو بیت المقدس کی ہیکل کی دوبارہ تعمیر کے سلسلہ میں جاری کیا گیا تھا۔ صحیفۂ عزرا میں ہے۔

" خداوند نے شاہ فارس خورس کا دِل اُبھارا، سو اُس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کرائی اور اس مضمون کا فرمان بھی لکھا کہ شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی سب مملکتیں مجھے بخشی ہیں اور مجھے تاکید کی ہے کہ میں یروشلم میں جو یہوداہ میں ہے اس کے لیے ایک مسکن بناؤں پس تمھارے درمیان جو کوئی اس کی ساری قوم میں سے ہو اس کا خدا اس کے ساتھ ہو اور وہ یروشلم کو جو یہوداہ میں ہے جائے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر جو یروشلم میں ہے۔ بنائے (خدا وہی ہے) اور جو کوئی کسی جگہ جہاں اس نے قیام کیا باقی رہا ہو تو اسی جگہ کے لوگ چاندی اور سونے اور مال اور مواشی سے اس کی مدد کریں اور علاوہ اس کے وہ خدا کے گھر کے لیے جو یروشلم میں ہے رضا کے ہدیے دیں "

یہ فرمان آج بھی سائرس کے ایمان، خدا ترسی اور رحمدلی کا آئینہ ہے۔

ذوالقرنین کی تیسری مہم :- قرآن کریم میں ہے۔

ترجمہ :- " پھر اس نے ایک اور سامان (سفر) کیا، یہاں تک کہ دو دیواروں کے درمیان پہنچا تو دیکھا ان کے اس طرف کچھ لوگ ہیں کہ بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ذوالقرنین یاجوج ماجوج زمین میں فساد کرتے رہتے ہیں۔ بھلا ہم تمھارے لیے خرچ (کا انتظام) کر دیں کہ تم ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دو، ذوالقرنین نے کہا کہ خرچ کا جو مقدور خدا نے مجھے بخشا

Marfat.com

ہے وہ بہت اچھا ہے تم مجھے قوت (بازو) سے مدد دو،
میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط اوٹ بنا دونگا
تو تم لوہے کے تختے لاؤ (چنانچہ کام جاری کر دیا گیا) یہاں تک
کہ جب اس کو (دھونک دھونک کر) آگ کر دیا تو کہا کہ
(اب) میرے پاس تانبا لاؤ کہ اس پر پگھلا کر ڈال دوں پھر
ان میں یہ قدرت نہ رہی کہ اس پر چڑھ سکیں۔ اور نہ یہ
طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں، (ذوالقرنین نے
کہا کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے، جب میرے
پروردگار کا وعدہ سچا ہے" (کہف ۹۲ تا ۹۸)

مولانا آزاد کی تحقیق کے مطابق یہ مہم شمال کی سمت میں تھی جس میں وہ بحر خضر CASPIAN SEA کو داہنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشیا (CAUCASUS) کے سلسلہ کوہ تک پہنچ گیا تھا، وہاں اسے ایک درہ ملا جو بلند پہاڑوں کے درمیان تھا، اسی راہ سے یاجوج ماجوج آکر اس طرف کے علاقہ میں تاخت و تاراج کرتے تھے۔ یہاں ایک غیر متمدن، ناسمجھ اور جاہل قوم آباد تھی جس کا نام یونانی میں "کولچی" یا "کولشی" بتایا گیا ہے اور دارا کے کتبۂ اسطخر میں "کوشیہ" آیا ہے غالباً اسی قوم نے یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچنے کے لیے ذوالقرنین سے سد تعمیر کرنے کی درخواست کی تھی اور اسی علاقہ میں ذوالقرنین نے وہ سد تعمیر کی جس سے یاجوج ماجوج کا راستہ بند ہو گیا۔

یہاں دو مسئلے تنقیح طلب باقی رہ جاتے ہیں، اول یہ کہ یاجوج ماجوج سے کون سی قوم مراد ہے؟ اور دوسرے یہ کہ ذوالقرنین کی اصلی سد کون سی ہے اور کہاں ہے؟

یاجوج ماجوج:۔ یاجُوج ماجُوج کا ذکر قرآن کریم میں یہاں سورۂ کہف میں اور دوسری جگہ سورۂ انبیاء کی آیت ۹۶ میں ہُوا ہے جہاں ان کے آخری خروج (قرب قیامت میں) کا ذکر ہے، عہد نامہ قدیم میں سب سے پہلے ان الفاظ کا استعمال صحیفۂ حزقی ایل (باب ۳۸ اور ۲) میں ہوا ہے اور پھر عہد نامہ جدید میں مکاشفات یوحنا (باب ۲۰، تا ۹) میں ان کے آخری خروج کا ذکر

Marfat.com

ہوا ہے، یاجوج ماجوج سے کون سی قوم مُراد ہے؟ اس کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے۔

"یاجوج ماجوج کے لیے یورپ کی زبانوں GOG اور MAGOG کے نام مشہور ہو گئے ہیں، یہ نام سب سے پہلے تورات کے ترجمہ سبیعنی میں اختیار کیے گئے، قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں نام اسی طرح یا اس کے قریب قریب یونانیوں میں بھی مشہور تھے۔

تاریخی قرائن شاہد ہیں کہ اس سے صرف ایک ہی قوم مراد ہو سکتی ہے یعنی شمالی مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقتور قبائل جن کا سیلاب قبل از تاریخ عہد سے لیکر نویں صدی مسیحی تک برابر مغرب کی طرف اُمنڈتا رہا، جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لیے چینیوں کو سینکڑوں میل لمبی دیوار بنانی پڑی تھی، جن کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئیں ہیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں "میگر" کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیا میں تاتاریوں کے نام سے اسی قوم کی ایک شاخ تھی جسے یونانیوں نے سیتھین (SEYTHIAN) کے نام سے پکارا ہے اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لیے سائرس نے سد تعمیر کی تھی۔

شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب "منگولیا" کہلاتا ہے لیکن "منگول" لفظ کی ابتدائی شکل کیا تھی؟ اس کے لیے ہم چین کے تاریخی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں (اور ہمیں اسی طرف رجوع ہونا چاہیئے کیونکہ وہ منگولیا کے ہمسایہ میں ہے) تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم نام "موگ" تھا، یقیناً یہی "موگ" ہے جو چھ سو برس قبل مسیح یونانیوں میں "میگ" (GOG) اور "میگاگ" (MAGOG) پکارا جاتا ہوگا اور یہی عبرانی میں "ماجوج" ہو گیا۔

چین کی تاریخ میں ہمیں اس علاقہ کے ایک اور قبیلہ کا ذکر بھی ملتا ہے جو "یواچی"۔۔۔۔۔ کے نام سے پکارا جاتا تھا، یہی یواچی

Marfat.com

ہے جس نے مختلف قوموں کے مخارج و تلفظ سے گذر کر ایسی شکل کر لی تھی کہ عبرانی میں "یاجوج" ہو گیا۔

منگولیا کے یہ قبائل تین حصّوں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔

اولاً منگولیا کے اصلی باشندے جو یک قلم وحشی اور صحرائی تھے اور ان کی یہ حالت بغیر کسی تغیر کے برابر قائم رہی۔

ثانیاً بحر اسود کے شمالی ساحلی اور شمالی یورپ کے قبائل جو گو اپنے مولد اصلی سے الگ ہو گئے تھے لیکن ان کی وحشیانہ خصوصیات نہیں بدلی تھیں۔

ثالثاً ہندوستان، ایران اور اناتولیا کے قبائل جو بتدریج شہریت و حضارۃ میں ترقی کرنے لگے اور پھر آگے چل کر تین قدیم تہذیبوں کے بانی ہوئے۔

تقریباً ۱۰۰۰ ق م سے لے کر پانچویں صدی مسیحی تک یاجوج ماجوج یاگوگ اور میگاگ کا اطلاق پہلی دو قسموں پر ہوتا رہا ------- البتہ جب پانچویں صدی مسیحی میں یورپ کے قبائل کی حالت بھی منقلب ہونا شروع ہو گئی اور مسیحیت اختیار کر کے تہذیب و حضارۃ کی طرف بڑھنے لگے تو قوموں کے حافظہ سے ان کا نام بھی اتر گیا! اور یاجوج ماجوج کا اطلاق صرف اسی خطہ میں سمٹ آیا جہاں سے پھیلنا شروع ہوا تھا یعنی صرف منگولیا کے صحرانورد قبائل ہی یاجوج ماجوج سمجھے جانے لگے"۔

یاجوج ماجوج کے آخری خروج کا ذکر قرآن کریم میں ایک تو یہیں سورۂ کہف میں ہوا ہے اور دوسرے سورۂ انبیاء میں ہے۔ مولانا آزاد کا خیال ہے کہ یہ آخری موجودہ خروج ہلاکو خان کے حملہ کی صورت میں چھٹی صدی ہجری میں ہو چکا۔ مگر مولانا آزاد کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا، قرآن کریم کے ارشادات اور احادیث نبوی کی تصریحات اس خیال کی تائید نہیں کرتیں۔ قرآن کریم، احادیث صحیحہ حتیٰ کہ مکاشفات

Marfat.com

یوحنا کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا یہ آخری خروج قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ہوگا اور بالکل آخری زمانہ میں ہوگا۔

سورۂ کہف کی ان آیات کے بعد جن میں ذوالقرنین کی تیسری مہم، یاجوج ماجوج اور سدِ ذوالقرنین کی تعمیر کا تذکرہ ہے (آیات ۹۲ تا ۹۸) جو ہم ابھی اوپر پیش کر چکے ہیں، ان کے فوراً ہی بعد اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ :- "اور ہم ان (یاجوج ماجوج) کو چھوڑ دیں گے کہ (ٹڈی دل کی طرح زمین پر پھیل کر) ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو جمع کر لیں گے۔"

(کہف ۹۹)

واضح رہے کہ یہاں یاجوج ماجوج کے خروج کا ذکر متصلاً نفخ صور کے ساتھ ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا آخری خروج اور اس سے پیدا ہونے والا فتنۂ عظیم قیامت سے فوراً ہی پیشتر واقع ہوگا۔

اور ان دونوں واقعات (خروج یاجوج ماجوج اور قیام قیامت) کے تذکرہ میں یہی تواتر و اتصال سورۂ انبیاء میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ :- "یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آجائے تو ناگہاں کافروں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں (اور کہنے لگیں) ہائے شامت ہم اس سے غفلت میں رہے بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے۔"

(انبیاء ۹۶، ۹۷)

صحیح مسلم، کتاب الفتن کی ایک طویل حدیث کے مطابق یاجوج ماجوج کا آخری خروج حضرت مسیحؑ کے نزول اور دجال کے قتل کے بعد ظہور میں آئیگا۔

مکاشفات یوحنا (عہد نامہ جدید) کا بیان بھی ان تصریحات کے قریب قریب ہے۔

"اور جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید

Marfat.com

سے چھوڑ دیا جائے گا اور ان قوموں کو جو زمین کی چاروں طرف
ہوں گی یعنی یاجوج ماجوج کو گمراہ کر کے لڑائی کے لیے جمع کرنے
کو نکلے گا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا اور وہ تمام زمین
پر پھیل جائیں گی اور مقدسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کو چاروں
طرف سے گھیر لیں گی اور آسمان پر سے آگ نازل ہو کر انھیں کھا
جائے گی اور ان کا گمراہ کرنے والا ابلیس آگ اور گندھک کی
اس جھیل میں ڈالا جائے گا جہاں وہ حیوان اور جھوٹا نبی بھی
ہوگا اور وہ رات دن ابدآلاباد عذاب میں رہیں گے۔"

اور یہی وجہ ہے کہ مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی جو مولانا آزاد کی اس سلسلہ کی دوسری تحقیقات سے متفق اور ان کی صحت کے معترف ہیں، اس حصہ سے سخت اختلاف رکھتے ہیں، آپ لکھتے ہیں۔

"اس مسئلہ کی پوری تحقیق میں ہم کو مولانا آزاد کے اس حصہ بیان
سے سخت اختلاف ہے جو انہوں نے علماء سلف کے خلاف
یاجوج ماجوج کے آخری خروج کے متعلق [illegible] فرمایا ہے۔
اس لیے کہ وہ حصہ بلاشبہ باطل ہے۔"

مولانا آزاد نے صحیح بخاری کی حدیث زینبؓ بنت جحشؓ اپنے نظریہ کی تائید و ثبوت میں پیش کی ہے، وہ حدیث یہ ہے۔

"حضرت زینبؓ بنت جحش فرماتی ہیں "آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ایک دن سو کر اٹھے تو چہرۂ مبارک شدت تاثر
سے سُرخ ہو رہا تھا اور فرما رہے تھے لا الٰہ الا اللہ! اس شر سے
جو قریب آگیا، عرب کے لیے افسوس، آج یاجوج ماجوج
کی روک کھل گئی، پھر انگلیوں سے حلقہ بنا کر بتایا کہ ابھی صرف اتنی
راہ کھلی ہے، یہ حلقہ روپیہ کے برابر یا اس سے کچھ چھوٹا تھا۔
آخری راوی کو اس بارے میں کچھ شبہ پڑ گیا، بہر حال مطلب یہ
تھا کہ ابھی صرف رخنہ پڑا ہے، پوری راہ نہیں کھلی، اس پر

Marfat.com

عرض کیا گیا کیا ہم ہلاکت میں پڑ جائیں گے حالانکہ ہم میں
صالح انسان بھی ہوں گے ؟ فرمایا، ہاں جب بدکاری بڑھ
جائے گی "

بقول مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اس حدیث میں ایک ایسے شر کی اطلاع دی گئی ہے جس کا پہلا اثر یہ ہو گا کہ عرب کے لیے سخت ہلاکت کا سامنا ہو گا اور بالآخر امت میں اہم فتنے برپا ہو جائیں گے جن کی ابتدا شہادت عثمانؓ سے ہوئی اور جو بالآخر قریشی حکومت کے خاتمے پر منتج ہوئے۔ ان فتنوں کے رونما ہونے کے لیے حسی علامت اس طرح سامنے آگئی کہ سد ذوالقرنین میں رخنہ پڑنا شروع ہو گیا یعنی یہ رخنہ بطور استعادہ کے استعمال ہوا ہے، یا پھر اس سے مقصود ظہور قیامت کی علامت سے جدا درمیانی وقفہ میں پیش آنے والا یاجوج ماجوج کا وہ فتنہ ہے۔ جو عرب کے زوال کا باعث ہو گا اور "فتح روم" استعادہ ہے اس بات سے کہ جو حادثہ آئندہ رونما ہونے والا ہے اس کی ابتدا ہو گئی ہے اور یہ وہ حادثہ تھا جو مستعصم باللہ خلیفہ عباسی کے زمانہ میں فتنہ تاتار کے نام سے برپا ہوا اور جس نے عرب طاقت کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔

سدِ ذوالقرنین:۔ بحر خزر CASPIAN SEA کے مغربی ساحل پر دربند کا قدیم شہر آباد ہے مگر یہ دیوار سد ذوالقرنین نہیں ہو سکتی چونکہ اول تو سمندر کے کنارے دو پہاڑی دیواروں کے درمیان نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بتلایا ہے دوسرے یہ کہ اس کی تعمیر میں لوہے اور پگھلے ہوئے تانبے کا کوئی نشان نہیں ملتا جس کی تصریح قرآن کریم نے کی ہے۔

البتہ مولانا آزاد نے بتایا ہے کہ جب اس مقام سے کاکیشیا کے اندرونی حصوں میں آگے بڑھتے ہیں تو ایک اور مقام ملتا ہے جو درہ داریال (DARIAL PASS) کے نام سے مشہور ہے اور دور تک دو بلند چوٹیوں سے گھرا ہوا ہے۔ موجودہ زمانہ کے نقشوں میں اس کا محل ولاڈی کیوکز اور ٹفلس کے درمیان دکھایا جاتا ہے، ارمنی روایتوں میں اس کو "آہنی دروازہ" کہا گیا ہے۔ مولانا آزاد فرماتے ہیں۔

" (یہ) مقام ٹھیک ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے
یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے

Marfat.com

س نے درمیان کی راہ کو بالکل مسدود کردی ہے، چونکہ اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا تھا اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں "آہنی دروازہ" کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے اسی لیے ترجمہ ترکی میں "وامرکیو" مشہور ہو گیا۔

بہرحال ذوالقرنین کی اصلی سد یہی سد ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد خود اس نے یا اس کے جانشینوں نے یہ دیکھ کر کہ کاکیشیا کا مشرقی ڈھلوان بھی خطرہ سے خالی نہیں دربند کی دیوار تعمیر کردی ہو اور نوشیرواں نے اسے مضبوط کیا ہو، یا ممکن ہے کہ فی الحقیقت نوشیرواں ہی کی تعمیر ہو۔"

ذوالقرنین نبی تھے؟ :- علماء سلف اور علماء متاخرین کی اکثریت اس طرف ہے کہ ذوالقرنین ایک صالح، خدا پرست اور نیک نفس بادشاہ تھے مگر نبی یا رسول نہیں تھے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ، امام رازیؒ وغیرہم کا یہی مسلک ہے، چنانچہ فتح الباری میں حضرت علیؓ کا یہ قول منقول ہے۔

"ذوالقرنین نہ نبی تھے نہ فرشتہ، وہ ایک انسان تھے، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا، پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو محبوب رکھا"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔

" ذوالقرنین نیک اور صالح بادشاہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال کو پسند فرمایا اور اپنی کتاب میں اس کی تعریف فرمائی اور وہ فاتح اور کامیاب بادشاہ تھا"

اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے یہ قول فتح الباری میں نقل کیا گیا ہے۔

"عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نبی تھے"

اور امام ابن تیمیہؒ وغیرہ نے بھی اسی تفسیر کی تائید کی ہے۔

ان تصریحات کے پیش نظر مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ فرمانا اپنے عموم کے اعتبار سے صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ

Marfat.com

"صحابہ وسلف سے جو تفسیر منقول ہے وہ یہی ہے کہ ذوالقرنین نبی تھا۔"

پھر جب ہم قرآن کریم پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں کوئی ایسی تصریح نہیں ملتی جو صراحت سے ذوالقرنین کی نبوت پہ دلالت کرتی ہو۔

ذوالقرنین کا مذہب:- یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ ذوالقرنین زردشت کے پیرو تھے۔ قرآن کریم نے ذوالقرنین کے ایمان کی تصریح کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زردشت کی تعلیم بھی دین حق کی تعلیم تھی۔ جدید تحقیقات نے اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے کہ فی الحقیقت زردشت کی تعلیم توحید، خدا پرستی اور نیک عملی کی تعلیم تھی۔ آتش پرستی اور روشنی و تاریکی کے دو مختلف خداؤں کا تصور زردشت کی تعلیم نہیں بلکہ میڈیا کے قدیم مذہب مجوسیت کا ردعمل ہے۔

زردشت:- زردشت کی ولادت موجودہ فارس کے شمالی حصہ میں جسے میڈیا MEDEA کہتے تھے۔ تقریباً ۵۷۰ء قبل مسیح میں ہوئی۔ انہوں نے میڈیا کے قدیم مذہب مجوسیت اور اس کے عقیدہ ثنویت کا ابطال کیا اور بتایا کہ خیر و شر، روشنی اور تاریکی سب کا ایک ہی خالق ہے جو قادر مطلق ہے اور جس کا کوئی شریک و سہیم نہیں اور اس عالم مادی کے علاوہ ایک اور عالم بھی ہے جہاں انسان کو اس کے اعمال کی جزاء و سزا ملے گی۔

زردشت کو اپنے وطن میں زیادہ کامیابی نہ ہوئی، پھر فارس کے علاقہ میں آکر انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کی۔ ذوالقرنین (سائرس) جو اس وقت فارس کے ایک قبیلہ کے سردار تھے، زردشت کے پیرو اور حامی بن گئے، ذوالقرنین نے زردشتی تعلیمات کے ذریعہ فارس کے منتشر اور متفرق قبائل کو متحد کیا اور بالآخر میڈیا کی فتح کے بعد ان کے اقتدار اور طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا۔

زردشت کی کتاب کا نام ژند اوستا (ZEND AVESTA) تھا، بعض محققین یورپ کا خیال ہے کہ زردشت حضرت دانیالؑ یا حضرت یرمیاہؑ کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے اور ایرانیوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوتے تھے۔

دارالسوم کے زمانہ تک (یعنی ۳۳۰ء ق م تک) زردشتی مذہب اپنی اصلی

Marfat.com

حالت پر قائم رہا جب سکندر مقدونی نے ایران پر حملہ کیا تو وہ یہاں کی سلطنت کے ساتھ ساتھ یہاں کے مذہب کو بھی بہا لے گیا۔ سکندر نے ایران کے دارالخلافہ اصطخر PASARGADAE کو آگ لگا دی اور اس میں زردشت کا اصلی صحیفہ "اوستا" بھی جل کر راکھ ہو گیا۔ اور اس طرح جو معاملہ توراۃ کے ساتھ بنوکدنذر کے حملۂ بیت المقدس کے وقت پیش آیا تھا۔ وہی اوستا کے ساتھ سکندر کے حملۂ ایران میں پیش آیا۔ پانچسو برس کے بعد ایران کے تیسرے تاریخی دور میں ساسانی حکومت کے بانی اردشیر بابکانی نے ازسر نو اوستا مرتب کرایا جس طرح حضرت عزیزؑ نے قید بابل کے بعد توراۃ کو دوبارہ مرتب کیا تھا۔ اور یہی نیا نسخہ اصل اوستا کا قائم مقام قرار دیا گیا لیکن بقول مولانا آزاد،

"اب مذہب کی تمام حقیقی خصوصیات طرح طرح کی تبدیلیوں، تحریفوں اور اضافوں سے یک قلم مسخ ہو چکی تھیں۔ چنانچہ دکھائی دیتا ہے کہ ساسانی عہد کا مذہب قدیم مجوسیت اور یونانیت کا ایک مخلوط مرکب ہے اور اس کا بیرونی رنگ و روغن تو تمام مجوسیت ہی نے فراہم کیا ہے، اسی ساسانی اوستا کا ایک ناقص اور محرف ٹکڑا ہے جو ہندوستان کے پارسیوں کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے اور جس کے لیے ہم ایک فرینچ مستشرق آنک تیل کی اوالفرمیوں اور علمی قربانیوں کے شکر گزار ہیں۔"

ذوالقرنین کی شخصیت و کردار:-

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ سائرس (ذوالقرنین) کے متعلق جدید انکشافات انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں ہوئے اس سے پہلے تاریخ اس عظیم الشان شخصیت سے کم و بیش ناواقفیت تھی مگر اس دوران میں جو تحقیقات ہو چکی ہیں ان کی روشنی میں سائرس کی شخصیت اور کردار کے متعلق تاریخ آج وہی کچھ کہنے پر مجبور ہو گئی ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم نے چودہ سو برس قبل کر دیا تھا۔ چنانچہ کینتھ الیس کو پر پی۔ ایچ ڈی پروفیسر تاریخ اور ریاض الاسلام پی ایچ ڈی کی مشترکہ تصنیف "پرانے زمانے کے لوگ" میں ہے۔

"سائرس بڑا نیک دل اور لائق شخص تھا، ایران میں جو گروہ آباد تھے۔ سائرس نے ان سب کو اکٹھا کر کے ایران کو ایک

Marfat.com

طاقتور ملک بنا دیا۔ اس کی فوج اعلیٰ درجہ کی تھی، چنانچہ اس
نے بہت سی لڑائیاں لڑیں اور اپنی سلطنت کو دُور دُور
تک پھیلایا۔ وہ بڑا عادل اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔
کسی سے رورعایت نہیں کرتا تھا، اس لیے لوگ اس سے
محبت کرتے تھے اور اسے اپنا باپ کہتے تھے، جن ملکوں
کو اس نے فتح کیا ان سے بھی اس نے مہربانی کا برتاؤ کیا۔"
اور یہی وجہ ہے کہ سائرس تاریخ میں آج "سائرس اعظم" CYRUS THE GREAT
کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

حضرت لقمانؑ

حضرت لقمان کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ لقمان کی آیات ۱۲ تا ۱۹ میں ہوا ہے مگر کسی آیات میں بھی کوئی ایسا اشارہ موجود نہیں جو آپ کی رسالت یا نبوت پر دلالت کرتا ہو اس لیے جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ آپ ایک صالح، دانشمند اور پاکباز متقی تھے۔ چنانچہ ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

"وہ نبی نہیں تھے اور نہ ان پر وحی نازل ہوئی اور بہت سے سلف سے بھی یہی منقول ہے مثلاً مجاہدؓ، سعید بن مسیبؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ"

اس کے خلاف حافظ ابن اسحٰقؒ نے کتاب التیجان میں وہب بن منبہ کی روایت سے حضرت ابن عباسؓ ہی کا یہ دوسرا قول نقل کیا ہے کہ

"وہ نبی تھے مگر رسول نہیں تھے"

مگر جمہور علماء کا مسلک اس کے خلاف ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے آپ کا تذکرہ متن کتاب میں نہیں کیا بطور ضمیمہ کے کیا ہے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر آپ کا ذکر اپنے کلام پاک میں کیا ہے اور قرآن کریم کی ایک سورۃ آپ کے نام سے منسوب ہے۔

نسل، قومیت، نسب:- عرب کی قدیم تاریخ میں لقمان نامی ایک مشہور شخصیت گذری ہے اور ان کے حکیمانہ اقوال صحیفہ لقمان کے نام سے ان کے یہاں مشہور تھے مگر ان کی نسل، قومیت، نسب اور دیگر حالات کے متعلق مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

سہیلی کی روض الانف جلد اول اور ابن کثیرؒ کی تاریخ جلد دوم اور تفسیر جلد سوم میں ہے

Marfat.com

"وہ لقمان بن عنقا یا ثار بن سندون ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے، فرماتے تھے کہ لقمان حبشی غلام تھے اور بخاری کا پیشہ کرتے تھے اور جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ لقمان پستہ قد، موٹے ہونٹ والے، نوبہ کے قبیلہ سے تھے۔"

دوسری طرف حافظ محمد اسحاقؒ نے حضرت ابن عباسؓ ہی کے ایک اور قول کے حوالے سے بتایا ہے کہ حضرت لقمان افریقی النسل غلام نہیں بلکہ خالص عرب نژاد بادشاہ تھے اور عرب کے مشہور قبیلہ عاد سے یعنی عرب بائدہ کی نسل سے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ جب شداد بن عاد کا انتقال ہوگیا تو حکومت اس کے بھائی لقمان بن عاد کو ملی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہب کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ عاد کا نسب نامہ یہ ہے ملطاط بن سلک بن وائل بن حمیر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

علامہ سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن جلد اول صفحہ ۱۸۱ میں اس مسئلہ کی تحقیق کرکے دعویٰ کیا ہے کہ لقمان حکیم اور بادشاہ لقمان ایک ہی شخصیت ہے اور بلاشبہ وہ عاد ثانیہ کے ایک بادشاہوں میں بہت بڑے حکیم اور دانا تھے اور لقمان کے نام سے جو صحیفہ منسوب تھا وہ ان ہی لقمان عاد کا تھا۔

قرآن کریم نے آپ کی جن نصیحتوں اور اقوال کا ذکر کیا ہے ان سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ آپ حکمران طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ غلام زادے نہیں تھے۔ چونکہ ان اقوال و نصائح میں غرور و نخوت، رعونت وخشونت اور خود بینی وخود آرائی کی مذمت ہے اور یہ خصوصیات حکمرانوں کے ساتھ مخصوص ہیں، غلاموں کے ساتھ نہیں۔

عقل و دانائی: حضرت لقمان عرب میں اپنی فہم و فراست اور عقل و دانش کی بناء پر "حکیم" کے لقب سے مشہور تھے اور قرآن کریم نے اپنے کی عقل و فہم اور متانت اور دانائی کی تعریف فرمائی ہے انہوں نے عقل کی راہ سے وہ باتیں پالیں جو پیغمبروں کی وحی و ہدایت کے موافق تھیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس تذکرہ سے قرآن کریم کا مقصود یہ بتانا ہے کہ محاسن اخلاق اور توحید کی تعلیم کے دنیا میں دو ذریعے ہیں ایک وحی الٰہی جس کا ظہور انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہوتا ہے اور دوسرے عقل سلیم اور فطرت صحیحہ جس

Marfat.com

کی استعداد ہر انسان میں رکھی گئی ہے، شرک اور خصائص رذیلہ کا قبیح ہونا جس طرح انبیاء علیہم السلام کی وحی سے ثابت ہے اسی طرح یہ فطرتِ انسانی کی شہادت اور عقل و دانش کا فیصلہ ہے، پس ان دونوں حیثیتوں سے توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرنے والا ضال و مضل ہے۔ وحی الٰہی اور عقل سلیم دونوں کا یہی فیصلہ ہے۔

حضرت لقمان کا زمانہ :- دُوسرے امور کی طرح آپ کے زمانہ کے متعلق بھی عُلماء میں اختلاف ہے۔ کتبِ تاریخ میں ہے کہ آپ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں تھے، بعض نے آپ کو حضرت داؤدؑ کا مصاحب بھی بتایا ہے، ہماری تحقیق کے مطابق حضرت داؤدؑ کا زمانہ دسویں صدی قبل مسیح ہے اس اعتبار سے حضرت لقمان کا بھی یہی زمانہ قرار پاتا ہے، مگر جن عُلماءِ نے اپنے کو عرب کے مشہور قبیلے عادثانیہ سے بتایا ہے وہ آپ کا زمانہ بہت قدیم بتاتے ہیں، بعض نے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی آپ کا زمانہ بہت پہلے متعین کیا ہے۔ مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی قصص القرآن جلد سوم میں آپ کا زمانہ ۳۰۰۰ قبل مسیح بتاتے ہیں۔

حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت :- بارگاہِ الٰہی سے فہم و دانش کا بے بہا خزانہ پاکر حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو پند و نصائح کی تھیں ان میں سے کچھ کا قرآن کریم نے ذکر فرما کر ان کو حیات جاوید بخش دی ہے۔ حضرت لقمان کو جو دانائی و حکمت عطا ہوئی تھی۔ اس کا لازمی مقتضیٰ یہی یہ تھا کہ آپ عقل و فراست کی راہ سے خدا کی ذات و صفات کا عرفان حاصل کر کے اس کی بے حساب نعمتوں کے شکر کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ حق شناسی اور شکر گزاری سے شکر ہی کا فائدہ ہوتا ہے کہ وہ دُنیا اور آخرت میں مزید انعام و اکرام کا مستحق ٹھہرتا ہے اور کفرانِ نعمت سے خود منکر ہی کا زیاں ہے کہ وہ موجودہ نعمت کو بھی کھو بیٹھتا ہے، قرآن کریم میں ہے۔

ترجمہ :- اور ہم نے لقمان کو حکمتِ عطا کی کہ اللہ کا شکر کرو اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدہ کے لیے کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بھی بے پرواہ اور سزاوار حمد و ثناء ہے۔

(لقمان ۱۲)

Marfat.com

تعلیم توحید اور ردِ شرک :- چنانچہ حضرت لقمان کی بیٹے کو پہلی نصیحت جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ تعلیم توحید اور ردِ شرک پر بھی مشتمل ہے چونکہ وحی انبیاء کی طرح عقل سلیم کا بھی فیصلہ یہی ہے کہ محسن و منعم حقیقی سے اغراض و انکار (چاہے وہ الحاد کی صورت میں ہو یا شرک کی صورت میں) انتہائی بے انصافی و ظلم ہے۔

سورۂ لقمان میں ہے۔

ترجمہ :- "اور (اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا بے شک شرک (بڑا بھاری) ظلم ہے۔" (لقمان ۱۳)۔

والدین کے حقوق و اطاعت :- اگلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس میں ماں باپ کا ذکر، حق اور والدین کی اطاعت و فرماں برداری کی حدود و قیود کا ذکر ہے، سلسلۂ کلام کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلوی موضح القرآن میں فرماتے ہیں!

"لقمان نے بیٹے کو ماں باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی، اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت سے پیچھے اور دوسری نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق فرما دیا کہ اللہ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق ہے، باپ نے اللہ کا حق بتایا، اللہ نے باپ کا، باقی رسول و ہادی و مرشد کا بھی حق اللہ کے ذیل میں ہے چونکہ وہ اسی کے نائب ہوتے ہیں۔"

چنانچہ ارشاد ہوا۔

ترجمہ :- "اور ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم

Marfat.com

کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ تیرے در پے ہوں
کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم
نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی
طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع لائے اس کے رستہ
پر چلنا پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے، تو جو کام کرتے رہے ہو،
میں سب سے تم کو آگاہ کر دوں گا۔ (لقمان ۱۴، ۱۵)

علم الٰہی :- اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے حضرت لقمان نے صفاتِ الٰہی میں سے خصوصاً علم الٰہی کا ذکر کیا چونکہ اکثر مشرک اور گمراہ قوموں نے اسی جگہ ٹھوکر کھائی ہے، اکثر قوموں کا خیال رہا ہے کہ اہم امور تو البتہ علم الٰہی سے سرانجام پاتے ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی اور غیر اہم باتیں اس کے علم میں شامل نہیں اور اکثر گناہ اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہوتے ہیں کہ اگر چھپ کر یا مخفی طور پر کوئی کام کیا جائے تو کسی کو اس کا علم نہیں ہوگا اور اس لیے مواخذہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن کریم نے جابجا اس غلط خیال کا ابطال کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور وہ ہر ظاہر و باطن اور ہر عیاں و مخفی کا جاننے والا ہے مثلاً سورۂ ملک میں ہے۔

ترجمہ :- "اور (تم لوگ) بات پوشیدہ کہو یا ظاہر وہ دل کے بھیدوں تک
سے واقف ہے، بھلا جس نے پیدا کیا (ہے) وہ بے خبر ہے؟
وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز) سے آگاہ ہے"
(ملک ۱۳، ۱۴)

چنانچہ حضرت لقمان نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا!

ترجمہ :- " بیٹا! اگر کوئی عمل (بالفرض) رائی کے دانے کے برابر بھی
(چھوٹا) ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر، یا آسمان میں (مخفی ہو)
یا زمین میں، خدا اس کو قیامت کے دن لا موجود کرے گا، کچھ
شک نہیں کہ خدا باریک بین (اور) واقف ہے" (لقمان ۱۶)

عزم الامور کی تلقین :- اس کے بعد آپ نے اپنے بیٹے کو استحکام صلوٰۃ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور مصیبت پر صبر کی تلقین فرماتے

Marfat.com

ہوتے کہا!

ترجمہ:۔ "بیٹا، نماز کی پابندی رکھنا اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا حکم اور بُری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو۔ اس پر صبر کرنا، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔" (لقمان ۱۷)

مکارم اخلاق کی تعلیم:۔ ذات وصفاتِ الٰہی اور اعمال عالیہ کی تلقین کے بعد آپ نے اخلاقی ومعاشرتی اصلاح کے متعلق نصیحتیں فرمائیں ان میں آپ نے غرور وتکبر اور خود بینی وخود پسندی کی مذمت کی اور مکارم اخلاق کی تعلیم دی۔

ترجمہ:۔ "اور (ازراہ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا کہ خدا کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا، اور اپنی چال میں اعتدال رکھنا اور (بولتے وقت) آواز نیچی رکھنا رکھنا کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی ہے) اور کچھ شک نہیں کہ سب آوازوں سے بڑی آواز گدھے کی ہے۔" (لقمان ۱۸، ۱۹)

حضرت لقمان کے یہ چند پند ونصائح جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے باوجود اختصار کے اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس قدر وسیع اور جامع ہیں کہ اگر انسان ان پر پوری طرح عمل کرے کرے تو بلاشبہ اس کی اصلاح وفلاح کے لیے صرف اتنا بھی کافی ہے۔

Marfat.com

شاہکار اسلامی کتب

رسولِ عربیؐ اور عصرِ جدید	سید اسماعیل صاحب	400/-
غلامانِ اسلام	پروفیسر مولانا سعید احمد	250/-
مرقع نبوت	آغا اشرف	175/-
انبیائے قرآن	آغا اشرف	250/-
عظمت رسولؐ	نصیر الدین حیدر	250/-
786 حکایات اولیائے کرام	نصیر الدین حیدر	200/-
اہم اسلامی تاریخی واقعات	نصیر الدین حیدر	100/-
اخلاق نامہ	نصیر الدین حیدر	150/-
اسلام کے درخشندہ ستارے	نصیر الدین حیدر	275/-
خطبات خلفائے راشدین	نصیر الدین حیدر	200/-
سیرت حضرت ابوبکر صدیقؓ	علامہ عبدالحفیظ عتیقی	100/-
الفاروقؓ	مولانا شبلی نعمانی	150/-
ام الکتاب	مولانا ابوالکلام آزاد	100/-
مسلمان عورت	مولانا ابوالکلام آزاد	75/-
تذکرہ	مولانا ابوالکلام آزاد	125/-
شہادتِ حسین	مولانا ابوالکلام آزاد	25/-
ریاضِ نعت	رفیع الدین ذکی قریشی	75/-
نماز کی کتاب	خواجہ محمد اسلام	60/-
موت کا منظر	خواجہ محمد اسلام	80/-
جنت کی کنجی	مولانا احمد سعید دہلوی	60/-
سیرتِ عائشہؓ	علامہ سید سلمان ندوی	100/-

مکتبہ القریش، اُردو بازار، لاہور۔ فون:7231595

Marfat.com

Marfat.com

مقبول اور شاہکار اسلامی کتب

قیمت -/300

قیمت -/250

قیمت -/250

قیمت -/400

قیمت -/100

قیمت -/200

قیمت -/275

قیمت -/250

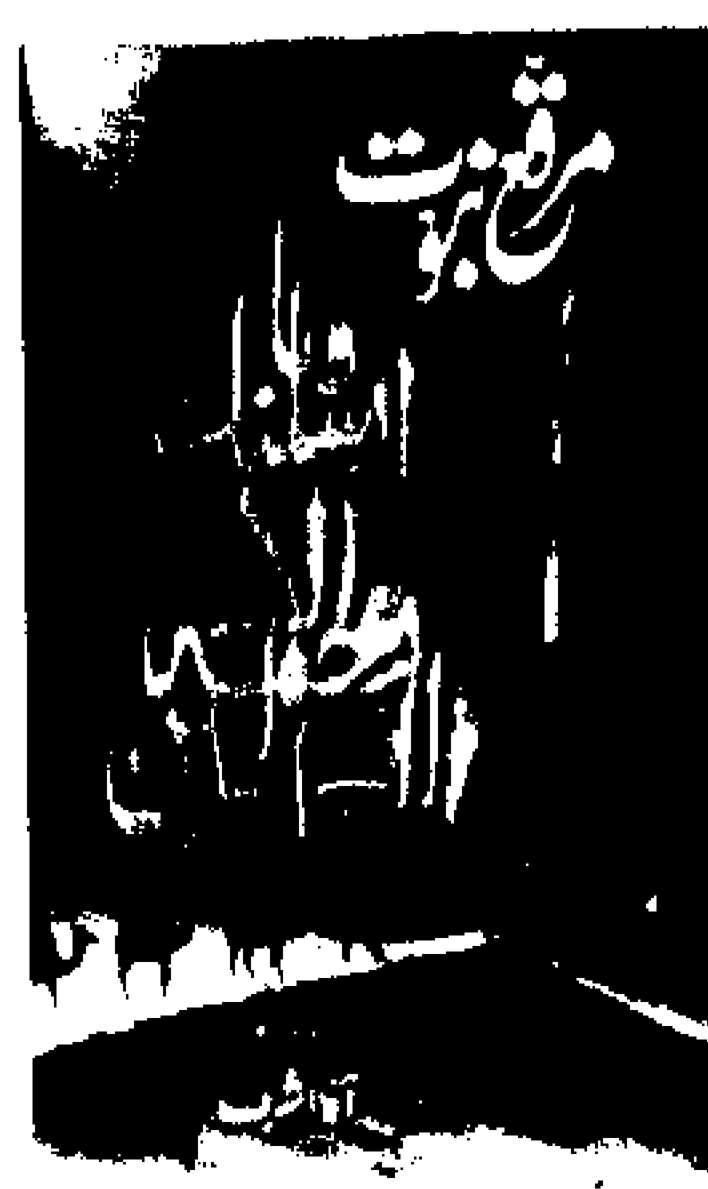

قیمت -/175

قیمت -/100

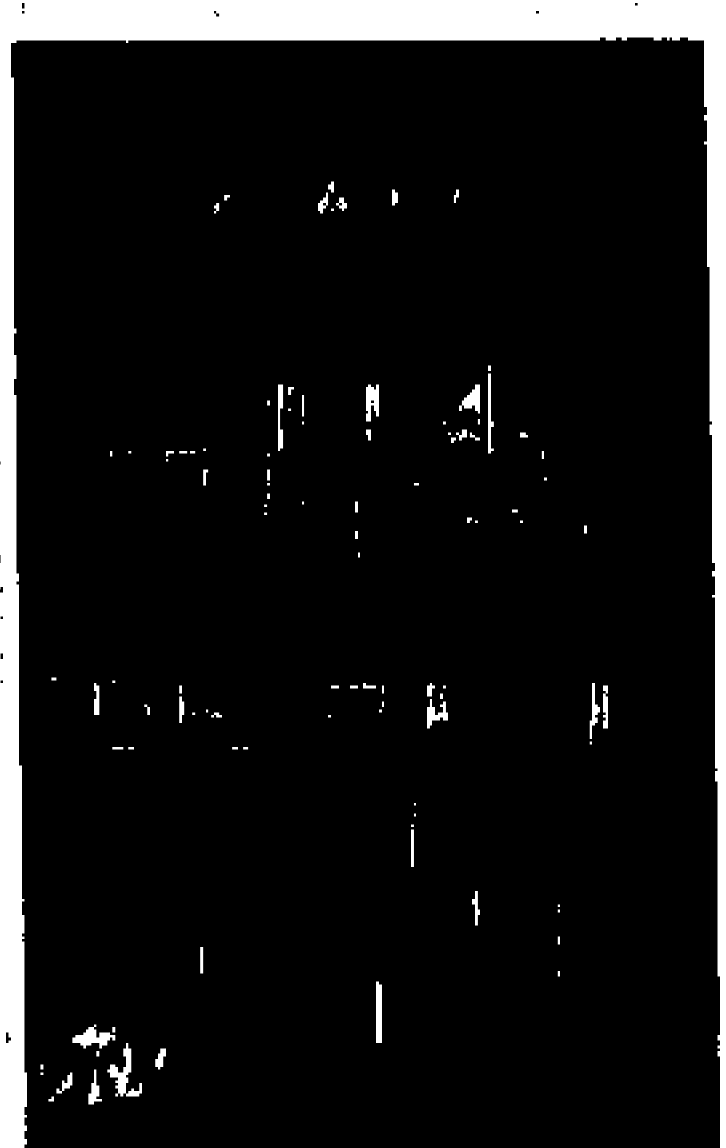

قیمت -/200

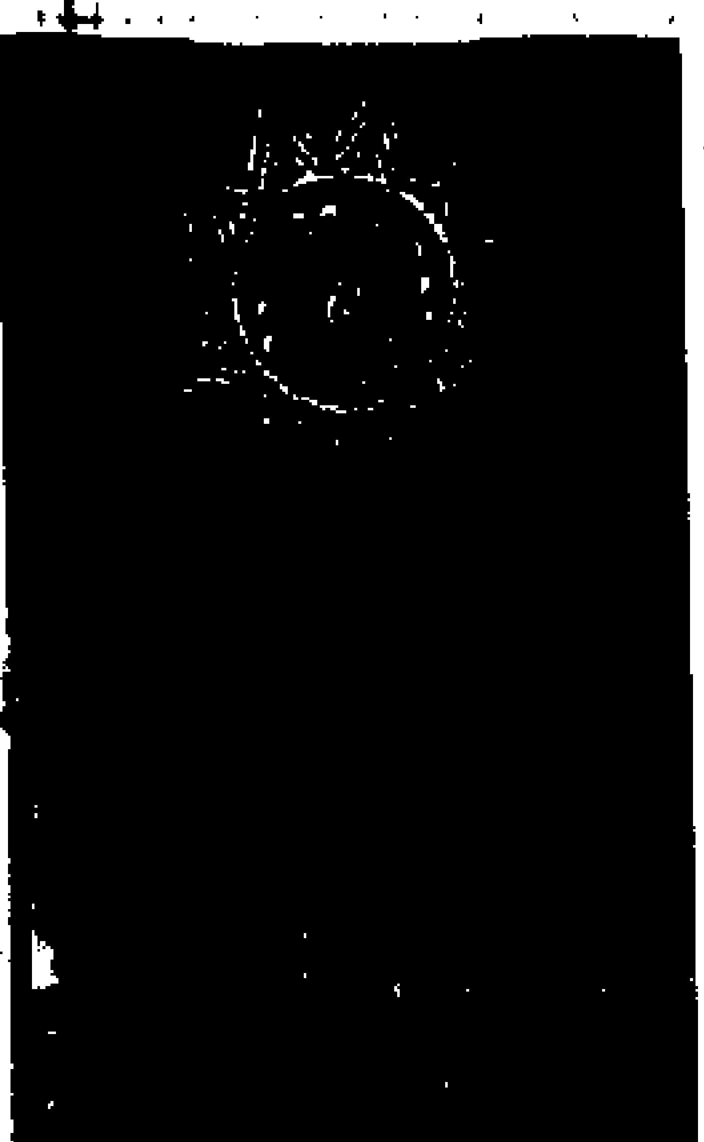

قیمت -/150

مکتبہ القریش قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 7231595

Marfat.com